

تحریک ختم نبوت

شیخ ابراہیم بن ابراہیم
 اہل سنت اور اس طریق میں جو
 اہل سنت اور اہل سنت
 اہل سنت اور اہل سنت
 اہل سنت اور اہل سنت
 اہل سنت اور اہل سنت
 اہل سنت اور اہل سنت
 اہل سنت اور اہل سنت
 اہل سنت اور اہل سنت

حکایت محمد بن عبد اللہ

مکتبہ المدینہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

انه من سليمان و انه بسم الله الرحمن الرحيم

تحریک ختم نبوت

حصہ ہتر دہم (۱۸)

(۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ کی خدمات (۳)

ڈاکٹر محمد بھاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ ہتر دہم (۱۸)
مؤلف	تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بنالویؒ کی خدمات (۳)
صفحات	۴۹۶
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست عناوین

صفحہ نمبر	عنوان
۵	قادیانی درخواست مباہلہ اور اس کا جواب
۹	اجازت اشاعت الہام منذر
۲۷	عربی تفسیر نویسی کا قادیانی چیلنج اور اس کا جواب
۳۱	پیش گوئی بابت ڈپٹی آتھم کا تجزیہ
۵۰	عرب علماء کی تصدیق کی حقیقت
۵۹	بٹالوی پیشگوئی کہ قادیانی حج نہیں کریگا
۶۱	عوام الناس کو علماء قرار دینا
۶۶	قادیانی کا مباہلہ سے گریز
۶۸	ڈپٹی آتھم اور مرزا قادیانی کا مباحثہ اور شیخ الاسلام بٹالوی کا ریویو
۱۶۷	جلسہ تحقیق مذاہب
۱۷۱	پیش گوئی متعلقہ آتھم کا انجام
۱۷۵	تقریری مقابلے کا چیلنج
۱۷۸	قادیانی رسائل اربعہ انجام آتھم وغیرہ کا جواب
۱۸۴	جلسہ اعظم مذاہب

- ۲۰۱ جواب درخواست قادیانی ۲۵ جون و ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء
- ۲۲۴ پیشگوئی متعلقہ آتھم کا پوسٹ مارٹم
- ۲۵۲ تجزیہ عذرات بابت انجام آتھم
- ۳۱۴ تفہیم حق پر تبصرہ
- ۳۱۷ قطعی موعود عذاب
- ۳۲۲ آتھم سے قسم کا قادیانی مطالبہ
- ۳۵۷ مرزا قادیانی کو انعامی چیلنج
- ۳۶۱ حلال زادہ
- ۳۷۲ سلطان محمد کی موت و حیات
- ۳۸۶ قادیانیوں کو انعامی چیلنج
- ۳۸۹ مرزا قادیانی مجسٹریٹ کے حضور
- ۴۱۲ قادیانی پیش گوئی بابت لیکچر رام کاٹھالوی تجزیہ
- ۴۷۰ متفرقات
- ۴۷۰ اشتہار صداقت آثار
- ۴۷۱ محمد یوں کے مقابلہ سے عیسائیوں کی گریز
- ۴۸۶ امرتسر اور لدھیانہ میں آتھم کے جلوس
- ۴۹۱ قادیانی تاویلات بابت پیش گوئی آتھم

بسم الله الرحمن الرحيم. نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قادیانی درخواست مباہلہ اور اس کا جواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ (اشانۃ السنۃ جلد ۱۵ میں) فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ: ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلاف کی وجہ سے کافر ٹھہراتے ہیں (قادیانی کا اپنے اختلافات کو جزئی کہنا، ناواقفوں کو دہوکہ دینا ہے۔ وہ کل اصول اسلام میں مسلمانوں کا مخالف ہے۔ فتویٰ تکفیر مرزا اور، جواب فیصلہ آسانی ص ۳۱ وغیرہ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)، عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا سے مامور ہو گیا ہوں کہ تم میں اب لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں۔ اس طرح پر کہ اول آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل از روئے قرآن و حدیث کے سناؤں۔ اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بٹالوی ہیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر اس کے بعد وہ تمام مولوی جو مجھے کافر ٹھہراتے ہیں اور میں ان تمام مولویوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں۔ (دفع الوسوس۔ صفحہ ۱۶۱)

اور دفع الوسوس کے صفحہ ۲۶۳ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ:

مباہلہ کی اجازت کے بارہ میں جو کلام الہی میرے پر نازل ہوا ہے وہ یہ ہے:

نظر الله اليك معطرا و قالوا اتجعل فيهما من يفسد فيها قال انى اعلم ما لا تعلمون قالوا كتب ممتلى

من الكفر و الكذب قل تعالوا ندع ابنا ثنا و ابناكم - الى آخر الآيه

پھر دفع الوسوس کے صفحہ ۲۶۵ میں مرزا قادیانی نے اس کا ترجمہ کیا اور کہا ہے:

یعنی خدا تعالیٰ نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا تو

زمین پر ایک ایسے شخص کو قائم کریگا کہ جو دنیا میں فساد پھیلاوے۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور ان لوگوں نے کہا کہ اس کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے، سوان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اور تم معاہدہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مبادلہ کریں۔ پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس کے جواب میں کہتے ہیں:

منظور منظور منظور۔ آپ جس وقت چاہیں اور جس مکان میں چاہیں (بجز قادیان کے جو آپ کا مسکن اور محل اندیشہ ہے)، لاہور میں، خواہ ہٹالہ میں مجلس مبادلہ منعقد کریں اور مجھے بلا لیں۔ آپ ہی مجھ سے مبادلہ کرنے کے مدعی بنے ہیں لہذا آپ ہی کے ذمہ اہتمام انعقاد مجلس ہے۔ اس مجلس میں آپ اپنے عقائد کے دلائل سنائیں۔ ان دلائل کو میں آپ کے حیل اور مغالطات سمجھوں گا، جیسا کہ اس وقت تک آپ کے دلائل ہیں، تو اسی مجلس میں آپ کی کتابوں کی نسبت یہ دعویٰ کروں گا کہ کتاب ممتلئی من الکفر و الکذب یعنی آپ کی تصانیف جن پر پہلے نکتہ چینی کی ہے، کفر اور کذب سے پر ہیں۔ پھر جھوٹے پر ایک نہیں ہزار لعنت کہوں گا۔ مگر یہ لعنت ان ہی لفظوں پر ہوگی جو ہم نے بیان کئے ہیں اور وہ آپ ہی کے الہام کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ کو بدل کر آپ اور الفاظ پر لعنت کہلانا چاہیں گے تو ہرگز منظور نہ ہوگا، اور اس تبدیل و تغیر سے آپ کا دعویٰ الہام بے اعتبار ہوگا۔ یا آپ کا ملہم (جو واقع میں معلم الملکوت ہے) نا عاقبت اندیش ٹھہرے گا کہ اس نے پہلے کی بیشی کو نہ سوچا۔ اب اس الہام میں کمی بیشی کرنا چاہتا ہے اور اس کمی و زیادتی سے آپ کا اور آپ کے ملہم کا گریز ثابت ہوگا۔ لہذا انعقاد مجلس مبادلہ سے پہلے آپ اس بات کا اقرار شائع و منتشر کر دیں کہ ان ہی الفاظ پر ہم جانب ثانی سے مبادلہ کرائیں گے اور جھوٹے پر لعنت کہلائیں گے، ان میں اگر ایک لفظ کمی یا زیادتی کریں گے تو دعویٰ الہام مذکور میں جھوٹے اور مبادلہ میں شکست یافتہ سمجھے جائیں گے۔

یہ تو اس مضمون کی نسبت آپ کے الہام کے مطابق فیصلہ ہوا جس پر ہم مسلمان قسم کھانا اور جھوٹے کو لعنت بھیجنا منظور کرتے ہیں۔ مگر اس الہام اور دعویٰ مبادلہ میں آپ نے ان الفاظ کو درج نہ کیا جن پر آپ قسم کھائیں گے اور جھوٹے کو لعنت سنائیں گے۔ یہ آپ کا دھوکہ اور لعنت سے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔ آپ

غالباً ایسے الفاظ پر قسم کھائیں گے جن کے سبب باوجود جھوٹے ہونے کے آپ لعنت کا مورد ہونے سے بچ سکیں گے۔ لہذا ضروری ہے کہ آپ بھی ان الفاظ کو پہلے مقرر کر دیں تاکہ ہم مسلمان ان الفاظ میں نظر کریں، کہ وہ آپ کے جھوٹے ہونے کی حالت میں آپ پر لعنت کے موجب ہو سکتے ہیں یا حیلہ وحوالہ سے وہ لعنت کو ٹلانے والے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ الفاظ جن پر آپ قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں یہ ہونے چاہیں:

میں غلام احمد قادیانی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جو عقائد میں نے آج ظاہر کئے ہیں، کہ

قرآن اور حدیث کی شہادت قطعی سے حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں اور،

آنے والے مسیح سے خدا اور اس کے رسول کی مراد میں ہی ہوں،

اور جبریل امین بذات خود انبیاء کے پاس کبھی نہیں آیا بلکہ وہ آسمان سے اور سورج سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی ملک الموت وغیرہ فرشتے بھی بذات خود آسمان سے جدا نہیں ہوتے۔

اور مطلق نبوت کا خاتمہ نہیں ہوا، وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے عقائد جو رسالہ اشاعت السنہ میں آپ کی تصانیف سے نکال کر بیان ہوئے ہیں، خدا اور رسول کے نزدیک اسلامی عقائد ہیں، خدا و رسول کی کلام میں ان عقائد کے متعلق جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان کے یہی معانی خدا و رسول کی مراد ہیں جو قادیانی نے مراد ٹھہرائے ہیں، اور یہی معنی ان الفاظ و نصوص کے آنحضرت ﷺ کے اصحاب و تابعین وغیرہ آئمہ دین نے جو قرون ثلاثہ کے اندر گذر چکے ہیں، خدا و رسول کی مراد سمجھے ہیں۔ اس بیان میں اگر میں (قادیانی) جھوٹا ہوں، تو مجھ (قادیانی) پر خدا کی وہ لعنت نازل ہو جو آج تک کسی ملعون پر نازل نہیں ہوئی۔

ان الفاظ پر قسم کھانے میں آپ کو تامل ہو تو آپ اس تامل کی وجہ بیان کر کے اور الفاظ تجویز کریں۔ ان الفاظ کے قیود میں جو کید و حیل آپ مخفی رکھیں گے، ہم ان کو ظاہر کر کے آپ کے منہ سے ایسے الفاظ کہلائیں گے جو آپ کے جھوٹا ہونے کی حالت میں آپ پر لعنت کے موجب و جالب ہوں۔

الحاصل جب تک آپ وہ الفاظ انعقاد مجلس سے پہلے بیان نہ کریں اور مسلمانوں سے ان الفاظ کو تسلیم نہ کرائیں، تب تک آپ کا یہ دعویٰ مبالغہ آپ کی ایک چال ہے اور صرف اپنے دام افتادہ حمقاء کے لئے

جال ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں یہ نفس درخواست مباہلہ کا جواب ہے۔ اب اس کی میعاد کے متعلق ایک اور کید قادیانی کا اظہار و بیان ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے اس مباہلہ کی میعاد وہم دسمبر ۱۸۹۲ء سے چار مہینے مقرر کی۔ مگر یہ کتاب جس میں یہ مباہلہ درج ہے، پانچویں مہینے (وسط اپریل ۱۸۹۳ء) میں شائع کی۔ اور طرفہ یہ کہ وہ کتاب اب تک اپنے انحص مخاطبین مباہلہ حضرت شیخ الکل (سید نذیر حسین محدث دہلوی) اور خاکسار کے پاس نہیں بھجوائی۔ پوری کتاب بھیجنے سے قادیانی کو بخل مانع تھا تو اشتہار مباہلہ کے اوراق کتاب یا پروف متعلق مباہلہ کو بھیج دیتا۔ مرزا قادیانی ہمیشہ لاف زنی کرتا ہے کہ میں اپنے مخالفوں کو کئی ہزار رجسٹری شدہ اشتہارات بھیج چکا ہوں۔ کیا اب وہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے اس مباہلہ کا اشتہار شیخ الکل یا خاکسار کے نام رجسٹری کرا کر بھیجا ہے؟ نہیں تو پھر اس میعاد مقرر کرنے سے اسکی غرض بجز اسکے اور کیا ہو سکتی ہے کہ میعاد مقررہ مباہلہ تک فریق ثانی کو اس دعویٰ پر اطلاع نہ ہو، اور اس عرصہ میں اس طرف سے مباہلہ کی اجابت وقوع میں نہ آوے، تو مشتہر کیا جاوے کہ فریق ثانی نے مباہلہ سے گریز کیا ہے۔

یہ عادت مرزا قادیانی کی ۱۸۹۱ء سے مستمر چلی آتی ہے کہ جو رسالہ، جو پرچہ، جو اشتہار ہمارے مقابلہ میں چھپاتا (طبع کراتا) ہے اس کو ہمارے پاس نہیں بھیجتا۔ ان دنوں صرف چند اوراق و سواوس (دافع الوسوس) جس میں ۳۰ مارچ کا اشتہار ہے ہمدست مرزا خدا بخش اور ایک تحریر مورخہ ۱۹۔ اپریل بذریعہ ڈاک اس نے ہمارے پاس ارسال کی ہے، باقی تحریرات و اشتہارات اس کے ہم نے دیگر وسائل سے مشکل کے ساتھ حاصل کئے ہیں۔ اپنے ازالہ اوہام کی بابت اس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ چھپ کر نکلے گا، سب سے پہلے آپ کے پاس بھیجا جائے گا۔ پھر جب چھپ کر شائع ہوا اور ہمارے پاس نہ پہنچا تو ہم نے خود قیمتاً طلب کیا۔ پھر بھی ہمارے پاس اس نے وہ رسالہ نہ بھیجا۔ تب سے ہم نے بھی اشاعت السنہ کا اس کے پاس بھیجنا موقوف اور بند کر دیا۔ باوجودیکہ اس سے پہلے سال ہا سال سے اسکے پاس بلا قیمت یہ رسالہ جاتا رہا۔ اس بندش پر بھی جو مضمون جواب طلب اس کے رد میں چھاپا جاتا ہے، اسکے پاس بھیجا جاتا ہے۔

اجازت اشاعت الہام مندر

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ (اشاعت السنۃ جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۱-۱۸۳ میں) فرماتے ہیں کہ یہ درخواست مرزا قادیانی کی اس خط میں منقول ہے جو ہم قبل ازیں نقل کر چکے ہیں اور اس کا دندان شکن جواب ہم اپنے خط میں دے چکے ہیں جو پہلے نقل ہو چکا ہے۔ قادیانی ہمارا جواب سن کر سکت ہوا، مگر اپنے حتماء اتباع کو یہ کہتا اور سمجھا تا رہا کہ ہمارا مخاطب (محمد حسین) ہمارے الہام مندر سے ڈر گیا ہے۔ تب ہی وہ عام اجازت اشاعت نہیں دیتا، بلکہ قانون عدالت کے لحاظ و پابندی سے اشاعت کی اجازت دیتا ہے۔ اس خوف کا خیال ان حتماء کے دماغ میں جاگزیں و مستحکم ہو گیا تو اپریل ۱۸۹۳ء (مطابق رمضان) میں وہ ایک رجسٹری شدہ خط کے ذریعہ سے پھر اشاعت الہام مذکور کی اجازت کا خواستگار ہوا۔ اور ہمارے سابق جواب کی اس بات کا کہ: جو الہام کسی کے ڈرانے کے لئے ہوتا ہے، اس الہام کی اشاعت اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے اور اگر آپ کے الہامات نظر ثانی و حکم ثانی کے سوا لائق اشاعت نہیں ہوتے تو آپ اپنے ملہم سے اجازت کیوں نہیں لیتے، یہ اجازت مجھ سے کیوں چاہتے ہیں؟

اس نے خط میں یہ جواب دیا ہے کہ مشورہ لینے کا حکم آیت و شاور ہم فی الامر میں آچکا ہے۔ اور کتاب دافع الوسوس کے حاشیہ صفحہ ۱۱۶ میں ہماری بات کا یہ جواب دیا ہے کہ الہام تین قسم کے ہوتے ہیں۔ از انجملہ ایک وہ قسم ہے کہ جس کے اظہار و عدم اظہار کا ملہم کو اختیار دیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اس دوبارہ درخواست کرنے سے اور اس کے اتباع کے اس درخواست کو پسند کرنے اور اس سے اس کو سچا اور ولی و ملہم سمجھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی تو شرم و حیا و خدا ترسی و عاقبت اندیشی (جو انسانیت کے لوازم سے ہے) معر تھا، اب اس کے اتباع نے بھی اس کا شیوہ اختیار کیا ہے، اور انہوں نے علاوہ ہر اس حکم آیت ذالک با نہم آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبہم

فہم لا یفقہون فہم وفاقہت کو بھی استعفا دیدیا ہے۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ:

جو شخص کسی کے الہام سے ڈرتا ہے وہ اس کو ملہم ماننے اور اس کی پیروی کرنے میں کب توقف کرتا ہے؟

اور جو اس کو کافر و زندیق و مرتد و ملحد سمجھتا ہے وہ اس کے الہام کو بجز القاء شیطانی اور کیا خیال کرتا ہے؟

اور وہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ خدا کے منذر الہام کی تبلیغ کی اشاعت کی اجازت دوسرے سے

چاہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور مشورہ کا حکم بشہادت آیت مذکورہ ان امور میں ہے جن میں خدا کی طرف سے کوئی

حکم والہام نہ ہو۔ اور ایسے ہی امور میں آپ ﷺ نے اپنے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تھا، کبھی کسی منصوص حکم

کی تعمیل و تبلیغ میں کسی سے مشورہ نہیں لیا۔ اور نہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر قادیانی کے ملہم (معلم الملکوت) کے الہامات

ایسے ہی ہوتے ہیں جو دوسرے کے مشورہ اور صلاح کے بغیر تبلیغ و اشاعت کے لائق نہیں ہوتے، تو پھر انکی

اشاعت و عدم اشاعت کے متعلق اپنے مخلص احباب سے مشورہ کرنا تھا، نہ کہ اپنے خصم اور دشمن سے، جسکی

نسبت اسکو الہام ہوا ہے، اور وہ اس الہام کو شیطانی سمجھتا ہے۔

اس مشورہ کی نظیر کسی سابق ملہم کے الہامات و مشاورات میں پائی نہیں گئی۔ پھر ہم اجازت چاہنے کو

مشورہ کیوں مان رہے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہ الہام اس قسم کا ہے جس میں مرزا قادیانی کو اظہار و عدم

اظہار کا اختیار دیا گیا ہے تو پھر وہ اپنے اختیار سے کیوں کام نہیں لیتا اور اس اختیار کو اپنے دشمن کے اختیار میں

کیوں سپرد کرتا ہے؟ اس کے ان جیلوں اور عذروں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس الہام کے دعویٰ میں جھوٹا اور

فریبی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ ان گزارشات کے بعد اب اس درخواست قادیانی

کا تفصیلی جواب دیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی صاحب! اشاعت الہام مذکور کی آپ کو اجازت ہے، اجازت ہے، اجازت ہے۔ اور

اس پر یہ تحریری شہادت ہے۔ مگر اس اشاعت کی صرف یہی ایک صورت مناسب نظر آئی ہے کہ وہ منذر الہام

پہلے اشاعت السنہ میں آپ چھپوائیں اور اس کے ذریعہ سے اس کی اشاعت کریں۔ پھر جس اخبار میں چاہیں اس

کو درج کرائیں۔ لہذا مناسب ہے کہ آپ اس الہام کی ایک قلمی نقل مصفے میرے پاس بھیج دیں اور اس کی

اشاعت کی درخواست کریں اور اس کے ساتھ یہ بھی تحریر کریں کہ اس الہام کے الفاظ میں من بعد نہ ایک لفظ کی کمی ہوگی نہ ایک حرف کی زیادتی۔ ومعہذا اس الہام کے معنی بھی اپنے ملہم سے پوچھ کر تحریر کر دیں۔ اگر اس کے ظاہری اور لفظی معنی مراد ہوں جن کو ہر شخص عارف لغت و اہل زبان سمجھ سکتا ہے تو یہ لکھ دیں کہ ملہم نے بتا دیا ہے کہ اس کے ظاہری اور لفظی معنی مراد ہیں۔ اور اگر کوئی تاویلی معنی مراد ہوں تو ان معنی کی تاویل و تشریح کر دیں۔ پھر اگر میں اس الہام کے الفاظ اور معنی کو واضح و بلا اشتباہ پاؤں گا تو فوراً اس کو رسالہ میں چھاپ کر اس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اگر اس کے الفاظ و قیود میں کیود (مکر) و حیلہ سازیاں اور دھوکہ بازیاں پاؤں گا یا اس کے معانی کو ذوی الوجوہ دیکھوں گا تو پہلے چند سوالات کے ذریعہ آپ کے قلم و زبان سے اس کی تشریح و توضیح کراؤں گا، پھر اس کو چھاپ دوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فرمائیے اب تو اجازت ہوئی۔ بلکہ خود اشاعت کی ذمہ داری بھی لی گئی ہے۔ یا اب بھی کوئی کسر رہ گئی ہے۔ رہ گئی ہے تو فرمائیے وہ کسر نکال دی جائے۔

اس کے بعد حضرت بٹالوئی لکھتے ہیں کہ اس باب میں آپ (مرزا قادیانی) سے تو اتنا ہی خطاب ہے۔ ذیل میں اپنے ناظرین اور آپ کے اتباع میں سے حق کے طالبین کی خدمت میں کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ حضرات! آپ لوگ جو کہ مرزا قادیانی کے کید اور مکر و فریب سے واقف نہیں، شاید یہ خیال کریں کہ یہ اجازت اشاعت تو ہے، مگر محدود ہے۔ اور کیوں اجازت غیر محدود نہیں دی گئی کہ وہ جس اخبار میں چاہے اس الہام کو چھپوادے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے الہام کو بلا معائنہ و ملاحظہ اسی کے ذریعہ و اختیار و اہتمام سے اگر اسکو چھاپنے کی غیر محدود اجازت دی جائے گی تو وہ اس الہام میں ایسی قیدیں لگا دے گا اور ایسے الفاظ و ذوالوجوہ اور محتمل المعانی اس میں بھر دے گا، جن سے وہ باوجود سوبار جھوٹا ہو جانے کے، جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔ کیا آپ صاحبوں نے اس کے سابق اشتہارات متضمن الہامات و بشارات نہیں دیکھے، جن میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے لیکن جھوٹا ہونے میں نہیں آتا۔ اور پھر بھی ان الہامات کے صدق کا مدعی ہے اور انہی کی دستاویز سے غم ٹھونک کر الہامی بنا ہوا ہے۔

اس کے گذشتہ الہامات و بشارات میں سے ایک الہام تو لدفرزند عنموئیل و بشیر کو بطور مثال پیش کیا

جاتا ہے، جس میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے پھر بھی سچے کا سچا بنا ہوا ہے۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو آپ (مرزا) نے ایک اشتہار دیا جس میں یہ درج ہے کہ:

میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خوبصورت، صاحب شوکت و دولت ہوگا، علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا، تین کو چار کرنے والا ہوگا، فرزند دل بند گرامی ارجمند مظهر الاول و الآخر مظهر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء (یعنی خدا کا جواول و آخر ہے، مظهر ہوگا، حق اور بلندی کا محل ظہور، گویا کہ خود خدا تعالیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔ ناظرین! مرزا قادیانی کا بیٹا خدا ہوا تو قادیانی خدا کا باپ ٹھہرا۔ آج تک ابن اللہ تو بہت لوگوں کو کہا گیا ہے مگر خدا کا باپ مرزا قادیانی سے پہلے کوئی نہیں سنا تھا۔ اس کے ایسے دعاوی سن کر جو لوگ اس کو مسلمان اور ولی مان رہے ہیں وہ اگر دیوانے نہیں، نا فہم نہیں تو پھر کون ہیں؟ محمد حسین) وہ جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی رست گاری کا موجب ہوگا، اور زمین کے کناروں تک شہرت پاوے گا۔

اس اشتہار میں چونکہ مرزا قادیانی کا ملہم (جو یقیناً معلم الملوکوت ہے) تاریخ و ماہ و سال تو لہ فرزند بھول گیا تھا، لہذا آپ کو اس کا فکر پیدا ہوا تو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار اس کی میعاد کی بابت جاری کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

اس پر اسلام کے مخالفوں، ہندوؤں وغیرہ نے قادیانی کو اسلام کا وکیل و حامی سمجھ کر اس میعاد پر خوب ہنسی اڑائی، اور یہ بات چھاپ کر مشہر کی کہ نو برس کی میعاد لمبی ہے، اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ جس پر مرزا قادیانی نے اپنے ملہم (معلم الملوکوت) کے حضور میں حاضر ہو کر اس امر (تعیین میعاد) کیلئے عرض کی تو ادھر سے یہ الہام ہوا جس کو آپ نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج کر کے مشہر کیا کہ: ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

پھر مرزا قادیانی کو اس الہام کی تفسیر میں ایک مخفی الہام ہوا۔ جس کو وہ اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں مخفی الہام اور الہامی تفسیر اور فیض روح القدس کا نتیجہ قرار دے چکا ہے۔ وہ الہام یہ ہے (جو الہام منقولہ بالا کے متصل ہی اس اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں بیان کیا گیا ہے):

اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ

ظاہر نہیں کیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ پھر اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا کہ: انہوں نے کہا آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں؟ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ جل شانہ کا ہے، اسلئے اس قدر ظاہر کرتا ہے جو من جانب اللہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہ بعینہ مرزا صاحب کے الفاظ ہیں۔ اس کے آخری الفاظ کے مقابلہ میں خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ خدا کے بندہ نہیں، بلکہ معلم المملکت کے بندہ ہیں۔ اور اسی نے آخری فقرہ انجیل متی باب ۱۱ آیت ۳ سے چرا کر آپ کو الہام کیا ہے۔ جس سے اس کا اور آپ کا مقصود یہ ہے کہ جو لڑکا موجودہ حمل سے پیدا ہوگا اگر وہ کھینچ تان کر الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق اور اس کا نتیجہ بن سکا تو اس الہام کے پہلے حصہ، کہ آنے والا یہی ہے، کے اشارہ سے اس کو الہامی بنایا جائے گا۔ اور اگر وہ کسی طرح اس کا مصداق نہ بن سکا تو اس الہام کے دوسرے حصہ کو، یا ہم دوسرے کی راہ تکیں، کی دستاویز سے یہ کہا جائے گا کہ اس حصہ میں صاف اشارہ تھا کہ یہ کوئی اور ہے۔

مرزا صاحب کے اس الہام کی نظیر اس وقت کے بد معاش جو گیوں کی وہ پیش گوئی ہے جس میں وہ ایک شخص کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہمسایہ کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر اگر لڑکا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کی دستاویز سے اپنی صداقت ظاہر کر کے نقدی وصول کرتے ہیں، اور اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ ہمسایہ والی خبر پیش کر کے کچھ نہ کچھ جھاڑ لیتے ہیں۔

مرزا صاحب کا ملہم عیار (معلم المملکت) ان بد معاشوں سے بھی بڑھ کر نکلا۔ اس نے ایک ہی الہام و پیش گوئی سے دونوں کام لے لئے۔ پہلے حصہ سے لڑکے کے الہامی ہونے کا ثبوت، دوسرے حصہ سے اس لڑکے کے الہامی موعود نہ ہونے کی شہادت۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بنالوی فرماتے ہیں کہ ان دنوں مرزا صاحب کی بیوی کو حمل تھا، جس کے وضع ہونے کی مدت قریب تھی۔ اسی حمل کی نظر سے آپ یہ الہام بازی کر رہے تھے، اور اس حمل سے آپ کو لڑکا پیدا ہونے کا کامل یقین تھا۔ شک تھا تو صرف اس بات میں تھا کہ اس حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا وہی موعود لڑکا ہے یا موعود کوئی اور ہے، اور یہ لڑکا اور ہے۔ اس حمل سے لڑکا ہونے کا یقین اور اس کے موعود ہونے میں

شک دونوں آپکی الہامی تفسیر کے اس فقرہ سے کہ: جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے، یا وہ کسی اور وقت میں ہوگا۔ اور دوسرے الہام کے اس جملہ سے کہ: آنے والے یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔

صاف ظاہر ہو رہے ہیں اور ہر کس و ناکس کو جو مذکر الفاظ ہو گا، اور لڑکا، اور آنے والے۔ اور مونث الفاظ، ہو گی، لڑکی، اور آنے والی، میں تمیز کر سکتا ہے، یہ الفاظ یقین دلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی اس حمل سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین رکھتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے جو اخیر میں جھوٹے کا منہ کالا کرتا ہے (گو تھوڑے دن اس کو مہلت بھی دیتا ہے)، اس دعویٰ اور یقین میں مرزا قادیانی کو جھوٹا کیا۔ اس حمل سے لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی (جو بچپن میں مرگئی)۔ جس سے تمام ہندوستان میں قادیانی کی رسوائی ہوئی، اور اس وجہ سے تمام مسلمانوں کو آریوں وغیرہ مخالفین کے سامنے ندامت اٹھانا پڑی۔ مگر قادیانی ایسا شیر بہادر ہے اور عقل و حیا دونوں سے اکیلا جنگ آور اور مبارز ہے، کہ اس نے اس رسوائی اور ندامت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی، بلکہ الٹا آریوں کی خبر لی۔ ان کے جواب میں دو ورقہ اشتہار چھاپ کر مشتہر کر دیا اور اس میں یہ عذر بدرت از گناہ کیا کہ میں نے یہ کب اور کہاں لکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا ہوگا؟ میرے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں اس حمل کا لفظ کہاں ہے۔ اور اسکے ساتھ آریوں کو لعنتیں اور گالیاں سنا کر اپنے مریدوں کی نظر میں اپنا سچا ہونا ثابت کر دیا۔

مرزا صاحب یا اس کے اتباع میں سے کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس اشتہار میں اس حمل کا لفظ نہیں تو کیا ہوا؟ اس میں یہ الفاظ جو لڑکا اب پیدا ہو گا، آنے والے یہی ہے، تو صریح اور صاف موجود ہیں۔ اور ہیں بھی یہ الفاظ الہامی، نہ فہم اور رائے پر مبنی۔ پھر ہمارا وہ الہام ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء جس کے الفاظ مذکور سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین تھا، جھوٹا نہیں تو اور کیا ہے؟ لہذا مناسب ہے کہ ہم اس الہام کو شیطانی جان لیں اور آئندہ اس دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں، اور جو ذلت ہو چکی ہے اسی پر اکتفا کریں۔ آئندہ مخالفین سے اسلام اور مسلمانوں کی مزید ہنسی نہ کرائیں۔ مگر وہ حضرات حیا اور سچ سے کچھ تعلق رکھتے تو اپنا جھوٹا ہونا مانتے۔

پھر ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو ایک منحوس و نامبارک لڑکا (بشیر) مرزا قادیانی کے گھر پیدا ہوا تو وہ آسمان کو چڑھ گیا اور اس نے بڑا شور و غل مچایا۔ پنجاب و ہندوستان کے دوستوں کو اس لڑکے کے عقیقہ پر بلا کر یہ بتایا کہ

وہ الہامی موعود لڑکا ہے اور اسکا دھوم دھام سے عقیقہ کیا، جس میں دف اور ڈھول بجائے گئے۔ کسی نے اعتراض کیا تو جواباً فرمایا: فرشتے آسمان پر باجے بجا رہے ہیں، پھر ہم کیوں ان کی پیروی نہ کریں۔ اور اس لڑکے کی پیدائش کے متعلق یہ اشتہار جاری کیا جو مطبخ چشمہ فیض بٹالہ اور وکٹوریہ پریس لاہور وغیرہ مطابع میں طبع ہوا:

اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا، تو دوسرے حمل میں، جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا، آج ۱۰ اذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فالحمد لله على ذلك۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ یہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے، جس کا وقت بتایا جائے۔ سواب یہ پیش گوئی انہیں منظور کرنی پڑی کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پا کر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا، حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے، کیونکہ کسی الہام کے معنی وہ ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے، اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی، کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پا کر اس کے معنی کرتا ہے۔ جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سواشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھیج دیئے، تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول نہ کرنا جو خود ایک مخفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور جملہ مخالفین تک پہنچا دیئے گئے۔ کیا ہٹ دھرمی ہے یا

نہیں۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عند العقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعویٰ کر لیتا ہے، تو وہ اپنے اس الہام اور تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بچا دینا ایسا ہے جیسے کوئی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں، بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں (یہ اشتہار تفرقات میں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء) تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعویٰ کیا تھا اور وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشہر: خاکسار غلام احمد۔ از قادیان ضلع گورداسپور

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے گو صرف یہی لکھا ہے کہ یہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام والا لڑکا ہے مگر زبانی کس و ناکس کو یہی کہا کہ یہ وہی لڑکا موعود مسعود ہے جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ ہوا تھا اور خود اس باب میں ایک مضمون لکھا اور پونہ کے رہنے والے ایک اردو خوان سپاہی کے نام سے شخہ ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء میں چھپوایا ہے، جس کی نقل یہ ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ، ۸، اپریل ۱۸۸۶ء

پرایک منصفانہ نظر

ہمارے ایک عنایت فرمانے تین اشتہار ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ و ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء از جانب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ہمارے پاس بھیجے ہیں جن میں ایک پیش گوئی اور نیز اس کے وقوع کا ثبوت بہت مدلل اور معقول طور پر درج ہے۔ ہم (اڈیٹر شخہ ہند) حسب درخواست مرسل ان اشتہاروں کو اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہیں لیکن قبل تحریر ترجمہ اشتہارات ایک ریویو ان اشتہاروں کا اردو انگریزی دونوں میں لکھنا صفاً بیان اور ناظرین کی توسیع واقفیت کی غرض سے مناسب سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ عنوان میں درج ہے، ایک عظیم الشان

پیش گوئی ہے جو ایک بار بکت اور منویدالہی فرزند کے بارہ میں ظاہر کی گئی ہے جس کی نسبت مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ فرزند نہایت مقدس اور موجب فیض و ہدایت عامہ خلائق ہوگا اور زمین کے کناروں پر شہرت پائے گا چنانچہ اسی مطلب کے بارہ میں مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار عام طور پر شائع کیا تھا اور صد ہا کا پیاں رجسٹری کرا کر اور نیز بغیر رجسٹری بخدمت معزز عیسائی و ہندو صاحبان اور ان کے نامی گرامی پنڈتوں اور پادریوں کی خدمت میں ارسال فرمائی تھیں۔ مگر چونکہ اس اشتہار میں دربارہ تولد اس مبارک فرزند کے کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تھی، اس لئے بعض نکتہ چینیوں کے اصرار سے دوبارہ مرزا صاحب نے اپنے الہام سے ظاہر فرمایا کہ وہ بار بکت فرزند ۹ برس کے عرصہ تک کسی وقت میں پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بارہ میں دوسرا اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کا مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا اور عام طور پر نامی مخالفوں کے نام بھیجا گیا تھا، بلکہ ان کے بعض اخبارات میں چھپ بھی گیا تھا۔ پھر جبکہ مخالفوں نے اس مدت بیان کردہ کو بھی بہت دور دراز سمجھا تو جیسا کہ اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج ہے، مرزا صاحب مدوح نے تمام حجت کی غرض سے ایک نہایت قریب وقت دریافت کرنے کے لئے بحضرت باری عز اسمہ توجہ کی۔ اس آخری دفعہ کی توجہ میں مرزا صاحب پر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی نزدیک پیدا ہونے والا ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا، جس کے معنی ان پر یہ منکشف ہوئے کہ غالباً موجودہ حمل میں وہ لڑکا پیدا ہو، اور اگر اس میں پیدا نہ ہو تو بالضرور دوسرے حمل میں جو اس کے بعد اور بہت قریب ہے، پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مدت مقررہ کے شائع اور ظاہر کرنے کیلئے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوا جس کے مضمون کے موافق ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مرزا صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس وقت یہ اشتہار صداقت آثار ہمارے سامنے رکھا ہے، جس کے دیکھنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی کس قدر عالی شان، واضح اور کھلی کھلی ہے، اشتہار موصوف کے دفتر سے یہ ہیں

پہلا فقرہ۔ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب کے حمل میں۔

دوسرا فقرہ الہامیہ۔ نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قریب نزول پر دلالت کرتا ہے۔

یعنی یہ ظاہر کرتا ہے کہ لڑکا اس حمل میں یا دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے، پیدا ہوگا۔

یہ دونوں فقرے باہر بلند شہادت دے رہے ہیں کہ لڑکا جس کی نسبت اشتہار مذکور میں پیش گوئی کی گئی ہے بالضرور دوسرے حمل تک جو قریب ہے، پیدا ہو رہے گا۔ اب اس پیش گوئی میں جس قدر صفائی پائی جاتی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ یہ بات ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ کسی امر فوق الاختیار کے ظہور کے لئے پیش از وقوع کوئی وقت خاص اور مدت معین قرار دینا اور تمام تر قطع یقین اس حد میں اور وقت مقررہ پر حصر کر دینا، اور پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اسی وقت اور حد معین میں ظہور پذیر ہو جانا، کاروبار انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ خاص کر تولد پسر کے بارہ میں کوئی انسان دعویٰ کر کے اس قدر دم بھی نہیں مار سکتا کہ میری عمر کے کسی حصہ میں کوئی لڑکا میرا ضرور پیدا ہوگا، کیونکہ نہ تو عمر کا اعتبار اور نہ لڑکا پیدا کرنے پر کوئی اپنا اختیار، اور نہ پھر اس لڑکے کے جیتے رہنے کے یقینی آثار۔ چہ جائیکہ بغیر کسی ظاہری قرینے اور علامت کے لڑکا پیدا ہونے کے لئے بہت ہی قریب حد بتائی جائے اور پھر کروڑ ہا مخلوق کے مقابلہ پر میدان میں کھڑے ہو کر دعویٰ کیا جائے کہ تولد پسر اس حد معین سے تجاوز نہیں کرے گا، اور لڑکا صاحب عمر ہوگا (یہ لفظ ناظرین توجہ سے پڑھیں اور اس لفظ کی نسبت یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ انسانی دعویٰ نہیں، الہامی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کے اس قول کو کہ اس لڑکے کو عمر پانے والا نہیں کہا گیا، جس کو وہ ہزار اشتہار مطبوعہ کیم دسمبر ۱۸۸۸ء میں کہہ چکا ہے، ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ یہ شخص کذاب و دروغ نہیں ہے تو کیا ہے؟ محمد حسین)، پیدا ہیبت ظاہر ہے کہ ایسا دعویٰ کوئی انسان نہیں کر سکتا اور نہ کسی ابن آدم کو ایسی جرأت ہے کہ اس قسم کا دعویٰ زبان پر لاوے۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نے بدعویٰ مامور ملہم من اللہ ہونے کے اس پیش گوئی کو ایک جہان کے سامنے اپنی عزت یا ذلت کا معیار بنایا، اور لاکھوں مخالفوں کے سامنے یقینی طور پر دعویٰ کیا ہے کہ دوسرے حمل تک جو بہت ہی قریب ہے، بالضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس دعویٰ کو سچا کر کے دکھلا دیا اور منکروں کو نادم اور رسوا کیا تو اور بھی زیادہ تر بزرگی اس پیش گوئی کی اور سچائی اس شخص کی ہم پر کھلتی ہے، کیونکہ خدائے عادل و انصاف پسند کی طرف سے ایک دروغ کو کو ایسی کھلی کھلی تائید ہونا غیر ممکن و خلاف صفات کاملہ مقدسہ حضرت باری ہے...

اور ایک اور نشانی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مولود موعود کے لئے ایک یہ علامت لکھی تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا سو یہ علامت بھی پوری ہوئی، کیونکہ اس

فرزند مبارک سے پہلے مرزا صاحب کی اولاد صرف تین ہیں۔ دو پسر اور ایک دختر۔ بجز ان کے اور کوئی ایسی اولاد بھی نہیں کہ کسی وقت پیدا ہو کر فوت ہوگئی ہو۔ سو یہ لڑکا برتبہ چہارم ہونے کی وجہ سے تین کو چار کرنے والا ہے۔

راقم ایک محقق متکلم از پونہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بنالوی فرماتے ہیں کہ اس مضمون کی عبارت کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو اس کے الفاظ اور طرز تحریر سے پہچان لیں گے کہ یہ مرزا قادیانی کا اپنا لکھا ہوا مضمون ہے، جس کو اس نے برخلاف واقعہ دوسرے کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ مضمون اول سے آخر تک بتا رہا ہے کہ راقم مضمون نے اس لڑکے کو وہی لڑکا سمجھا ہے، جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے۔ اس مضمون کے پہلے اور دوسرے فقرات کے مصدق مرزا قادیانی کے دستخطی خطوط (جو اصل منشی احسن امروہی کے پاس ہیں اور نقل ان کی دستخطی اور مولوی محمد بشیر صاحب کے مصدقہ) میرے پاس موجود ہیں۔ ان میں بھی قادیانی نے ظاہر کیا ہے کہ تین کو چار کرنے والا یہی لڑکا ہے: اور وہی مصداق عربی فقرات الہام ہے۔

وہ لڑکا (بشیر) جب تک زندہ رہا نتیجہ الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سمجھا گیا، مگر خدا نے اس ظالم و مفتری و کذاب کو دوبارہ ذلیل کرنا چاہا تو ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اس منحوس و نامبارک و باعث ضلالت لڑکے کو دنیا سے اٹھا لیا، جس پر دنیا میں شور و غل مچ گیا اور اس پر بھی مرزا قادیانی جھوٹا ہونے میں نہ آیا اور یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو چوبیس صفحہ کا سبز اوراق کا رسالہ اس مضمون کا چھاپ دیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ذکر تھا اور یہ عمر پانے والا ہے۔ اور کہا کہ میں نے تو اشتہارے۔ اگست ۱۸۸۶ء میں صرف یہ لکھا تھا کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کا ۸۔ اپریل کے اشتہار میں ذکر ہے۔ اور عقل و حیا کو پیش نظر رکھ کر اتنا نہ سوچا کہ:

جس لڑکے کا ذکر ۸۔ اپریل کے اشتہار میں تھا وہ کونسا لڑکا تھا؟

۸۔ اپریل کو کس لڑکے کی میعاد کی بابت ملہم سے آپ نے دوبارہ انکشاف کا سوال کیا تھا؟

اور کس کی بابت جواب ملا؟

ان سوالوں کا جواب یہی ہوگا کہ وہی ۲۰ فروری کے اشتہار والا لڑکا تھا، اسی کی مدت تولیت سے سوال

تھا، اور اسی سوال کے جواب میں اس لڑکے کا مژدہ سنایا گیا تھا۔

اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ برطبق: سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ سوال تو ۲۰ فروری کے الہامی لڑکی کی مدت سے ہو، اور جواب میں کسی اور کی مدت بتائی گئی ہو۔

اور مرزا صاحب نے نہ یہ سوچا کہ اس جواب کو گول مال بنانے کے لئے جو میں نے دوسرا الہام گھڑ لیا تھا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں اس کا دوسرا حصہ گو اس جواب کو گول مال بتاتا ہے، مگر اس کا پہلا حصہ صاف اشارہ کرتا ہے کہ یہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے۔ لہذا یہ الہام بھی ہمارے حق میں مفید اور اس امر کا متعین کرنے والا نہیں ہے کہ یہ لڑکا وہ نہیں اور ہے۔ قطع نظر اس سے ہم (یعنی مرزا) خود محقق متکلم پونہ بن کر اخبار شخہ ہند میں اور پرائیویٹ خطوں میں اور مجلسوں میں بیان کر چکے ہیں کہ تین کو چار کرنے والا یہی ہے اور یہی لڑکا موعود معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اب ہم کچھ عقل اور حیا سے کام لیں، اور کم از کم اتنا ہی کہہ دیں کہ ہم نے جو اس لڑکے کو موعود سمجھا تھا، یہ ہمارا فہم و اجتہاد تھا۔ اس میں ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مگر یہ امر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع سے کیونکر ہو سکتا تھا۔ اپنے جھوٹ اور گناہ کا اقبال کرنا اور حق کو قبول کرنا تو موت سے زیادہ ان پر سخت و ناگوار ہے، لہذا انہوں نے الٹا اپنے معترضین کو الزام دیا اور چوبیس صفحہ کے رسالہ (اشتہار) مذکور کو اسی بیان کی تائید میں اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا کہ ہم نے کب اور کہاں کہا تھا کہ یہ لڑکا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہاری لڑکا ہے، اور یہ عمر پانے والا ہے۔

الغرض اس لڑکے کے مرجانے سے خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو جھوٹا کیا۔ تمام دنیا نے انہیں مفتری کہا مگر وہ جھوٹا ہونے میں نہیں آئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس لڑکے کے بعد دوسرا لڑکا مرزا صاحب کے گھر میں پیدا ہوا، تو اس کو بھی الہامی موعود سمجھا گیا تھا۔ روئداد اشتہار مطبوعہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء جس کا عنوان ہے تکمیل تبلیغ۔ ملاحظہ ہو۔ اس اشتہار میں یوں لکھا ہے:

۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو اس عاجز کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ... اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا

ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا تعالیٰ اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے۔ تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود ہوگا۔ ورنہ وہ دوسرے وقت آئے گا،

اور ۲۰، اپریل ۱۸۹۳ء کو تیسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اس کو بھی مولود موعود سمجھا جاتا ہے۔

ان دونوں لڑکوں کی نسبت بھی مرزا قادیانی اور اس کے غالی پیرو اور اندھے مقلد پرائیویٹ طور پر دورخی باتیں کرتے رہے ہیں، جس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی لڑکا جیتا رہا، تو اسی کو موعود بنا جایا جائے گا (گو واقع میں ان میں سے ایک بھی موعود نہیں ہو سکتا۔ نہ یہ دونوں حمل اول سے قریب حمل سے پیدا ہوئے اور نہ یہ تین کو چار کرنے والے ہو سکتے ہیں۔ تین کو چار کرنے والے تو وہی تھا جس کے پہلے دو بڑے لڑکے اور ایک لڑکی عصمت ہو چکے تھی۔ یہ تو چار کو پانچ یا چھ کو سات کرنے والے ہیں، کیونکہ بیچ میں ایک اور لڑکی پیدا ہو گئی ہے۔ اور بقیہ اوصاف اشتہار ۲۰ فروری سے بھی ان میں کوئی صفت پائی نہیں جاتی۔ محمد حسین) اور اگر یہ دونوں مرگئے تو یہ کہا جائے گا کہ ہم نے صاف طور پر ان کو موعود اشتہار ۲۰ فروری نہیں کہا تھا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس تیسرے لڑکے کی نسبت ایک بات بھی قابلِ اظہار ہے، جو قادیانی کی دہوکہ بازیوں کی تازہ مثال ہے، کہ تحریر (بنام خاکسار محمد حسین) ۱۹، اپریل ۱۸۹۳ء کی پشت پر اس لڑکے کی نسبت قادیانی نے یہ عبارت درج کی ہے:

۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینے پہلے صفحہ ۲۶۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے

کہ خدا تعالیٰ نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں سیولد لك الولد زيد نى منك الفضل ان نورى قريب يعنى عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے بے شک میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیش گوئی پوری ہو گئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں، چہ جائے کہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دیوے کے ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا ہوگا۔ خاص کر ایسا شخص جو اس پیش گوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیش گوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے، یا نجوم ہے، یا اٹکل ہے؟ اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپ کے ایک دجال کی

ایسی پیش گوئیاں پوری کرتا ہے جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔ لراقم غلام احمد از قادیان
 شیخ الاسلام بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہاں بھی مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا اور چہ دلا و راست
 دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق بن کر دکھایا ہے۔ اس عبارت میں اس نے دود دعویٰ کئے ہیں۔ ایک یہ کہ
 کتاب دافع الوسوس کے صفحہ ۲۶۶ میں وہ شائع کر چکا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو ایک اور بیٹے کا وعدہ دیا ہے
 ۔ دوسرا یہ کہ اسی صفحہ میں اس کی مدت بقید تاریخ بتائی گئی تھی۔ اور یہ دونوں باتیں جھوٹ ہیں۔ نہ مرزا صاحب
 نے دافع الوسوس کے صفحہ مذکور میں بیٹا پیدا ہونے کا وعدہ درج کیا ہے، نہ اس کی کوئی مدت بتائی۔ وہاں آپ
 نے یہ الہام نقل کیا ہے۔ سیو لد لك الولد جس کا ٹھیک ترجمہ صرف یہ ہے کہ تیرے یہاں بچہ ہوگا۔ جو
 عرب اور ہند کے محاورہ میں عام لفظ ہے اور بیٹا اور بیٹی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس ظالم و مفتری نے اس الہام
 کا ترجمہ بھی دافع الوسوس میں نہیں کیا، جو اس اشتہار میں کیا ہے۔ کرتا تو اس کا کچھ داؤ چل جاتا۔ اور میعاد یا
 تاریخ کا تو اس صفحہ یا کسی اور صفحہ میں نام و نشان نہیں۔ صفحہ ۲۶۳ دافع الوسوس میں جس تاریخ اور میعاد کا ذکر
 ہے اس کو تو لدر فرزند سے کوئی تعلق نہیں، وہ تو مباہلہ قبول کرنے یا نہ کرنے کو مولویوں کے لئے میعاد بتائی گئی
 ہے۔ یہ دونوں جھوٹ برطبق: دروغ گوئم بر روی تو، بول کر مرزا قادیانی اس بچہ کو اپنے الہام کا نتیجہ اور اپنی
 صداقت کی دلیل بنا بیٹھا ہے۔ اور خاکسار محمد حسین سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر میں ولی اور سچا پیش گوئیں، تو
 میری یہ پیش گوئی کیوں پوری ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تم نے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی، اور نہ خدا نے اس کی تصدیق کی۔ تم
 نے اپنی بیوی کا پانچ ماہ کا حمل دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ تمہارے گھر میں کچھ (لڑکی یا لڑکا) پیدا ہوگا، پھر یہ الہام
 گھڑ لیا۔ تمام دنیا کے لوگ مسلمان، ہندو، اپنے گھروں میں حمل دیکھ کر ایسا ہی کہہ دیا کرتے ہیں اور امید رکھ
 لیتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بچہ پیدا ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ اور لوگ تو صرف اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں، تم نے اس
 خیال کو عربی میں ادا کر کے خدا پر افتراء کیا۔ پھر یہ پیش گوئی ہوئی یا دروغ گوئی؟

اس لڑکے کی نسبت ہر شخص یہی کہے گا کہ وہ لڑکا معمولی طور پر پیدا ہوا، مگر تم نے اس کو جھوٹ بول کر
 الہامی بنا لیا۔ اور اس میں دوسفید جھوٹ کا ارتکاب کیا، مگر پھر بھی ممکن نہیں کہ تم اپنے اس جھوٹ کو مانو۔ یا

تمہارے غالی اتباع تمہارا جھوٹا ہونا تسلیم کریں۔

اب ہم اس مثال کو چھوڑ کر اصل الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان الہاموں کے دعویٰ میں دو دفعہ تو مرزا قادیانی علی رؤس الاشهاد جھوٹا ہو چکا ہے۔ ایک مرتبہ، لڑکی (عصمت) پیدا ہونے سے، دوسری دفعہ، بشیر کے مر جانے سے۔ اور دو دفعہ پرائیوٹلی جھوٹا ہو چکا ہے، یعنی دوسری اور تیسری لڑکی کے شرائط اشتہار کے مطابق پیدا نہ ہونے سے۔

و معہذا وہ اپنے حتماء اتباع میں سچے کا سچا بنا بیٹھا ہے۔ اور اب نو برس کی میعاد بھی گزرنے والی ہے جس میں اس وقت صرف ایک سال اور نو مہینے باقی ہیں اور خدا برحق سے، جو ہمیشہ حق کا منوید ہوتا ہے اور آخر باطل کو مضحک اور باطل والوں کو ذلیل کرنے والا ہے، ہر مسلمان کو کامل امید ہے کہ اس عرصہ ایک سال نو ماہ میں وہ اس کذاب کو سچا نہ کرے گا اور اس کا جھوٹ ایسا ظاہر اور مبرہن کرے گا کہ اس سے اس کے اکثر دام افتادہ حتماء بھی اس کے دام سے رہا ہو جائیں گے۔ اس بات پر ہر مسلمان کو ایسا یقین ہے جیسا کہ اسلام کے برحق ہونے پر یقین ہے (اور شیخ الاسلام مولانا ثابٹالوئی کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ اس پونے دو سال کے دوران مرزا صاحب کے ہاں کوئی موعود یا غیر موعود لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور مرزا صاحب کی ۱۸۸۶ء والی وہ پیش گوئی کہ نو سال کسی مدت میں ان کے ہاں موعود لڑکا پیدا ہو گا کے ثبوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی۔ بہا) بایں ہمہ یہ ایسا شیر بہادر ہے کہ پھر بھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا اور اپنے الہامات مذکورہ کے ایسے معانی اور تاویلات کرے گا جس سے وہ اپنے آپ کو بعض جاہلوں کی نظروں میں سچا بنائے رکھے۔ مثلاً میعاد نو سال کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ اس سے قمری سال مراد ہیں نہ شمسی بلکہ آسمانی اور روحانی سال مراد ہیں۔ جس کے معنی ہنوز بلہم نے مجھے نہیں بتائے، بلکہ ان الفاظ میں اس نے ابھی معنی نہیں ڈالے، وہ ان کے معنی سوچ رہا ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ اس سے ایسی مدت مراد ہو جس کی میعاد ہنوز باقی ہو۔ اور اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو، یا انہیں لڑکوں میں سے اگر وہ سب مر گئے، کسی کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ صفات اشتہار ۲۰ فروری اس معنی سے اس میں پائی جاتی تھیں کہ اس میں ان صفات کی استعداد اور قابلیت تھی۔ چنانچہ منحوس متوفی لڑکے کی نسبت اس نے سبز اوراق رسالہ مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے صفحے ۷ میں کہہ دیا ہے کہ:

ہاں خدا تعالیٰ نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے، ذاتی استعدادوں میں اعلیٰ درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بلکہ اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام بارانِ رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال و جمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کی یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں، جن کے لئے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں (اس تاویل کے علاوہ اس سبز رسالہ کے صفحہ ۷۱ و ۷۲ وغیرہ میں اس منحوس لڑکے کو الہامی بنانے کے لئے قادیانی نے ایسی تاویلیں کی ہیں کہ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی روز روشن کی طرح جھوٹا ہو کر بھی کبھی جھوٹا نہ بنے گا۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اس لڑکے کی نسبت لفظ مہمان اور پاک کہہ کر یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لڑکا لڑکین میں فوت ہو جائے گا، لہذا اس کے فوت ہونے سے وہ پیش گوئی پوری ہوئی نہ کہ جھوٹ۔ اور وہ لڑکا روحانی طور پر موجب نزولِ رحمت ہوا۔

اس تاویل پر جو بنظر ظاہری الفاظ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ اس لڑکے کو پیش گوئی مذکور میں صاحب شوکت و دولت و برکت وغیرہ کہا گیا ہے، پھر اس لفظ مہمان اور پاک کہہ کر فوت ہو جانا جتنا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصوں میں دو لڑکوں کی خریدی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں جس میں الفاظ مہمان اور پاک وغیرہ ہیں، فوت ہونے والے لڑکے کی خبر ہے۔ دوسرے حصہ میں جو لفظ مبارک سے شروع ہوتا ہے دوسرے لڑکے کی بشارت ہے جو صفات مذکورہ سے موصوف ہوگا۔ اور کہا کہ یہ امر (تفصیل اور تقسیم مذکور) الہام کے ذریعہ سے کھل گیا ہے۔ ناظرین غور کرو اور انصاف کو کام میں لاؤ کہ الہام ۱۸۸۶ء کی تفصیل کی بابت الہام مرزا قادیانی کو تب ہوا جب ۱۸۸۸ء میں وہ لڑکا فوت ہو گیا، اور اس الہام کا کذب ظاہر ہو کر مرزا قادیانی کی ذلت و خواری اور رسوائی کا موجب ظاہر ہوا، جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ وہ الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ اس کا ملہم شیطان ہے جو خبیث اور ناپاک فہم مرزا قادیانی کو ذلیل کر رہا ہے۔

۱۸۸۶ء میں ایک بات کہہ کر اور اسکے ظاہری مضمون کا یقین دلا کر اور مدعی بنا کر اسکو ذلیل کیا۔

پھر ۱۸۸۸ء میں اس کے دوسرے معنی بتا کر دوبارہ دشمنوں سے اس کو ذلیل کرایا۔

چونکہ مرزا قادیانی کی حس ماری گئی ہے، حیا اور شرم اس سے بالکل مسلوب ہو گئی ہے، لہذا وہ اس بات کو نہیں سمجھتا۔ جو کچھ شیطان اس کو سکھاتا ہے وہ فوراً اس کا اشتہار کر دیتا ہے۔ اس سبز رسالہ اور دیگر اشتہارات متعلقہ پیشگوئی مذکور میں اور بھی عجائبات ہیں مگر ان کے بیان و اظہار کے لئے نہ وقت ہے نہ یہاں اس کی گنجائش (محمد حسین) یا یہ کہہ دیا گیا کہ ان صفات میں سے بعض صفات، جیسے صاحب شوکت و دولت ہونا، کا ظہور قیامت کو ہوگا اور اسیروں کی رہائی پانے سے یہ مراد ہے کہ وہ مر گئے اور ان کی خادم

عورتوں کی خدمت سے چھٹی ہوئی۔ اسی قسم کی وہ اور تاویلیں سنائے گا اور کبھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔

اس الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی ایک اور تازہ نظیر اور آپ کی دہوکہ بازی اور افترا پر دمازی کی تیسری مثال مرزا قادیانی کا وہ الہام ہے جو اس عاجز (محمد حسین) کے عذاب میعادی چالیس روز کی نسبت قادیانی کو ۲۹ شعبان کو ہوا تھا جس کو سو اس کے صفحہ ۶۰۲ میں بالفاظ و عبارت ذیل قادیانی نے بیان کیا ہے:

چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعو نی استجب لکم۔ یعنی دعا کر میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کیلئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے، اس مضمون لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا سو میں نے اس وقت اسی طرح رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کیلئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگی۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مہین من اراد اھانتک وہ اسی موقع کیلئے ہوا تھا یعنی اس مقابلہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں: ناظرین آج ۱۳ شوال مطابق ۳۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء ہے جس میں میعاد مقررہ قادیانی سے تین دن بڑھ گئے ہیں۔ مگر میں اس وقت تحریر تک خدا کے فضل و انعام کا مورد ہوں۔ میری صحت اچھی ہے، قوی سالم ہیں، اولاد میں مرزا قادیانی سے بڑھ کر ہوں، جائز آمدنی مرزا قادیانی کی نسبت زیادہ رکھتا ہوں، گونا جائز آمدنی اس کی زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی نظروں اور ان غیر اقوام کے اعیان کی نظروں میں، جن کو مرزا قادیانی سے تعلق نہیں میری خدا داد عزت کو ترتی ہے۔ باقیات صالحات کے لئے توفیق رفیق ہے، اگر خدا ان کو قبول کرے تو میری نجات کے لئے کافی ہیں۔ آج کل میں اکثر چھ بجے صبح سے پانچ یا چھ بجے شام تک نصرت دین سید المرسلین اور رد کفریات کے لئے ایسی توفیق دیا جاتا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی ایسی توفیق عطا ہونی یاد نہیں۔ الغرض ان چالیس دنوں میں مجھے کسی قسم کی مصیبت نہیں پہنچی۔ ہر طرح کی فرحت، صحت، عافیت و توفیق شامل رہی ہے۔ فالحمد لله علی ذالک

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کا وہ الہام سراسر کذب و بہتان و فریب ہے، مگر پھر بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کو جھوٹ مانے اور اپنا جھوٹا ہونا تسلیم کرے۔ وہ اپنے مریدوں کو یہ کہے گا اور غالباً کہتا ہوگا کہ اس عذاب و اہانت سے یہ مراد ہے کہ محمد حسین نے اب تک میرے سوال کا جواب چھاپ کر نہیں بھیجا، یا یہ کہہ دے گا کہ اس عذاب سے روحانی عذاب مراد ہے جس کا ظہور قیامت کو ہوگا، یا کسی سے یہ سن کر کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو بخار ہو گیا تھا، کسی کو زکام، یا یہ سن کر کہ ماہ رمضان میں اس کو بھوک اور پیاس بہت لگتی تھی، یہ کہہ دے گا کہ یہی عذاب ہے جس کا اس الہام میں وعدہ دیا گیا تھا۔ الغرض اس الہام میں مرزا قادیانی جھوٹا ہو چکا ہے۔ ایک گروہ دنیا کا جو خاکسار کے حالات سے واقف ہے، اس کو جھوٹا کہے گا۔ مگر وہ اپنا جھوٹا ہونا قبول نہ کرے گا۔ اور نہ اس کے حتماء اتباع اس الہام میں اس کو جھوٹا سمجھیں گے۔

شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے جھوٹ اور فریب کے بھرے ہوئے اور معہذا اسے سچا بنانے والے الہامات قادیانی اور بہت ہیں جن سب کا بالاستیعاب ذکر کرنے کیلئے ایک دفتر چاہیے، اور بہت سا وقت۔ انہیں الہامات کو دیکھ کر اے حضرات ناظرین اور حق کے طالبین، خاکسار نے اشاعت الہام منذر مذکور کو اشاعت السنہ میں محدود کیا اور قبل از اشاعت اس کے الفاظ و قیود کو دیکھ لینا اور اس کے معنی کی شرح اسی سے کر لینا ضروری سمجھا ہے۔ اور اگر قبل از ملاحظہ و تحقیق الفاظ و تعین مراد اس الہام کے چھاپنے کی غیر محدود اجازت دی جائے تو اس سے عام مسلمانوں میں وہی فتنہ پھیلے گا جو پہلے الہامات سے پھیل رہا ہے۔ انہی عوام اہل اسلام کے بہک جانے کا مجھے اس الہام کی عام اجازت اشاعت دینے سے خوف و اندیشہ ہے۔ اپنی ذات کیلئے تو مجھے اس کا اتنا بھی خوف و اندیشہ نہیں ہے جتنا شیر کو مچھر کے کاٹنے کا خوف ہو سکتا ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی جو عدم اجازت عام سے میرا اپنی ذات کیلئے خوف نکالتا اور اپنے دام افتادہ حتماء کو اس کا یقین دلاتا ہے تو اسکی وقاحت اور اس کے اتباع کی حماقت ہے۔ میں اپنی ذات کیلئے اس سے کچھ خوف رکھتا تو پھر اس کا پیرو کیوں نہ ہو جاتا؟ اور اسکو کافر و زندیق سمجھ کر رات دن اس کے تعاقب میں کیوں مصروف رہتا؟

عربی تفسیر نویسی کا قادیانی چیلنج

اور اس کا جواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی (اشانۃ السنۃ جلد ۱۵ صفحات ۱۸۹ تا ۱۹۳ میں) بتاتے ہیں کہ بالمقابل تفسیر لکھنے کی درخواست دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۲ میں مرزا قادیانی نے کی ہے۔ اس کو ہم اسی کے الفاظ و عبارت سے نقل کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے صرف اس کی شروط و قیود پر نمبر لگاتے ہیں۔ قادیانی صاحب کہتے ہیں اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام یوں ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر:

۱۔ منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے لئے چند سورتیں قرآن کریم کی

۲۔ جن کی عبات ۸۰ آیت سے کم نہ ہو، تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں۔ اور

۳۔ پھر بذریعہ قرعہ اندازی ایک سورت ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جاوے۔ اور

۴۔ اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جائے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفی عبارت میں قلم بند ہو۔ اور

۵۔ وہ دس جزء سے کم نہ ہو۔ اور

۶۔ جس قدر اس میں حقائق و معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہوں بلکہ معارف جدیدہ اور

لٹائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں پائے نہ جائیں۔ اور

۷۔ وہ بایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں۔ بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں۔ اور

۸۔ کتاب کے اخیر میں سوشل لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت ﷺ میں بطور قصیدہ درج

ہوں۔ اور

۹۔ جس بحر میں وہ شعر ہوں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے۔ اور

۱۰۔ فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے۔

اور اس مقابلے کا طریق مرزا صاحب نے بایں الفاظ بیان کیا:

اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے، سناویں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذاب، اے دجال، اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔ اب کہاں ہے جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کہاں چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاء ہی ایسی کھل گئی کہ جیسا آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجال تھا، اور میں ہی کذاب تھا، اور میں ہی کافر تھا، اور میں ہی بے دین تھا اور اب میں توبہ کرتا ہوں سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہولے۔ شیخ بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبر ملاؤں کو ساتھ ملا لے۔ المشہر۔ مرزا غلام احمد قادیانی ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۱۔ ص ۳۸۱۔ ۳۸۲)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ درخواست کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مرزا صاحب پہلے بھی اپنے آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۱۲ میں یہ درخواست کر چکے ہیں اور اس کا دندان شکن جواب ہم نے فیصلہ آسمانی میں صفحہ ۲۷ وغیرہ نمبر ۱ جلد ۱۴، اشاعت السنۃ میں دے دیا تھا۔ اور چونکہ مرزا قادیانی کو ایسے معتقد اور اس کی تصانیف کے ایسے ناظر مل گئے ہیں جو علم و فہم سے محض کورے ہیں، وہ اس کے نئے رنگوں (جو گرگٹ کی طرح وہ بدلتا ہے) کو پہچان نہیں سکتے اور یہ نہیں جانتے کہ یہ تو وہی پرانا ڈھکوسلہ ہے جو وہ آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۱۲ میں دکھا چکا ہے اور اس کا جواب بھی اس کو کافی و شافی مل چکا ہے، لہذا اس نئے پیرا یہ اور نئے رنگ کا جواب اسی کے رنگ اور پیرا یہ میں دیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

قادیانی صاحب میں آپ کے مقابلہ میں عربی میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں، حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ جب چاہیں اور جس مقام میں (بجز قادیان جس کی وجہ بیان ہو چکی ہے) لاہور میں خواہ بٹالہ میں چاہیں مجھے بلا لیں۔ میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مدعی بنے ہیں، لہذا آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام و انتظام واجب ہے، آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں اور مجھے جلد بلاویں اور اگر آپ نے پسند کیا، یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کر لیا تو اسی مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی خصوصاً خطبہ دافع الوسوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے تمام احباب کو بڑا ناز ہے، پیش کیا جائے گا۔ اور ایسا ہی آپ کے سابق بیان کردہ اسرار و معارف و حقائق قرآن کو جو آپ نے رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام اور دافع الوسوس میں بیان کئے ہیں، اسی مجلس علماء میں پیش کیا جاوے گا۔ ان عبارات کی کرہ عربی کو سن کر اگر حاضرین بامدق کو متلی شروع ہو گئی اور میرے بیان سے اور بھی ان عبارات میں آپ کی غلطیاں صر فی و نحوی و ادبی ثابت ہو گئیں اور آپ کے سابق اسرار و حقائق کا کفر والحادی ہونا ثابت ہو گیا، تو پھر آپ کو دوبارہ امتحان دینے کے لئے عبارت آرائی اور حقائق فرمائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کے لئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی، اور آپ کی حقیقت کس و ناکس کو معلوم ہو جاوے گی۔ اور اگر اس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح بن گئی اور آپ کے اسرار و حقائق کی حقانیت ثابت ہو گئی تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھوں گا یا) اگر آپ کی سابق عربی دانی اور اسرار بیانی کی ہیبت دل پر پڑ گئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہو کر آپ کو اسی مجلس میں بڑا عالم عربیت، ادیب اور نکتہ رس، حقیقت شناس مان لوں گا اور آپ کو جاہل سمجھنے میں غلطی کا اقرار کروں گا۔

اب آپ اس مجلس کے انتظام و اہتمام میں توقف نہ کریں اور نہ اب کوئی عذر و چوں چرا ان عقائد مجلس میں عمل میں لائیں۔ اور اگر میری گزارش مذکور میں آپ کو کچھ عذر ہو تو اس عذر کو اسی مجلس میں پیش کریں، اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہو جائیں۔ جیسا کہ خاکسار اس گزارش کی منظوری و عدم منظوری کی بابت اسی مجلس کے غلبہ رائے پر راضی ہو گیا ہے۔ مجلس سے پہلے اس عذر کو بذریعہ تحریر پیش کر کے ایک اور نئی تحریر بحث شروع نہ کر دیں۔ جس سے مطلب اور مقصود دور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کی کسی شرط میں بالفعل گفتگو نہیں کی، حالانکہ بہت سی شروط ان میں محل کلام ہیں۔ اس کلام نہ کرنے سے مجھے یہی خوف مانع ہوا

ہے کہ مبادا شروط میں بحث شروع ہو کر دور چاڑھے اور اصل مطلب ہاتھ سے جاتا رہے۔ اسی مجلس میں جو شرط محل کلام ہوگی اس کو پیش کر کے اس کا حاضرین سے فیصلہ کرایا جاوے گا۔

ایک یہ گزارش بھی نامناسب نہیں ہے اور امید ہے کہ ہر ایک صاحب انصاف و بصیرت اس کو پسند کرے گا کہ اس مجلس کے ارکان خصوصاً حضرات منصفین عربی علوم سے ماہر ہوں اور دین کے پابند اور علوم دین سے باخبر۔ صرف نیچری یا صرف مغربی علوم انگریزی وغیرہ کے مولوی ارکان مجلس اور منصف نہ ہوں۔ ایسے لوگ ارکان و منصف ہوں گے تو وہ انصاف و موازنہ کیا کریں گے۔ ایسے لوگ تو حق کو ناحق کریں گے اور راست رو کو جھوٹا کریں گے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

اذا كان الغراب دليل قوم سيهد بهم طريق الها لكينا

اس کے بعد مولانا بیٹا لوی فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے خطاب میں اس درخواست کے متعلق صرف اسی قدر گزارش کرنا تھا۔ ذیل میں اپنے ناظرین اور مرزا صاحب کے اتباع میں بعض حق کے طالبین کی خدمت میں کچھ گزارش کیا جاتا ہے۔

حضرات! آپ جانتے ہیں یہ درخواست مرزا قادیانی کی کیسی ہے؟ اور کیوں مجھ سے یہ درخواست کی گئی ہے؟ آپ پر روشن ہے کہ یہ درخواست ہمارے ان سوالات کے جواب میں پیش ہوئی ہے جو ہم نے پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی (مرزا احمد بیگ) کے متعلق اپنی مراسلت مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء میں مرزا قادیانی پر کئے تھے۔ ان سوالات کا جواب بن نہ پڑا تو ان کے مقابلہ میں یہ دعویٰ کیا کہ آؤ ہم سے عربی میں اور شاعری میں مقابلہ کرلو۔

اس کے جواب میں ادب سے عرض ہے کہ اس مقابلہ کے لئے بھی حاضر ہیں۔ مگر آپ پہلے میرے ان سوالات کا جواب تو دیں۔ مثلاً

اگر آپ نجوم مل جعفر مسمریزم نہیں جانتے اور ان لوگوں سے جن کا ان سوالات میں ذکر ہوا ہے آپ کچھ نہیں سیکھے تو صاف انکار کریں۔ اور پھر ان اعتراضات کا جواب دیں جو اس انکار پر وارد ہوتے ہیں اور ہوں گے۔ اور اگر جانتے ہیں تو صاف اقبال کر کے یہ مان لیں کہ اس حالت میں آپ کی اس پیش گوئی کا الہامی ہونا متعین

ومتیقن نہیں رہتا۔

اسی طرح جملہ سوالات کے جواب دے کر ان نتائج و اعتراضات کو جو ان جوابات سے پیدا ہوتے ہیں، قبول کریں، یا ان کا جواب دیں۔ اور اگر آپ ان سوالات کے جواب سے عاجز ہیں اور اس پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کا الہامی ہونا ثابت نہیں کر سکتے تو اس امر کا صاف اقرار کریں اور اس پیش گوئی کو واپس لیں۔ اس کے بعد بالمقابلہ عربی میں تفسیر لکھنے کو اپنے ملہم و متوید ہونے کی دلیل بناویں۔ یا کوئی اور دلیل اپنے الہامی اور متوید من اللہ ہونے کی پیش کریں۔

اس کے کیا معنی اور کیا وجہ کہ جس پیشگوئی کے الہامی ہونے میں پہلے بحث درپیش ہے اور اس پر ہم نے جو سوالات کئے ہیں، ان کو بلا جواب چھوڑ کر آپ بحث کو دوسری طرف لے جاتے ہیں؟ اس درخواست کی وجہ اور حقیقت ناظرین کو معلوم ہوئی تو اب ان کو معلوم ہو کہ مجملہ ہمارے ۸۵ سوالات جرح در بارہ پیش گوئی محمدی بیگم و موت مرزا احمد بیگ، صرف ایک سوال کا قطعی جواب مرزا صاحب نے دیا ہے اور چار سوالات کے جواب میں صرف رو باہ بازی سے کام لیا ہے۔ مرزا صاحب کے جوابات مع ہمارے تبصرہ کے مضمون ذیل میں نذر قارئین کئے جاتے ہیں۔ (قبول ازین نقل ہو چکے ہیں۔ بہاء)

پیش گوئی بابت ڈپٹی آٹھم کا تجزیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر مرزا قادیانی کا دوسرا افتراء اسکی وہ لاف زنی یا بزعم اس کے پیشگوئی ہے جو مباحثہ عیسائیوں کے آخری پرچہ مورخہ ۵ جون ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں اس نے کی اور وہ بحق اسلام و مسلمانان سخت مضرت رساں ہے۔ وہ یہ ہے:

آج رات جو مجھ پر کھلا ہے، وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع و ابتهال سے جناب الہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں، تیرے فیصلے کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے، تو اس نے مجھے

یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے، اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ ان دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی۔ اس وقت جب یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سو جا کھے ہو جاویں گے، اور بعض ننگڑے چلنے لگیں گے، اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

شیخ الاسلام بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ قادیانی کی اصلی پیشگوئی ہے۔ اس میں جو فریق مخالف کا ہاویہ میں گرایا جانا بیان کیا ہے اس کی تفسیر اس نے اسی پرچہ میں بایں الفاظ کی ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا، تو کیا یہ سب آپ کی منشاء کے موافق کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں اور رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں؟

اس پیشگوئی کے بحق اسلام مضرت رساں

اور اس کے کذب و افترا ہونے کا ثبوت

اور اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ اسلام کے مخالفین اور اس دین کے طاغین اور پیشوایان اسلام کی اہانت کرنے والے اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے والے اگر سب کے سب صفحہ دنیا سے اٹھ

جائیں اور ایک آن میں ہلاکت کو پہنچ جائیں تو خس کم جہاں پاک کی مثل صادق آوے اور ہر ایک مسلمان کی آنکھ میں نور اور سیدہ میں سرور ہو۔ مگر مسلمان کا خواہ وہ کیسا ہی ولی و ملہم و مبشر ہو (بجز حضرات انبیاء کے جو تبلیغ میں معصوم اور خدا کی طرف سے مخبر و مبشر ہوتے ہیں اور اپنی الہامی بشارتوں خبروں اور پیش گوئیوں میں دائمًا وابدًا صادق و مصدوق ہوتے اور کسی خبر متعلق موت یا حیات وغیرہ میں، جو الہام کی مدد سے وہ دیتے ہیں، کبھی جھوٹے نہیں نکلتے، اور وہ اپنے الہام اور الہامی خبروں پر بغیر کسی آزمائش کے یقین کرنے کے مامور ہوتے ہیں) یہ حق اور منصب نہیں کہ وہ اپنے الہام بشارت کے وقوع و ظہور کو اسلام کی سچائی کا معیار قرار دے، اور اپنے الہام و بشارت پر اعتماد کر کے کسی خاص شخص یا فرقہ کی موت کو اسلام کی سچائی کا مدار و نشان ٹھہراوے، اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں یہ کہے کہ اسلام سچا ہے تو ضرور وہ شخص یا فرقہ فوت ہو جاوے گا، اور اگر وہ فوت نہ ہو تو میں اسلام کو چھوڑ کر مخالف مقابل کا مذہب اختیار کر لوں گا، یا اس کے بدلے اپنی جائیداد کا نصف حصہ اپنے مقابل کو اس کے مذہب کی اشاعت و ترویج کے لئے دیدوں گا، جیسا کہ مرزا قادیانی کیا اور کہا ہے۔ اس نے اس نشان موت کو آنحضرت ﷺ کی صداقت کا نشان ٹھہرایا۔ اور رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۷ میں نشان دکھانے کی شرط یہ تجویز کی ہے کہ اگر میرا نشان سچا نہ نکلا، تو میں مذہب اسلام چھوڑ دوں گا، یا تائید مذہب عیسائی کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ دیدوں گا۔ چنانچہ قادیانی نے حجت الاسلام کے صفحہ ۳، ۵، ۶ میں یہ بیان کیا ہے کہ مباحثہ سے کوئی بین فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ فریقین اپنی اپنی تحریروں پر حاشیہ چڑھا کر اپنی فتح ظاہر کریں گے۔ پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے:

ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خطر جسر ڈیہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد، یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کر لیں، تو ان میں مبالغہ بھی ہو۔ اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں۔ اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی معیاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو، جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو، جس کا مقابلہ فریق مقابل سے نہ ہو سکے، تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کر لے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے، اور مذہب اختیار کرنے سے انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے

حوالہ کر دے۔

پھر حجت الاسلام کے صفحہ ۸ میں کہا ہے کہ: اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو، یا دونوں طرف سے ظاہر ہو، تو پھر کیونکر تصفیہ ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تینیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہوئی ہے۔

اس دعویٰ و درخواست قادیانی کے جواب میں آپ کے مقابل نے مباہلہ کرنے (جس میں لعنت کرنا لازمی امر ہے) سے تو انکار کیا، مگر یہ وعدہ دیا کہ اگر آپ کوئی نشان یا معجزہ دکھائیں گے تو ہم دین اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۱۳ میں آپ نے قول مخالف و مقابل نقل کیا ہے:

قولہ: بہر کیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھانے پر آمادہ ہیں، تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھ بند نہ کریں گے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں، اس کو اپنا فرض عین سمجھیں گے۔

اور سچائی کا اظہار کے صفحہ ۱۵ میں اس کا خط نقل کیا ہے جو ذیل میں منقول ہے:

۹ مئی ۱۸۹۳ء منمقام امرتسر۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا کوئی اور صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تمدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا۔ جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں، باقی منظوری سے مجھے معاف رکھیں کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔ دستخط۔ مسٹر عبداللہ آتھم۔

اسی دعویٰ و درخواست و تجویز و شرط کی بنا پر اور اسی سلسلہ میں قادیانی کے مقابل نے اس سے نشان طلب کیا تھا، چنانچہ قادیانی نے اپنے آخری پرچہ کے صفحہ ۶ میں کہا ہے:

ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے منکر ہیں اور اس کی پیش گوئیوں سے بھی انکاری ہیں، اور مجھ سے ابھی اس مجلس میں تین بار ٹھٹھا کیا گیا ہے کہ اگر دین اسلام سچا ہے، اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کر کے دکھاؤ۔

پھر صفحہ ۶ میں اس کے جواب میں کہا: مگر تاہم میں دعا کرتا ہوں اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے۔

پھر اس کے صفحہ ۸ میں اس کی تفسیر کر کے ڈپٹی آٹھم سے سوال کیا ہے کہ: اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو آپ کے منشاء کے موافق یہ کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں، اور اس سے رسول ﷺ کے سچے نبی ہونے پر محکم دلیل قائم ہوگی یا نہیں؟

اس تمام سیاق و سباق سے ناظرین پر واضح ہوگا کہ یہ نشان قادیانی نے اپنی اسی تجویز کے سلسلہ میں پیش کیا ہے اور اس نشان کو دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کے صدق و ثبوت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ لہذا اس میں اس کی وہ شرط کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہو تو وہ دین اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جاوے گا، اور اگر عیسائی نہ ہو، تو دین عیسائی کی امداد و ترویج کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ عیسائیوں کو دے دیگا، اس کی طرف سے ملحوظ و برقرار ہے کیونکہ اس شرط سے اس نے انکار نہیں کیا۔ گو فریق ثانی نے نشان دیکھنے پر صرف اس بات کو مانا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیگا مگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ بصورت عدم قبول اسلام وہ نصف جائیداد فریق مقابل کو دیگا۔

جو شخص مدعی اسلام کہلا کر مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایسا کرے اور کسی پیش گوئی یا کسی اور نشان کو مدار و نشان و شرط حقیقت اسلام قرار دے، وہ درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ دشمن اسلام ہے، اور مخالفین اسلام کا چھپا دوست اور ان کا وکیل ہے جو بظاہر مقابلہ کیلئے کھڑا ہو گیا ہے مگر در پردہ اس مقابلہ میں زرگری کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس نشان و دلیل و شرط کے عدم ظہور سے اسلام کا عجز و مغلوب ہونا ظاہر ہو، اور مخالفین اسلام کو غلبہ و فتح حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء زمانہ نبوت سے اس وقت تک کبھی کسی مسلمان ولی، ملہم، مبشر و پیشین گوئی کرنے کبھی مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پیشگوئی کرنے یا کوئی اور نشان دکھانے کے وقت یہ دعویٰ نہیں کیا (جو قادیانی نے کیا ہے) کہ اگر میں یہ نشان نہ دکھا سکا تو میں دین اسلام کو چھوڑ دوں گا۔ بلکہ اسلام میں اور پہلے دینوں میں جب مخالفوں کی طرف سے نشان نمائی کا سوال و مطالبہ ہوا، تو بسا اوقات نشان نمائی سے صاف انکار ہوا اور یہ ارشاد ہوا: **قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ** جس میں یہ ہدایت و تعلیم ہے کہ دین کی سچائی نشان نمائی پر موقوف نہیں۔ نشان ظاہر نہ ہو تب بھی دین سچا ہے اور اس کی ذات اپنی صداقت پر دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اور جب کسی مسلمان نے کوئی نشان ظاہر کیا تو اس میں اس شرط کو کہ اگر یہ نشان ظاہر

نہ ہوا تو میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاؤنگا، تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر کسی شرط مخالفین کو مانا تو اسی حد تک مانا کہ اس کا اثر مذہب پر کچھ نہ پڑے۔

اس کا اصل اصول اور اس پر دلیل معقول جس سے کسی باخبر مسلمان کو انکار کی گنجائش نہ ہو، یہ ہے کہ کسی مسلمان ولی، ملہم، مبشر پیش گو کو یہ جائز و حلال نہیں ہے کہ اپنے الہام و بشارت و پیش گوئی کے مضمون کے صدق و تحقق کا ایسا یقین اور اس پر ایسا وثوق و اعتماد کرے کہ در صورت عدم تحقق مضمون پیش گوئی، یا تحقق اس کے خلاف کے، وہ اسلام کو سلام کرے اور دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے (اس کی نظیر حضرت صدیق اکبرؓ کا پیش گوئی فتح روم کے متعلق مشرکین مکہ کی اس شرط کو قبول کرنا ہے کہ اگر ۹ سال کے عرصہ میں روم کو فتح نہ ہوئی تو اس کے بدلے میں سواونٹ بطور تاوان بھردوگا۔ اس موقع پر آپ نے یہ نہ کہا کہ اگر پیش گوئی قرآن پوری نہ ہوئی تو میں دین اسلام چھوڑ دوں گا۔ ملاحظہ ہوتا ہے معاملہ، فتح البیان وغیرہ)۔ بلکہ واجب اور لازم ہے کہ در صورت عدم تحقق پیش گوئی یا بشارت یا تحقق خلاف وہ یہ سمجھے کہ میری وہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اگر تھی، تو اسکے معنی وہ ظاہری مراد نہ تھے، جو میں نے سمجھے تھے۔ اس پیش گوئی کا وقوع نہیں ہوا، تو اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ الہام جھوٹا اور شیطانی تھا، یا اس کے معنی میں نے غلط سمجھے تھے۔ اس سے اسلام جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسلام اس کے الہام کے تابع ہے، وہ تابع اسلام نہیں، جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔ ہم نے تو اس اصول کو غیر نبی کی ان پیش گوئیوں اور الہامات و بشارات کی نسبت جو بالآخر دین اسلام کی صداقت سے معارض و مزاحم ہوں، بیان کیا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عام پیش گوئیوں اور بشارات کی نسبت یہی جنرل رول قرار دیا اور کہا ہے کہ عموماً آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوا کرتے، اور اگر ان کے ظاہری معنی پر زور ڈالا جائے گا تو در صورت عدم ظہور معانی ظاہری ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں کہا ہے:

اور پیش گوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل انظہور پیشگوئی خود انبیاء کو بھی، جن پر وہ وحی نازل ہو، سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ انکو یقینی طور پر سمجھ لیں۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و

مولا آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت میں سمجھا اور ظہوران کا کسی اور صورت میں ہوا، تو پھر دوسرے لوگ، گو فرض کے طور پر ساری امت ہی کیوں نہ ہو، کب ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ سلف صالح ہمیشہ اسی طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمالی پیش گوئی پر ایمان لے آویں اور اس کی تفصیل یا اسبات کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہوگی حوالہ بخدا کریں۔ اور میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اقرب با من، جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے، یہی مذہب ہے کہ محض الفاظ پیشگوئی پر زور نہ ڈالا جائے، اور تحکم کی راہ سے یہی دعویٰ نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور ظاہری صورت پر ہی ہوگا کیونکہ اگر خدا نخواستہ انجام کار ایمان نہ ہوا تو پھر پیش گوئی کی صداقت میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہو کر ایمان ہاتھ سے گیا۔ ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا ﷺ کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کہ تم پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اب سمجھنا چاہیے کہ جبکہ پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے، تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۲ میں کہا ہے: میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں نے، گوان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں نے صورت پیش گوئیوں کو مان لیا ہے، ان کی طرف سے ہرگز یہ دعویٰ نہیں، اور نہ ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیش گوئی کے ایسے تفصیل مخفی ہوں جو اب تک کھلے نہیں۔ درحقیقت تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانے کے پھر بھی دعا سے دست بردار نہیں ہوتے تھے۔ جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر ہمارے سید و مولا رور و کردعائیں کرتے رہے۔ اس خیال سے کہ شانہ پیش گوئی میں ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جن کا علم ہم کو نہیں دیا گیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۶ میں کہا ہے: سوان و قنوں میں نبی کریم ﷺ کو بطور تسلی دہی فرمایا گیا کہ اگرچہ حالت نازک ہے مگر تو باعث ضعف بشریت شک مت کر۔ یعنی یہ خیال مت کر کہ شانہ اس پیش گوئی کے معنی اور ہوں گے۔

اس کلام میں قادیانی کے بہت سے اکاذیب و لحدانہ مغالطات پائے جاتے ہیں۔ جیسے اس کا یہ کہنا کہ انبیاء اپنی پیش گوئیوں کے معنی نہ سمجھتے تھے، اور ان میں غلطی کرتے؛ اور یہ کہنا کہ امت محمدیہ کا اتفاق کورانہ اجماع ہے؛ اور یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ جنگ بدر میں اس خیال سے دعا و تضرع کرتے تھے کہ شاید پیش گوئی فتح بدر سے کچھ اور مراد ہو۔

اس مقام میں اس کلام کو اس امر کے اظہار کی غرض سے نقل کیا گیا ہے کہ اس میں قادیانی نے بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیش گوئیوں کے آنحضرت ﷺ نے ظاہری معنی سمجھے تو وہ خطا نکلے۔ لہذا ہر ایک پیش گوئی نبوی کے ظاہری مراد لینے سے زوال ایمان کا اندیشہ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ان ظاہری معنی کا ظہور نہ ہو، اور پھر آنحضرت ﷺ کی نسبت شک پیدا ہو اور اس سے ایمان جاتا رہے۔

قادیانی کے اس بیان پر اس پر یہ الزام قائم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ صادق و مصدوق کی پیش گوئیوں کی نسبت اس کا یہ اعتقاد ہے، تو پھر وہ اپنی پیش گوئیوں کے (جو بطور نشان صداقت اسلام وہ مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے) ظاہری معنی کا کیونکر یقین ہو سکتا ہے، اور کس طرح ان معنی کے ظہور کو اسلام کی صداقت کی شرط ٹھہرا سکتا ہے؟ کیوں جائز نہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں؟ کیا اس کا الہام آنحضرت ﷺ کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے۔ اور کیا وہ اپنے الہام و پیش گوئی کے معنی سمجھنے میں خطا سے معصوم ہے؟

اس کا اگر یہ دعویٰ ہے تو پھر اس کے کفر میں کیا شک ہے۔ اور اگر وہ یہ دعویٰ نہ کرے اور اپنے اس اصول اور جزل رول کو اپنی پیش گوئیوں کی نسبت بھی مان لے، اور یہ اقرار کرے کہ اس کی پیش گوئیاں بھی ظاہری معنی کے یقین کے موجب و مثبت نہیں ہوتیں اور وہ احتمال رکھتی ہیں کہ ان کے ظاہر معانی مراد نہ ہوں، تو پھر اس کا مخالفین اسلام کے مقابلہ یہ کہنا کہ اگر میری پیش گوئی کا وقوع نہ ہو اور میں نے آسمانی نشان نہ دکھایا تو میں مذہب عیسائی قبول کروں گا اور دین اسلام چھوڑ دوں گا، دیدہ دانستہ التزام و تسلیم کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور اس صورت میں بھی بحکم اس مسئلہ فقہیہ و علم عقاید کے کہ جو شخص زمانہ آئندہ میں کفر کا ارادہ کرے وہ دم نقد اور سردست کافر ہو جاتا ہے (دیکھو شرح فقہ اکبر۔ مطبوعہ دہلی۔ ص ۱۴۷)۔

اور اگر اس نشان قادیانی کا ظہور نہ ہوا، اور ۱۵ مہینے میں اس کا مقابل فوت نہ ہوا، تو اس سے بجز اس کے اور کیا سمجھا جاوے گا کہ اس نے اس مقابلہ اور دعویٰ نشان نمائی میں دیدہ دانستہ مخالفین اسلام کو موقع دیا ہے کہ وہ اس نشان کے عدم ظہور سے اسلام کو جھوٹا (عیسائاً بالہ) کہیں اور اہل اسلام کے مقابلہ میں اپنی فتح ظاہر کریں۔

یہ اس پیش گوئی کے بحق اسلام مضر ہونے کا بیان ہے۔ اب اس کا کذب و افتراء ہونا ثابت کر کے اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت عمل میں آتی ہے۔

اس پیش گوئی کے الہامی نہ ہونے پر اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی شہادت پائی جاتی ہے۔ اندرونی شہادت یہ ہے:

۱۔ اس کا مضمون (طالب نشان کیلئے موت کی خبر) ہی ایسا ہے کہ وہ ہرگز الہامی رحمانی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ نشان ایک ایسے شخص (ڈپٹی عبداللہ استختم) کے لئے ہے جو کسی نشان کے دیکھنے پر دین اسلام قبول کرنے اور مسلمان ہو جانے کا اقرار ہی تھا (چنانچہ اس کا اقرار قادیانی نے اپنی تحریرات میں نقل کیا ہے)۔ پھر یہ نشان اسی کی موت ہوا، اور اس کا ظہور اس کے مرجانے کے بعد ہوا، تو وہ اس کے لئے کیونکر نشان ہوگا؟ وہ اس کو کیونکر دیکھے گا؟ اور اس کو دیکھ کر اسلام پر ایمان کیونکر لائے گا؟ کیا وہ مرنے کے بعد ایمان لائے گا؟ اور اس کا یہ ایمان شرعاً معتبر ہوگا؟ اور وہ اسی وقت (بعد الموت) قادیانی کے سوال کا جواب دے گا کہ ہاں یہ پیش گوئی میری منشاء کے موافق پوری ہوگئی اور یہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر محکم دلیل قائم ہوگئی۔

نہیں ہرگز نہیں۔ ایسے شخص، بظاہر طالب حق و مدعی قبول اسلام، کو ایسا نشان جو اس کے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہو، دکھانا، اور اس سے اس کے وقوع پر اسلام اور نبوت پیغمبر ﷺ کی تصدیق چاہنا، ادنیٰ عقل مند انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر یہ کام خدا تعالیٰ حکیم و علیم و رحیم کا کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ تو محض تلاعب اور حماقت اور سفاہت ہے جس سے خدا کی شان اجل و ارفع ہے۔ اور یہ شیطان ہی کا کام ہے، اور وہی قادیانی کو ایسی باتوں کا القاء و الہام کرتا ہے اور لوگوں سے اس کی ہنسی و تذلیل کراتا ہے۔ اور اگر یہ صرف گیدڑ بھبکی ہے اور اس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ وہ شخص موت سے ڈر کر ایمان لے آوے اور اس سے قادیانی کی ولایت اور الہام

ثابت ہو، تو بھی خدا کی شان سے بعید ہے۔ اور ایسے ایمان کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے جو مارے جانے کے ڈر سے اور مجبور ہو کر بغیر یقین اور انشراح صدر کے قبول کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا ہے لا اکراه فی الدین اور قادیانی نے خود بھی اس مسئلہ کو عیسائیوں کے مباحثہ میں بڑے زور سے بیان کیا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ نشان مار ڈالنے کی دھمکی کا ایک بظاہر طالب نشان و مدعی قبول اسلام و ایمان کے مقابلہ میں آسمانی نشان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خود اس کا مضمون اس کے نشان نہ ہونے پر قوی دلیل ہے۔

۲۔ اس پیش گوئی میں مقابل مخالف حق ہلاک ہونے والے کی کوئی تعیین و تشخیص نہیں ہوئی۔ صرف فریق مخالف حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان و معاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری جی ایل ٹھاکر داس، پادری عبداللہ، پادری ٹامس ہاول، ڈاکٹر ایچ کلارک وغیرہ) بھی مراد ہیں یا ان میں سے کوئی خاص شخص۔ اس ابہام و عدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق و انقضاء مدت عمر ڈپٹی عبداللہ آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا: اگر ماند شے ماند شے دیکر نمی ماند، کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اس کا مصداق بنایا جائے گا، ورنہ یہ کہہ دیا جائے گا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائیوں پنجاب و ہندوستان سے یا خاص کر عیسائیوں جنڈیالہ و امرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور اس سے یہ مقصود بھی قطعی دلیل ہے کہ یہ ابہام خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ شیطان کی طرف سے ہے جو ہمیشہ اپنے دوستوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔

۳۔ اس پیش گوئی میں فریق مخالف حق کے فوت ہو جانے کی صریح لفظ موت سے خبر نہیں دی، صرف یہ کہا ہے کہ وہ ہاویہ میں ڈالا جائے گا۔ پھر اس کی تشریح قادیانی نے اپنی تفسیر میں کی ہے جس سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم یا کوئی اور عیسائی ہندوستان یا پنجاب میں مر گیا تو اس کو اس پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جائے گا۔ اور اگر اس عرصہ میں کوئی بھی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ ہاویہ میں گرائے جانے سے مر جانا مراد ہونا ہماری طرف سے بطور تفسیر بالرائے بیان ہوا ہے، اصل ابہام و پیش گوئی میں صرف ہاویہ میں گرایا جانا بیان

ہوا ہے، جو ضرور وقوع میں آئے گا، جب کوئی ان میں سے مرے گا، اور پھر اٹھایا جائے گا اور آخر جہنم میں جائے گا۔ اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور پھر اس کی تفسیر مذکور بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ دھوکہ بازی ہے جو شیطان ہی کا کام ہے، نہ خدائے رحمان کا

۴۔ اس میں جو لفظ عمداً کہا گیا ہے یہ بھی اس دھوکہ کی غرض سے کہا گیا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ مرا، تو یہ کہا جائے گا کہ یہ لوگ جو خدا پر افتراء کرتے ہیں، عمداً نہیں کرتے، ان کی سمجھ میں غلطی ہے اس لئے وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ اور اگر اس لفظ سے اس دھوکہ دہی کی غرض نہیں تو پھر اس کا ذکر و اظہار لغو ہے۔ چونکہ اس شرط کی تحقق و عدم تحقق کا علم خدا تعالیٰ کو ہی ہو سکتا ہے، نہ کسی بشر کو۔ اور عذاب موت بھیجنا بھی اسی کا فعل ہے۔ پس اگر ابہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اپنے فعل کی شرط کی تحقق یا عدم تحقق کو وہ خود ہی دیکھ لیتا۔ بندوں کے سامنے اس شرط کے اظہار کا کیا فائدہ ہوا؟ وہ تو اس شرط کا امتحان بلا اعلام خداوندی کسی صورت سے نہیں کر سکتے۔ لہذا یہ لفظ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ ابہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔

۵۔ اس پیشگوئی کے ظہور کی میعاد جو بلحاظ ۱۵ ایوم مباحثہ کے ۱۵ دن تک مقرر کی گئی ہے، یہ بھی مشعر ہے کہ یہ ابہام رحمانی نہیں بلکہ افتراء شیطانی ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ مباحثہ ۱۵ دن نہیں ہوا، ۱۳ دن ہوا ہے۔ اثناء مباحثہ میں دو دن اتوار کے سبب ناغہ اور ترک مباحثہ ہوا، نہ فعل مباحثہ۔ پس اگر یہ سزائے موت بلحاظ ایام مباحثہ تجویز ہوئی تھی تو مناسب تھا کہ تیرہ ہی دن میں یہ سزا ملتی۔

ثانیاً۔ اس لئے کہ اگر یہ سزا ان دنوں کے (۱۳ ہوں یا ۱۵) لحاظ سے تجویز ہوئی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباحثہ میں زیادہ دن لگ جاتے، پندرہ کے بیس یا تیس دن ہو جاتے، تو یہ سزا بھی بیس یا تیس دن تک ٹل جاتی اور اس میں تاخیر واقع ہوتی۔ اور یہ تاخیر سزا بتادی وقت گناہ مضمون سزا کے مخالف ہے اور ایک قسم کا رحم و حلم و انعام الہی ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ جتنے دن بندہ گناہ میں زیادہ صرف کرے، اتنے دن خدا تعالیٰ اسکی سزا میں دیر کرے، اور پھر سزا دے تو وہی جو بصورت جلدی دینا چاہتا تھا، اور اس میں کچھ زیادتی نہ کرے۔ وہ سزا میں دیر کرتا ہے تو پھر سخت سزا دیتا ہے۔

یہودیوں نے یہ احمقانہ بات بنا رکھی تھی کہ جتنے دن (۴۰ روز) ہم نے چھڑے کی عبادت کی ہے

اتنے ہی دن ہم کو عذاب ہوگا، اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا۔ مگر یہ حماقت کسی یہودی کو بھی نہ سوجھی جو قادیانی یا اس ملہم بے عقل (معلم المملکوت) کو سوجھی ہے کہ جتنے دن گناہ میں دیر کی ہوگی اتنے ہی دن نزول عذاب میں دیر ہوتی رہے گی۔ اور اگر اس مہلت و بیان مدت سے قادیانی کی یہ مراد ہے کہ ۱۵ ماہ اخیرى حد و انتہاء مدت سزا ہے اور وقوع سزا اس سے پہلے ہی ہو جائے گا، تو اس پر یہ دو سخت اور مشکل اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس صورت میں ۱۵ دن کا لحاظ لغو اور بے اثر ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ قریب الوقوع سزا یا نشان کو بعید الوقوع بتانا خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان سے بعید ہے۔ گو اس کا عکس سراسر حکمت ہے۔ چنانچہ اشاعت السنۃ صفحہ ۳۱ نمبر جلد ۱۵ میں بیان ہو چکا ہے۔

یہ پانچ وجوہات و دلائل اندرونی شہادت کی ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔ اب بیرونی شہادت سنو۔

قرآن کریم اور حدیث کی قطعی شہادت سے ثابت ہے کہ الہام رحمانی اور شرف خطاب و ہم کلامی خداوندی کا محل وہی لوگ ہوتے ہیں، جو اہل کمال ایمان ہوتے ہیں، اور صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف جمیلہ۔ نہ کافر، کذاب، بدخلق، خود غرض اور ایسے آفات کے محل۔ اور یہ بات ظاہر اور تصانیف قادیانی سے بخوبی ثابت ہے کہ قادیانی ادنیٰ درجہ کا مسلمان نہیں ہے۔

وہ خدا کو اس کی صفت قدرت کاملہ کے ساتھ نہیں مانتا اور خدا کو اس امر سے عاجز جانتا ہے کہ: وہ کسی زندہ انسان کو ایک مدت مثلاً ہزار سال تک غذا اور ہوا وغیرہ ضروریات دنیاوی کے بغیر زندہ رکھے۔ اور بناء علیہ وہ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے پر یہ سوالات کرتا ہے کہ وہ کرہ زہریر سے کیوں کر گزر گئے۔ اور آسمانوں پر ان کے سانس لینے کے لئے ہوا کہاں ہے، اور وہ آسمان پر کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے، پانچخانہ کہاں پھرتے ہوں، وغیرہ۔

اور آنحضرت ﷺ کو ان کی صفت و شان ختم نبوت کے ساتھ نہیں مانتا اور اس ختم نبوت کو توڑ کر وہ خود مدعی نبوت و رسالت بن بیٹھا ہے۔

اسی طرح وہ اور اصول و اعتقادات اسلامیہ کو نہیں مانتا۔

اور اخلاق کا یہ حال ہے کہ اگر کسی پر اس کو بدگوئی کا وہم بھی ہو، تو اس کی وہمی بدگوئی کے مقابلہ میں اس کو دس گنا برا کہتا ہے بلکہ عام مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے۔

اور اس کی خود غرضی تو اس کی ہر ایک کاروائی سے عیاں ہے جہاں کوئی بات کہتا یا کوئی تجویز نکالتا ہے وہاں فلوس کا سوال موجود ہے۔ اور ہزار ہا روپہ مسلمانوں کا خورد برد کر چکا ہے۔ اور ہنوز ہل من مزید کی صدا جاری ہے۔

ان باتوں کا ثبوت اس کی تصانیف و اشتہارات موجود ہے۔ پھر ایسا بد اعتقاد و بد خلق خود غرض صاحب الہام و شرف خطاب الہی سے مشرف کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ بیرونی شہادت تفصیل طلب ہے اور یہ پیش

گوئی مذکور کی افتراء و کذب ہونے پر ان ہی لوگوں کے نزدیک شہادت بن سکتی ہے جن کو قادیانی کے حالات و اعتقادات مذکورہ بالا کا تفصیلی علم ہو۔ ناظرین تصانیف قادیانی، فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، دافع

الوساوس کو دیکھیں۔ اور ساتھ ہی اشاعت السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ و جلد ۱۳ و جلد ۱۴ وغیرہ کو بھی ملاحظہ کریں۔ اس سے وہ یقین کر لیں گے کہ یہ شہادت اندرونی شہادت سے بڑھ کر اس پیش گوئی کے کذب و افتراء ہونے پر دلیل ہے۔

اس پیشگوئی کے عدم وقوع کی صورت میں اسکی مضرت کی مدافعت

ناظرین! پیش گوئی مذکور کا وقوع نہ ہو تو اس عدم وقوع سے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس سے عدم صداقت اسلام نکال لے اور اسلام کو سلام کر کے عیسائی یا مرتد ہو جائے کیونکہ خدا اور اس کے رسول

نے قادیانی کو پیش گوئی کرنے اور اپنی نیابت کا منصب عطا نہیں کیا۔ اور کسی آیت یا حدیث میں نہیں فرمایا کہ ما یناطق القادیانی عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی (یعنی قادیانی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا، وہ

جو کچھ کہتا ہے، خدا کی وحی ہوتی ہے) اور بناء علیہ یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس کی کوئی بات جھوٹی نکلے تو ہم جھوٹے ہوں گے۔ اور نہ کسی عیسائی یا اور مخالف اسلام کا یہ حق ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے پر اسلام پر الزام قائم

کرے۔ وہ لوگ انصاف سے کام لے کر سوچیں، اور بتاویں کہ اسلام نے اس قادیانی کو ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے کب منتخب کیا اور اپنا وکیل بنایا۔ اور اس کی شکست و الزام کو کب اپنی شکست و الزام تسلیم کیا ہے؟ پادری

لوگ تو خود جانتے ہیں اور ایک اشتہار مطبوعہ اختر پریس و ضمیرہ نور افشان ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں اس امر کو تسلیم کر چکے

ہیں کہ یہ شخص باتفاق میجاری اہل اسلام، اسلام سے باضابطہ خارج کیا گیا ہے۔ پھر وہ اس کے الزام کو اسلام کا الزام کیونکر بنا سکتے ہیں۔

یہ اس پیشگوئی کے عدم وقوع پر اس کی مضرت کی مدافعت ہے، اب اس کی اس مضرت کی مدافعت کی جاتی ہے جو بصورت اس کے وقوع کے اسلام کے حق میں متصور ہے۔

☆ اگر اس پیش گوئی کا وقوع ہوا، یعنی ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم یا پادری ڈاکٹر کلارک یا کسی اور عیسائی مباحث یا معاون کا انتقال ہو گیا، تو اس سے باقی ماندہ عیسائیوں کا مسلمان ہو جانا تو متوقع ہی نہیں، کیونکہ اگر یہ پیش گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت سے پوری ہو گئی تو ان کا ایمان بعد الموت متصور ہی نہیں۔ رہے باقی عیسائی سو، ان میں سے کسی نے یہ نشان یا کوئی اور نشان دیکھ کر اسلام لانے کی شرط تسلیم نہیں کی۔ اور اگر ڈپٹی عبد اللہ آتھم کے سوا کوئی اور صاحب فوت ہوئے تو ڈپٹی عبداللہ آتھم یہ عذر کریں گے کہ تم نے اس پیش گوئی میں کسی فوت ہونے والے کی تعیین نہیں کی تھی، اور خارجاً میرے فوت ہونے کی خبر مشہور کی تھی۔ اب میں تو زندہ ہوں اور اس فوت ہونے والے کو اس پیش گوئی کا اثر کس دلیل سے مان لوں۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ شخص حسب اتفاق اور عام دستور زمانہ کے موافق فوت ہوا ہے۔

ہاں اس کے وقوع سے بہت سے مسلمانوں کے مرتد اور عیسائی (یعنی مرزائی) ہو جانے کا اندیشہ ہے وہ اس سے قادیانی کا ولی و ملہم و خطاب الہی سے مشرف ہونا سمجھ لیں گے۔

اور اس اعتقاد سے وہ قادیانی کی پیروی اختیار کر کے اس کے عقائد کفریہ کو مان کر مرتد ہو جائیں گے۔ لہذا اس مضرت کی مدافعت زیادہ ضروری ہے اور ان نادان مسلمانوں کے اس ارتداد کی محافظت میں کوشش کرنا ہمارا اسلامی فرض ہے، جو ادا کیا جاتا ہے۔

ناظرین! یہ پیش گوئی اگر وقوع میں آگئی تو اس کو آپ الہامی اور قادیانی کے ملہم ولی ہونے کی نشانی نہ سمجھیں بلکہ وجوہات شہادت اندرونی و بیرونی کو توجہ سے ملاحظہ فرما کر یقین کریں کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہ تھی، بلکہ ایک دروغ گوئی و لاف زنی تھی جو اتفاقاً مطابق واقع نکلی۔ اور یہ شخص اس لائق نہیں ہے کہ وہ خدا کے کلام و خطاب سے مشرف ہو سکے۔ اتفاقاً اس کے وقوع پر اگر آپ صاحبوں کو یہ شبہ و سوال پیدا ہو کہ پیش گوئی

خدا کی طرف سے اور الہامی نہ تھی، تو یہ واقع کے مطابق کیوں نکلی، تو اس کا حل اور جواب آپ ہمارے ان سوالات سے حاصل کریں جو قادیانی کی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی پر ہم نے کئے ہیں۔ ان سوالات کو پڑھ کر آپ لوگ جان جائیں گے کہ ایسی پیشگوئیاں، کاہن، نجومی، رملی، جفری، جوتشی، پنڈت، سائنٹفک فلاسفر، مسمریزسٹ، قیافہ شناس اور روحانیات تسخیر کے عالم، اٹکل باز، بھی کرتے ہیں جو بعض اوقات صحیح سچی نکلتی ہیں۔ جیسا ان دنوں دہلی میں ایک جوتشی پنڈت اس قسم کی پیشگوئیاں علم جوتش کی مدد سے کرتا ہے جو حسب اتفاق سچی نکلتی ہیں چنانچہ اخبار عام لاہور یکم ستمبر ۱۸۹۳ء میں مرقوم ہے:

پنڈت کانشی ناتھ صاحب جوتشی

دہلی کا اخبار لٹن گزٹ لکھتا ہے کہ ناظرین اخبار کے سامنے ہم اس وقت پنڈت صاحب کی غیب دانی کی ایک اور کیفیت جو ۲۰۔ اگست کو گذری ہے بیان کرتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہیں لالہ جگن ناتھ صاحب ساہو دہلی نہرو والا کے مکان پر جہاں بہت سے رؤسا ہندو اور مسلمان موجود تھے، پانچ بجے ایک کھتری صاحب انگریزی خوان سیاہ کوٹ پتلون پہنے ہوئے آئے اور پنڈت کانشی ناتھ صاحب سے کہا کہ میں آریہ سماج ہوں۔ اگر آپ میرے سوال کا جواب دے دیں تو میں اس علم کو سچا سمجھوں اور اس سماج کو چھوڑ دوں۔ پنڈت صاحب نے کہا ہماری طرف سے کوئی چاہے آریہ مت میں رہے چاہے کسی مت میں رہے، اس بات سے ہم کو کچھ بحث نہیں، ہاں جو سوال تم اپنے دل میں رکھتے ہو اور اس سوال کا جواب ہم نے ٹھیک دیا تو پھر تم کسی محفل یا سبھایا کمیٹی میں جا کر کسی کا امتحان مت لینا۔ تمہارا سوال یہ ہے کہ کل میرے پاس جو سرکار سے پرچہ آیا ہے بابت امتحان اس میں میں نے کتنے نمبر دیئے ہیں۔ آپ بتلائیے۔ اس لڑکے نے اقرار کیا کہ ہاں میرا سوال یہی تھا اور جو آدمی میرے ساتھ ہیں میں نے ان سے یہی کہہ دیا تھا کہ میں یہ سوال پنڈت صاحب سے کرونگا۔ مگر یہ بتلائیے کہ میں نے نمبروں میں کون سا ہندسہ دیا ہے۔ پنڈت صاحب نے ہندسہ کا بچا کر کے اسی وقت یہ کہا کہ تم نے آٹھ کا ہندسہ دیا ہے۔ اس نے اسی وقت منظور کیا اور کہا کہ بہت درست ہے آٹھ ہی کا ہندسہ میں نے دیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میری خطا کو معاف فرمادیں کہ میں نے صد ہا آدمیوں میں آکر آپ

سے ایسا پرشن کیا، تو پنڈت نے کہا ہمارے ہاں تو سینکڑوں سوال ہر روز ایسے ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ابھی ریلوے میں ایک برہمن نوکر ہے پنڈت جی نے کہا کہ تمہارے گھر اسی مہینے کی تاریخ کو لڑکا پیدا ہوگا۔ سواسی تاریخ کو لڑکا پیدا ہوا۔ املی کے محلہ میں ایک پنڈت بنا سادی دان کے دولڑکے چلے گئے تھے پنڈت مذکور نے جوتشی جی مہاراج سے عرض حال کیا چنانچہ آپ نے دو جنتر دیئے جن کی برکت سے دو تین روز کے بعد وہ لڑکے اپنے گھر آگئے۔ علی ہذا۔ ایک اور مارواڑی کا لڑکا چلا گیا تھا پنڈت جی نے جنتر دیا اور کہا کہ وہ لڑکا جو گمایا کی طرف چلا گیا ہے بعد تین روز کے گھر آ جاوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ایک اور لڑکا رام دھن داس کا چلا گیا تھا۔ سو پنڈت صاحب نے کہا وہ بعد ۵ روز کے آ جاوے گا۔ ایک اور زمین دار کا لڑکا چلا گیا تھا پنڈت جی نے فرمایا کہ ۱۵ روز کے بعد خبر آوے گی۔ چنانچہ خبر آ گئی۔ ایک کھتری صاحب کی گھڑی لے کر ایک کھار کا لڑکا بھاگ گیا تھا۔ اس نے آ کر پوچھا۔ پنڈت جی نے کہا کہ اس کا پتہ لگ جائے گا، سو پتہ لگ گیا۔ ایک مارواڑی کا مقدمہ تھا اس نے فیصلہ باہمی کی نسبت سوال کیا پنڈت جی نے کہا، ہو جائے گا۔ چنانچہ آپس میں فیصلہ ہو گیا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرا چچا بمبئی گیا ہوا ہے اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔ وہ راضی خوشی تو ہے؟ پنڈت صاحب نے کہا کہ اس کی راضی خوشی کی کل خبر آ جاوے گی۔ دوسرے دن اس کی خبر آ گئی کہ وہ راضی خوشی ہے۔ ایک صاحب بلند شہر سے آئے اور پنڈت جی سے مقدمہ کے بارے میں پوچھا۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ آج یہ مقدمہ ملتوی رہ جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غرض کہ ایسی صد ہا باتیں ہر روز پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت جتنے لوگ اس سبھا میں موجود تھے سب نے پنڈت جی مہاراج کو دھن بادی اور یہ کہا کہ ہم نے ایسے مہاتما کا درشن نہیں کیا تھا، آج کیا۔ خداوند ایسے جن کو مدت تک سلامت رکھے۔

پنڈت صاحب کو جو کمال حاصل ہے وہ جوتش اور عمل پر مبنی ہے اور وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ان کو الہام ہوتا ہے اور وہ حضرت فلاں ہے (شائد یہ قادیانی کی طرف اشارہ ہے) یہ پیشگوئیاں جو پنڈت کی ہیں اگر واقعی سچی نکلتی ہیں تو اس کی وجہ ایک پنڈت اڈیٹر اخبار عام نے خود بیان کر دی ہے کہ یہ علم و عمل جوتش پر مبنی ہے، الہام نہیں ہیں۔ دجال قادیانی کی یہ پیشگوئی پوری ہو گئی تو اس پنڈت کی پیش گوئی سے بڑھ نہ جائے گی۔ ایسا ہی ایک اور جوتشی ملک وکن کی پیشگوئیاں آج کل سچی نکلتی ہیں چنانچہ اخبار عام ۱۵ نومبر ۱۸۹۳ء میں ہے۔

علم جو تلاش کے محققوں کیلئے یہ خیر خالی ازد دل چھپی نہ ہوگی کہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے جنرل پریسیڈنٹ اور بانی کرنل آکاٹ نے اپنا زاچہ شائع کیا اور دکن کے ایک مشہور جوئی نے از روئے علم کے اسکی نسبت جو کچھ تعبیر لکھی ہے اس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کرنل آکاٹ ۲۳ اکتوبر سے ۵ نومبر ۱۹۱۵ء کے درمیان فوت ہوئے۔ کرنل کی تاریخ ولادت ۲۔ اگست ۱۸۳۲ء ہے پس اس وقت ان کی عمر ۶۱ برس کی ہے اور ابھی بائیس برس تک کرنل کو زندہ رہنا باقی ہے۔ یہ بھی بتلایا ہے کہ کرنل کی زندگی میں کیا پیش آیا۔ کب والدہ مریں، کب والد فوت ہوئے، کب شادی ہوئی، کیا اولاد ہوئی، کس قسم کا مزاج ہے، کیا کچھ پیش آیا۔ اور کرنل اس پر یہ رائے دیتے ہیں کہ بالعموم اکثر باتیں ایسی صحیح ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔۔۔ اس سے پہلے اور دو جوئیوں نے ان کا زاچہ دیکھا تھا انہوں نے بھی وہی تاریخ اور سنہ بتلایا تھا۔

مرزا قادیانی کی تو آج تک ایک بھی پیش گوئی ایسی نہیں نکلی جو پنڈت کانشی ناتھ یا جوئی دکن کا مقابلہ کر سکیں اور جب کسی صاحب عقل و فہم کے نزدیک جوئی ان پیشگوئیوں کے ساتھ الہامی نہیں مانے گئے تو قادیانی کو اس پیش گوئی کے سبب، اگر وہ واقعی نکلی، کیوں کر ملہم کہا جاوے گا۔

جائز ہے کہ قادیانی بھی ان ہی لوگوں میں سے ہو اور رمل و نجوم و مسمریزم وغیرہ علوم میں دخل رکھتا ہے۔ اس امکان کا مؤید یہ امر ہے کہ اشاعت السنہ نمبر ۱۵ جلد ۱۵ میں ہم نے قادیانی سے سوال کیا کہ تم علم رمل و جعفر و مسمریزم وغیرہ میں دخل رکھتے ہو یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں اس نے اس علم و دخل سے انکار نہیں (جیسا کہ اور دو تین باتوں سے جن میں گنجائش انکار پائی صاف انکار کیا) جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ علوم میں ضرور اس کو دخل ہے اور مسمریزم میں تو اس کا دخل اس کے صریح کلام سے ثابت ہے جو ازالہ قادیانی کے صفحہ ۳۰۹ میں موجود ہے کہ اگر یہ عاجز اس عمل (مسمریزم) کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ انجوبہ نما نیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

پھر اس کا اس قسم کی پیش گوئیاں علم رمل یا جعفر یا مسمریزم کے ذریعہ سے کرنا، اور ان کا صادق نکلنا کون سے تعجب کا محل ہے۔ قوی الایمان مسلمانوں سے کامل امید ہے کہ اگر پیش گوئی کا پورا پورا بحسب معنی مشہور ظہور ہوا، یعنی ڈپٹی آکٹھم پندرہویں مہینے کے ٹھیک آخری دن فوت ہو جائے، تو بھی وہ اس پیش گوئی کو کچھ

چیز قابل وقعت نہ سمجھیں گے۔ اور قادیانی کے اعتقاد و عمل و طریق کی نظر سے اس کو ایک دجال و کذاب خیال کر کے محکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمریزسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کر اس کی مضرت سے بچ جائیں گے اور اپنے آپ کو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائیں گے جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اسکو کافر کہیں گے اور اس کے ظاہری بہشت کو چھوڑ کر اس کی آگ میں جانا منظور کریں گے پر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج الدّجال فیوجہ قبلہ رجل من المؤمنین فیلقاه المسالِح مسالِح الدجال فیقولون له این تعد فیقول اعد الی هذا الذی خرج قال فیقولون له او ما تؤمن برّبنا فیقول ما برّبنا خفاء فیقولون اقتلوه فیقول بعضهم لبعض الیس قد نهاکم ربکم ان تقتلوا احداً دونه فینطلقون به الی الدجال فاذا رآه المومن قال یا ایّها النّاس هذا الدجال الذی ذکر الرسول اللہ ﷺ قال فیامر الدجال به فیشیخ فیقول خذوه و شجوه فیوسع ظهره و بطنه ضرباً فیقول انت المسیح الکذاب قال فیومر به فیوشرب بالمنشار من مفرقه حتی یفرق بین رجليه قال ثم یمشی الدجال بین القطعتین ثم یقول له قم فیستوی قائماً ثم یقول له انؤمن بی فیقول ما ازددت فیک الا بصیرة قال ثم یقول یا ایّها النّاس انه لا یفعل بعدی باحد من النّاس قال فیاخذہ الدجال لیذبہ فیجعل ما بین رقبته الی ترقوته نحاساً فلا یستطیع الیہ سبیلًا قال فیاخذ بیدیه و رجليه فیقذف به فیحسب النّاس انما قذفه الی النار و انما القی فی الجنة فقال رسول اللہ ﷺ هذا اعظم النّاس شهادة عند ربّ العالمین۔ (صحیح مسلم۔ ج ۲ ص ۴۰۲)

کہ دجال نکلے گا تو اس کی طرف مومنوں سے ایک آدمی متوجہ ہوگا۔ اس کو دجال کے مسلح لوگ ملیں گے اور پوچھیں گے تو کہاں کا قصد رکھتا ہے؟ وہ بولے گا اس آدمی کی طرف قصد رکھتا ہوں جو نکلا ہے۔ وہ کہیں

گے تو ہمارے رب کو نہیں مانتا؟ وہ کہے گا ہمارا رب چھپا نہیں رہتا۔ وہ بولیں گے اس کو قتل کر ڈالو۔ ان میں بعض کہیں گے کہ کیا تم کو تمہارے رب (دجال) نے اس سے منع نہیں کیا کہ اس کی غیر حاضری میں کسی کو قتل کرو۔ تو وہ اس کو دجال کے پاس لے چلیں گے۔ جب مومن دجال کو دیکھے گا، یہ کہے گا۔ لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ پھر دجال حکم دے گا کہ اس کا سر زخمی کرو۔ پھر وہ اس کو خوب زخمی کریں گے اور اس کی پشت اور پیٹ کو مار مار کر لمبا اور وسیع کر دیں گے۔ پھر دجال اس کو کہے گا (اب بھی) تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ بو لے گا تو مسیح کذاب ہے۔ تو دجال اس کی چوٹی پر آ رہ رکھ کر اس کو دو ٹکڑے کر دے گا۔ پھر ان دو ٹکڑوں کے مابین چلے گا۔ پھر اس کو کہے گا تو کھڑا ہو جا تو برابر ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کہ (اب تو) مجھ پر ایمان لائے گا؟ وہ کہے گا اب میرا یقین تیرے دجال ہونے کی نسبت زیادہ ہو گیا ہے۔ پھر مومن لوگوں سے کہے گا اب اس کو کسی پر اس فعل (قتل) کی قدرت نہ ہوگی۔ پھر اس کو دجال ذبح کرنے کیلئے پکڑے گا تو خدا تعالیٰ اس کی گردن پر تانبہ رکھ دے گا، تو دجال کو اس کے ذبح کرنے کی قدرت نہ ہوگی پھر وہ اس کے ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر لوگوں کے خیال میں آگ میں ڈال دے گا اور درحقیقت وہ بہشت میں ڈالا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ شخص اللہ کے نزدیک شہادت میں سب لوگوں سے بڑا ہوگا۔

اور ایک حدیث میں آیا ہے: یاتی علی القوم فیدعوہم فیؤمنون بہ و یستجیبون لہ فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیہم سارحتہم اطول ما کانت ذری واسبغہ ضروعاً وامدہ خواصر۔ ثم یاتی القوم فیدعوہم فیردون علیہ قولہ فینصرف عنہم فیصبحون مجلین لیس بایدیہم شیء من اموالہم و یمر بالخزنة فیقول لہا اخرجی کنوزک فتبعہ کنوزہا کیعاسیب النحل ثم یدعوا رجلاً ممتلیاً شاباً فیضربہ بالسیف فیقطعہ جزلتین رمیتہ الغرض ثم یدعوہ فیقبل ویتہلل و جہہ بضحک۔ (صحیح مسلم۔ ص ۴۰۱) کہ دجال ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے پھر وہ آسمان کو مینہ برسانے کا اور زمین کو درخت اور کھیتی جمانے کا حکم دے گا تو وہ ویسے ہی ہو جائیں گے اور ان کے جانور بڑے بڑے موٹے تازے، پیٹ بھرے دودھ والے ہو کر آئیں گے۔ پھر

وہ ایک اور قوم کے پاس آئیگا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا۔ تو وہ اس بات کو رد کریں گے۔ پھر وہ تہی دست ہو جائیں گے۔ ان کے مال ان کے ہاتھ میں نہ رہیں گے۔ پھر وہ کھنڈروں کی طرف گزرے گا اور ان کو حکم دیگا کہ وہ اپنے خزانے نکال دیں تو ان کے خزانے ایسے اس کے پیچھے ہو چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں۔ پھر وہ ایک جوان آدمی کو بلائیگا، اور اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیگا۔ پھر اس کو بلائیگا تو وہ ہنستا ہوا اور اس کا چہرہ چمکتا ہوا، آئیگا۔ اس قسم کے خوارق دجال موعود کے اور بھی احادیث میں مذکور اور کتب صحاح میں موجود ہیں جن کی نقل سے تطویل متصور ہے۔ اور جب ایسے خوارق دجال موعود دیکھ کر آخری زمانہ کے مسلمان اپنے ایمان کو نہ چھوڑیں گے تو اس زمانہ کے سچے اور باخبر مسلمان اس زمانہ کے ایک دجال کی ایسی خبر کو (جو علم نجوم، جفر، مسمریزم سے بلکہ صرف اٹکل و قیاس و مشاہدہ حالات عمر سے ہو سکتی ہے) سچی اور مطابق واقع کے دیکھ کر اس پر کیونکر ایمان لائیں گے۔ اور اس کے عقائد کفریہ اور اخلاق و عادات شنیعہ کی نظر سے اس کی اس خبر کو (اگر بالفرض صادق ہو گئے) کیوں نجوم مسمریزم وغیرہ کا نتیجہ قرار نہ دیں گے، جو قادیانی کے مناسب حال ہے۔ (ماہنامہ اشاعت السنہ۔ جلد ۱۵)

عرب علماء کی تصدیق کی حقیقت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بیالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کتابچے، سچائی کا اظہار، کے سرورق پر لکھا ہے کہ اس رسالہ میں بعض فاضل اور مستند علماء عرب اور شام نے اس عاجز قادیانی کی نسبت تصدیق ہے۔ پھر اس کے صفحہ ۶ میں لکھا ہے:

ڈاکٹر مارٹن کلارک کے ایک وہم کا ازالہ

ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب نے اپنے اشتہار ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لودیانہ کے شائع ہوا ہے شیخ بیالوی کی کتاب اشاعت السنہ سے یہ دھوکہ کھایا ہے، یا لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اسلئے عام و خاص کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام جن کو خدا تعالیٰ نے علم و عمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا ہے وہ میرے ساتھ ہیں۔ اور اس وقت چالیس کے

قریب ہیں۔ اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی اور عملی کمالات سے تہی دست ہیں۔ اگر اس عاجز کا یہ بیان ڈاکٹر صاحب کی نظر میں محمول بر مبالغہ ہو، تو ڈاکٹر صاحب کسی ایسے جلسہ مباحثہ میں جو علماء مخالفین اور اس عاجز کے گروہ کے فاضل علماء میں واقعہ ہو، خود شامل ہو کر دیکھ لیں۔ بلکہ عنقریب ایک ایسا جلسہ مباحثہ ۱۵ جون ۱۸۹۳ء تک ہونے والا ہے۔ اس میں فریق مخالف مولوی غلام دستگیر اور ان کے ہم مشرب تمام علماء لاہور ہوں گے اور اس طرف سے کوئی ایک یا دو فاضل مقابلہ کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔ پھر پادری صاحب چشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ علماء ربانی اور مستند فاضل کس طرف ہیں اور نام کے مولوی اور ژولیدہ زبان کس طرف۔ نقل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ (یاد رہے کہ مرزا صاحب نہ اس مباحثہ کیلئے خود لاہور گئے تھے، اور نہ ہی اپنے کسی مرید کو بھیجا تھا۔ بہاء) ایک دشمن بنجیل کی قلم سے جو نکلے وہ یک طرفہ بیان عقل مند کی نظر میں ہرگز وقعت اور عزت نہیں رکھتا۔ بلکہ ہر ایک حقیقت عند الامتحان کھلتی ہے ماسوائے اسکے ڈاکٹر صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے زادھما اللہ مجداً و شرفاً و برکتاً اور اسلام میں بلا دعر بخاص کر کے مکہ و مدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں سوان متبرک مقامات کے جگر گوشہ اور فاضل مستند بھی اس عاجز کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات ذیل میں لکھتا ہوں۔

انجی مکرمی مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب دیرہ دون سے لکھتے ہیں:

(میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آپ امام زمانہ ہیں۔ مؤید من اللہ ہیں۔ علماء کو اللہ تعالیٰ نے ضرور آپ کا شکار بنایا ہے۔ آپ کا مخالف کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ آپ کے خادموں میں زندہ رکھے اور اسی میں مارے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر)۔ ایک عالم عرب اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں۔ شامی ہیں، سید ہیں، بڑے ادیب ہیں۔ ہزاروں اشعار عرب عربہ کے حفظ ہیں۔ ان سے آپ کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ وہ تبصر عالم، میں عامی۔ مگر توفقی کے معنی میں کچھ بن نہ پڑا۔ آپ کی عبارت آئینہ کمالات جو عربی ہے ان کو دکھائی گئی۔ کہا:

واللہ ایسی عبارت عرب نہیں لکھ سکتا، ہندوستانی کو تو کیا طاقت ہے۔ قصیدہ نعتیہ دکھایا۔ پڑھ کر رو دیا اور کہا خدا کی قسم میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پند نہیں کیا اور ہندیوں کا تو کیا ذکر۔ مگر ان اشعار

کو حفظ کروں گا اور کہا واللہ جو شخص اس سے بہتر عبارت کا دعویٰ کرے، چاہے عرب ہی کیوں نہ ہو وہ ملعون
مسئلہ کذاب ہے۔ تم کلامہ

حضرت! میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ کلام ربانی اور تائید مسیحائی کا اعجاز ہے آدمی کا کام نہیں۔ میں نے
حضرت کو اپنی جان اور مال اور اپنی اہل اور اولاد میں مالک کر دیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مرزا قادیانی نے اس کتابچے کے صفحہ
۸ میں اس عرب کا خط نقل کر کے اپنا جواب نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۲ میں دوسرے عرب کا خط نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۳
میں تیسرے عرب کے خط سے کچھ عبارت نقل کی ہے۔

اس دعویٰ اور اس کے ثبوت و شواہد میں قادیانی نے جو کچھ کہا ہے وہ اکاذیب و مغالطات کا مجموعہ ہے
، ازاں جملہ تین کذبوں کی تفصیل کی جاتی ہے:

پہلا کذب اس کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مستند علماء میرے ساتھ ہیں اور وہ اس وقت چالیس کے قریب
ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی ہیں۔

اس دعویٰ کے دوسرے حصے حصے کا کذب ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔ مرزا قادیانی کی تکفیر پر پشاور
سے کلکتہ تک کے جن مشاہیر علماء و فضلاء کا اتفاق ہوا ہے، ان کی علمیت و فضیلت عوام و خواص میں مسلم ہے۔
مرزا قادیانی پر وہ مخفی ہے تو یہ اسکی آنکھ کا قصور ہے، نہ کہ علماء کا قصور ہے۔

اور اس دعویٰ کے پہلے حصے کا کذب عوام پر (جو قادیانی کے مریدوں کو مولوی سمجھتے ہیں) مخفی ہوتا ہو، خواص تو
اس کو کذاب جانتے ہیں، اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ قادیانی کے ساتھ ایک بھی ایسا عالم و فاضل نہیں ہے جسکو علماء
کی اصطلاح میں مولوی یا عالم کہا جاسکے۔ مرزا قادیانی نے اس رسالہ میں تین اشخاص کو عالم قرار دے کر ان کی
عبارتوں اور خطوں کو ان کے علم و فضیلت کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے لہذا ان ہی تین عربی مولویوں کے عالم نہ
ہونے سے تعرض کرنا کافی ہے جس کو قادیانی نے اپنے دعویٰ کا شاہد ٹھہرایا ہے جو کذب دوم مرزا قادیانی کے رد
و جواب میں عمل میں آتا ہے۔

قادیانی کا دوسرا کذب اس کا یہ دعویٰ ہے کہ: تخت گاہ حرمین شریفین کے جگر گوشہ اور مستند علماء اس کے

ساتھ شامل ہوتے جاتے ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات بطور نمونہ نقل کی ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی^۲ فرماتے ہیں: یہ دلیل نہیں، بلکہ عین دعویٰ ہے۔ قادیانی کا دعویٰ یہ تھا کہ مستند علماء و فضلاء حرمین میرے ساتھ ہیں اور اس کا ثبوت اس نے یہ دیا کہ تین علماء و فضلاء عرب و شام نے اپنے خطوں میں میری تصدیق کی ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ ان تینوں کا عالم فاضل ہونا ہمارے مخالفوں کے نزدیک کب مسلم ہے کہ ان تینوں کی تصدیق میرے دعویٰ کی دلیل بن سکے۔ یہ تو وہی دعویٰ ہے جو میں نے کیا ہے کہ عرب کے مستند علماء و فضلاء میرے ساتھ ہیں۔ ان تینوں کا میری تصدیق میں خطوط لکھنا تب دلیل ہوتا جب کہ ان تینوں کا عالم و فاضل ہونا مخاطبوں میں مسلم ہوتا، یا میں پہلے اس کو بدلائل ثابت کر لیتا۔ اور اگر قادیانی نے اس خیال سے ان تینوں کی تحریر و مقال کو اس دعویٰ کی دلیل قرار دیا ہے کہ ان تینوں نے عربی میں خطوط لکھے ہیں جو ان کے عالم و فاضل ہونے پر دلیل ہیں۔ اور شامی کو تو ایک مولوی ڈیرہ دون (محمد یعقوب) نے بھی عالم فاضل کہہ دیا ہے، اور اس سے ایسی باتیں نقل کی ہیں جو اس کے فاضل ہونے پر دلیل ہیں، تو یہ قادیانی کی سفاہت و بے علمی پر دلیل ہے۔ ان تینوں خطوں سے ان تینوں کا عالم و فاضل ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ قادیانی کے فرضی مولوی دیرہ دونی کے شامی کو عالم و فاضل کہنے سے یا ان باتوں سے جو اس نے شامی سے نقل کی ہیں، شامی کا عالم و فاضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان خطوط سے انکی فضیلت تین وجہ سے ثابت نہیں ہو سکتی:

وجہ اول: اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ خط انہوں نے اپنی قلم اور علم سے لکھے ہوں، کیوں جائز نہیں کہ کسی اور سے لکھوائے ہوں۔

وجہ دوم: عربی ان لوگوں کی مادری زبان ہے اور مادری زبان میں کچھ لکھنا یا لکھنا عالم ہونے کی دلیل نہیں۔ علوم سے جاہل بھی اپنی مادری زبان میں نظم و نثر میں اچھی طرح لکھتے ہیں، پھر وہ عالم و فاضل نہیں کہلاتے۔

وجہ سوم: ان خطوں کی عربی عبارت بتا رہی ہے کہ ان کے راقم علوم صرف و نحو ادب وغیرہ سے محض جاہل ہیں اور ان خطوں میں انہوں نے ایسی غلطی کی ہے جیسے جاہل اہل لسان کیا کرتے ہیں۔ ان تینوں خطوں کی عبارت اول سے آخر تک غلط ہے۔ ہم بطور مثال ان تینوں کی چند غلطیاں، جو ان کی بے علمی پر

دلیل ہیں، اہل علم کے سامنے پیش کرتے ہیں (اشاعرہ الہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۵۴ سے ۲۶۱ تک ان عربوں کی غلطیاں بیان کی ہیں)۔ پھر حضرت بٹالوی نے صفحہ ۲۶۲ پر لکھا ہے کہ قادیانی اپنے رسالہ، سچائی کا اظہار میں:

فاضل عربی کے محبت نامہ کا جواب اس عاجز کی طرف سے،

کے عنوان سے اپنا عربی خط نقل کرتا ہے جو درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
 السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ - اما بعد فاعلم یامحبی و مخلصی قد وصلنی
 کتابکم العزیز و اذا فتحتہ و نظرت الیہ و قرأتہ و فہمت ما فیہ فاذا ہو من حب
 حفی و تقیی و فہیم و ذکی نایا قد بصیر ذی رأی صائب و عقل عزیز الی فقیر۔
 عرضة تکفیرٍ مہجور صغیرٍ و کبیر۔ فحمدت اللہ علی اَنّہ و ہب لیبی کمثلك محباً مسلماً
 من العرب العرباء و بشرنی بہ نسیم محبة تلك الشرفاء و کنت قد نمقت کتاباً لارسله
 الی دیار العرب و الشام لعلی انصر من تلك الکرام فوجدت مکتوبک فی اسعد الایام
 و حسبته باکورۃ جنی العرب و تفألّت بہ لاصلاح الشرق و الغرب - و تاقت نفسی
 ان اوطنی اللہ ثراک لا فوز بمرآک (او طئنی - شمس)۔

یا اخی ان علماء هذه الديار قد اكفرونی و كذبونى و رمونى بالبهتانات - و تماثلوا
 علیّ باللعن و الطعن و الهذیانات۔ فبئرت من تلك العلماء و علمهم - و لحقت بمن يشك
 فی سلمهم و انى ارى خوا طرهم تشابه خوا طر اليهود، فى ظنّ السوء و التجاسر
 امام الرب المعبود - اصرّوا علی اكفارى و جاهدوا لاضرارى - و كفروا مؤمناً موحداً
 فى التحریر و التقرير - و ما ندموا علی بادرة التكفير و ظنوا انّ الوقت ليس وقت
 ظهور مجدد یجدد الدین و یرجم الشیاطین اما رؤا ان الفاسق قد وقب - و مهجة
 الخیر قد اتنقب - و العدو صال علی حصن الاسلام و نقب - و اخذ الظلام موضع
 النور و عقب - و ظهر قوم علی الارض یعبد الصلیب - و یتخذها العبد الضعیف

الغريب و يضل البعيد و القريب ما فى يد يهم الآ المكر و الزور - او المال الموفور -
 فتهوى اليهم العمى والعور- و دخل فى شركهم الزمر و الجمهور- وعسى ان يدرك هذا
 العطب اكثر المسلمين- ويفنون من ايدى المغتالين- فنظر الله الى الامة المرحومة و
 وجدهم المستضعفين- فارسل عبداً من عباده ليجدد الدين و يقيم البراهين- يا اخی
 ان هذه الايام ليل دامس- و طريق طامس- فرىء الله تعالى مفسد هذا الزمان و
 تطايئر فتن الدوران- وظلام الكفر والطغيان وقيام الخلق على شفاء النيران (شس قاديانى
 نے حاشے میں تصحیح کر کے شفا لکھ دیا ہے۔ بہاء)۔ فاعطى بفضلہ مصباحاً يومنهم العثار .. و ينير
 السنن والآثار و انى قصصت عليكم بعض هذه الآلام لتدرككم رقة على غربة
 الاسلام- فانى اراك فتى صالحاً و من المخلصين المحبين و قد اسررتنى بكلمات
 محبتك و سلّيت باقوال مودتك غريباً مهجور القوم و مورد الطعن و اللوم- فجزاك
 الله و رحمك و هو ار حم الراحمين ؛ آمين - الراقم العبد الضعيف مهجور القوم
 غلام احمد عفى عنه

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس خط کی چند غلطیاں بطور تمثیل بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ اس میں پہلی غلطی لفظ عزیز کو عقل کی صفت میں لانا ہے۔

۲۔ تما یلوا علیّ تما یل کے معنی باہم دگر ایک کا دوسرے پر جھکنا ہے، نہ کہ سب کا کسی اور پر جھکنا جو قادیانی کا مقصود ہے۔ اس مقصود کے لئے لفظ ما لوا علیّ چاہیے تھا۔

۳۔ مہجہ الخیر بفتح اول۔ حائے حطی سے چاہیے، نہ کہ ہوز سے۔ اور اگر اس لفظ سے مہجہ بضم اول و سکون ثانی مراد ہے جس کے معنی خون یا خون دل یا روح کے ہیں تو وہ یہاں بن نہیں سکتے۔ اور اس کے نقب کے کچھ معنی نہیں۔

۴۔ ۵۔ ۶۔ قوم کی صفات یعبد و یتخذ و یضل بصیغہ مفرد لانا غلط ہے۔ تمام قرآن میں قوم کی صفات جمع آئی ہیں۔ قوم لا یفقیہون: قوم یعکفون وغیرہ

۷۔ شفاء النيران شفا بمعنی کنارہ بلا ہمزہ آنا چاہیے۔ وکنتم علی شفا حفرة من النار

۸۔ اسرار تنی۔ سر مجر خوش کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ نہ اسر (ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۵)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ جہاں تک دیرہ دونی کے خط سے شامی صاحب کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو عرض ہے کہ دیرہ دونی کا نہ اپنا قول شامی کی فضیلت کا مثبت ہو سکتا ہے نہ اس کی نقل جس میں اقوال شامی منقول ہیں۔ اس کا اپنا قول اس وجہ سے مثبت نہیں ہو سکتا کہ وہ خود عالم نہیں۔ اپنے امی و عامی ہونے کا خود اقرار ہی ہے چنانچہ اس کے خط میں جو قادیانی نے نقل کیا ہے یہ اقرار موجود ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ کل ہے کہ کسی کے عالم ہونے کی شہادت اسی شخص کی معتبر ہے جو خود بھی علم رکھتا ہو۔ ایک دانا کا قول ہے:

قدر زر زرگرداند قدر جوہر جوہری

ایک اور دانا کہتا ہے:

صاحب دوچیزی سکندر شعر را تعریف ناشناس و سکوت قدر شناس

ان دونوں مسلمات سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ دیرہ دونی کی تعریف شامی کی فضیلت کو توڑتی ہے، نہ کہ جوڑتی۔ اس کی نقل جس میں شامی کے اقوال منقول ہیں، اس لئے مثبت فضیلت نہیں ہو سکتی کہ وہ اقوال علم و علماء کی شان سے بہت بعید ہیں۔ وہ اقوال واقعی شامی صاحب نے کہے ہیں تو ان سے ثابت ہے کہ شامی صاحب عالم نہیں ہیں۔

از انجملہ ایک قول یہ ہے جو دیرہ دونی نے شامی سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا، اور ہندیوں کا تو کیا ذکر ہے۔

یہ قول اگر واقعی شامی کا قول ہے تو یہ یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب کا جوف علم سے خالی ہے اور بجائے علم اس میں نادانی کی ہوا بھری ہوئی ہے کیونکہ خالی برتن ہی زیادہ بولتا ہے اور وہی برتن اچھلتا ہے جو بھرا ہوا نہ ہو۔

آپ اس زمانہ کے تمام عربوں کے اشعار کو پسند نہیں کرتے، سب ہندیوں کو بیچ سمجھتے ہیں، اور یہ

خیال نہیں فرماتے کہ آپ شعر گوئی اور ادب کہاں سے سیکھے ہیں؟ اور آپ ہیں کس زمانہ کے؟ کوئی پرانا خرائٹ عرب شاعر و خطیب یہ دعویٰ کرے، تو زیب کرے، تو زیب بھی دے آپ تو ہنوز بچے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت بائیس برس کی ہے، چنانچہ آپ نے عند الملاقات بیان کیا۔ اور آپ کا چہرہ دیکھ کر بھی ہر کوئی آپ کی یہی عمر بتائے گا۔ اور جو کچھ آپ نے عربیت اور ادب سے سیکھا ہے اگر وہ عرب میں سیکھا ہے (چنانچہ آپ کا دعویٰ ہے) تو ضرور ہے کہ آپ کے عربی استاد پرانے شاعر آپ سے فائق ہوں۔ اور اگر مدرسہ عربی سہارن پور وغیرہ میں سیکھا ہے (چنانچہ آپ کے بعض ہم کتیبوں کا بیان ہے۔ وہ میرے ایک عزیز دوست مولوی ثناء اللہ امرتسری ہیں جنہوں نے بذریعہ خط مجھے انہی دنوں اطلاع دی تھی کہ یہ شخص سہارن پور میں میرے ساتھ پڑھتا تھا، میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ اسکے بعد شامی صاحب نے بھی عند الملاقات بیان کیا کہ میں سہارن پور پڑھتا رہا ہوں) تو ضرور ہے کہ آپ کے ہندی استاد ادب میں آپ سے برتر ہوں۔ آپ اپنی عمر کے چار پانچ سالوں میں جو بعد بلوغت آپ کو نصیب ہوئے ہیں، ایسے شاعر و ادیب کیونکر بن گئے کہ تمام عرب اور ہندیوں کو ہیچ سمجھنے لگے: کے آمدی و کے پیر شدی۔ اے حضرت! بسیاریا عمر بامید تا پختہ شود خامی۔ آپ کی یہ لاف زنی یہ یقین دلاتی ہے کہ آپ عالم نہیں ہیں۔

از انجملہ شامی صاحب کا یہ قول ہے جو دیرہ دونی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس سے (یعنی قادیانیا کی عربی کتاب وسوس سے) بہتر لکھنے کا دعویٰ کرے چاہے، عرب ہی کیوں نہ ہو، وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔ یہ قول بھی اگر ان کا ہے تو اور بھی یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب عربیت اور علوم سے محض ناواقف اور اجنبی ہیں۔ کتاب وسوس کی عربی ایسی غلط و کریمہ ہے کہ ادنی طالب العلم، علم نحو کو جاننے والا، اس کی غلطی پر شہادت دے سکتا ہے۔ چنانچہ بعض اغلاط عبارت عربی قادیانی کی فہرست سے سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ پھر جو شخص اس عبارت کو بے نظیر کہے وہ ناواقف نہیں تو اور کون ہے۔ اور اس کتاب کی عبارت عربی سے بہتر عبارت لکھنے والے کو ملعون و مسیلمہ کذاب کہنا بھی اسی کا کام ہے جو علوم و مسائل دین سے محض ناواقف اور جاہل ہو۔ مسلمان اہل علم کو اس بات کا کامل یقین ہے کہ یہ رتبہ کہ اس سے بڑھ کر یا اسکے برابر کسی سے بن نہ پڑے، صرف قرآن مجیدی کو حاصل ہے جس نے فأتوا بسورۃ من مثله کا اشتہار دیا ہوا ہے۔ اور اس کا مقابلہ و معارضہ بھی بجز مسیلمہ کذاب و دیگر کذابین کسی نے نہیں کیا (جس میں وہ نا کامیاب ہی رہے)۔ پس اگر شامی

صاحب قادیانی کی عبارت عربی کو قرآن کی ہم پلہ سمجھتے ہیں تو پھر وہ کون ہوئے۔ ہم خود بوجھ نہیں کہتے، ناظرین آپ ہی فتویٰ لگا دیں گے۔

(شیخ الاسلام مولانا بنا لویؒ بتاتے ہیں کہ شامی صاحب سے ایک دفعہ میری ملاقات ہوئی تو میں ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ کلمہ کہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے ہرگز نہیں کہا، یہ مجھ پر افتراء اور کذب ہے۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسکی نقل و بیان میں کاذب و مفتری کون ہے؟ قادیانی یادیرہ دونی، یا شامی، بہر حال ہمارا جھوٹا کہیں نہیں گیا۔ قادیانی ہو یا دیرہ دونی یا شامی۔ اور یہ کلام پایہ اعتبار سے ساقط ہے اگر شامی صاحب جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی تعریف و تائید قادیانی لائق اعتبار نہیں اور اگر دیرہ دونی نے یہ افتراء کیا ہے تو اس کی نقل پایہ اعتبار سے ساقط ہے، اور اگر یہ قادیانی کی من گھڑت ہے تو ان کے دعویٰ حقانیت و مسیحائیت و ولایت و نبوت سب غلط ہوتے ہیں۔ ایسے مفتری کذاب سچے مسیح و ولی نہیں ہو سکتے)

یہ ان تینوں صاحبوں کے عالم ہونے کے دعویٰ قادیانی اور اس کے شواہد میں کلام ہے۔ اب ان تینوں کے مستند اور جگر گوشہ حرین شریفین ہونے میں، جد کا مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا ہے، گفتگو ہوتی ہے۔ پس واضح ہو کہ حرین کے مستند ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حرین اور ان کے ماتحت بلاد کے لوگ ان کے فتویٰ سے استناد اور اعتماد کریں، اور دین میں ان کی سند لیں۔ اور جگر گوشہ ہونے کے معنی تو ظاہری ہیں کہ وہ جگر کے ٹکڑے ہیں اور حرین میں ایسے عزیز الوجود یا رکن رکین ہیں جیسے بدن انسان میں جگر ہوتا ہے کہ وہ نہ ہو تو انسان زندہ ہی نہیں رہتا۔

اور ان صفات کا ان تینوں صاحبوں میں پایا جانا کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہے۔ ہزاروں اہل اسلام عرب اور حرین میں گئے ہیں۔ یہ خاکسار راقم خاص مکہ معظمہ میں چھ مہینے کے قریب رہ کر آیا ہے۔ کسی گلی کوچہ، مدرسہ، مکتب، دارالقضاء، دارالافتاء، بیت الشرفاء میں ان کا نام تک نہیں سنا۔ اور بہت سے فتوے عرب سے ہندوستان میں آئے اور موجود ہیں، کسی فتویٰ پر ان تینوں کا دستخط یا مہر نہیں ہے۔

دوسرے اور تیسرے صاحب کو تو میں نے نہیں دیکھا مگر پہلے شامی صاحب کو تو ہندوستان و پنجاب کے بہت لوگوں نے دیکھا اور ان کے حالات کو سنا ہے۔ اور وہ اب تک (یعنی ۱۸۹۳ء تک) پنجاب میں موجود ہیں۔ ان کی صورت اور عمر دیکھ کر کس و ناکس کہہ سکتا ہے کہ وہ ہنوز بچے ہیں اور لائق نہیں کہ عرب کے مستند علماء و فضلاء میں شمار ہوں۔ یہ بھی عموماً دیکھا گیا ہے (اگرچہ خاص کر ان تینوں صاحبوں کی نسبت کچھ نہیں کہا جاسکتا) کہ عرب چھوڑ

کرجو لوگ ہندوستان میں آتے ہیں وہ اکثر عامی ہوتے ہیں، جو صرف گداگری کیلئے شہر بشہر پھرتے ہیں۔ وہاں کے نامی علماء اور خاندانی مشائخ و شرفاء اپنے مقدس ملک کو کب چھوڑتے ہیں۔ جن کو ہمارے اس بیان میں نزاع ہو وہ ہم کو بتادیں کہ کون سا عالم مفتی یا شیخ یا شریف ہندوستان آیا اور وہ در بدر اور شہر بشہر پھرا ہے۔ ایسا کوئی عالم شریف نہ بتاسکیں تو سمجھ جائیں کہ صد ہا آوارہ گرد بادیہ نور و عرب سے ہندوستان میں روٹی کمانے آتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے چند فلوس دیکر جو کچھ کوئی چاہے لکھوا سکتا ہے اور اہل دانش و بینش ایسے بے پتہ اشخاص کے قول و فعل کا ہرگز اعتبار نہیں کیا کرتے۔ (ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۵)

بٹالوی پیشگوئی کہ قادیانی حج نہیں کریگا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ:

اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے زاہما اللہ مجداً و شرفاً و برکتاً اور اسلام میں بھی بلاد عرب خاص کر مکہ و مدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں۔

اس سے جو اس کا مقصود تھا (کہ علماء حرمین اس کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں) وہ تو جیسا باطل ہوا ہے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا، مگر یہ قول آپ کا اگر دل سے ہے، تو اس پر آپ کا دہن مبارک قدم و شکر سے بھر کر دینے کا مستحق ہو گیا ہے اور آپ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

ہم اس قول کی دست آویز سے مرزا قادیانی کو ایسی تدبیر و تجویز بتاتے ہیں جو روز کے جھگڑوں کی جڑ کاٹ دے اور قادیانی کو (اگر وہ اپنے دعووں میں اور نیز اس قول میں سچا ہے) تمام جہان کا عزیز و مخدوم و مقبول بنا دے۔ وہ تدبیر یا تو قیرو تجویز ہر دل عزیز یہ ہے:

قادیانی صاحب ان تینوں فرضی علماء حرمین کی شہادت کو تو واپس لیں اور اسکے بجائے خود بنفس نفیس حرمین شریفین میں تشریف لے چلیں۔ ان کا زادراہ خاکسار کے ذمہ ہے، جب قصد کریں فوراً نقد وصول کر لیں

اور وہاں چل کر پہلے کعبہ کا حج کریں اور اس فریضہ اسلام کے ادا کرنے سے جو غالباً دس ہزار روپے کی ذاتی جائیداد کے مالک ہونے سے اور دس ہزار سے زائد فتوحات کا روپہ آنے سے ان پر فرض ہو چکا ہوگا، فارغ ہو کر پورے مسلمان بنیں۔ اس کے بعد اپنے عقائد و مقالات کو علماء حرین شریفین کے حضور پیش کریں۔

ان علماء نے ان عقائد کو اسلامی عقائد قرار دیا اور آپ کو مجدد و امام وقت و مسیح موعود سمجھ کر اپنا مقتداء بنا لیا تو پھر ہندوستان کیا تمام روئے زمین کے مسلمانوں میں آپ مخدوم و امام مانے جائیں گے۔ اور آپ کے مخالفین و معارضین، خصوصاً یہ خاکسار اڈیٹر اشاعت السنہ، جو اس سفر میں آپ کا ہم رکاب ہوگا، بھی آپ کا لوہا مان لے گا۔ پس اب چلنے کی ہی ٹھہرائیں۔ اب تو آپ پر حج بھی فرض ہو گیا، اور عدم استطاعت کا عذر اگر تھا، جاتا رہا۔ ایک شخص آپ کے زادراہ کا ذمہ دار ہو گیا ہے اور آپ کی سچائی کا وہ معیار و قانون جس کو آپ نے بڑے فخر و ناز کے ساتھ بیان کیا تھا آپ کے خصم نے مان لیا ہے، اب کیا رہا؟

آپ نے اس تدبیر و تجویز کے تسلیم سے انکار کیا، تو کس ناکس کو یقین ہوگا کہ حرین اور وہاں کے علماء کی تعریف میں آپ کا وہ بات کہنا محض کذب ہے اور چھپے نفاق پر مبنی ہے۔ اور آپ کا یہ دعویٰ کہ مستند علماء حرین آپ کے ساتھ ہو جاتے ہیں نیز محض کذب ہے جس سے جہلا عوام کی تسخیر آپ کو مد نظر ہے۔ اور آپ کو کامل یقین ہے کہ حرین شریفین کے علماء آپ کو کافر بلکہ اکفر جانتے ہیں اور اس وجہ سے آپ حرین کے فتویٰ و فیصلہ پر ہرگز راضی نہ ہوں گے بلکہ کبھی حرین جانے کا قصد نہ کریں گے۔ اور یہ جانتے ہوں گے کہ آپ حرین جا کر اور وہاں پر اپنے عقائد جدیدہ ظاہر کر کے وہاں سے زندہ سلامت واپس نہیں آسکتے اور اس خوف و عذر سے آپ حج خانہ کعبہ بھی اپنے ذمہ سے ساقط کر بیٹھے ہوں گے۔ ہمارا خیال غلط ہے تو بسم اللہ کیجئے اور حرین چلنے کی تیاری کر کے جب چاہیے، زادراہ لیجئے۔ (ماہنامہ اشاعت السنہ۔ جلد ۱۵)

(لیکن مرزا نے حج نہیں کیا جیسا کہ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ (میرے ماموں) ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے حج نہیں کیا، اعتکاف نہیں کیا، زکوٰۃ نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی۔۔۔ صدقہ نہیں کھایا، زکوٰۃ نہیں کھائی، صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ سیرۃ المہدی، جلد ۲، ص ۵۲)۔

عوام الناس کو علماء قرار دینا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا اکاذیب میں سے تیسرا کذب قادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان مقیم دیرہ دون کو مولوی کہنا اور ان کو اپنا ایسا حواری قرار دینا کہ وہ آپ کو امام وقت مان گئے ہیں، اور اپنی جان اور اہل (یعنی زوجہ اور اولاد) کا مالک بنا چکے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کہتے ہیں کہ ہم نے قادیانی کے رسالہ سچائی کا اظہار میں حافظ محمد یعقوب خان صاحب کا وہ خط جو قادیانی نے ان سے نقل کیا ہے، پڑھا تو اس پر ہم کو تعجب ہوا کہ ایک شخص مولوی عالم ہو کر قادیانی جیسے بداعتقاد و زندیق کو اپنا امام اور اپنے بیوی بچوں کا مالک بنا رہا ہے۔ اس سے پہلے حکیم نور الدین نے قادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے تھے مگر ان کا ایسا کہنا محل تعجب نہ تھا کیونکہ وہ صاحب غرض ہیں اور مرزا قادیانی کے ذریعہ اپنا نیچری مذہب پھیلا نا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ اس غرض کیلئے جس قدر جھوٹ بولیں اور اس ذریعہ سے لوگوں کو دام میں لاویں، وہ تھوڑا ہے۔ اور نیچریوں کے نزدیک فرقہ خطابیہ کے مانند نصرت مذہب کیلئے جھوٹ بولنا گناہ نہیں۔ اس قسم کا جھوٹ کیا، کوئی گناہ بھی ان کے نزدیک گناہ نہیں۔ اور نجات کیلئے ان کے نزدیک صرف خدا کو دل سے خدا مان لینا کافی ہے اور صرف اسی اعتقاد کا نام مذہب اور اسلام ہے دیگر ہرچ۔ مگر کسی صحیح الاعتقاد مسلمان عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ قادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے۔ اس وجہ سے میں نے دیرہ دون کے خریداران اشاعت السنہ پیر جی خدا بخش اور ان کے خلیفہ الرشید محمد حنیف سوداگر سے حافظ صاحب کا حال دریافت کیا۔ اس دریافت کرنے پر حافظ محمد یعقوب خان نے خود ہی اپنا حال اپنے خط میں لکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس خط سے جیسا کہ حافظ محمد یعقوب خان کا مولوی و عالم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، ویسا ہی یہ ثابت ہے کہ وہ ہنوز پورے عیسائی مرزائی نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس وقت تک حنفی المذہب مقلد لکھتے ہیں.... قادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان کو اولاً مولوی کہنا، پھر ان کو اپنا فدائی مملوک قرار دینا

اپنے اس دعویٰ کی تصدیق کیلئے کہ، مولوی عالم اسکے ساتھ ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب ہے اور وہ اس کے پیرو ہوتے جاتے ہیں، کذب ہیں اور اس کذب سے اس کی غرض یہ ہے کہ جاہل لوگ خصوصاً اسکے دام میں آجائیں۔ قادیانی کے ایسے شخصوں کو (جو مولوی ہونے سے خود انکار کریں) مولوی کہنے سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اسکے باقی پیرو (جن کی تعداد وہ چالیس کے قریب بتاتا ہے) بھی اسی قسم کے ہوں گے۔ یہ کذب قادیانی کچھ نیا نہیں ہے بلکہ یہ اسکی قدیم سنت ہے۔ اس نے اپنے ازالہ اور فیصلہ آسمانی میں منشی غلام قادر اڈیٹر پنجاب گزٹ سیا لکوٹ کو، اور فیصلہ آسمانی منشی میں محکم الدین مختار امرتسر کو (جنہوں نے آج تک خود مولوی نہیں کہلایا، نہ کسی اور اہل علم نے ان کو مولوی کہا ہے) مولوی لکھ دیا تھا۔

منشی غلام قادر بعد ازاں مرزا صاحب سے الگ ہو گئے تھے جیسا کہ مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ منشی غلام قادر فصیح سیا لکوٹی، مرزا کے دعویٰ مسیح موعود کے بعد جلد بیعت میں داخل ہوئے تھے اور ابتداء میں ہر طرح کا جوش اور اخلاص دکھاتے تھے چنانچہ ازالہ ادہام میں مرزا صاحب نے ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کو نہ آتھم کے زلزلہ کے وقت ابتلاء آیا اور نہ محمدی بیگم کے نکاح کے فتح کے وقت ابتلاء آیا۔ بلکہ ابتلاء آیا تو عجیب طرح آیا۔ یعنی مرزا صاحب جب چولہ صاحب دیکھنے کیلئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے اور پھر ست پنجن لکھنے کا ارادہ فرمایا، تو ان صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ واہ یہ خوب مسیح اور مہدی ہیں جو ایسی فضول باتوں کیلئے دوڑے پھرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ بابا نانک مسلمان تھے۔ غرض کہ وہ پھر ایسے الگ ہوئے کہ مرتے دم تک ادھر رہ نہ کیا۔ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ فصیح صاحب آتھم والے مناظرہ میں ہماری طرف سے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے تھے۔ اچھے انگریزی خوان تھے مگر انفسوس ہے کہ بعد میں ٹھوکر کھا گئے۔ سیرۃ المہدی ص ۲۷۱ اول جلد سوم۔ بہاء)

(شیخ الاسلام مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے) فہرست مریدان اور حاضرین جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء کی فہرستوں میں کس و ناکس کو مولوی لکھ دیا جس سے اس کا مقصود وہی دھوکہ دہی ہے کہ جاہل لوگ مولویوں کا نام سن کر اس کے دام میں پھنسیں۔ اسی غرض سے اس رسالہ میں اس نے مولویوں کی تعداد چالیس کے قریب بتائی ہے۔ ہم نے اس کی جملہ فہرستوں کے مولویوں کو شمار کیا، تو ان میں سکولوں کے ٹیچر (معلم) اور نام کے مولوی (جن کو بجز قادیانی کسی اہل علم نے مولوی نہیں کہا) ملا کر انکی کل تعداد ۲۶ سے زیادہ نہ پائی۔ اس ۲۶ میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اسکے سالانہ جلسوں میں محض وزیٹروں (تماشاویوں) میں آئے تھے اور وہ اسے گمراہ جانتے ہیں۔ اور خاص کر مریدوں کی فہرست میں یہ تعداد قادیانی کے نامزد مولوی اور سکولوں کے ٹیچر ملا کر ۲۲ تک پہنچتی

ہے۔ اب ہم وہ خط نقل کرتے ہیں جو حافظ محمد یعقوب نے خاکسار کے نام تحریر کر کے ارسال کیا ہے۔

۲۳ مئی ۱۸۹۳ء سنہ ۱۳۱۰ھ دیرہ دون محلہ دہانوالہ

حضرت مخدوم العلماء مولانا صاحب عم فیہمکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار محمد یعقوب سلام مسنون کے بعد آداب مخلصانہ عرض کرتا ہے۔ خاکسار کو اس سے پہلے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن تقریباً پندرہ برس سے یعنی جب سے یہاں دیرہ دون میں مقیم ہوں آپ کے کمالات فضل و علم کی شہرت سنتا آیا ہوں اور اس عرصہ میں ہمیشہ تو نہیں مگر اکثر آپ کے رسالہ اشاعت السنہ کو دیکھتا رہا ہوں۔ کل ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کو آپ کا ایک خط پیر جی خدا بخش و محمد حنیف کے نام مع رسالہ اشاعت السنہ کے آیا، اس میں خاکسار کے حالات دریافت فرمائے گئے ہیں اسلئے جی میں یہ خیال آیا کہ میں خود ہی اپنے حالات خدمت مبارک میں عرض کروں، اور میرے خیال میں مجھ سے بہتر طور سے شاید میرے حالات کوئی دوسرا بیان نہ کر سکے گا۔ اسلئے اوقات مبارک کا حرج کر کے سامعہ خراشی کرتا ہوں۔

میں سہارنپور کے نواح کا رہنے والا ہوں۔ آب و دانہ کی کشش نے تلاش معاش کے طور پر یہاں لا ڈالا ہے، اور اتفاقات تقدیر سے یہیں رہ پڑا ہوں۔ میں پڑھے لکھے ہوؤں میں شمار نہیں ہوں کہ یہ بتاؤں کہ کیا کیا پڑھا ہے اور کس کا شاگرد ہوں۔ اردو وغیرہ کی معمولی نوشت و خواند سے کسی قدر واقف ہوں جس سے ایک ادنیٰ حیثیت کی گذران کر سکتا ہوں (سنا ہے آپ انگریزوں کو اردو پڑھاتے ہیں۔ محمد حسین) نہ علماء کے زمرہ میں ہوں نہ طلباء کا نام لیوا، حتیٰ کہ مولوی وغیرہ کے فرضی لقب سے بھی مشہور نہیں ہوں۔ اور نہ صرف مولوی بلکہ منشی وغیرہ الفاظ بھی جو کسی درجہ کے پڑھے لکھے ہونے کا پتہ دیا کرتے ہیں، میرے نام کے ساتھ مشہور نہیں۔ کتا میں دیکھنے کا شوق ہے اردو وغیرہ کے رسائل دیکھ سکتا ہوں ان میں سے جو سمجھ میں آ گیا، آ گیا، جو مضمون بے علمی کے سبب رہ گیا، رہ گیا۔ قدیم سے حنفی ہوں۔ آپ کی تصنیفات اور اہل حدیث کے ملنے کا اتنا اثر ہے کہ اہلحدیث اور عمل بالحدیث کو برا نہیں سمجھا کرتا ہوں۔ اور جو جھگڑے اہلحدیث کے ساتھ یہاں ہوئے جن میں بعض عدالتوں اور لڑائیوں تک پہنچے، ان سب میں میں حنفیوں سے الگ رہا ہوں۔ اور یہ بھی ہے کہ لڑائی جھگڑوں اور مزاحمتوں میں عائد و معتبر لوگ شریک ہوا کرتے ہیں، میں چونکہ احاد الناس سے ہوں، تو بے کسی و

غربی تراکہ می پرسد، کا مصداق بنا رہا ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑا کہ آپ نے مجھے مرزا غلام احمد صاحب کا حواری اور اپنے یاروں کا بہرکا نے والا کیونکر قرار دے لیا، حالانکہ آپ کو اسی تحریر کے موافق میرا مفصل حال بھی معلوم نہیں۔ ایسے مجہول الحال کی طرف تو آپ ایسے سرآمد فضلاء کا اعتناء بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مرزا صاحب سب کچھ بے مگر بقول آپ کے آپ کے سامنے مولوی نہیں بن سکے۔ مولوی محمد احسن اور حکیم نور الدین کی حالت ان سے بھی زیادہ خراب ثابت کی گئی۔ بہکنے بہکانے کی کیفیت تو یہ ہے کہ پیر جی خدا بخش صاحب میرے والد کے ملنے والوں میں سے ہیں۔ اور میرے والد سے عمر میں شاید بڑے بھی ہیں۔ میں محمد حنیف کا ہم عمر ہوں۔ اور چونکہ میں غریب آدمی ہوں، پیر جی میرے محسن بھی ہیں۔ لیکن ان سب باتوں سمیت مجھے وہ تارک تقلید نہیں بنا سکے، اور نہ میں ان کو حنفی بنا سکا۔ مرزا غلام احمد کا اشتہار برابر ابن احمد یہ شاید اول اول اثناء السنہ میں دیکھا تھا۔ اس سے کتاب دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اہل مقدرت دوستوں نے کتاب منگوائی۔ دیکھنے میں میں بھی شریک ہو گیا، مگر وہی کچی پکی سمجھ سے جو سمجھ میں آیا سمجھ لیا۔ اور وہ اس طرح کہ جب کوئی حصہ آیا، اس کو انہیں دنوں دیکھ بھال لیا۔ اپنے ملک کی کتاب ہو، تو آدمی دوبارہ سے بارہ میں کچھ زیادہ کام نکال لے۔ میں اس سے بھی محروم۔ رفتہ رفتہ مرزا صاحب کے حالات زیادہ معلوم ہونے لگے۔ بعض اور تحریریں اور اشتہارات آنے کا سلسلہ بندھ گیا، اور یہ سلسلہ باعث ہو گیا حسن ظنی پیدا ہونے کا۔ اس پر مولوی محمد احسن تو خاص طور پر اور آپ بھی عموماً مرزا صاحب کی تعریف کیا کرتے تھے۔ یوں ہی آہستہ آہستہ خط و کتابت سے تعلق پیدا ہو گیا۔ اب مرزا صاحب کے دعاوی جدیدہ کے زمانہ میں ہر چند طبیعت اوکھڑی، چنانچہ اس باب میں مرزا صاحب نے مختصر اور مولوی محمد احسن سے کسی قدر ربط کے ساتھ خط و کتابت میں گفتگو بھی ہوئی۔ پارسال رمضان میں مولوی صاحب سابق الذکر یہاں تشریف لائے تھے تو زبانی بھی کہنے سننے کا اتفاق ہوا۔ سو بھی ایک آدھ بات میں۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ دن کو مجھے اپنی نوکری اور گھر کے کاروبار سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ رات کو روزہ کی تکان کے علاوہ قرآن شریف سنایا کرتا تھا، یہاں پارسال ہیضہ کی کثرت تھی۔ ملنے ملانے والوں کی عیادت و تعزیت بھی کرنی پڑتی تھی۔ غرض کہ جمعیت و اطمینان سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ جس طرح ایک بے علم اپنے من سمجھو تہ کر لیتا ہے اسی طرح اگر کچھ سمجھ بھی لیا ہے تو اس کو دوسروں کے حالات سے کیا

علاقہ۔ اس کے سوا میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ میں اپنی بے مائیگی علم کے سبب اپنی دانست میں بھی مقتدا بننے کے لائق نہیں ہوں۔ جیسے ہر شخص ایک رائے رکھتا ہے، میری بھی اس معاملہ میں ایک رائے ہے جو شخصی رائے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ مرزا صاحب کے مثالب کی تحقیق جیسی چاہیے ہو نہیں سکی۔ اور چاہے بے توفیقی سمجھئے خواہ تعصب، پوری کوشش کی بھی نہیں گئی۔ مرزا صاحب کے خلاف میں نے کئی رسالہ دیکھے ہیں۔ شفاء للناس، بیان للناس۔ مناظرہ حضرت مولوی محمد بشیر وغیرہ۔ آپکا رسالہ پارسال جو آیا تھا اس کو بھی میں نے پڑھا ہے، جو کل آیا ہے اس کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ جیسے علماء کو ہم بے علموں کی نصیحت کرنے کا استحقاق نہیں۔ ماننا نہ ماننا توفیق خداوندی سے تعلق رکھتا ہے۔ مرزا صاحب نے مقتداء بننے کا دعویٰ کیا ہے، ان سے آپ خفا ہوں، تو ایک بات بھی ہے۔ ہم جیسے عامیوں کی شخصی رائے سے آپ کیوں خفا ہوتے ہیں۔ شخصی خیالات والوں کے بہکنے سے اتمام حجت کے بعد شاید آپ سے باز پرس بھی نہ ہو۔ میں نے ایسا سمجھا کہ شاید کسی نے میری نسبت آپ سے یہ کہہ دیا ہے کہ محمد یعقوب کوئی مولوی یا مرزا صاحب کا کوئی حواری ہے، جس کے معنی میں نائب یا اس کے قریب سمجھتا ہوں۔ آپ تو الاقرب فالاقرب فرماتے ہیں۔ اور اس گروہ کے نام نمود والے آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ من کہ باشم کہ در آئم بہ شمارے بارے۔ میں نے آپ کی کلام سے اکثر دینی نفع اٹھایا ہے اس میں میں آپ کا شکر گزار ہوں اور دعا گو بھی۔ آپ کا حرج نہ ہوا کرے تو گاہے گاہے عزت نامہ سے معزز فرما دیا کیجئے۔ اور اقلًا اسی عریضہ کا جواب مرحمت ہو، زیادہ حدادب۔ اگر اس عریضہ میں کوئی لفظ خلاف ادب میری قلم سے نکلا ہو تو میں نہایت ادب سے اسکی معافی چاہتا ہوں۔

عریضہ نگار محمد یعقوب خان مدہوش۔ تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ خط بتاتا ہے کہ حافظ یعقوب نہ تو مولوی ہیں اور نقادیانی کے حواری و فدائی۔ قادیانی نے ان دونوں دعویٰ میں کذب سے کام لیا اور حافظ یعقوب پر افتراء کیا ہے۔ رہی اس خط کے اور مضامین سے بحث سوا اس مقام میں اجنبی ہے وہ قادیانی کی دروغگوئی آئندہ کے ذیل میں ہوگی انشاء اللہ اور اسی کے ضمن میں حافظ صاحب کی اس درخواست کا کہ اس خط کا جواب دو، جواب دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(ماہنامہ اشاعت السنۃ جلد ۱۵۔ ص ۶۷ وغیرہ)

قادیانی کا مباہلہ سے گریز

قادیانیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں جب مولانا عبدالحق غزنوی اور مرزا غلام احمد کا مباہلہ ہوا تو اس وقت مرزا نے مولانا بٹالویؒ (جو موقع پر موجود تھے) سے بھی کہا تھا کہ آؤ تم بھی میرے ساتھ مباہلہ کر لو، لیکن مولانا بٹالویؒ نے اعراض کیا۔ اور اس اعراض کی وجہ سے مرزا کی وہ پیش گوئی پوری ہو گئی کہ بٹالوی صاحب مجھے کافر کہنے سے باز آ جائیں گے۔ وغیرہ تاہم اشاعت السنہ میں اس موقع کی جو روئند نقل ہوئی ہے اس سے معاملہ اس کے الٹ نظر آتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

قادیانی صاحب نے اپنے خلیفہ حامد سیالکوٹی سے رسالہ، جنگ مقدس کا فوٹو، لکھوایا تو اس میں مباہلہ کا قصہ بھی درج کر دیا اور اس میں بہت سے جھوٹوں کے ساتھ ایک یہ جھوٹ صفحہ ۳۱ میں درج کر آیا کہ مولوی محمد حسینؒ کے اس مطالبے پر کہ: آپ (یعنی مرزا) اس طرح دعا کریں کہ الہی میں نے جو اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ملائکہ سے انکار کیا ہے، بہشت و دوزخ سے انکار کیا ہے، اگر ان منقریات میں جھوٹا ہوں، تو مجھ پر لعنت بھیج۔

مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں تو مسلمان ہوں اور ایسی باتوں کو منہ پر لانا کفر سمجھتا ہوں، پھر یہ کیسے کہوں؟ پھر آپ نے صاف کہہ دیا کہ ہم یوں کہہ دیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اگر اس سے میرا نبوت کا دعویٰ ہے یا ملائکہ سے انکار یا معراج سے انکار، تو مجھ پر لعنت بھیج۔ اس پر بھی شیخ جی مباہلہ سے منکر ہو گئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ: یہ بیان سراسر کذب و بہتان ہے۔ نہ میں نے اس عنوان سے دعا کا سوال کیا، نہ قادیانی نے اس عنوان سے دعا سے پہلے انکار اور پیچھے اقرار کیا۔ میرا سوال یہ تھا کہ اگر آپ واقعی حضرت مسیح کونوت شدہ سمجھتے ہیں، اور خود کو مسیح موعود، اور مدعی نبوت ہیں اور نفی نزول ملائکہ اور معراج جسمانی آنحضرت ﷺ کو حق سمجھتے ہیں، تو یوں دعا کریں کہ: الہی اگر میں ان اعتقادوں میں جھوٹا ہوں تو

مجھ پر لعنت بھیج، اور اگر ان باتوں کے آپ مدعی و قائل نہیں تو یوں دعا کریں کہ: الہی ان باتوں کا میں قائل ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج۔

مرزا قادیانی نے دونوں صورتِ سوال سے دعا کرنا منظور نہ کیا۔ صرف مجملاً یہ کہنا چاہا کہ جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ سب خدا و رسول کے فرمودہ مطابق ہے۔ اور مباہلہ سے گریز و فرار اختیار کیا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس مقام میں ہم اہل اسلام حاضرین جلسہ کی شہادت پیش کرتے ہیں جو انہی دنوں میں ہم نے بذریعہ استشہاد حاصل کی تھی۔

مولوی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں:

بے شک مولوی محمد حسین نے مرزا قادیانی سے بطریق تفصیل مباہلہ کی خواستگاری کی۔ اور فرمایا کہ اگر تفصیل سے اس کو انکار ہو تو حاضرین مجلس اس انکار کو گریز تسلیم کریں۔ پھر میں اسی اجمال پر ان سے مباہلہ کروں گا۔ مگر قادیانی نے اس امر کو منظور نہ کیا۔ آخر الامرانسپیٹر نے بعد نکال دینے مرزا قادیانی کے عید گاہ سے مولوی محمد حسین صاحب کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ مرزا چلا گیا ہے آپ بھی تشریف لے جاویں۔ عبداللہ عفی عنہ ساکن امرتسر

شیخ عبدالعزیز سکرٹری انجمن حمایت اسلام امرتسر لکھتے ہیں:

میں عید گاہ میں موجود تھا۔ مولوی ابوسعید صاحب کا میں پیغام لے کر گیا تھا لیکن افسوس کہ مرزا صاحب نے مولوی ابوسعید کی کچھ نہ سنی۔ محمد عبدالعزیز۔

انہی صاحبوں کی تائید و تصدیق بیان میں بہت سے حاضرین و شاہدین جلسہ حسب تفصیل ذیل اپنے دستخط اور العبد کرتے ہیں:

احمد علی بن عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی۔ حافظ عمر الدین الگجراتی الذنگوی حال وارد امرتسر۔ عبید الرحمن بن عبدالرحمن عمر پوری۔ عبدالملک بن سید احمد غزنوی۔ عبدالاعلیٰ بن عبدالغفور غزنوی۔ خاکسار محمد اسماعیل ساکن موضع بٹا نوالہ۔ ابوالمبارک عبدالرحمن بریلوی حال وارد امرتسر۔ فضل حق حسین پوری۔ مجید حسن حسین پوری۔

عاجز ہم درمیدان مبالغہ حاضر بود کلام خصمین از باعث کثرت اثر دہام بمسمعم نہ رسید مگر از اس اشخاص کہ حاضرین آن مجلس بودند ثقات اند ہمیں شنیدم کہ قادیانی از مبالغہ بالانفصیل انکار کرد و فرار نمود۔ احمد بن عبد اللہ غزموی۔ ابودریس عبدالغفور بن محمد بن عبد اللہ غزنوی۔ و بہذا استشهد عبدالاول بن محمد بن عبد اللہ غزنوی پیر جمال الدین امام مسجد تیلیاں والی۔ امیر بخش خیاط۔ اللہ بخش عرف خدا بخش۔ اللہ بخش۔ قادر بخش۔ غلام قادر۔ عبد اللہ۔ اسد اللہ۔ محمد سلطان۔ اللہ بخش۔ محمد رمضان خیاط۔ عبدالرحیم۔ حافظ نور احمد۔ شیر محمد صوفی۔ محمد یونس حسین پوری۔ نور الدین حاضر مجلس۔ غلام مصطفیٰ خان سابق صدر منصرم امرتسر کٹرہ مہاں سنگھ۔ غلام محمد رنگریز ساکن امرتسر کٹرہ آہلو والیاں۔ الہی بخش ساکن کٹرہ لوہگڑھ ذات افغان۔

یہ واقعہ میں نے بھی اس مجلس میں سنا:

عبدالواحد المعروف نظام الدین خان محافظ دفتر ضلع امرتسر۔ محمد یامین ٹھیکہ دار حسین پوری، شیخ احمد چپر اسی تحصیل امرتسر۔ امانت اللہ بن رحیم بخش۔ اللہ بخش۔ تاج الدین۔

(ماہنامہ اشاعت السنہ۔ جلد ۱۵۔ ص ۳۱۲ تا ۳۱۵)

ڈپٹی آٹھم اور مرزا قادیانی کا مباحثہ

اور شیخ الاسلام بٹالوی کا ریویو

۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبداللہ آٹھم عیسائی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا امرتسر میں مباحثہ ہوا۔ اس مباحثے کے بعد قادیانی حضرات نے اپنے پیرومرشد کی مناظرانہ صلاحیتوں کے ترانے گائے اور مباحثے میں فریقین کے پرچوں کو شائع کر کے فخر و تعلیٰ کا اظہار کیا۔ قادیانیوں نے ظاہر کیا کہ یہ مباحثہ اسلام اور عیسائیت کے مابین تھا حالانکہ اس وقت کے علماء اسلام اسے نئے اور پرانے عیسائیوں کا باہمی مباحثہ قرار دیتے تھے اور خود عیسائیوں نے بھی مباحثے سے قبل کہہ دیا تھا کہ چونکہ مرزا صاحب کو علماء اسلام دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے

ہیں اس لئے مرزا قادیانی کی فتح و شکست، اسلام کی فتح و شکست قرار نہیں دی جاسکتی۔ مباحثے کے بعد جب قادیانیوں نے فریقین کے پرچے شائع کئے تو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اپنے ماہنامہ اشاعت السنہ کی جلد ۱۶ میں اس پر ایک بسیط اور منصفانہ رپورٹ کر کے ہوئے بتایا کہ کس موقع پر کس فریق کے دلائل مضبوط تھے اور کس کے کمزور۔ اور جہاں مرزا صاحب نے (مسلمانوں کی طرف سے) کوئی کمزور دلیل پیش کی تھی وہاں مناسب دلیل کون سی ہونا چاہیے تھی، اور مرزا صاحب کو یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں کی طرف سے مباحثہ کا صحیح طریق کیا ہونا چاہیے تھا؟ ذیل میں اس مباحثے پر شیخ الاسلام بٹالویؒ کا رپورٹ نقل کیا جاتا ہے۔ کہیں کہیں انگریزی عبارات بائبل کا اضافہ میں نے خود نے کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

(قادیانیوں اور عیسائیوں کی) اس جنگ کے متعلق ایک مختصر رائے ہم اس جنگ کے واقع ہونے سے پہلے ظاہر کر چکے ہیں اور ایک مفصل اب ظاہر کرتے ہیں۔ ہر چند وہ مختصر رائے وقوع جنگ سے پہلے چھپ چکی تھی مگر اہل اسلام امر تسر (جن کے اہتمام میں وہ رائے چھپی تھی) کی غفلت سے وہ عام طور پر پبلک میں شائع نہیں ہو سکی، صرف خاص خاص لوگوں میں اس کی اشاعت ہوئی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس بھی اس کی ایک کاپی اس کے ایک حواری کے ہاتھ بھیجی گئی۔ اور چونکہ وہ رائے باوجود وقت اشاعت گزر جانے کے اب بھی کئی فوائد پہنچاتی ہے۔ مثلاً

۱۔ اس سے مرزا قادیانی کی غرض مباحثہ مسلمانوں کو معلوم ہوگی۔

۲۔ اس مباحثہ کے نتیجے سے اس میں پیش گوئی کی گئی تھی، اس کی مسلمانوں کو اب تصدیق ہوگی تو وہ رائے اور اس کی پیش گوئی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

۳۔ اس سے کئی دام افتادگان قادیانی کو اس کے دام سے مخلصی ہوگی۔

۴۔ قادیانی کے اشتہار مبلغ پانچ ہزار روپہ مندرجہ صفحہ ۱۱۶ رسالہ الحق نمبر ۷ جلد ۳ کی یہ دروغ گوئی کہ وہ مختصر رائے مسلمانوں کی لعنت ملامت کے باعث شائع ہونے سے روکی گئی تھی، اور اس کے خلیفہ حامد سیالکوٹی کی صفحہ ۴۲ فوٹو جنگ مقدس کی یہ دروغ گوئی کہ اس مختصر رائے کی اشاعت مولوی صاحب کو اس لئے ملتوی کرنی

پڑی تھی کہ بحث زور شور سے ہو پڑی تھی، مسلمانوں پر ظاہر ہوگی۔ اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچے گی کہ وہ اشاعت کارکنوں کی غفلت سے ملتوی ہوئی تھی، راقم کو اس کا التواء پسند ہوتا اور اس التواء میں وہ فائدہ دیکھتا تو اب اس کی اشاعت رسالہ (یعنی اشاعت السنہ جلد ۱۶) میں کیوں کرتا۔

۵۔ مرزا قادیانی کے اشتہار پانچ ہزار روپے مطبوعہ ۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء کی یہ دروغ گوئی کہ وہ اشتہار (یہ مختصر رائے) مسلمانوں کی لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رگ گیا، مسلمانوں پر ظاہر ہوگی اور یہ بات ثابت ہوگی کہ اس التواء کا باعث لعن طعن ہوتا تو اب اس رائے کو کیوں شائع کیا جاتا؟

(مرزا قادیانی لکھتے ہیں: بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کر کے مشہور ہے، اس وقت بھی ہمارے اس رسالہ کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی ایسی ہی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے جون ۱۸۹۳ء میں ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر ان کی مدد کی تھی اور اپنے اشاعت السنہ کا فتویٰ بھیج دیا تھا اور ان کی تائید میں ایک اشتہار بھی چھپوایا تھا جو بعض مسلمانوں کے لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رگ گیا جس کی ایک کاپی ایک خاص ذریعہ سے ہم کو مل گئی، جواب تک موجود ہے۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲۔ اشتہار معیار الاخیار والاشرار ۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء صفحہ ۶ حاشیہ)

وعلیٰ بذالقیاس اور فوائد ہیں، لہذا اس مختصر رائے کا اس مقام میں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور بعض حضرات کے پاس اصل سابق مطبوعہ پر چہ بھی ارسال کیا جائے گی تاکہ ان کو معلوم ہو کہ جو اس میں پیش گوئی کی گئی ہے وہ مرزا قادیانی کی طرح بعد الوقوع نہیں کی گئی۔ وہ مختصر رائے یہ ہے:

پرانے عیسائیوں (حضرت مسیح صادق علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروان) اور نئے عیسائیوں (مسیح کاذب دجال قادیانی علیہ بالستخفہ کے متبعان) (مرزائیوں کو عیسائی کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ غلام احمد قادیانی کو ابن اللہ کہتے ہیں جیسے قدیم عیسائی حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اور یہ عیسائیوں کی طرح ایک قسم کی تثلیث اور فدیہ کے بھی قائل ہیں مگر دونوں کی تثلیث اور کفارہ میں کسی قدر فرق ہے۔ محمد حسین) میں ایک جنگ مقدس (مذہبی مباحثہ) قرار پائی ہے (جس کا ذکر قدیم عیسائیوں کے اخبار نور افشاں اور جدید عیسائیوں کے رسالہ حجت میں چھپ کر مشہور ہوا ہے) مگر مسیح کاذب اپنی عادت قدیم دروغ گوئی و حیلہ جوئی سے جو گریز کیلئے اس کے استاد ملہم (معلم الملکوت) نے اس کو سکھارکھی ہے جنگ کیلئے ایسی مشکل شرط مبادلے کی پیش رکھا دی ہے جس سے وہ جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔

(جس عذر سے پرانے عیسائیوں نے اس جنگ کو موقوف کرنا چاہا تھا اس کا بیان اشاعت السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱ ہے۔ جو اس عذر کا جواب قادیانی نے پرانے عیسائیوں کو دیا تھا وہ اشاعت السنہ صفحہ ۷۷ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں منقول ہے۔ اس پر پرانے عیسائیوں نے چشم پوشی کی اور قادیانی کو ایک فرضی طور پر مسلمان قرار دے کر اس سے جنگ منظور کر لی۔ اس باب میں ڈاکٹر کلارک کا ایک خط جو اخبار نور افشاں کے جون ۱۸۹۳ء کے ایک شمارے میں شائع ہوا ہے، اس کی نقل یہ ہے:

مشفق مہربان مرزا صاحب! بعد ما و جب واضح ہو کہ آپ کا خط پہنچا۔ چونکہ اس امر کی ہمیں کچھ پروا نہیں کہ آیا آپ کافر ہیں، یا جنہوں نے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا وہ کافر ہیں۔ یہ آپ کے گھر کی باتیں ہیں۔ آپ جانیں اور وہ جانیں۔ فریقین میں سے کو غلطی پر ہے اس کا فیصلہ ہمارے ذمہ نہیں۔ لیکن چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء و اراکین دین آپ کو نہ کسی فرقہ محمدی سے، پر دائرہ اسلام سے ہی جس میں کل فرقے ہیں، خارج کرتے ہیں۔ آپ پر خوب روشن ہو گا کہ اس حالت میں آپ اسلام کی طرف سے پیشوا ہو کر اس مباحثہ میں نہیں آ سکتے، جہذا لہ کے محمدیوں نے آپ کو پیش کیا۔ جیسی ان کی عقل ہے، آپ خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں۔ خلاصہ ان ساری باتوں کا یہ ہے کہ اگرچہ شرط آپ سے پوری نہیں ہو سکتی، اور الہام تو دور کنار، اتنے ہی میں بموجب شرط ان شرائط کے ہم آپ کو شکست یافتہ تصور کر سکتے ہیں۔ اور اہل اسلام کی طرف سے میں آپ کو قبول بھی نہیں کر سکتا۔ تاہم جس حال میں آپ اپنے آپ کو محمدی قرار دے کر مباحثہ پر آمادہ ہیں، اور قرآن کی رو سے کلام کریں گے تو خاطر خواہ آویں اور مباحثہ ضرور ہووے۔ راقم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک میڈیکل مشنری امرتسر۔

شیخ الاسلام مولانا ثابٹا لوی فرماتے ہیں: اور عبد اللہ اہتم کا قادیانی کو فرضی مسلمان سمجھنا اثناء تقریرات مباحثہ میں ہوا ہے۔ لہذا اب ہم کو حاجت نہیں رہی کہ اس جنگ کے متعلق زیادہ خام فرسائی کریں)

ہاں آئندہ اس جنگ کے وقوع کے احتمال و خیال سے دو باتیں، ایک تو مسلمانوں کو اور دوسری عیسائیوں کو، کہہ دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ بات کہ اس جنگ میں (اگر آئندہ بہ تسلیم شرط مباحثہ یہ وقوع میں آوے) مسلمان شریک نہ ہوں۔ جو مسلمان اس میں قادیانی کا طرف دار ہو کر شریک ہو گا اس کو عیسائیوں سے ضرور شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف مسائل اختلافیہ مابین اہل اسلام و فرقہ نصرانیہ میں گفتگو ہوتی تو اس وجہ سے کہ اسلام کے اصول و مسائل غالب اور حق ہیں اور الاسلام یعلو و لا یعلیٰ چاہا ہو اکیہ ہے، نہ اس وجہ سے کہ قادیانی کی تقریر یا تحریر میں برکت و لیاقت سے ممکن و متوقع تھا کہ نئے عیسائیوں کو پرانے عیسائیوں پر فتح ہو گی اور اس کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بحکم حدیث انّ اللہ یؤید الدین بالزلزل الفاجر مدد پہنچتی ہے،

مگر مشکل یہ ہے کہ مسیح کا ذب نے اس گفتگو کے ساتھ مباہلہ کی بیخ لگا دی ہے اور یہ امر کہ قادیانی کے ہاتھ سے نشان آسمانی ظاہر ہو، ایسا ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادتاً ناممکن ہے۔ لہذا وہ فتح بھی ناممکن ہے اور اس لئے مسلمانوں کو جو قادیانی کے طرف دار ہو کر شامل مباہلہ ہونگے ندامت اٹھانا ایک لازمی ولابدی امر ہے۔

اس امر کی دلیل کہ قادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن ہے محتاج بیان نہیں ہے، کیونکہ مسلمان یقین رکھتے ہیں اور مرزا قادیانی نے بھی اس یقین کو ظاہر کیا اور مان لیا ہے کہ اس وقت آسمانی نشان بجز اہل اسلام کوئی دکھانہ نہیں سکتا۔ اور یہ بات باقی جمہور علماء پنجاب و ہندوستان مسلم ہو چکی ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ ملحد و مرتد، زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، تو پھر مسلمانوں کے اعتقاد میں اس کا نشان آسمانی دکھانا کیونکر ممکن ہے؟

جو مسلمان قادیانی کے عقاید سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کو مسلمان جانتے ہیں وہ اس اتفاقی دلیل کو نہ مانیں تو ان کیلئے یہ دلیل تسلی بخش ہے کہ اگر قادیانی کے پاس آسمانی نشان دکھانے کی طاقت ہوتی تو اس وقت تک وہ آسمانی نشان دکھا کر ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ کو مسلمان کر لیتا۔ اور نہیں تو ڈاکٹر جگن ناتھ ملازم ریاست جموں جیسے مدعیان تسلیم و تصدیق کو ہی نشان دکھا کر اسلام میں لاتا۔ اس سے یہ امر آج تک نہیں ہوا، تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اس کے پاس نشان آسمانی کی طاقت نہیں، جو جوہر ہے وہ صرف لفاظی، حیلہ سازی، دھوکہ بازی، افترا پر دازی ہے دگر بیچ۔

اس دلیل میں بھی ان مسلمانوں کو شک ہے تو وہ پہلے قادیانی کا کوئی نشان آسمانی جو اس سے پہلے وہ دکھا چکا ہو ہم مسلمانوں پر ظاہر کریں، اس کے بعد وہ قادیانی کے طرف دار ہو کر عیسائیوں سے مباہلہ و مقابلہ کے مدعی بنیں۔ مسلمان اس کے سابق نشانوں کو نہ مانیں گے تو آئندہ وہ عیسائیوں کو کیوں کر نشان دکھا سکے گا۔ وہ مسلمان ہماری اس دلیل و سوال پر غور کرتے وقت اشاعت السنہ نمبر الغایت ۸ جلد ۱۵ کو (جس میں اس کے سابق نشان نات پر بحث کی گئی ہے) ملاحظہ کریں گے تو امید ہے کہ اس دلیل کو حق جان کر ہمارے سوال کے جواب میں یہی کہیں گے کہ قادیانی نے آج تک کوئی نشان نہیں دکھایا اور نہ آئندہ وہ دکھا سکتا ہے۔

عیسائیوں کو جو بات ہم نے کہنی تھی وہ بات بغیر ہماری ہدایت یا اشارہ کے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرتسر نے اپنے ایک مطبوعہ خط اسی مرزا قادیانی میں کہہ دی ہے کہ قادیانی صاحب آپ باتفاق میجارٹی اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج کئے گئے ہیں لہذا آپ سے مباحثہ کرنا محمدیوں سے مباحثہ متصور نہ ہو گا۔ اور نہ آپ پر الزام مسلمانوں پر الزام سمجھا جاوے گا۔ کوئی محمدی (مسلمان) مباحثہ کرے تو ہم اس سے مباحثہ کریں گے، اور یہ بات بھی اس مباحثہ کی موقوفی کا ایک سبب بن گئی۔ (اس میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی اس تہمت کے رد و جواب کی طرف اشارہ ہے جو وہ کہہ رہے ہیں کہ پادریوں کو ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے کہہ کر یہ مباحثہ موقوف کرایا ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے خلیفہ حامد سیالکوٹی، فوٹو جنگ مقدس میں لکھتے ہیں:

افسوس سے اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اس بحث کے ملتوی ہوجانے اور بے اثر ثابت ہونے میں بہت سادہ شیخ بٹالوی نے بھی لیا اور جہاں تک ہوسکا عیسائیوں کے ساتھ اس بحث کے ہونے اور اسلام کی حقانیت ظہور پانے میں انہوں نے روک تھام کی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ہم یہ کہنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ قادیانی اور اس کے حواری اپنے خیال و مقال میں سچے ہیں تو اس پر پیش باد کہیں اور نعرہ آمین پکاریں اور اگر خلیفہ حامد کہیں کہ اگر تم نے اس بحث کے ملتوی ہوجانے میں حصہ نہیں لیا تو پھر اس بحث کے ملتوی ہوجانے کی خوشی میں وہ دو ورقہ، یعنی یہ مختصر رائے، کیوں چھپوایا؟ اس کے جواب میں ہم پھر وہی کہتے ہیں لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اس دو ورقہ میں نہ موقوفی بحث کی صلاح دی گئی ہے اور نہ موقوفی پر مسرت ظاہر کی گئی ہے۔ اس میں تو صرف دو باتیں، ایک مسلمانوں کو اور ایک پادریوں کو، کہی گئی ہیں جو متن میں شرح ہیں۔ پادریوں کو یہ بات کہی ہے کہ قادیانی مسلمان اور مسلمانوں کا وکیل نہیں ہے۔ لہذا اس بحث میں جو الزام اس پر قائم ہوگا وہ مسلمانوں پر الزام نہ سمجھا جائے گا۔ خلاصہ و مقصود صرف اتنا ہے کہ قادیانی سے بحث شوق و ذوق سے کرو، مگر اس کو مسلمان سمجھ کر اس کے الزام کو مسلمانوں کا الزام قرار نہ دو۔ سو اس مقصود کو ڈاکٹر کلارک نے اپنے اس خط میں جو منقول بالا ہے، بخوبی سمجھ اور مان لیا اور اس کو خارج از اہل اسلام تسلیم کر کے اور صرف فرضی طور پر مسلمان قرار دے کر اس سے مباحثہ منظور کیا جس کا نتیجہ مفید بحق اہل اسلام یہ نکل رہا ہے کہ اب جو پادری۔ مرزا قادیانی پر فتح کا فخر کر رہے ہیں یہ فخر بمقابلہ اہل اسلام متصور نہیں ہو سکتا۔ پادری صاحب کے اس بات کے کہنے پر بعض اسلام کے نادان دوست اور قادیانی کی حقیقت سے ناواقف ہم پر یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ اشاعت السنہ کی سعی و کوشش سے قادیانی اسلام سے خارج تصور کیا گیا تو پادریوں کو یہ بات کہنے کا موقع ملا۔ اور یہ کہہ کر انہوں نے قادیانی سے اپنا پیچھا چھڑایا۔ یہ امر اشاعت السنہ سے وقوع میں نہ آتا تو قادیانی جیسا کیسا تھا، آج مسلمانوں کے کام آتا، پادریوں سے ان کو بچاتا، اسلام کی لاج رکھ لیتا جیسا کہ پہلے سال ہا سال سے مخالفین اسلام سے وہ مقابلہ کر رہا ہے خواہ اپنی ذات

میں وہ کافر و ملحد ہی کیوں نہ ہو۔ اب اس کے سوا اور کون ہے جو اس وقت پادریوں سے مقابلہ کرے اور مسلمانوں کی عزت رکھے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ قادیانی نے ابتداء سے آج تک اسلام اور مسلمانوں کی کیا مدد کی ہے کہ آئندہ اس سے امید ہو سکے۔ کس مخالف اسلام سے اس نے مباحثہ کر کے اس پر فتح نمایاں پائی؟ کس اصول مخالفین اسلام پر اس نے پوری بحث کر کے اس کی بیخ کنی کی ہے؟ کون سی کتاب میں اس نے اسلام کی پوری تائید کی ہے؟ براہین احمدیہ میں اس نے بیان تین سو دلائل حقیقت اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کر اور خلاف واقع طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپے مسلمانوں کا کھینچنا اور خورد برد کیا اور اس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی، اور ندس برس کے عرصے میں کتاب چھپوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اس کے دلائل ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہیں۔

سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں اس کو محدود کر دیا اور اس کو اور بخارات نکالنے کا موقع دے کر ان کو دفع نہ کیا، اور نہ خود جملہ اعتراضات عقلیہ کو بیان کر کے ان کا جواب دیا۔ اس نے رسالے میں تنازع کی بحث کو چھیڑا تو اس کو بھی ادھورا چھوڑا۔ تحقیقی دلائل عقلیہ سے اس کا کلی استیصال نہ کیا۔ اشتہارات اور متفرق تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعویٰ کیا مگر شرمناک شروط و قیود پر کیود اور لمبی میعادیں لگا کر آج تک کوئی نشان نہ دکھلایا اور مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا۔ اس کی ان کاروائیوں کو اے میرے بھائیو! غور سے دیکھ کر بتاؤ کہ وہ اسلام و مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے یا سراسر نقصان پہنچا رہا ہے اور ان کی ہتک کر رہا ہے۔

ہاں ان کاروائیوں سے فائدہ تو اس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپے سے زائد لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا تازہ بن گیا ہے اور جہلاء عوام اور بعض نادانف خواص و عوام میں وہ مسیح موعود و مہدی و ولی و پیغمبر تسلیم کیا گیا ہے اور اس وجہ سے اب اس کے کفر کو اسلام اور حقائق سمجھا جاتا ہے۔ اس میں ان بے چارے مسلمانوں کے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوا ہے۔ دنیا کا نقصان یہ کہ ہزار ہا روپے برباد ہوا۔ دین کا نقصان یہ کہ اسلام چھوٹا، کفر ہاتھ آیا۔ ایسے اشخاص سے آئندہ بھی مباحثہ مخالفین اسلام سے اسلام و

مسلمانوں کو یہی فائدہ پہنچے گا جو ابھی بیان ہوا ہے۔ جبلاء میں وہ حامی اسلام متصور ہو کر اور بھی لوگوں کو دام تزویر میں لائے گا اور سیدھی جہنم کی راہ دکھائے گا اور ان کا صد ہاروپہ اس مباحثے کے بہانہ سے برباد کر دے گا۔ اور آخر آسمانی نشان دکھانے سے عاجز ہو کر خود تو وہ شرمندہ نہ ہوگا، کیونکہ بڑا حوصلہ والا ہے، مگر ان مسلمانوں کو جو اس کے طرف دار ہوں گے ضرور شرمندہ کرائے گا۔

اس اعتراض کے اخیر میں جو ان بھولے بھالے مسلمانوں نے یہ سوال کیا ہے کہ قادیانی اس مباحثے کے لائق نہیں تو پھر اور کون بحث کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نہیں بہت سے علماء اسلام اس وقت لاہور و امرتسر وغیرہ بلاد پنجاب میں موجود ہیں اور پہلے ہی سے تحریراً و تقریراً پادریوں سے مباحثے کر رہے ہیں۔ پادری صاحبان کو مباحثہ منظور ہے تو ان میں سے جس سے چاہیں خط و کتابت کریں جیسے کہ وہ اپنی نادقتی سے یا کسی کی دھوکہ دہی سے قادیانی سے خط و کتابت کر چکے ہیں۔ پھر ہمارے وہ بھولے بھالے مسلمان اور پادری صاحبان دیکھ لیں گے کہ کس قدر علماء اس مباحثہ کیلئے مستعد ہیں۔ ان کو اختیار ہے کہ سب سے پہلے خادم دین سید المرسلین ﷺ اڈیٹر اشاعۃ السنۃ النبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و النّحیۃ ہی کو اپنا مخاطب بناویں اور اس باب میں اس سے خط و کتابت کر کے امور لائق بحث و شروط مباحثہ کا تصفیہ کریں۔

(شیخ الاسلام مولانا بلاویؒ لکھتے ہیں) یہ مختصر رائے کی نقل ہے (جو قبل از مباحثہ لکھی گئی تھی) اس میں جو پیشگوئی کی گئی تھی کہ مرزا قادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن امر ہے لہذا جو مسلمان اس نشان کی امید پر اس کے ساتھ شامل ہونگے ان کو ضرور ندامت اٹھانی پڑے گی، پوری ہوگئی۔ مرزا قادیانی نے باوجود دعویٰ نشان نمائی، کوئی نشان نہیں دکھایا اور ان مسلمانوں کو شرمندہ کیا اور جو مرزا قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کو نشان قرار دیا ہے یہ نشان آسمانی نہیں ہے بلکہ لاف زنی اور مکر شیطانی ہے اس کی نسبت اشاعت السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم اپنی اجل سے فوت ہو گیا تو اس کو کوئی مسلمان باخبر و صاحب عقل آسمانی نشان نہ سمجھے گا، بلکہ ایک رملی یا جوتشی کی پیشینگوئی سے بڑھ کر نہ سمجھے گا۔ چہ جائے کہ مخالفین اسلام اس کو آسمانی نشان سمجھ لیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بلاویؒ فرماتے ہیں کہ اب اس جنگ کی نسبت اسلامی مطول رائے بیان

کی جاتی ہے:

اس جنگ میں دونوں فریق کا اپنی اپنی فتح ظاہر کرنا اور فریق مقابل کو شکست دینے کا دعویٰ زبان پر لانا ایک شرمناک جھوٹ ہے۔ نہ مرزا قادیانی نے اپنے بھائیوں (پرانے عیسائیوں) کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا دندان شکن اور بادل لیل جواب دے کر ان کو شکست دی اور نہ پرانے عیسائیوں نے مرزا قادیانی کے ملحدانہ دلائل اور لچر پوچ جواب کو اٹھا کر اس کو لا جواب کیا۔

اسلام کا یہ دعویٰ کہ مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں، نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، ایک ایسا اجلی دعویٰ ہے کہ اگر کوئی عقلمند اور باخبر بچہ بھی یہ دعویٰ کرے اور اس کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ بڑے بڑے بوڑھے اور پرانے مدعیان علم و فضل عیسائیوں کے سامنے پیش کرے، تو ایک لمحہ میں ان کو لا جواب و عاجز کر دے، مگر نادان (اور بحسب دعویٰ ہمہ دان) قادیانی نے اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرنے کے وقت صرف ادلہ نقلیہ قرآنیہ اور عقلیہ برہانیہ سے کام نہ لیا بلکہ اس کے ساتھ اپنے ملحدانہ دلائل کا الجھاؤ ڈال دیا اور اس کے جواب و مقابلہ کیلئے اپنے خصوم کو یہ موقع دے دیا کہ وہ اپنی محرف اور کاپیلاٹ کتابوں سے جو چاہیں پیش کرتے چلے جائیں اور اسکے ملحدانہ دلائل پر جب تک چاہیں عقلی اعتراضات کرتے رہیں اور بحث کو ختم نہ ہونے دیں اور اپنے عجز کے معترف نہ ہوں۔

پرانے عیسائیوں کی طرف سے جو مسئلہ رحم بلا مبادلہ یعنی کفارہ اور مسئلہ جہاد و جبر و اختیار کی بابت سوالات پیش ہوئے ہیں وہ ایسے کمزور دلائل اور بے ہودہ پیرا یہ میں ہوئے ہیں کہ ادنیٰ طالب العلم اسلامی کتابوں میں نظر رکھنے والا تھوڑی دیر میں ان کا جواب دے کر انہیں لا جواب کر سکتا ہے۔ مگر نادان قادیانی نے ان سوالات کے جواب میں بھی اپنی عقل خام اور بے ہودہ اور طولانی تقریروں سے کام لیا اور اسلامی کتابوں کی طرف رجوع کر کے ان کو مسکت جواب نہ دیا اگر وہ اشاعت السنہ ہی کی طرف (جو ہمیشہ سے اسکے پاس جاتا تھا اور وہ اس سے ہمیشہ نفع اٹھاتا رہا ہے) مراجعت کرتا تو اس کے نمبر ۹ جلد ۹ میں کفارہ مجوزہ نصاریٰ کا جواب اور نمبر ۱۰ اور غیرہ جلد ۱۲، اشاعت السنہ میں اعتراض جبر کا جواب اور نمبر ۹ جلد ۹، اشاعت السنہ میں اعتراض جہاد کا جواب ایسا پاتا جس سے وہ عیسائیوں کو لا جواب کر دیتا۔

مرزا قادیانی کی بے خردی، بے ضبطی، ملحدانہ دلائل کی طرف رجوع کرنے اور خصوم کو محرفات معنوی و

لفظی بائبیل کے پیش کرنے کا موقع دینے کی نظر سے عموماً اہل اسلام کی (جو اہل علم ہیں اور قادیانی کے دام تزدیر میں مبتلا نہیں ہیں) اس مباحثہ کی نسبت یہی رائے ہے کہ قادیانی نے اس مباحثہ سے اسلام کو ضرر پہنچایا ہے اس سے کوئی نفع اس کو نہیں پہنچا۔ مولوی تاج الدین احمد لاہوری نے، جو مشہور اہل علم خاندان سے ہیں اور لاہور میں وکالت کرتے ہیں، میرے سامنے فرمایا کہ:

مرزا غلام احمد نے اس مباحثہ سے مسلمانوں کی اس عزت کو کھو دیا ہے جو حافظ ولی اللہ مرحوم کے وقت سے پادریوں کے مقابلہ میں ان کو حاصل تھی۔ یعنی اس رعب داب کو اٹھادیا جو حافظ ولی اللہ نے عیسائیوں سے مباحثہ کر کے اور ان کو عاجز و لا جواب کر کے ان پر جمار کھا تھا۔

مولوی سید احمد علی مشہور واعظ دہلوی نے (جو مدت سے لاہور میں رہتے ہیں) قادیانی پر بہت ناراضی ظاہر کی اور یہ بات فرمائی کہ اس سے ان آیات بائبیل کے جواب میں جو عیسائیوں نے مسیح کی الوہیت کے باب میں پیش کی ہیں کچھ بن نہ آئی اور ان آیات کی جو عیسائی معنوی تخریف کر کے ان کو مسیح پر جھاتے ہیں، صحیح تاویل نہ بتائی گئی۔ بلکہ سید احمد علی صاحب نے اس باب میں ایک تخریر خا کسار کے پاس بھیج دی جس کی اصل عبارت یہ ہے:

اس مباحثہ کو ہم نے خوب دیکھا اور غور کیا۔ نہ معترض کا اعتراض درست ہے اور نہ مجیب کا جواب۔ یہ مباحثہ محض بے فائدہ ہوا، اسی باعث کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ہر دو فریق نے اپنی اپنی فتیابی کا ڈنکا بجا دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مباحثہ کا ڈھنگ یاد نہیں بلکہ مباحثہ بائبیل کے کلام الہی ہونے پر کرنا لازم تھا تا کہ عبد اللہ آتھم عیسائی کتب بائبیل کا رطب و یابس پیش نہ کر سکتا اور اگر یہ ہی طرز مرزا کو پسند تھی تو مرزا قادیانی کو عبد اللہ آتھم کی پیش کردہ رطب و یابس پر گرفت اور مواخذہ کر کر اس کی غلطی ظاہر کرنا لازم تھا۔ مرزا قادیانی نے کچھ گرفت نہ کی صرف اپنی طول طویل تقریر کا بار بار بیان کیا کہ بارہ تیرہ روز میں ایک مسئلہ بھی حل نہ ہوا۔ مرزا قادیانی نے جیسے دعویٰ الہام کا سہل اور آسان سمجھ لیا ہے، ویسے ہی وہ اہل کتاب سے مباحثہ کرنا سہل و آسان سمجھے تھے۔ ان کو سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنی قوم کے کسی مناظر و مباحث سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو غیر قوم پر کیسے غالب آتے۔ یہ حصہ سلطان المناظرین و واعظین رڈ نصاریٰ مولوی رحمت اللہ مرحوم اور ان کے شاگردوں کا ہے۔ یہ ہر ایک کا

کام نہیں۔

مولوی غلام نبی امرتسری نے جو پنجاب کے مناظرین اہل کتاب میں مولوی رحمت اللہ صاحب کے قائم مقام ہیں اور مولوی ابوالمختار دہلوی کی مانند امام فن مناظرہ اہل کتاب کا خطاب پانے کا استحقاق رکھتے ہیں، خاکسار کے اس سوال جواب میں کہ: آپ کی رائے اس مباحثہ کی نسبت کیسی ہے؟ فرمایا ہے کہ:

میں پہلے جلسہ مباحثہ میں شریک ہوا تھا، مجھے مرزا غلام احمد کے مباحثہ کا ڈھنگ پسند نہ آیا۔ لہذا میں پھر شریک جلسہ نہ ہوا۔

اور قادیانی کی اس بے عقلی پر بھی افسوس اور خلاف رائے ظاہر کیا کہ:

اس نے عیسائیوں کو بائبل سے آیات الوہیت مسیح پیش کرنے کا موقع دیا اور پھر ان آیات کے مقابلہ میں یہ ثابت نہ کیا کہ یہ آیات مسیح کے حق میں نہیں اور ان سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

ان سب شہادات سے بڑھ کر شہادت سنو! حکیم نور الدین جمونی بھیروی نے، اس مباحثہ کو پسند نہیں کیا۔ ہمارے ایک معزز دوست نے (جو ان کا بھی دوست ہے) ہمارے پاس بیان کیا کہ حکیم صاحب نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب کو ان کی (یعنی عیسائیوں کی) کتابوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔ بجائے مرزا صاحب، میں ہوتا، تو ایک دم میں عیسائیوں کا منہ بند کر دیتا (انکے الفاظ پورے یائیں مفہوم وہی ہے جو یہاں لکھا گیا ہے)۔

حکیم صاحب اب اس رائے کے ظاہر کرنے سے انکار کریں گے تو ہم ایک مجلس عام اہل اسلام میں اپنے اس دوست کو پیش کریں گے اور جو کچھ ان سے نقل کیا ہے ان سے کہلا دیں گے۔ پھر وہ جانیں اور وہ۔

یہ ہم نے متعدد اشخاص کی رائے پیش کی ہے مناظرین اور جس اہل علم سے (جو مرزائی نہ ہو) اس مباحثہ کی نسبت رائے پوچھیں گے اس سے یہی رائے پائیں گے۔ ہم ان شہادتوں کی زیادہ تفصیل کرتے ہیں تو بہت تطویل ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ ذیل میں پہلے قادیانی کی تقریر سوال کو نقل کیا جائے گا پھر اس کے خصم مقابل کے جواب کو۔ اس کے بعد مطول اسلامی رائے بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مرزا قادیانی کے پہلے سوال ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کا خلاصہ یہ ہے: قرآن کی تعلیم جامع اور مکمل ہے اور اس

کا ثبوت قرآن نے خود دیدیا ہے۔ اور اگر تعلیم انجیل کی نسبت عیسائیوں کا یہی دعویٰ ہے، تو وہ پہلے یہ دعویٰ انجیل سے نقل کریں پھر اسی انجیل سے اس کا ثبوت پیش کریں۔

اس سوال کی تقریر میں قادیانی نے ایک یہ اصول مقرر کیا جس کو اس نے سوال مذکور کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ الہامی کتاب کی نسبت جو دعویٰ کیا جائے، اس دعویٰ کا اس کتاب میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اور اس کی عقلی یا تاریخی دلیل بھی اسی کتاب سے پیش کرنا ایک لازمی امر ہے۔ اور جس کتاب کے کسی دعویٰ کی دلیل عقلی یا تاریخی کتاب میں مذکور نہ ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ اس پرچہ کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے: میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے بطور کلام کلی کے اس امر میں جو مناظرہ کی علت غائی ہے انجیل شریف اور قرآن کریم کا موازنہ کیا جائے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس مقابلہ و موازنہ میں کسی فریق کو اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی کتاب سے باہر جائے یا اپنی طرف سے کوئی بات منہ پر لاوے بلکہ لازم اور ضروری ہوگا کہ جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس کتاب الہامی کے حوالہ سے کیا جائے جو الہامی قرار دی گئی ہے۔ اور جو دلیل پیش کریں وہ بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو، کیونکہ یہ بات بالکل سچی ہے اور کامل کتاب کی شان سے بعید ہے کہ اس کی وکالت اپنے تمام ساختہ پر داختہ سے کوئی دوسرا شخص کرے اور وہ کتاب بکلی خاموش ہو۔

اور اس کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے: اللہ جل شانہ جو قوی اور قادر نہایت درجہ کے علوم و سبج رکھتا ہے جس کتاب کو ہم اس کی طرف منسوب کریں وہ کتاب اپنی ذات کی آپ قیوم چاہیے۔ انسانی کمزوریوں سے بالکل مبرا اور منزه چاہیے کیونکہ اگر وہ کسی دوسرے کے سہارے سے اپنے دعویٰ اور اثبات دعویٰ میں محتاج ہے، تو وہ خدا کا کلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس عبارت سے وہ اصول جو ہم نے قادیانی سے نقل کیا ہے بجز اس تفصیل کے کہ وہ: دلیل عقلی ہو یا تاریخی، صاف ثابت ہے۔ اب رہی وہ تفصیل سوا اس کے پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۲ و ۳ اور پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۷، اور پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸، ۹، ۱۰ میں موجود ہے۔ پرچہ ۲۳ مئی کے صفحہ ۲ و ۳ میں لکھا ہے:

میرا مطلب یہ تھا کہ جس کتاب کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ فی حد ذاتہ کامل ہے اور تمام

مراتب ثبوت کے وہ آپ پیش کرتی ہے، تو پھر اسی کتاب کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے دعاوی کیلئے دلائل معقول بھی آپ پیش کرے۔ جس کتاب نے اپنے کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ دعویٰ بھی بضریح ثابت کیا جائے اور پھر وہی کتاب اس دعویٰ کے ثابت کرنے کیلئے معقول دلیل پیش کرے۔

اور پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے: اگر دلائل معقولی سے یا تاریخی سے سلسلہ استقراء کے مخالف کوئی امر خاص پیش کیا جائے اور اس کو ادلہ عقلیہ یا ادلہ تاریخیہ سے ثابت کر کے دکھلایا جائے تو ہم اس کو مان لیں گے۔

اور اس کی شرح قادیانی نے پرچہ ۲۲ مئی ۱۹۲۳ء کے دوسرے سوال میں صفحہ ۸، ۹، ۱۰ کی ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ:

اگر کوئی شخص مقدس کتاب پیش کرے اور اس میں یہ امر لکھا ہو کہ پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، کانوں کے ذریعہ بولتا تھا، گوہم فرض کے طور پر یہ تسلیم کر لیں کہ عجیب تحریروں کے لکھنے والا کوئی مقدس اور راست باز آدمی تھا مگر ہم اس یقینی نتیجے سے کہاں اور کدھر گریز کر سکتے ہیں جو قیاس استقرائی سے پیدا ہوا ہے۔ میری رائے میں ایسا بزرگ نہ صرف ایک بلکہ کروڑوں سے بھی زیادہ ہوں اور قیاس استقرائی سے نتائج یقینیہ کو توڑنا چاہے تو ہرگز ٹوٹ نہ سکیں گے بلکہ اس بزرگ کو ہم درحقیقت ایک بزرگ سمجھتے ہیں اور اس کے ایسے الفاظ میں ایسے ایسے کلمات خلاف حقیقت مشہودہ محسوسہ کے پاتے ہیں تو ہم اس بزرگ کی خاطر سے صرف عن الظاہر کریں گے اور ایسی تاویل کریں گے جس سے اس بزرگ کی عزت قائم رہ جائے۔ ورنہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو حقائق استقراء کے یقینی اور قطعی ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں وہ ایک روایت سے ٹال دیئے جائیں۔ اگر ایسا کسی کا خیال ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے... مثلاً اگر ایک ڈاکٹر سے اس بات کا تذکرہ ہو کہ سم الفار اور نیش زہر نہیں ہیں اور اس کا ثبوت یہ دیوے کہ ایک مقدس کتاب میں ایسا لکھا ہے اور راوی معتبر ہے، تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب کا لحاظ کر کے ایک ایسے امر کو چھوڑ دیں گے جو قیاس استقرائی سے ثابت ہو چکا ہے،

یہ عبارات صاف ناطق ہیں کہ دلیل سے (جو دعاوی کتاب اللہ کی مثبت ہو سکتی ہے اور اس کے سوائے کوئی دعویٰ

کتاب اللہ کا قادیانی کے نزدیک قابل سماعت نہیں) عقلی یا تاریخی دلیل مراد ہے اور جو کتاب الہامی آسمانی اپنے کسی دعویٰ کی کوئی دلیل عقلی یا تاریخی، جس کو عقلاء اور تاریخ دان تسلیم کر لیں، پیش نہ کرے وہ کتاب مرزا قادیانی کے نزدیک الہامی نہیں ہو سکتی۔ اسی دلیل اور اصول کی دستاویز سے قادیانی نے فریق ثانی کے دعویٰ الوہیت مسیح پر پہلا سوال وارد کیا ہے چنانچہ پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸ میں آیت قرآن مجید کی مالمسیح ابن مریم الأرسول قد خلت من قبله الرّسل و امّہ صدیقہ کانا یا کلان الطعام انظر کیف نبیین لهم الآيات ثم انظر انی یؤفکون (یعنی مسیح ابن مریم) میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول آتے رہے ہیں) نقل کر کے اس کی ملحدانہ تفسیر و تقریر استدلال میں یہ کہا ہے:

یہ کلمہ کہ اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں، یہ قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبے سے اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو دین اور دنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جاتا ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیرہ دنیا کا اور ازمنہ گذشتہ کے واقعات کا ثبوت اسی استقراء کے ذریعہ سے ہوا ہے، اس کے بعد استقراء کے قطعی ہونے کی تفصیل و تمثیل میں آنکھ سے کھانے اور کان سے بولنے کی مثالیں ذکر ہیں۔ پھر صفحہ ۱۰ میں کہا ہے:

غرض جب کہ قیاس استقرائی دنیا کے حقائق ثابت کرنے کیلئے اول درجہ کا مرتبہ رکھتا ہے تو اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو ہی پیش کیا اور فرمایا قد خلت من قبله الرّسل - یعنی حضرت مسیح بے شک نبی تھے اور اللہ جل شانہ کے پیارے رسول تھے مگر وہ انسان تھے۔ تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الہی کے نازل کرنے کا شروع ہوا ہے ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پا کر دنیا میں آتے رہے ہیں یا کبھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی آیا ہے۔

پھر عیسائیوں کے اس سوال مقدر کا کہ بائبل میں نبیوں کو بیٹا کہا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹے بھی رسول ہو کر آتے ہیں، یہ جواب دیا ہے: ہاں اگر بائبل کے وہ تمام انبیاء اور صلحاء جن کی نسبت بائبل میں یہی الفاظ موجود ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے یا خدا تھے، حقیقی معنوں پر حمل کر لئے جائیں، تو بے شک

اس صورت میں ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ بیٹے بھی بھیجا کرتا ہے، بلکہ بیٹے کیا کبھی کبھی بیٹیاں بھی۔ اور بظاہر یہ دلیل تو عمدہ معلوم ہوتی ہے اگر عیسائی صاحبان اس کو پسند فرمائیں۔ اور کوئی اس کو توڑ بھی نہیں سکتا، کیونکہ حقیقی غیر حقیقی کا تو وہاں کوئی بھی ذکر نہیں، بلکہ بعض کو تو پہلونا بھی لکھ دیا۔ ہاں اس صورت میں بیٹوں کی میزان بہت بڑھ جائے گی۔

اس کے بعد اسی پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۱۱ میں قادیانی نے اور دلائل کو جو اس آیت سے اس نے نکالے ہیں ذکر کیا اور کہا ہے:

غرض اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے ابطال الوہیت کے لئے یہی دلیل استقرائی پیش کی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک اور دلیل پیش کرتا ہے و امہ صدیقہ۔ یعنی والدہ حضرت مسیح کی راست باڑھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اللہ کا حقیقی بیٹا فرض کر لیا جاوے تو پھر ضروری امر ہے کہ وہ دوسروں کی طرح ایسی والدہ کے اپنے تولد میں محتاج نہ ہو، جو با اتفاق فریقین انسان تھی۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر اور کھلی کھلی ہے کہ قانون قدرت اللہ جل شانہ اسی طرح واقع ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوا کرتی ہے۔ مثلاً دیکھو کہ جس قدر جانور ہیں مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا اور ایک پرندہ اپنے نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان سے پرند پیدا ہو جائے۔ یا پرند انسان کے بیٹے سے نکلے۔

پھر ایک تیسری دلیل یہ پیش کی ہے:

کانا یا کلان الطعام۔ یعنی وہ دونوں حضرت مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان کھانا کیوں کھاتا ہے اور کیوں کھانے کا محتاج ہوتا ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا بدن بدل مانتخلل ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پراثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتا ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ جیسے اگر روح کو یک دفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے۔ اور کبھی جسم کے آثار ہنسنے رونے کے روح پر پڑتے ہیں۔ اب

جب کہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدا سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے اور تین چار برس کے بعد اور جسم آوے۔ ماسوائے اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ان حاجتمندیوں سے بری نہیں تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔ پھر یہ ایک عمدہ دلیل اس بات کی ہے کہ وہ باوجود ان دردوں اور دکھوں کے خدا بھی تھے یا ابن اللہ تھے۔ اور درد ہم نے اسلئے کہا کہ بھوک بھی ایک قسم کی درد ہے اور اگر زیادہ ہو جائے تو موت تک نوبت پہنچاتی ہے۔

یہ سوال اول الوہیت مسیح کے متعلق قادیانی کے پہلے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کی بلفظ نقل لے۔ اب اس کے مقابلہ میں اس کے پہلے خصم (اس مباحثہ میں قادیانی کے دو خصم تھے۔ اول ڈپٹی آفٹم، دوم ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک) ڈپٹی عبداللہ آفٹم کے پہلے پرچہ کی نقل کی جاتی ہے:

قادیانی کے پہلے خصم اپنے پہلے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں:

اگر یہ جناب کا قول صحیح ہے کہ ہر امر کی حقیقت تجربہ ہی پر مدار رکھتی ہے۔ یعنی جو تجربہ کے برخلاف ہے وہ باطل ہے، تب تو ہم کو صفت خالقیت کا بھی انکار کرنا پڑے گا کیونکہ ہمارے تجربہ میں کوئی چیز خلق نہیں ہوتی۔ اور آدم کا بغیر والدین کے پیدا ہونے کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اور ہم یہ نہیں جانتے کہ ایسا ہم کیوں کریں، کیونکہ ناممکن مطلق ہم اس کو کہتے ہیں جو کوئی امر کسی صفت ربانی کے مخالف ہو۔ اور یہ چیزیں جو ہمارے تجربہ کے باہر ہیں مثلاً خلقت کا ہونا، یعنی بلا سامان کے عدم سے وجود میں آنا، اور آدم کا بخلاف سلسلہ موجودہ کے پیدا ہونا، ہم کسی صفت مقدسہ خدا تعالیٰ کے مخالف نہیں دیکھتے

دوم بجواب آپ کے دوسرے مقدمہ کے آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ ہم اس شے مرئی کو جو کھانے پینے وغیرہ حاجتوں کے ساتھ ہے، اللہ نہیں مانتے، بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقدمہ ہے کہ: جیسا قرآن میں بابت اس آگ کے جو جھاڑی میں نظر آئی تھی، لکھا ہے کہ اے موسیٰ اپنی نعلین دور کر کیونکہ یہ وادی طوی ہے۔ اور کہ میں تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا خدا ہوں۔

موسیٰ نے ان کو تسلیم کیا۔ اب فرمائیے! شے مرئی تو خدا نہیں ہو سکتی۔ اور رویت مرئی تھی پس ہم اس کو مظہر اللہ کہتے ہیں، اللہ نہیں کہتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں۔ کیا یہ ستون جو خشت و خاک کا سامنے نظر کے ہے اس

میں سے اگر خدا آواز دے کر کہنا چاہے کہ میں تمہارا خدا ہوں اور میری فلانی بات سنو۔ تو گو تجربہ کے برخلاف یہ امر ہے تو کیا امکان کے بھی برخلاف ہے کہ خدا ایسا نہیں کر سکتا (ہمارے نزدیک تو امکان کے برخلاف نہیں)۔

سوم: ہم نے ابن اللہ کو جسم نہیں مانا ہم تو اللہ کو روح جانتے ہیں جسم نہیں۔

چہارم: امر کے بارہ میں ہماری التماس یہ ہے کہ بے شک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیے لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ بگاڑے، اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہے تو بالمرہ حکم بطلان کا اس پر دینا چاہیے۔ نہ کہ بطلان کو مروڑ کے حق بنانا۔

پنجم: امر کے بارے میں جناب کی خدمت میں واضح ہو کہ لفظ بیٹے اور پہلوٹھی کا بائبل میں دو طرح پر بیان ہوا ہے۔ یعنی ایک تو یہ کہ وہ ایک تن ساتھ خدا کے ہو، دوم یہ کہ یک من ساتھ رضائے الہی کے ہو (ایک تن وہ ہے جو ماہیت میں واحد ہو، اور ایک من وہ ہے جو ماہیت کا شریک نہیں بلکہ رضا کا شریک ہو)۔ کس نبی یا بزرگ کے بارے میں بائبل میں لکھا ہے کہ اے تلوار میرے چروا ہے، اور ہمتا پراٹھ۔ (زکریا ۱۳-۷)

اور پھر کس کے بارہ میں ایسا لکھا ہے کہ تخت داؤدی پر یہود صدقہ آوازے گا۔ (یرمیاہ ۲۳)،

اور کس نے یہ کہا کہ میں الفاء او میگا قادر مطلق ہوں۔ اور کس کے بارہ میں یہ لکھا گیا کہ میں جو حکمت ہوں قدیم سے خدا کے ساتھ رہتے تھے۔ اور میرے وسیلہ سے یہ ساری خلقت ہوئی۔ اور یہ کہ جو کچھ خلقت کا ظہور ہے اسی کے وسیلہ سے ہے۔ خدا باپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن اکلوتے (خدا) نے اسے ظاہر کر دیا۔ (یوحنا ۱۸-۱)۔

اب اس پر انصاف کیجئے کہ یہ الفاظ متعلق یک تن ہیں یا یک من کے۔ نیز یہ بھی ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے یہ سیدھا ۹-۱ میں کہ وہ جو بیٹا ہم کو بخشا جاتا ہے، اور فرزند تولد ہوتا ہے، وہ ان خطابوں سے مزین ہے۔ یعنی

خدا قادر۔ اب۔ ابدیت شاہ سلامت مشیر عجبوہ تخت داؤدی پر آنے والا جس کی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔ ششم: جو آپ نے قرآن سے استدلال کیا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں اب تک اس کے الہامی ہونے کا قائل نہیں، جب آپ اس کو الہامی ثابت کر کے قائل کر دیں گے تو اس کی سند آپ کی مانی جائیں گی۔

ہفتم۔ جناب من! فطرت یا خلقت فعل الہی ہے۔ اور الہام قول الہی۔ فعل اور قول میں تناقض نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی کلام مبہم معلوم ہووے یا بادی النظر میں مشکل معلوم ہو تو اس کی تاویل ہم معقولات ہی سے کریں گے

- ورنہ کہاں جائیں گے۔ چنانچہ جناب نے خود ہی فرمایا ہے کہ امور تاویل طلب کی تاویل واجب ہے اور جناب اس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں کہ تجربہ کے برخلاف ہم کچھ نہ لیں گے۔ تو گویا یہ بھی رجوع کرنا طرف فطرت کے ہے جس کے ساتھ ہم کلیہ متفق نہیں ہیں۔

ہشتم: بجواب آٹھویں کے اتنی ہی عرض ہے کہ جہاں بیٹے حقیقی اور غیر حقیقی کی امتیاز بائبل میں نہ ہو تو ہماری عقل کو روک نہیں کہ ہم اس میں امتیاز نہ کریں اور دوسروں کے ساتھ بھی اگر یہی صفات ملحقہ ہوں جیسے مسیح کے ساتھ ہیں تو ہم ان کو بھی مسیح جیسا مان لیں گے۔

Awake, O sword, against my shepherd, and against the man that is my fellow, saith the Lord of the hosts; smite the shepherd, and the sheep will be scattered. (Zech 13:7 KJV)

Behold, the days come, saith the Lord, that I will raise unto David a righteous branch, and a king shall reign and prosper, and shall execute judgement and justice in the earth.

In his day Judah shall be saved, and Israel shall dwell safely; and this is his name whereby he shall be called, the Lord Our Righteousness. (Jeremiah 23:5-6. KJV)

No man hath seen God at any time; the 'only begotten Son, which is in the bosom of the father, he hath declared him. (John:1: 18 KJV)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہ فریق ثانی کے پہلے پرچہ کی بعینہ نقل ہے۔ اب فریقین کے باقی پرچوں کا خلاصہ باختصار نقل کیا جاتا ہے۔ اس اختصار کی وجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پرچہ اول کے بعد اس کا جو پرچہ نکلا ہے اس میں پرچہ اول کے سوال و اصول و دلائل کا بار بار تکرار و اعادہ ہوا ہے۔ اور جہاں کوئی نئی بات کہی ہے وہ اصول سوال الوہیت مسیح سے اجنبی ہے۔ ایسا ہی فریق ثانی کی طرف سے جو پرچہ اول کے بعد نکلا ہے وہ تکرار مطالب اور اجنبی باتوں کے بیان پر مشتمل ہے۔ لہذا فریقین کی اصل کلام کو پورا پورا نقل کرنا عبث اور فضول اور بلا ضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا ہے اور ان کے نقل میں خلاصہ و اختصار واجب ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین اس رائے کی تصدیق کریں گے اور خود بخود جان لیں گے کہ اس بحث کو فریقین نے بلا فائدہ طول دیا۔ اور اصل بحث سے خروج کیا۔ اور وہ اس خلاصہ کو پڑھ کر اس کے متعلق اسلامی

ریویو کے منتظر نہ رہیں گے۔ ومعہذا ہم اس خلاصہ پر بھی ریویو کریں۔

خلاصہ پرچہ ۲۳ مئی۔ قادیانی: مرزا قادیانی نے پرچہ اول ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء میں صفحہ ۲ سے ۵ تک اصول دلائل پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کا بہت تطویل کے ساتھ اعادہ کیا۔ پھر صفحہ ۵ میں کہا ہے کہ آدم کا بغیر باپ پیدا ہونا فریقین کے نزدیک مسلم ہے۔ پھر صفحہ ۶ میں کہا کہ استقراء تام کی تسلیم سے خدا کی خالقیت کا انکار لازم نہیں آتا کیونکہ فریقین کی کتاب سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ نے جیسا زمین آسمان کو پیدا کیا ہے ویسا ہی اس کی مثل پیدا کر سکتا ہے۔ اور اس کی قدرت اور قوت جو استقراء سے ثابت ہے اس حد تک ختم نہیں ہوئی۔ پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے کہ جو پیش گوئیاں ڈپٹی آتھم نے الوہیت مسیح کے متعلق پیش کی ہیں وہ زبردستی ان پر لگائی جاتی ہیں۔ ان پیش گوئیوں کو نہ مسیح نے اپنے اوپر لگایا نہ یہودیوں نے ان کو مسیح کے حق میں سمجھا اور نہ ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔ آپ پہلے اصل عبرانی زبان میں ان پیش گوئیوں کو نقل کریں پھر ثابت کریں کہ مسیح نے ان کو اپنے اوپر لگایا ہے۔ پھر یہ بھی ثابت کریں کہ کل مفسرین اور یہودی ان کے یہی معنی کرتے ہیں، تو ہم اس کو قبول کریں گے۔

خلاصہ پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء فریق ثانی:

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۳ مئی میں اول استقراء کی شرح کا سوال کیا ہے۔ پھر مرزا قادیانی کے اس اصول کو کہ الہام اپنی شرح آپ کرے، تسلیم کیا۔ مگر اس کے ساتھ یہ ضمیمہ لگایا ہے کہ الہام کو سمجھنے کے لئے عقل ایسی ہے جیسے آنکھ کیلئے خارجی روشنی۔ پھر کہا ہے ان پیش گوئیوں کے معنی سمجھنے کیلئے یہودیوں کا اتفاق کیوں مانگا جاتا ہے؟ عبرانی لغت اور قواعد موجود ہیں جس لفظ پر آپ گرفت کریں گے، پیش کیا جائے گا۔ پھر کہا ہے پہلے نوشتوں میں یہ پیش گوئیاں مسیح پر لگائی گئی ہیں اور اس پر مئی ۲۶ باب ۱۳، یسعیاہ ۶ باب ۱۲ تا ۱۲۔ بمقابلہ یوحنا ۱۲ باب ۴۰۔ ۴۱ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اور ۸ سطروں کو ناحق سیاہ کیا کیونکہ ان حوالہ جات میں سے عہد عتیق سے ایک بھی ایسا نہیں جس میں الوہیت کا ذکر یا اشارہ ہو۔ اور جدید سے جو اس الوہیت کا مضمون ہے اس کا ذکر پہلے پرچہ میں ہو چکا ہے۔ اور پھر پرچہ ۲۵ مئی میں مفصل ہوگا، یہاں اس کا مجمل ذکر فضول ہے۔ اخیر میں کتاب اللہ کے کمال اور نجات کی بابت سوال کیا ہے اور ایک اجنبی بحث کو چھیڑ دیا اور

قادیانی کو اس میں تطویل کرنے اور اصل بحث سے نکل جانے کا خوب موقع دے دیا۔

اس کے جواب میں قادیانی پر چہ دوم ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء میں خوب کھل کھلا ہے اور کہیں کا کہیں نکل گیا۔

اس جواب میں قادیانی نے دس باتیں کہی ہیں۔

۱۔ ڈپٹی آسٹم جنم کو صرف مظہر اللہ جانتے ہیں اور اللہ روح کو جانتے ہیں تو کیوں صاف نہیں کہتے کہ ہم مسیح کو خدا جانتے ہیں۔

۲۔ جسم کسی شخص کا اسکا جز نہیں ہوتا کیونکہ وہ چند برس کے بعد بدل جاتا ہے اور ایک نیا جسم آجاتا ہے۔ تو مسیح کا پہلا جسم جس کے ساتھ انہوں نے تولد پایا تھا کفارہ نہ ہوا اور کسی کام نہ آیا۔

۳۔ اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح درحقیقت خدا تعالیٰ ہے تو مظہر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ہم انسان کو مظہر انسان کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ اگر حضرت مسیح کی روح انسانی روح نہ تھی تو اس کا ثبوت دیں کہ انہوں نے مریم کے رحم میں اس طریق اور قانون قدرت سے روح حاصل نہیں کی، جس طرح انسان حاصل کرتے ہیں۔

۵۔ خدا اپنے صفات کاملہ میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ ایک صفت بھی باقی رہ جائے تو اس پر خدا کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ پھر خدا تین کیونکر ہو گئے۔ تفریق ناموں کی چاہتی ہے کہ کسی صفت میں کمی بیشی ہو۔ مگر جب عیسائی مان چکے ہیں کہ کسی صفت میں کمی بیشی نہیں تو پھر تینوں اقنوم میں ماہ الامتیاز کیا ہے۔

۶، جھاڑی کی جو تمثیل پیش کی گئی ہے اس کی نسبت سوال ہے کہ قرآن میں کہاں آیا ہے کہ یہ آواز کہ: میں تیرا رب ہوں، آگ سے آئی تھی۔

۷۔ قرآن میں اس موقع پر کہاں کہا ہے کہ میں اسحاق، ابراہیم کا باپ ہوں۔

۸۔ تورات میں ایک تن، یک من کی تشریح کہاں ہے۔

۹۔ اگر مسیح کو ابن اللہ کہنے سے یک تن ہونا نکالا ہے، تو اور انبیاء اس لقب کے زیادہ مستحق ہیں جن کو خدا کہا گیا ہے دیکھو یوحنا ۱۰۔ باب ۳۵، -

۱۰۔ ابن اللہ سے بڑھ کر تعریفوں کے متضمن جو مسیح کے حق میں پیش گوئیاں پیش کی گئی ہیں وہ ہماری شرط کے

موافق نہیں۔ نہ یہودیوں نے ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔ نہ حضرت مسیح نے۔ بلکہ حضرت مسیح نے ان کو صاف رد کر دیا ہے چنانچہ یوحنا ۱۰۔ میں ہے۔

My father which gave them to me, is greater than all, and no man is able to pluck them out of my Father's hand.

I and my father are one.

Then the Jews took up stones again to stone him.

Jesus answered them many good works have I shewed you from my Father, for which of those works do you stone me?

The Jews answered him, saying, for a good work we stone thee not; but for blasphemy; and because that thou, being a man, makest thyself God.

Jesus answered them, 'Is it not written in your law, I said, Ye are gods?

If he called them gods, unto whom the word of God came, and the scripture cannot be broken .

Say ye of him, whom the father hath sanctified, and sent into thw world, Thou

blasphemest; because I said, I am the Son of God? (John 10: 29-36 KJV)

اس کے جواب میں ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ اول ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء میں اول قادیانی کے اس امر کو تسلیم کر لینے پر کہ آدم کی پیدائش استقراء سے مستثنیٰ ہے، خوشی ظاہر کی ہے۔ پھر قادیانی کے سوال اول کے جواب سے سکوت اختیار کر کے اس کے دوسرے سوال کے جواب میں کہا ہے کہ ہم انسانی جسم کو مسیح نہیں کہتے، اس کو مظہر اللہ کہتے ہیں، یعنی جائے ظہور اللہ۔ لہذا اس کا قائم و دائم رہنا کفارہ ہونے کیلئے ضروری نہ تھا۔

پھر اسکے تیسرے سوال کے جواب میں کہا کہ انسان میں تین چیزیں (جسم، جان، روح) علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مسیح کا خدا یا مظہر اللہ ہونا ان ساری چیزوں سے علیحدہ ہے اور وہ قائم فی نفسہ ہے۔

پھر اس کی چوتھی بات کے جواب میں کہا ہے کہ مسیح کی انسانی روح قانون قدرت کے موافق پیدا نہیں ہوئی تاہم وہ خلقت میں مساوی ہے۔ اور ایک روح دوسری روح سے حاصل نہیں ہوتی۔ پھر کیوں کہا کہ

مسیح کی روح مریم کی روح سے حاصل ہوئی۔ کیوں نہ کہیں کہ وہ نئی مخلوق ہوئی۔ ماسوا اس کے الوہیت سے اس کو علاقہ نہیں۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ مظہر اللہ ماسوا انسانیت ہے۔

پھر بجواب سوال پنجم کہا ہے: تثلیث ایک صورت میں ایک ہے دوسری صورت میں تین جیسے بیحدی اور بے نظری ہے کہ ان میں ایک مثل بیحدی قائم فی نفسہ ہے دوسری مثل بے نظیری لازم و ملزوم۔

پھر بجواب سوال ششم قادیانی کے سورہ قصص، سورہ ق، سورہ طہ سے جھاڑی سے یہ آواز آنا کہ: میں تیرا رب ہوں، نقل کر کے قادیانی کو شرمندہ کیا۔

پھر بجواب سوال ہفتم قادیانی اپنی غلطی کو مان کر یہ کہا ہے کہ یہ ذکر تو ریت میں ہے، نہ قرآن میں۔
پھر بجواب سوال ہشتم قادیانی یہ اعتراف کیا کہ یہ ہمارا استنباط و اجتہاد ہے، تو ریت میں یہ صریح الفاظ نہیں ہیں۔

پھر بجواب سوال نہم و دہم قادیانی کہا ہے کہ کسی نبی کے حق میں وہ الفاظ نہیں کہے گئے جو مسیح کے حق میں کہے گئے ہیں۔ اور ذکر یا وسیعہ میرمیاہ کے مذکورہ بالا کا اعادہ کیا ہے، اور کہا یوحنا ۱۰ باب ۲۵ میں مسیح نے تو ان پیشگوئیوں سے انکار کیا نہ اثبات بلکہ صرف یہودیوں کی دہان بندی کی۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ ۲۴ مئی میں پہلے استقرائے کی وہ شرح کی جو اس کے پرچہ اول سے منقول ہو چکی ہے۔ پھر ڈپٹی آہتم سے اس قاعدہ کو تسلیم کرنے کو نقل کیا ہے کہ الہام اپنی شرح آپ کرے مگر اس ضمن میں ایک ایسی بات ان کے ذمہ لگادی ہے جو ان کے کلام سابق میں پائی نہیں جاتی (گو اس پر ڈپٹی آہتم کا سکوت کرنا اس کا اس کو قائل بناتا ہے) وہ یہ کہ آپ کے نزدیک الہام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے دعاوی کو آپ دلائل عقلیہ سے ثابت کرے۔ پھر اس بات پر ان کو وہ الزام دیا ہے جو قبل ازیں قادیانی کلام سے نقل ہوا۔ پھر انجیل یوحنا باب ۱۰ کی یہ اصل عبارت نقل کی ہے:

میرا باپ جس نے انہی مجھے دیا ہے سب سے بڑا ہے۔ اور کوئی انہیں میرے باپ کے ہاتھ سے چھین نہیں لے سکتا۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ تب یہودیوں نے پھر پتھر اٹھائے کہ اس پر پتھراؤ کریں۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں۔ ان میں سے کس کام کے

لئے تم مجھے پتھراؤ کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا اور کہا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لئے نہیں بلکہ اس لئے تجھے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے۔ اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جب کہ اس نے انہیں، جن کے پاس خدا کا کلام آیا، خدا کہا۔ اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔ تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا، اور جہاں میں بھیجا ہے، کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے کہ میں نے کہا، میں خدا کا بیٹا ہوں۔

پھر کہا، اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہودیوں کا یہ اعتراض اور خیال تھا کہ مسیح اپنے تئیں خدا کا حقیقی بیٹا قرار دیتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھ میں کوئی بات زیادہ نہیں۔ دیکھو تمہارے حق میں تو خدا کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر مسیح درحقیقت اپنے تئیں ابن اللہ جانتے تو اس بحث اور پر خاش کے وقت مرد میدان ہو کر صاف کہتے کہ میں درحقیقت ابن اللہ ہوں اور وہ تمام پیش گوئیاں پیش کر دیتے جو ڈپٹی صاحب نے پیش کی ہیں۔ اور یہ کہتے کہ تم تو صرف خدا کا بیٹا کہنے پر ناراض ہو گئے ہو میں تو بموجب فلاں و فلاں پیشگوئی قادر مطلق بھی ہوں۔ خدا کا ہوتا بھی ہوں۔ کون سا مرتبہ خدائی ہے جو مجھ میں نہیں ہے۔

آخر میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ یہودیوں کا اتفاق اس لئے طلب کیا گیا ہے کہ مسیح نے خود کہا ہے کہ فقہیہ و فریسی موسیٰ کی گدی پر ہیں، وہ جو کچھ تمہیں ماننے کو کہیں وہ عمل میں لاؤ، لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں پر کرتے نہیں۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں انجیل کی فضیلت و کمال اسی انجیل کے حوالوں سے بیان کی جس کو اصل مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر مرزا قادیانی کے معنی استقرء کو تسلیم کر کے کہا ہے کہ مسیح کا مقدمہ اس سے مستثنیٰ ہے جس پر پیش گوئیاں سابق الذکر دلیل ہیں۔ مزید براں مسئلہ کثرت فی الوحدت عہد عتیق میں موجود ہے۔

اول پیدائش باب ۱ آیت ۲۶ میں کہ خدا نے کہا کہ ہم آدم کو اپنی صورتوں اور اپنی شکلوں پر بنادیں۔ اور پیدائش ۳ باب ۲۲ میں کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا ہے۔ پھر یہو

دیوں سے اور سرسید احمد خان سے جا لپٹے ہیں اور ان کی تاویل کی عدم صحت کے مظہر ہوئے۔ پھر کہا، الوہیت مسیح ادراک سے باہر ہے اور ہم نے اس کا امکان عقل سے ثابت کر دیا۔
آخر میں یوحنا باب ۱۰ کا وہی جواب دیا جو پہلے پرچہ ۲۳ مئی میں دے چکے ہیں۔

And God said, 'Let us make man in our image. (Genesis 1:26)

So God created man in his own image, in the image of God created he him; male and female created he them. (Genesis 1:27)

And the Lord God said, behold, the man is become as one of us, to know good and evil. (Genesis 3:22)

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ اول ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں قرآن کے کمال کی بحث کی ہے جس کو اصل سوال الوہیت سے کوئی تعلق نہیں۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آفٹم نے پرچہ ۲۵ مئی میں ایک فہرست پیش کی ہے جس میں پہلے الوہیت مسیح کے ثبوت میں ۲۳ آیت ۶ سے نقل کیا ہے:-

اس کے دنوں جو ڈا نجات پاوے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور اس کا یہ نام رکھا جاوے گا، خداوند ہماری صداقت اصل میں ہے۔ یہودا صد قنیو۔
پھر یسعیاہ ۷ باب ۱۴ سے نقل کیا ہے:

دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام ایما ناول رکھیں گے۔ تم منصوبہ باندھو پھر وہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پروہ نہ ٹھہرے گا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

Behold, the days come, saith the Lord, that I will raise unto David a righteous branch, and a king shall reign and prosper, and shall execute judgement and justice in the earth.

In his day Judah shall be saved, and Israel shall dwell safely; and this is his name whereby he shall be called, the Lord Our Righteousness. (Jeremiah 23:5-6. KJV)

Therefore the Lord himself shall give you a sign: behold, a virgin shall conceive, and bear a son and shall call his name Im-man-u-el.

Butter and Honey shall he eat, that he may know to refuse the evil and choose the good

(Isaiah:14-15)

اور اس کی تائید میں چند حوالے اور دیئے ہیں۔ پھر مسیح کے چند لازمی صفات سے اس کی الوہیت ثابت کی ہے اور اس پر عہد جدید کا حسب تفصیل ذیل حوالہ دیا ہے:

اول ازلیت۔ اس کے ثبوت میں یوحنا باب سے یہ عبارت نقل کی ہے:

ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے موجود ہوئی ہیں اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔

In the beginning was the word, and the word was with God, and the word was God.

The same was in the beginning with God.

All things were made by him; and without him was not any thing made that was made.

(John1:1-3)

اور یوحنا ۸ باب ۵۸ سے نقل کیا ہے۔:

یسوع نے کہا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابراہام ہو، میں ہوں۔

اور مکاشفات اباب ۸ سے نقل کیا ہے کہ:

میں الفا اور امیگا، اول آخر، جو ہے اور تھا، اور آنے والا قادر مطلق ہوں۔

I am Alpha and Omega, the beginning and the ending, saith the Lord, which is, and which was, and which is to come, the Almighty (Revelation 1:8)

دوم خالقیت: اس کے ثبوت میں یوحنا اباب ۳-۴ سے نقل کیا ہے۔:

سب چیزیں اسی سے موجود ہوئیں۔ کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔

سوم: محافظ کل ہستی۔ اس کے ثبوت میں فلسی اباب ۷ سے نقل کیا ہے:

وہ سب سے آگے ہے اور اس سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔

چہارم: لاتبدیل۔ اس کے ثبوت میں عبرانی ۱۳-۸ سے نقل کیا ہے:

یسوع مسیح کل اور آج اور اب تک ایکساں ہے۔

پنجم: ہمدانی۔ اس کے ثبوت میں مکاشفات ۲-۶۳ سے نقل کیا ہے:

میں وہی ہوں یعنی مسیح جو دلوں اور گردونگاجانچنے والا ہوں اور میں تم میں سے ہر ایک کو اس کے کا

موں کا بدلہ دوں گا۔

ششم: حاضر و ناظر۔ (مکانی)۔ اس کے ثبوت میں متی ۱۸-۲۰ سے نقل کیا ہے۔

جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں۔ (زمانی) اس کے ثبوت

میں متی ۲۸-۲۰۔ یوحنا ۱-۲۵ کا صرف حوالہ دیا ہے۔

ہفتم: قادر مطلق۔ اس کے ثبوت میں یوحنا ۵-۲۱ سے نقل کیا ہے:

جس طرح باپ مردہ اٹھاتا ہے اور جلاتا ہے بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے جلاتا ہے۔

اور مکاشفات ۱-۸ سے قول سابق الذکر نقل کیا ہے۔

ہشتم: جس کو خوش بیانی سے سوم قرار دیا ہے۔ مسیح مالک کل ہے:

اس کے ثبوت میں رومی ۱۴ باب ۹ سے نقل کیا ہے کہ:

مسیح اس لئے ہوا، اور اٹھا اور جیا کہ مردوں اور زندوں کا بھی خداوند ہوا۔ تمطاؤس ۶-۱۵، اعمال

۱۰-۲۶ وغیرہ۔

نہم (یا بقول آتھم چہارم): مسیح کل عالم کا اختیار رکھتا ہے: اس کے ثبوت میں متی ۲۸، ۱۸ سے نقل کیا ہے

کہ:

یسوع نے پاس آکر اسے کہا کہ آسمان وزمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا ہے۔

دہم (یا بقول آتھم پنجم) مسیح کی پرستش: اس کے ثبوت میں متی ۲-۱۱ وغیرہ کو پیش کیا ہے

یازدہم (یا بقول آتھم ششم): مسیح سے دعا مانگی جاتی ہے: اس کے ثبوت میں اعمال ۷-۵۹ وغیرہ کو

پیش کیا ہے۔

دوازدہم (یا بقول آتھم ہفتم): مسیح دنیا کی عدالت کرے گا: اس کے ثبوت میں متی ۱۶-۲۷ سے نقل کیا

ہے:

مسح ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

سیزدہم (یا بقول آتھم ششم): مسح گناہ بخشا ہے اس کے ثبوت میں متی ۹-۶ سے نقل کیا: ابن آدم کو

زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔

چہار دہم (یا بقول آتھم نم): مسح اپنے فرشتوں کو بھیجتا ہے۔ اس کے ثبوت میں مکاشفات ۱- اور متی ۱۳

- ۴۱ پیش کیا ہے۔

ان حوالہ جات و عبارات کو نقل کرنے کے بعد ڈپٹی آتھم نے ایک نوٹ کے ضمن میں کہا ہے کہ اگر مسح

محض انسان ہوتا تو صفات مذکورہ بالا جو فقط ذات باری پر عائد ہو سکتی ہیں اس پر کس طرح عائد ہو سکتیں۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی پرچہ دوم ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں وہی پرانا رونا رویا ہے کہ یہ پیش

گوئیاں میری شرط کے موافق نہیں۔ میری شرط یہ تھی کہ پہلے الہامی کتاب سے دعویٰ الوہیت پیش کیا جاوے

پھر عقلی دلائل سے ان کا ثبوت دیا جاوے اور پیش گوئیاں عقلی دلائل نہیں، بلکہ خود دعاوی ہیں جو محتاج ثبوت ہیں

۔ اسکے بعد وہی پرانا قول مسح کا یوحنا باب ۱۰ سے نقل کیا اور کہا کہ اس قول میں مسح نے اپنی الوہیت سے صاف

انکار کیا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ مسح خدا یا خدا کا بیٹا ہوتا تو یہودیوں کے جواب میں بقول ڈپٹی آتھم ڈرنہ جاتا اور

تقیہ نہ کرتا بلکہ صاف الوہیت کا مدعی ہوتا اور اسکے ثبوت میں پیش گوئیاں پیش کرتا۔ اور دوسرا ثبوت اپنی

الوہیت کا یہ پیش کرتا کہ میں نے فلاں چیز پیدا کی ہے۔ اسکے بعد ان پیش گوئیوں کے مقابلہ و معارضہ میں چار

مقام انجیل کے پیش کئے ہیں

اول وہ مقام جس میں مسح نے قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔

دوم وہ مقام متی ۱۹-۱۶ جس میں آپ نے اس شخص کو جس نے آپ کو نیک فرمایا تھا، فرمایا ہے کہ کوئی

نیک نہیں مگر ایک خدا۔

سوم وہ مقام متی ۲۰-۲۰ جس میں آپ نے بہشت کے دائیں بائیں بیٹھانے کی درخواست کے جوا

ب میں فرمایا کہ اس میں میرا اختیار نہیں۔

چہارم وہ مقام متی ۲۶-۳۸ جس میں آپ کا صلیب سے بچنے کیلئے رو رو کر دعا کرنا پایا جاتا ہے۔ پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے کہ آپ نے حواریوں سے بھی دعا کرائی تھی جیسے عام انسان مصیبتوں کے وقت مسجدوں میں جا کر دعائیں کراتے ہیں، مگر وہ دعا قبول نہ ہوئی۔ پھر کہا اس سے وہ تمام پیش گوئیاں رد ہو گئیں۔

آخر میں قادیانی نے یہ کہا کہ اگر آپ مسیح کو قادر مطلق کہتے ہیں تو اس سے نشان طلب کریں۔ اور میں خدا تعالیٰ سے (جو درحقیقت قادر مطلق ہے نہ یگفتن اور وہ مجھ سے بالمتقابلہ نشان دکھانے کا وعدہ کر چکا ہے) طلب کرتا ہوں۔ اگر بالمتقابلہ میں نشان دکھانے سے قاصر رہا، یا اپنے بھی میرے مقابلہ میں کوئی نشان دکھا دیا تو میں ہر ایک سزا اپنے اوپر اٹھا لوں گا۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آفٹیم نے پرچہ اول ۲۶ مئی میں اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا اور بعض جوئی لکھیں وہ اصل مدعا سے اجنبی لکھیں۔

اول یوحنا باب ۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا۔ اس میں اس قدر بڑھا دیا کہ یہ جواب اپنی انسانیت کی نظر سے دیا تھا اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی انسانیت سے بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہوں تو اس سے کچھ زیادہ نہیں کہ تمہارے نبی خدا کہلائے۔

پھر کہا کہ وہ اپنی انسانیت میں بھی مخصوص اور مرسلہ شخص تھا جس کے معنی الوہیت کے کئے گئے ہیں۔ پھر کہا کہ اس نے جو قیامت اور بہشت کے دائیں بائیں بٹھانے کے اختیار کی نفی کی ہے اس کے انسان ہونے کی نظر سے ہے۔ اور ایسے ہی نیک ہونے کی اور اکیلے خدا کے نیک ہونے کا اثبات اس شخص کے خطاب میں دیا جو اس کو نیک نہ سمجھتا تھا۔

پھر کہا کہ قرآن کا راہ نجات میں کمال کیونکر ہے۔

کہا کلمہ توحید سے حصول نجات ناممکن ہے، شیطان بھی خدا کو ایک جانتا اور ایک کہتا تھا اور کہا کہ صداقت محتاج دلیل نہیں ہوتی لہذا وہ پیش گوئیاں جو خود صداقت و دلائل ہیں، محتاج ثبوت و دلائل نہیں ہیں۔

پھر کہا کہ مسیح نے بحیثیت انسانی کچھ نہیں بنایا مگر بحیثیت الوہیت سب کچھ اس نے بنایا۔
 مسیح یہودیوں سے ڈر نہیں گیا بلکہ ان کے غصہ کو فرو کیا۔
 پھر کہا کہ مسیح نے مظہر اللہ ہو کر وہ صفات ظاہر کئے ہیں جو اور طرح پر نہ ہو سکتے تھے۔
 اور کہا کہ خدا کا باپ ہونا متی سے ثابت ہے:

خدا محبت ہے۔ یوحنا ۳-۱۶۔ خدا روح ہے۔ یوحنا ۴-۲۴۔

اور کہا کہ کثرت فی الوحدت تو ریت میں صاف لکھی تھی اور اس پر آیات منقولہ سابق کا حوالہ دیا۔
 اور کہا فریسی اور فقہیوں کے حق میں مسیح کے قول کے (جو قادیانی نے پرچہ ۲۴ مئی میں دیا ہے) یہ معنی ہیں کہ
 وہ لوگ مخالف تو ریت ہیں۔

اور کہا کہ بدن مسیح کے زوال کو کفارہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ اول ۲۶ مئی میں کمال و نجات کی طولانی اور اجنبی بحث کی ہے
 اور اس کا ثمرہ نجات یافتہ سے نشان نمائی و صدور کرامات قرار دیا ہے۔ اور اس میں اپنے مخاطب سے چیلنج (طلب
 موازنہ و مقابلہ) کیا اور کہا کہ اگر آپ نجات پر ہیں تو نشان دکھائیں یا اپنے عجز کا اقرار کر کے مجھ سے نشان طلب
 کریں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے فتح اور نشان نمائی کا وعدہ دیا ہے میں ضرور نشان دکھاؤں گا اور آپ پر فتح پاؤں گا۔

عبداللہ آتھم نے اس کے جواب میں پرچہ ۲۶ مئی یوحنا باب ۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا ہے کہ مسیح نے
 یہودیوں کو یہ کہا تھا کہ میں انسان ہو کر بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہہ سکتا ہوں۔ اور کہا ہے کہ اس جواب کی نسبت
 یہ کہنا کہ مسیح نے یہ کیوں نہ کہا کہ میری الوہیت کی تصدیق فلاں فلاں پیش گوئی میں ہے، خدا کی کلام میں چون
 و چرا کرنا ہے۔ اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا نے دو آنکھیں پیشانی کے پیچھے کیوں نہ لگا دیں۔

پھر کہا کہ قادیانی نے یہ سچ نہیں کہا کہ مسیح نے حواریوں سے دعا چاہی۔

پھر کہا کہ نشان دکھانے سے ہم عاجز ہیں۔ اپنے اندر اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ لیکن جناب کو
 اس پر ناز ہے تو آپ نشان دکھائیں۔ یہ تین شخص پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک اندھا، ایک لنگڑا، ایک گونگا۔ آپ
 ان کو اچھا کر دکھائیں۔ اور خلق خدا پر حرم کریں اور اپنا چیلنج پورا کریں۔

پھر کہا کہ نجات کے بارہ میں جو آپ نے کہا ہے اس کی پڑتال ہم آئندہ کریں گے کیونکہ اس کا موقعہ وہی ہے، جب ہمارے حملے شروع ہوں گے (اس قول میں ڈپٹی آتھم نے صاف اقرار کیا کہ اس موقعہ پر نجات کی بحث اجنبی ہے اور یہ سوچا کہ پھر ہم نے اس بحث کو کیوں چھیڑا۔ اور پرچہ ۲۳، ۲۶ مئی میں کیوں اس کی بابت سوال کیا اور قادیانی کو فروج از بحث کا کیوں موقعہ دیا)۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ دوم ۲۶ مئی میں پھر مسیح کا قول یوحنا باب ۱۰ سے پیش کیا۔ اور لفظ مخصوص اور مرسل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ موسیٰ اور ہارون کے حق میں کہے گئے ہیں اور اس پر چند حوالے دیئے۔

پھر نشان نمائی کی درخواست کا جواب یہ دیا ہے کہ ایسے خاص نشان دکھانا مسیحیوں کے لئے حضرت عیسیٰ نشان قرار دے گئے ہیں اور فرما گئے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہ علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے وہ چنگا ہو جائے گا۔ اور حضرت مسیح یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ بناء علیہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہی ان بیماروں پر ہاتھ رکھ کر انکو چنگا کر دیں۔ ورنہ رائی برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

پھر کہا کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہماری یہ نشانی مقرر نہیں کی۔ اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائے گا کہ تم اقتداری طور پر جو نشان چاہو گے دکھاؤ گے بلکہ صاف فرمادیا ہے قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (یعنی ان کو کہدے کہ نشان اللہ کے پاس ہیں)۔ جس نشان کو خدا چاہتا ہے اس کو ظاہر کرتا ہے۔

(یہاں تو یہ نصرت ہے اور کتاب دافع الوسوس کے صفحہ ۶۵-۶۷ وغیرہ میں اہل کمال کیلئے اقتداری خوارق حاصل ہونے کا دعویٰ کیا۔ صفحہ ۶۷ میں کہا ہے اور ہمارے ہادی و مقتدی نبی ﷺ نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا۔ محمد حسین)

اور کہا حضرت مسیح بھی اقتداری نشان دکھانے سے عاجز رہے،
مرقس ۱۸۔ میں ہے کہ اس نے فریسیوں سے آہ کھینچ کر نشان دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔

یہودیوں نے کہا تھا کہ مسیح اسرائیل کا بادشاہ ہے تو صلیب سے اتر آوے، مسیح نہ اتر سکے۔

متی ۱۲-۳۸ میں ہے کہ اس نے کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہیں۔ پر پونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہ دکھلایا جاوے گا۔

اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے جو نشان دکھانے کا وعدہ دیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نشان ہوگا جو انسانی طاقتوں سے باہر ہوگا۔ معلوم نہیں کہ کس طور کا ہوگا۔ اگر میں اس میں جھوٹا نکلوں تو جو سزا آپ چاہیں مجھے منظور ہے۔ اور اگر مجھ سے ایسے خاص نشان چاہیں گے جیسے حضرت مسیحؑ بھی نہیں دکھا سکے، بلکہ سوال کرنے والوں کو گالیاں سنا دیں تو میرے نزدیک ایسے نشان دکھانے کا دم مارنا کفر ہے (کتاب دافع الوسوس میں اس کفر کا آپ دم مار چکے ہیں۔ محمد حسین)

اس کے جواب میں آئٹم نے پرچہ ۲ مئی میں پہلے راہ نجات و نشانی نجات کی بحث کو آئندہ ہفتہ پر ملتوی کیا (اب آپ کو سوچا کہ اس اجنبی بحث کو ہم نے بے وقت چھیڑا تھا۔ محمد حسین)۔

پھر قول یوحنا باب ۱۰ کی نسبت کہا کہ ہم اس کا جواب بارہا دے چکے ہیں۔ اس کا اعادہ و تکرار کیوں چلا جاتا ہے۔

پھر لفظ مخصوص و مرسل کے بحق غیر مسیح مانے جانے سے انکار ظاہر کیا۔

پھر کہا کہ عیسائی مذہب میں نشان نمائی کی علامت ہمیشہ کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ کی علامت محبت ہے اور اس پر اعمال ۸-۱۴؛ اول قرنطی ۱۳ کا حوالہ دیا۔

پھر کہا کہ مسیح نے مطلق نشان دکھانے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ خاص کر بد اور حرام کار لوگوں کو جو نشان دیکھ کر ٹھٹھا کرنے کو مزید نشان مانگتے تھے، نشان دکھانے سے انکار کیا۔

پھر کہا کہ حرام کار کو بد اور حرام کار کہنا گالی نہیں۔ آپ ایک معصوم نبی کی طرف گالی دینے کو منسوب کرتے ہیں اور آپ اسلام کی موافقت نہیں کرتے۔

اس کے جواب میں قادیانی پرچہ ۲ مئی میں وہی پرانا روایا ہے کہ میرے سوال کا جواب میری شرط کے موافق نہیں دیا۔ شرط یہ تھی کہ پہلے انجیل سے دعویٰ الوہیت مسیح پیش کیا جاوے، پھر اسی انجیل سے اس

کے عقلی دلائل نکالے جائیں۔ مگر ڈپٹی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ بجائے دلائل عقلیہ، انجیل ہی کی چند پیشگوئیوں کو، جو خود دعاوی ہیں، نہ دلائل، پیش کر دیا ہے۔ ایسے دعاوی تو ہندو بھی اپنے پرانوں اور شاستروں سے پیش کرتے ہیں اور ان سے برہما، بشن، مہادیو، کی الوہیت ثابت کرتے ہیں۔ پھر جب ان کے نقلی دلائل سے برہما، بشن، مہادیو کی الوہیت ثابت نہ ہوئی تو ان پیش گوئیوں سے مسیح کی الوہیت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے۔ پھر انجیل یوحنا باب ۱۰ سے قول پیش کیا۔ اور اس سے مسیح کا انکار الوہیت نکالا جو قادیانی کی کلام سابق میں نقل ہو چکا ہے۔

پھر ان پیش گوئیوں کے مقابلہ میں چند آیات قرآن کو پیش کیا جن میں یہ بیان ہے کہ یہود و نصاریٰ کے معبود عزیر و متع و احبار اور ہبان لائق عبادت نہیں ہیں، یہ لوگ کسی چیز کے خالق نہیں پھر اس کے بیچ میں محض اجنبی بات یہ بھی کہدی کہ مسیح نے کہا ہے کہ روح حق آوے تو تمہیں سچائی کی راہ بتاوے اور اس سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں نہ روح القدس۔

پھر ڈپٹی آتھم کے اس بات کا کہ، چاند سورج وغیرہ حضرت مسیح نے پیدا کئے، یہ جواب دیا ہے کہ یہ دعویٰ ہے نہ کہ دلیل۔

پھر عیسائیت میں نشان نمائی کے عام ہونے پر یوحنا ۱۴-۱۲ سے نقل کیا کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے، جو میں کام کرتا ہوں وہی کام کریگا۔ پھر اس کی دستاویز سے عیسائیوں سے نشان طلب کیا۔

پھر کہا کہ مسیح نے اگر خاص لوگوں کو نشان دکھانے سے انکار کیا تھا جو دیکھ چکے ہیں تو میں بھی تم کو ایک نشان دکھا چکا ہوں جس کا نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں ذکر ہے (یعنی پھر مجھ سے دوبارہ نشان مانگتے ہو تو میں بھی انکار کر سکتا ہوں جیسا کہ مسیح نے کیا تھا)۔

پھر اخیر میں کہا کہ میں آئندہ بھی نشان دکھانے کو تیار ہوں صرف درخواست اور تحریر شرائط کی دیر ہے پھر گالی دینے کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ الزامی جواب ہے۔ آپ ہی کے مذہب کے موافق کہا گیا ہے۔ میں حضرت مسیح کو سچا نبی مانتا ہوں۔

اس کے جواب میں قادیانی کے دوسرے خصم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک، ڈپٹی آتھم کی بیماری کی علت

سے میدان میں آئے اور انہوں نے بھی اپنے پرچہ اول ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں کئی پرانی باتیں آتھم کی کہی ہوئی کہیں۔ اور کچھ نئی کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں۔

اول آپ لکھتے ہیں۔ المسیح اور رام چندر، اور جلالی انجیل اور ہندوؤں کی کتابیں یکساں نہیں۔ ایسی تشبیہ گناہ ہے۔

۲۔ مدعیان الوہیت اگر جھوٹے ہوئے ہیں تو ان میں کوئی سچا بھی ضرور ہوگا، جیسے کھوٹے روپوں میں کھرا بھی ہوتا ہے۔

۳۔ پیش گوئیاں جو پیش کی گئی ہیں خود صدائیں ہیں نہ دعاوی۔ ان کو عقل سے پرکھنا ہمارا حق نہیں۔ خدا کی شہادت سب سے بڑھ کر ہے۔

۴۔ ان سب پیش گوئیوں کو مسیح نے اپنے اوپر کئی دفعہ لگایا ہے۔ دیکھو متی باب ۲۳۔ ۴۱۔ یوحنا ۵۔ ۲۹۔ متی ۱۱۔ ۱۰ اور غیرہ۔

۵۔ یوحنا باب ۱۰ کا جواب کئی بار دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کیوں خیال میں نہیں آتا۔ مسیح نے الوہیت کا دعوائے پختہ کیا آپ نے فرمایا ہے:

ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ کلام خدا تھا۔ کلام مجسم ہوا۔ جس کے پاس کلام پہنچا اس کا اتنا درجہ ہو گیا تو تم کلام مجسم کو کہتے ہو، کہ کفر بکلتا ہے۔

۶۔ لفظ مخصوص کا غیر مسیح کے حق میں استعمال ہونا جن حوالوں سے آپ نے بتایا ہے ان کا پتہ ندارد ہے۔ لفظ مرسل یا بھیجا گیا مسیح کے حق میں اور ہی طرح تھا۔

یوحنا ۱۶۔ ۱۸ میں ہے: میں باپ سے نکلا ہوں اور پھر باپ کے پاس جاتا ہوں۔

۷۔ مسیح نے جو یوحنا ۱۰ میں کہا ہے اس کی نسبت آپ کا یہ کہنا کہ مسیح نے یوں کیوں کہا، یوں کیوں نہ کہا، اس بزرگ نبی سے اپنے آپ کو دانا کہنا ہے۔

۸۔ بموجب یوحنا باب اول مسیح نے سب کچھ بنایا، آپ نہیں مانتے تو انجیل کو جھوٹی کہیں

۹۔ مسیح نے انکار علم قیامت وغیرہ صفات بشری میں اپنے آپ کو فرو کیا۔

۱۰۔ رائی کے دانہ برابر ایمان ہم لوگوں میں نہ ہونیکے دعویٰ میں آپ نے ہمارے سر پر پشمینہ میں لپیٹ کر جوتی چلائی ہے۔ اس باب میں جو آپ نے مرقس باب ۱۶ پر بنیاد قائم کی وہ خام ہے۔ اس میں حال کے لوگوں کے لئے نشانی کا بیان ہے نہ آئندہ کے لوگوں کے لئے۔ مسیح نے صاف کہہ دیا ہے کہ دائمی نشان جس سے دنیا جانے گی کہ تم میرے ہو، نہ کرامات و معجزہ پر، محبت ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۳: ۳۴-۳۵۔ یوحنا ۱۲-۱۴ میں مسیح حواریوں سے مخاطب تھے نہ آپ سے اور نہ مجھ سے۔

۱۱۔ معجزہ و نشان ابتدا میں تھے تاکہ دینی تعلیم کو کامل کریں نہ ہمیشہ کے لئے کیونکہ جو شے ایک دفعہ کا مل کی گئی اس کو دوبارہ کامل کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۲۔ مسیح معجزہ دکھانے سے انکاری نہیں ہوئے۔ اس وقت بھی انہوں نے یونس نبی کا معجزہ دکھانے کا وعدہ کیا تھا۔

۱۳۔ مسیح کے صلیب سے اترنے آئیگی وجہ یہ تھی کہ یہودی سنگدل تھے، وہ ایمان نہ لاتے۔

۱۴۔ انسان کا بدن چار سال بعد تبدیل نہیں ہوتا بلکہ سات سال کے بعد ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک ایسی تبدیلی کے باعث کفارہ محال ہے تو چاہیے کہ سات برس کے بعد شوہر اپنی بیوی کا خاوند نہ ٹھہرے، نہ باپ بچوں کا والد۔ جب سات برس گزر جائیں دوبارہ نکاح رجسٹریاں کرائیں

مرزا قادیانی نے پرچہ ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا ہے اور جوئی کہیں وہ اجنبی اور فضول کہیں۔ اولاً آپ کہتے ہیں کہ الوہیت مسیح کی قرآن نئی کرتا ہے۔ پھر اس مضمون کی چند آیتیں اور نقل کیں۔

۲۔ یہودی کسی ایسے مسیح کے منتظر نہ تھے جو دنیا میں خدا بن کر آئیوا ہے باوجودیکہ وہ ان پیش گوئیوں کو دن رات پڑھتے تھے جن سے مسیح کی الوہیت نکالی جاتی ہے کسی نے ان کے وہ معنی نہ سمجھے جو عیسائی کہتے ہیں۔ وہ سب کے سب متعصب نہ تھے۔

۳۔ توریت خروج ۲۹ باب ۳ میں صاف لکھا ہے کہ تم زمین کی کسی چیز کو خدا نہ بناؤ۔ اور لکھا ہے کہ اگر کوئی نبی معجزہ دکھا کر غیر معبودوں کی پیروی کو کہے تو تم اس کی بات نہ سنو۔

۴۔ مسیح نے خود فرمایا ہے کہ حیات ابدی یہ ہے کہ وہ تجھے ایلا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تم نے بھیجا ہے جانیں۔ یوحنا ۱۷: ۳۔

۵۔ بھیجا کا لفظ تو ریت کے کئی مقام میں ان ہی معنوں سے ہے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو نبی بنا کر بھیجے۔ عیسائی اس لفظ کے اور معنی ثابت کریں تو بطور شرط جو چاہیں وصول کریں۔

۶۔ عیسائیوں میں سے فرقہ یونی ٹیرین (unitarian) مسیح کو خدا نہیں مانتے۔ کیا وہ انجیل کو نہیں مانتے، یا ان پیش گوئیوں سے واقف نہیں۔

۷۔ خود مسیح نے یوحنا باب ۱۰ میں اپنے تئیں خدا کہنے میں دوسروں کا ہم رنگ قرار دیا ہے اور قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی ہے اور اپنے آپ کو نیک کہنے کی اجازت نہیں دی۔

۸۔ مسیح نے کہا ہے کہ پیش گوئیوں کے معنی وہ کرو جو یہودی کرتے ہیں۔

۹۔ آپ کے معجزات دوسرے نبیوں سے کم ہوئے ہیں بوجہ اس تالاب کے جس کی مٹی میں صحت امراض کی تاثیر تھی۔

۱۰۔ عقل بھی ان نامعقول خیالات کے مخالف ہے۔ پھر اس قدر حملے اس عقیدہ الوہیت پر ہو رہے ہیں تو آپ کو الوہیت مسیح کیلئے ایسا ثبوت دینا چاہیے جس میں کوئی اختلاف نہ کر سکتا۔

۱۱۔ یہ پیشگوئیاں ایسی نہیں، ان کی بابت اول یہودیوں سے فیصلہ کیجئے۔ پھر یونی ٹیرین سے، پھر مسلمانوں کے سامنے ان کو پیش کیجئے۔

۱۲۔ نشان دکھانا مسیح کے مخاطبوں حواریوں سے مخصوص ہے تو چاہیے کہ تمام انجیل ان ہی سے مخصوص ہو جس کی اخلاقی تعلیم میں حواری ہی مخاطب تھے۔

۱۳۔ اخیر میں نشان دیکھنے یا دکھانے کا بڑی تطویل کے ساتھ سوال کیا اور اسی کو پورا فیصلہ ٹھہرایا اور کہا عیسائی مذہب کیوں بے پھل ہے کہ آپ نشان نہیں دکھا سکتے۔

اس کے جواب میں ڈاکٹر کلارک نے پرچہ دوم ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں بہت سی پچھلی باتوں کا اعادہ کیا اور کچھ نئی باتیں کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں۔

اول آپ کہتے ہیں کہ یہودی گمراہ اور سنگ دل تاریکی کے بیٹے پیش گوئیوں کا فیصلہ ان کے سپرد کیوں ہوتا ہے۔

۲۔ یونی ٹیرین کوئی عیسائی فرقہ نہیں۔ (عیسائیو! کیا ڈاکٹر کلاک کا یہ قول حق ہے؟ محمد حسین)۔

۳۔ ایسی دلیل پیش کرنے سے جس میں کسی کا شک و اختلاف نہ ہو خدا بھی عاجز ہے۔ خدا کے وجود

سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز روشن نہیں، ہزاروں احمق اس میں بھی اختلاف کرتے ہیں

۴۔ عیسائی مذہب کو بے پھل کہا ہے۔ اس میں ہم کو منافق اور ریاکار قرار دیا ہے۔ پہلے تو آپ کا

دعویٰ پیغمبری سنا جاتا تھا، اب آپ دعویٰ الوہیت کرنے لگے۔ دلوں کی باتیں بتانے لگے

۵۔ اگر خدا کی ذات کو ہم سمجھ لیں تو پھر ہم اس کے مساوی ہو گئے۔ اس لئے میں محمدی توحید کا قائل

نہیں۔ اس کو تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس وحدانیت کا کونسا امر سمجھ سے باہر ہے لیکن کثرت فی الوحدت ایک

مسئلہ ہے۔ تو نہ اس کا سمجھنے والا پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ ذات الہی ایک ایسی چیز ہے کہ نہ عقل سے ثابت کی جاتی

ہے نہ عقل سے اس کی تردید کی جاسکتی ہے۔

۶۔ صحیح تعلیم اللہ کی کتابوں کی یہی ہے کہ تین اقنوم اور ایک خدا تعالیٰ ظاہر کرتا رہا ہے کہ میں تمہارا

نجات دہندہ ہوں۔ وقت پر کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور تم نے اس کا نام عمانوئیل رکھنا۔ فرشتوں کی

گواہی، حواریوں کی گواہی، روح القدس کبوتر کی شکل میں اتر آئے۔ دشمنوں نے بھی گواہی دی۔ انجیل میں

سب گواہیاں موجود ہیں۔

۷۔ نشان جھوٹے نبیوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ استثنائاً ۱۳۔ ۱۲۔ نیز مرقس ۱۳۔ ۲۲ بایں ہمہ آپ

نے دعوے کر کے کچھ نہ دکھایا اور تاویل کر کے ٹال گئے۔

۸۔ ہم نے امور ذیل کا اثبات کیا اور آپ کے سوالات کا بخوبی جواب دیا۔ ۱۔ آپ کے استقرائے کا یہ

جواب کہ مسیح کا رسالت لے کر دنیا میں آنا مستثنیٰ ہے۔ ۲۔ الوہیت مسیح کا عقل سے امکان اور آیات بائبل سے

وقوع ثابت کیا۔ ۳۔ یوحنا باب ۱۰ کا جواب دیا گیا۔ ۴۔ توریت و انجیل سے پیش گوئیاں پیش کی گئیں ہیں ،

یہود اصدقنو وغیرہ۔ ۵۔ مسیح کا انسان کامل و خدائے کامل ہونا ثابت کیا۔ ۶۔ علم قیامت وغیرہ سے مسیح کے انکار

کا جواب دیا گیا۔ قرآن کی آیات کا جواب کہ ہم اس کو مستند نہیں جانتے۔ ۸۔ مرقس ۱۶ باب کا جواب دیا گیا۔ ۹۔ آپ کے دعویٰ کرامات و نشان نمائی کا جواب دیا گیا۔ مگر آپ نے ہمارے کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ جو کہا بیچ۔ ۹۔ مبالغہ اور نشان نمائی کا جواب یہ ہے کہ لعنت کہنا تو ہمارا مذہب نہیں۔ نشان آپ نے خوب دکھایا۔ ۱۰۔ آپ کو فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر آپ سے نہ عقلی دلیل کا مقابلہ ہو سکا نہ نقل کا، نہ الہام و کرامت آپ کے کام آئی۔ مگر فتح کسی اور پر شگفتہ ہوئی۔ یہ فتح اور ہر ایک جنگ میں فتح عیسائیوں کی ہے۔

یہ حصہ اول مباحثہ اور سوال الوہیت مسیح سے متعلق فریقین کی گفتگو کا خلاصہ مطالب ہے۔

حصہ دوم مباحثہ میں اور سوال متعلق کفارہ و جبر و اختیار میں جو گفتگو ہوئی ہے اس میں بھی شیر بہادر قادیانی الوہیت مسیح کی بحث کو کھینچ کر لے گیا اور آخر فریق ثانی کو بھی ناچار ہو کر اس میں کچھ کہنا پڑا۔ اس حصہ میں سے بھی ہم اس گفتگو کا جو الوہیت مسیح کے متعلق ہوئی ہے یہاں خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے پرچہ ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ ڈپٹی آٹھم کے نزدیک حضرت مسیح میں دور و حین تھیں۔ ایک انسانی دوسری خدائی۔ اس پر ایک یہ سوال ہے کہ مدبر بدن دور و حین تو ہونے نہیں سکتیں۔ پس اگر ایک ہی خدائی روح مدبر ہے، تو پھر مسیح انسان کامل کیونکر ہوئے۔ جسم کے لحاظ سے تو کوئی انسان انسان نہیں کہلا سکتا کیونکہ جسم معرض تحلل میں پڑا ہوا ہے۔ اور اگر انسانی روح مدبر بدن تھی تو پھر خدائی روح کس کام آئی۔ دوسرا سوال یہ کہ اگر مسیح روح کے لحاظ سے انسان تھے تو پھر خدا نہ ہوئے۔ اور اگر روح کے لحاظ سے خدا تھے تو پھر انسان نہ ہوئے۔

۲۔ عیسائیوں کے نزدیک باپ، بیٹا، روح القدس تینوں کامل تھے تو تینوں کے ملنے سے خدا کا زیادہ کمال ہونا چاہیے۔ جیسے تین تین سیروں کے جمع ہونے سے ۹ سیر ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حضرت مسیح کی الوہیت پر عقلی دلائل بیان نہیں ہوئے، صرف پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں جو دعاوی ہیں نہ کہ دلائل۔ اور یہودی ان کے وہ معنی نہیں کرتے جو عیسائی کرتے ہیں۔

ڈپٹی آٹھم نے اس کے جواب میں پرچہ دوم ۳۰ مئی میں کہا ہے کہ ہم اس مسیح کو جو مرئی و مخلوق ہے، اللہ نہیں کہتے ہیں، بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور اس باب میں ہم امکان عقل سے اور وقوع نقل سے ثابت کر چکے

ہیں۔ امکان ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ خدا قادر ہے کہ ستون میں سے، جو ٹی اور اینٹوں کا بنا ہوا ہے، جواب دے۔ اس سے کون چیز مانع ہے۔ اور اس سے کون سی صفت الہی گھٹتی ہے؟ ایسا ہی اس کا مخلوق میں ظہور ممکن ہے۔ وقوع کلام الہی سے بیان کیا ہے۔ آپ اس کو کلام الہی نہیں جانتے تو یہ دیگر بات ہے۔

۲۔ مسیح میں دو روہیں نہیں بلکہ مخلوق کامل مسیح میں ایک روح کامل تھی لیکن خدا تعالیٰ اپنی ہستی سے، بجمہت اس کے کہ بے حد ہے، ہر جگہ اندر و باہر موجود ہے (یعنی وہ روح مظہر اللہ تھی)۔

۳۔ وزنوں کے بیان میں آپ نے لطیف خدا کو کثیف بنایا۔ ہم خدا کی ذات کو کثیف نہیں جانتے۔ وحدت فی الکثرات کی مثال بے حدی و بے نظیری ہے کہ ایک صورت میں ایک ہے، ایک صورت میں تین۔ ایسے ہی اقامت ثلاثہ، اقنوم اول قائم فی نفسہ ہے باقی دو اقنوم لازم و ملزوم۔

۴۔ کلام الہی (یعنی پیش گوئیوں) کو آپ دعاوی کہتے ہیں اور ان کے ثبوت کے لئے اور دلیل طلب کرتے ہیں۔ کیا آپ اس کے کلام الہی ہونے میں متردد ہیں، یقین نہیں رکھتے۔

مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں پرچہ ۳۱ مئی میں کہا ہے:

۱۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کے نزدیک مسیح کی روح مخلوق تھی اور جسم بھی مخلوق تھا اور خدا سے ان کا تعلق ایسا تھا جیسا کہ ہر چیز سے اور ہر جگہ سے ہے تو پھر خاص کر وہ مظہر اللہ کیسے ہوئے؟ ایسی مظہر تو ہر چیز ہے۔
۲۔ روح القدس کے نزول سے وہ مظہر اللہ ہو گئے، تو اس سے بھی آپ کی کچھ خصوصیت نہیں۔ یہ روح القدس اوروں پر بھی نازل ہوئی ہے۔

۳۔ آپ کے نزدیک اقنوم دوم حضرت (عیسیٰ) مجسم خدا تھے۔ اقنوم سوم روح القدس بھی کبوتر مجسم کی شکل میں اترا۔ اقنوم اول خدا تعالیٰ بھی مجسم ہے کیونکہ یعقوب سے کشتی کی۔ یعنی پھر آپ کا خدا کو کثیف نہ ماننا کیا معنی رکھتا ہے۔

۴۔ وحدیت حقیقی و کثرت حقیقی ایک جگہ جمع کیونکر ہو سکتے ہیں ایک کو اعتباری کہنا تو آپ کا مذہب نہیں۔
۵۔ مسیح دائمی طور پر مظہر اللہ تھے یا اتفاقی اور کبھی کبھی ہوتے تھے۔ دائمی تھے تو ان میں دائمی طور پر عالم الغیب و قادر مطلق ہونا پایا جانا ضروری تھا۔ حالانکہ انجیل اس کی تکذیب کرتی ہے۔

۶۔ مسیح کی روح ایک ہی انسانی تھی جس میں الوہیت کی آمیزش نہ تھی اور خدا کی روح اس کے ساتھ ایسی رہتی تھی جیسی ہر چیز کے ساتھ اور ہر جگہ ہے، جیسا کہ لکھا ہے کہ یوسف^۳ میں بھی اس کی روح تھی۔ تو پھر حضرت مسیح اپنی ماہیت کے لحاظ سے کیونکر اقنوم دوم اور خدا ٹھہرے۔

۷۔ تینوں اقنوم برابر کامل ہیں تو تینوں کے ملنے سے خدا کی طاقت کیوں زیادہ نہ ہوگئی۔

۸۔ وزنوں کی ہم نے ایک مثال دی ہے، سو بھی آپ کی کتابوں سے ثابت کر دکھائی۔ آپ کثیف جسموں کی طرف ناحق کھینچ کر لے گئے۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم پرچہ ۳۱ مئی میں لکھتے ہیں:

۱۔ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔

۲۔ ہر سہ اقاہیم کا جسم ہونا آپ نے بہت صحیح نہیں فرمایا تا، ہم مجلس ہونے سے وہ وزنی ہو جاتے (

اصل میں ایسا ہی ہے مگر شائد لفظ نہیں، کاتب سے چھوٹ گیا) جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔

۳۔ ہمارا تثلیث کو ماننا یوں ہے کہ ایک صورت میں ایک، دوسری صورت میں تین۔ اور ان تین میں

اس قسم کا علاقہ ہے جیسے بے نظیری بے حدی سے نکل کر زمان و مکان دوسرا نہیں چاہتے تاہم دو صفات کی

تعریف علیحدہ علیحدہ ہے اور یہ دونوں صفات ایک جیسے ہیں۔ ایسے ہی اقاہیم کی صورت ہے کہ ایک قائم فی نفسہ

ہے، دولازم ملزوم ساتھ اس کے۔

قادیانی نے اپنے پرچہ دوم ۳۱ مئی میں وہی بات کی ہے کہ آتھم نے سوالات و جواب میری شرط کے

موافق پیش نہیں کئے۔ میری شرط یہ تھی کہ ہر ایک دعویٰ انجیل سے پیش کیا جائے اور دلائل معقول بھی اسی انجیل

سے نکالے جائیں، آپ اس شرط کو چھوڑ کر گویا ایک نئی انجیل بنا رہے ہیں

۲۔ پھر کہا کہ آپ کا یہ کہنا کہ روح القدس کے نزول کے وقت سے مسیح مظہر اللہ ہوئے، پہلے مظہر اللہ

نہ تھے، اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ تیس برس کی عمر تک مسیح محض اور خالص انسان تھے مظہر اللہ نہ تھے اور یہ آپ پر

اقبالی ڈگری ہے۔ اور ہمارے لئے فتح عظیم ہے۔

۳۔ پھر اس روح القدس کے نزول سے مظہر اللہ ہو جانا بھی دعویٰ بلا دلیل ہے۔ روح القدس تو

حضرت یحییٰ و زکریا و یوسف و یوشع پر بھی اتری۔ اور کل حواریوں پر اتری تھی۔ پھر چاہیے کہ وہ بھی سب کے سب خدا ہو جائیں۔

۴۔ پھر کہا آپ کا ہر ایک خدا مجسم ہے تو پھر وزنی نہ ہونیکے کیا معنی۔ کوئی ایسا جسم آپ پیش کر سکتے ہیں جو وزنی نہ ہو۔ مگر شکر ہے آپ نے باپ بیٹے روح القدس تینوں کو مجسم تو مان لیا ہے

۵۔ پھر کہا آپ نے کثرت فی الوحدت اور وحدت کے بلحاظ جہات مختلفہ ایک جگہ پائے جانے کا دعویٰ کیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ آپ حقیقت کس کو جانتے ہیں، وحدت کو یا کثرت کو۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ مسیح تیس برس تک الوہیت سے خالی رہے۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ خصوصیت مظہریت تب نمودار ہوئی، جب مسیح ہوئے۔ جب تیس برس کے ہوئے پتسما پا کر یردن سے نکلے۔ اور یہ آواز آئی کہ میرا پیارا بیٹا ہے میں اس سے راضی ہوں تم اس کی سنو۔ اسی وقت سے وہ مسیح ہیں۔

قادیانی نے اس کے جواب میں پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی آتھم کے پرچہ ۳۱ مئی کی اصل عبارت نقل کر دی جس میں صاف تصریح ہے کہ مسیح، نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔ نہ یہ کہ مخفی طور پر وہ پہلے بھی مظہر اللہ تھے، علانیہ تب ہوئے جب روح القدس اترے۔ یہ بات ان کی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتی۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم یکم جون میں لکھا ہے کہ میں نے تیس برس کے بعد مسیح کا مسیح ہونا بیان کیا ہے، نہ یہ کہ تیس برس تک وہ الوہیت سے خالی رہے۔ بے حدی سے تو کوئی چیز خالی نہیں، چہ جائے مسیح۔

۲۔ پھر کہا ہمارے نزدیک مظہر اللہ کے معنی جائے ظہور اللہ کے ہیں۔ واسطے عہدہ مسیحیت کے روح القدس اس امر کی گواہی کیلئے آیا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، نہ اسلئے کہ وہ اس وقت اس کے اندر آن کر گھس جائے۔

۳۔ پھر کہا کہ آپ نے اس سوال کا جواب نہ دیا کہ جبریل، مریم کے پاس آئے تھے یا نہیں، اور مسیح کی پیدائش معجزہ ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ دو جوں میں لکھا ہے کہ ڈپٹی آٹھم نے فرمایا ہے کہ بے حدی سے کوئی چیز خالی نہیں، چہ جائے کہ مسیح اس سے خالی رہے۔ یعنی نزول روح القدس سے پہلے بھی مظہر اللہ تھے کیونکہ عام معنوں میں تمام مخلوقات مظہر اللہ ہے اور یہ صاف اقرار ہے کہ مسیح خاص طور پر مظہر اللہ روح القدس کے بعد ہوئے۔ پہلے عام مخلوق کی طرح مظہر تھے

۲۔ پھر کہا کہ تین اقنوم کے ثبوت میں کوئی دلیل عقلی نہیں دی۔ یوں تو ہر ایک نبوت کے سلسلہ میں تین چیزوں (یعنی خدا، روح القدس یعنی فرشتہ و رسول) کا ہونا ضروری ہے۔ آپ صاحبوں نے خوش فہمی سے ان کا نام تین اقنوم رکھ لیا۔

۳۔ روح القدس جیسے مسیح پر آئی، ویسے اور نبیوں پر آئی، مسیح میں نئی بات کون سی تھی۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آٹھم نے پرچہ ۲ جون ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ پہلے سے بھی مظہر تھے، بلکہ یہ کہا ہے کہ اقنوم ثانی اور انسانیت کا باہم علاقہ رہا۔ مظہر تو وہ تب ہی ہوئے جب مسیح ہوئے۔ یعنی تیس برس کے بعد۔

۲۔ تثلیث کا کافی ثبوت دیا گیا ہے، عقل سے اس کا امکان بتایا گیا، کلام الہی سے وقوع

۳۔ بجز مسیح کس نبی پر روح القدس بشکل کبوتر اترے۔ کون سانبی اس امر میں ان کا مساوی ہے۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ دو جوں ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے کہ

۱۔ مظہریت سے پہلے اقنوم ثانی کا انسانیت سے علاقہ ہونا لائق تسلیم نہیں جب تک صریح نقل انجیل

سے اس امر کو ثابت نہ کیا جائے۔

۲۔ پھر کہا کہ عقل سے امکان تثلیث ثابت نہیں کیا گیا۔ عقل کا فیصلہ ہمیشہ کلی ہوتا ہے۔ اگر عقل مسیح کا

داخل تثلیث ہونا روکھتی ہے تو اوروں کیلئے یہ بھی امکان واجب کرے گی۔

۳۔ پھر کہا کہ کبوتر چھوٹا سا جانور ہے۔ اگر قوی الجشہ ہاتھی یا اونٹ کی شکل پر روح القدس نزول کرتے

تو اس پر ناز کی جگہ تھی۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آٹھم نے پرچہ ۳ جون میں اولاً کہا ہے،

۱۔ جناب نے کلام کے مجسم ہونے پر تکرار کیا ہے۔ کلام یعنی اقنوم ثانی انجیل یوحنا کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ کلام مجسم ہوا مگر مظہریت اس کے واسطے تیس برس کی عمر میں ظاہر ہوئے۔

۲۔ پھر کہا کہ آپ تو تثلیث فی التوحید پر بار بار اعتراض کرتے ہیں آپ پہلے توحید مطلق کو تو بدون صفات متعددہ ثابت کریں۔

۳۔ پھر کہا کہ صفت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک قوت ہو جو خاص قسم واحد پر حاوی ہو۔ ذات وہ ہے جو جامع صفات ہو۔ ہم صفت کو اقنوم قرار نہیں دیتے۔ اقنوم شخص معین ہے جو مجموعہ صفات ہے۔ اقا نیم ثلاثہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شے قائم فی نفسہ ہے اور دوسری مساوی اسکے لازم و ملزوم۔ اقنوم اول باپ ہے اور وہ قائم فی نفسہ ہے۔ اور دوسرے اقا نیم ابن و روح لازم و ملزوم۔

۴۔ روح القدس کو قادیانی کے ہاتھی سے نسبت یا تشبیہ دینے پر آتھم نے آنحضرت ﷺ کو یسوع سے تشبیہ دی اور آنحضرت ﷺ کی سخت توہین کی جسکا مظلمہ قادیانی پر ہے۔ اس نے آیت لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم کو پس پشت ڈال کر عیسائیوں کے ایک معبود (روح القدس) کو ہاتھی بنایا تو انہوں نے اس کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کو..... بنایا۔ پھر کہا۔

۵۔ سوائے خدا کوئی شخص نیک نہیں، مسیح نے اس شخص کو کہا تھا جو مسیح کو خدا نہیں جانتا تھا۔

In the beginning was the word, and the word was with God, and the word was God.

The same was in the beginning with God.

All things were made by him; and without him was not any thing made that was made.

In him was life; and the Life was light of men.

And the light shineth in the darkness; and darkness comprehended it not (John 1: 1-5)

اس کے جواب میں قادیانی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کے پرچے میں کہا کہ

۱۔ آپ کے اس اعتقاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا جسم بھی خدا تھا۔ لیجئے حضرت یک نہ

شدد و شد۔

۲۔ پھر کہا آپ کے اس قول پر کہ اقنوم کے معنی شخص معین کے ہیں اور یہ تین جدا جدا اشخاص ہیں،

اور ماہیت ایک ہے، یہ سوال ہے کہ یہ تینوں شخص اور تینوں کامل ہیں تو پھر باوجود اس حقیقی تفریق کے اتحاد ماہیت کیونکر ہے۔ نظیر بے حدی و بے نظیری کی اس مقام سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں حقیقی تفریق قرار نہیں دی گئی۔

۳۔ پھر کہا ستون میں خدا بولنے کا امکان ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ستون خدا یا ابن اللہ کہلاوے۔ بلکہ جیسا پہلے تھا ویسا کہلاوے گا۔ نیز ایک ستون میں بولنا دوسرے ستون میں بولنے سے مانع نہیں۔ ایک ہی سینکڑ میں ہزاروں ستون میں وہ بول سکتا ہے۔ مگر یہ آپ کے اصول کے برخلاف ہے۔

۴۔ مسیح کا بلا پد پید ہونا میری نگاہ میں عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدمؑ کے ماں باپ دونوں نہ تھے۔ آب برسات آتے ہی ضرور باہر جا کر دیکھیں کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے مسیح کی خدائی کا ثبوت نکالنا صرف غلطی ہے۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم پرچہ ۵ جون میں کہا ہے،

مجسم ہونے سے مظہریت پر ایماء ہے نہ یہ کہ جسم خدا ہے۔ ۲۔ بے نظیری بے حدی کی نظیر کیوں باطل ہے۔ کیا ان دونوں صفات کی ایک ماہیت نہیں۔

اس کے جواب میں قادیانی اپنے پرچہ اخیر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں پہلے تو وہی پرانا رونا ریا ہے کہ جس شرط سے بحث شروع کی گئی تھی اس شرط کا ایفاء ڈپٹی آتھم نے نہیں کیا۔ پھر اس شرط اور اس کی خلاف ورزی کو بیان کیا جو بار بار ہو چکا ہے۔ اخیر میں پھر وہی سوال نشان نمائی ڈپٹی آتھم سے نقل کر کے اس کے جواب میں پیچیدہ الفاظ اور قیود پر کیوڈ کے ساتھ اس پیش گوئی کو نشان بنایا اور کہا کہ ڈپٹی آتھم پندرہ ماہ کے عرصہ میں فوت ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کہا کہ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھے پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ آسمان زمین ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

اس پر مباحثہ کا خاتمہ کیا۔

یہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی اس گفتگو کا خلاصہ مطلب ہے جس کو انہوں نے ۱۲۶ صفحہ میں ادا کیا ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین کو تمام گفتگو کا مطلب ایسا عمدگی اور شائستگی سے سمجھ میں آئے گا کہ ویسا ان کی اصل تحریرات سے سمجھ میں نہ آئے گا۔

اس خلاصہ سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ فریقین نے اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت اور فریق مخالف کے رد میں جو کچھ کہا ہے، اس میں غالباً علم و فہم و عقل و انصاف سے کام نہیں لیا۔ جو کچھ انہوں نے کہا اس میں اکثر حصہ لغو و فضول ہے اور کسی ایک فریق نے دوسرے فریق کی بات کا معقول جواب نہیں دیا۔ قادیانی نے اپنے بھائیوں، پرانے عیسائیوں، کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا کافی جواب نہیں دیا اور عیسائیوں نے اپنے دعویٰ کے موافق الوہیت مسیح کا ثبوت پیش نہیں کیا اور نہ مرزا کے ملحدانہ اصول کو رد کیا ہے۔ اس خلاصہ سے اس امر کا یقین حاصل ہونے سے ناظرین کو اس امر کی ضرورت نہ رہے گی کہ اس گفتگو پر مفصل ریویو کیا جائے اور اس گفتگو کی لغویت کو بدلائل ثابت کیا جائے، تاہم حسب وعدہ اس پر مفصل ریویو کرتے ہیں۔ دھونڈا تقریر پر چاروں قادیانی کے متعلق اسلامی رائے:

سوال اول کی تمہید میں قادیانی نے جو اولاً اصول مقرر کیا ہے کہ: جو دعویٰ کتاب آسمانی کی نسبت کیا جائے اس کا ثبوت بھی دلیل عقلی یا تاریخی سے اسی کتاب سے پیش کیا جائے۔ یعنی جس کتاب آسمانی کا ثبوت عقلی یا تاریخی اس کتاب میں نہ پایا جائے وہ کتاب الہامی نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک ملحدانہ و زندیقانہ اصول ہے جس سے قادیانی کا مقصد اگرچہ بظاہر عیسائیوں کے دعویٰ ابنیت والوہیت مسیح کا ابطال ہے مگر در پردہ اور فی الحقیقت مطلق (دین؟) کی بنیاد اکھاڑنا اور جملہ مذاہب خصوصاً اسلام کی بیخ کنی کرنا (خاش بدہن) اور لوگوں کو... خصوصاً قرآن مجید کی پیروی سے آزاد کرنا اور ان میں لاندہبی اور الحاد اور دہریہ پن پیدا کرنا ہے۔ کسی کتاب کو الہامی مان لینے کے بعد ماننے والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ وہ اس کتاب کے جملہ دعاوی و بیانات و احکام و ہدایات کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب میں تلاش کرے۔ پھر اگر اس کتاب میں یا خارجاً ان کا ثبوت عقلی دلائل یا تاریخی شواہد سے نہ ملے تو اس کتاب کے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے اور اس کتاب کی پیروی سے دست

برداری اختیار کرے، بلکہ کسی کتاب کو الہامی ماننے کے بعد اس کے ماننے والے پر ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کے ہر ایک بیان و ہدایت کو بغیر کسی ایگزیمینیشن (امتحان) کے اس کو سراسر حق و راست سمجھے اور اس پر آمنا و صدقنا کہے۔ گو اس کا کوئی بیان (اس کی سمجھ میں) نہ آوے یا کوئی تاریخ اس کی مصدق نہ ہو۔ اور وہ یقین کرے کہ صاحب الہام کا دعویٰ عقلاً تمام جہان سے بڑھ کر لائق و وثوق ہے اور وہ ان کی تصدیق کا محتاج نہیں ہے۔ اور ایک ملہم کا بیان لاکھ مورخ کے بیان سے مقدم اور احق بالتصدیق ہے اور وہ ان کی شہادت کی ضرورت نہیں رکھتا۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ نہیں پہنچتا کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ فرمائیں تو ان کو اس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی رہے۔ جو کوئی اللہ اور رسول کا نافرمان بردار ہو وہ، یعنی اس نے اپنا اختیار باقی سمجھا، وہ صاف بھول گیا۔

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم
ومن يعص الله ورسوله فقد ضلّ لاً مبيناً۔ احزاب۔ ع ۵۔

ہر چند آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن مجید فرقان حمید نے اپنے بہت سے دعاوی و بیانات و احکام و ہدایات کو خود دلائل عقلی سے ایسا مدلل کر دیا ہے کہ اس کو عام اہل عقل یا خواص دقائق شناس بخوبی سمجھ رہے ہیں (چنانچہ قرآن کریم میں حرمت خمر و قمار کو اس دلیل سے مدلل فرمایا ہے کہ ان سے آپس میں عداوت اور لڑائی اور خدا کی یاد سے غفلت اور روک پیدا ہوتے ہیں یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة و البغضاء فی الخمر و المیسر و یرید ان ینزلکم عن الذکر اللہ و عن الصلوة فهل انتم منتهون۔ ما ئدہ ع ۱۲۔ اور حکم انفری شوہر بہ نسبت زوجہ کو دو دلیلوں سے مدلل فرمایا کہ ایک تو ان کو قدرتی فضیلت ہے دوسری وہ مال خرچ کرتا ہے الرجال قوا مون علی النساء بما فضل اللہ بعضهم علی بعض و بما انفقوا۔ (نساء ع ۵) فان لم یكونا رجلین فرجل و امرأتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما فتذکر احدہما لا خری۔ بقرہ ع ۳۹) و لیکن کلیت کے ساتھ ان کتابوں کے ہر ایک دعویٰ میں بیان عقلی دلائل کا التزام پایا نہیں جاتا۔ اور ان میں بہت سے ہدایات اور بیانات ایسے پائے جاتے ہیں جن کا عقلی یا تاریخی ثبوت نہ ان کتابوں میں پیش کیا گیا ہے اور نہ ان کتابوں کو الہامی ماننے والے اشخاص سے ہر شخص اپنی طرف سے اس کا عقلی یا تاریخی ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ جیسے وجود و صفات ملائکہ ہیں جن پر ایمان

لانے کا حکم قرآن میں آچکا ہے۔ پھر اس کا ثبوت عقلی اس کتاب میں پیش نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہر مسلمان ان کے وجود و صفات پر عقلی دلائل بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ یا حکم حرمت نکاح امہات و اخوات و حلت نکاح اجا نب ہے جو قرآن میں فرمایا گیا ہے مگر اس حکم کا عقلی ثبوت اس میں نہیں دیا گیا۔ اور نہ عام مسلمانوں سے وہ ثبوت بیان ہو سکتا ہے، گو خواص علماء اسلام نے اس کا کافی ثبوت دے دیا ہے۔ یا قصہ اصحاب کہف و قصہ ذوالقرنین ہے، جن کے واقعہ ہونے کی نسبت قرآن نے صرف دعویٰ کیا ہے اور اس کا کوئی تاریخی ثبوت و حوالہ نہیں دیا جس کی وجہ سے قرآن کو (حقیقۃً یا ادعاءً) ماننے والے اس کی مختلف تفسیریں کر رہے ہیں (سر سید احمد خان ازالہ الغیب میں اس کی تفسیر کچھ کر رہے ہیں۔ حکیم نور الدین تصدیق براہین احمدیہ میں کچھ اور۔ اور مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب رسالہ ازالۃ الرین میں کچھ اور۔ اگر قرآن میں اس کا تاریخی ثبوت یا حوالہ ہوتا تو یہ اختلاف کیوں پڑتا؟) جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ و علیٰ ہذا القیاس۔ پھر کیا ان کتابوں کو ماننے والے کی یہ شان اور یہ مقتضائے ایمان ہے کہ ایسے دعویٰ و بیانات کی صحت سے انکار کرے۔ اور ان دعویٰ و بیانات کے قرآن میں غیر مدلل ہونے سے اس کے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا التزام عام کہ ان کتابوں میں ہر ایک دعویٰ و بیان و حکم و ہدایت پر عقلی دلائل و تاریخی شواہد کا ایراد ہو، ان کتابوں کے الہامی ہونے کو بطہ لگاتا ہے۔ اور ان کتابوں کی ہدایات و احکام و اخبار پر ایمان بالغیب کو مٹاتا ہے۔ اور ان کے تسلیم و ایمان کو صرف عقلی و تواریخی دلائل سے مستفاد قرار دے کر شرعی ایمان کی حد سے خارج کرتا ہے۔

الہامی کتابوں کا ہر ایک دعویٰ و بیان ان ہی کتابوں میں عقلی دلائل و تواریخی شواہد سے مدلل کیا گیا ہوتا تو پھر ان کا الہام کس کام آتا اور اس کا اثر و نتیجہ کیا ہوتا؟ اور جب ان دعویٰ و بیانات کو عقلی دلائل و تواریخی شواہد سے مدلل و مستند دیکھ لیتے تو پھر ان کتابوں پر ایمان بالغیب کہاں رہتا۔ اور ایسا ایمان محل تکلیف و موجب اجر و ثواب کیونکر ہو سکتا ہے۔

کیا دو دونے چار یا ایک کو دو کا نصف مان لینے یا آفتاب کو روشن و شعاع دار تسلیم کرنے کا حاتم طائی کو تنجی اور سکندر، دارا بادشاہ کو تاریخی شہادت سے مان لینے کو شرعی ایمان کہا جاتا ہے؟ اور کوئی عاقل اس کو محل تکلیف موجب ثواب قرار دے سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے احکام و عقاید کے

صد ہا اسرار علماء اسلام نے ایسے بیان کئے ہیں جن کا بیان صریح قرآن میں نہیں پایا جاتا۔ اور اس امر کو قرآن مجید کے نقائص نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کا کمال تسلیم کیا گیا ہے جس کی طرف نص لا تنقضی عجائبہ مشعر ہے۔ علماء اسلام کا عجائبات و اسرار احکام قرآن کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اگر روئے زمین کے علماء اور عقلاء مل کر اسرار قرآن بیان کریں تو وہ اس کو پورا بیان نہ کر سکیں گے۔ اس کے بعد ایسے علماء و عقلاء اور پیدا ہوں گے کہ وہ برطبق ہر کہ آمد براں مزید نمود، اور ہی اسرار بیان کریں گے۔

اور اگر بقول قادیانی بیان اسرار دلائل کتاب الہامی کا اسی کتاب میں انحصار ہوتا اور اس کتاب کے پیروان اور حامیوں کا یہ حق نہ ہوتا کہ وہ ان احکام کے اسرار و دلائل اپنے خداداد فکر رسا سے بیان کریں تو علماء اسلام احکام قرآن کے دلائل و اسرار کے بیان سے تعرض نہ کرتے اور اپنے اس بیان کو قرآن کا فخر و کمال نہ سمجھتے۔ قرآن کے عدم التزام بیان اسرار دلائل جملہ احکام اور علماء کے تعرض بیان اسرار دلائل احکام قرآن سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی نے جو اس کے برخلاف اصول مقرر کیا: کہ الہامی کتاب وہ ہے جو اپنے دعاوی کے دلائل خود بیان کرے۔ کوئی دوسرا اس کے دعاوی کے دلائل سے تعرض نہ کرے اور جس کتاب کے دعاوی کے دلائل کو کوئی دوسرا شخص بیان کرے گا اس کتاب کو الہامی تسلیم نہ کیا جائے گا۔، ملحدانہ اصول ہے جس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام جب اپنی کتابوں کے دعاوی و احکام اپنی کتابوں میں موجود نہ پائینگے تو ان کتابوں کی پیروی سے دست بردار ہو جائیں گے اور اپنے مذہب خصوصاً اسلام کو سلام کر کے قادیانی کی طرح ملحد و ہر یہ بن جائینگے۔

اس پر وہ درمی اور افشاء راز دلی پراگر مرزا قادیانی یہ کہے کہ میرے نزدیک قرآن مجید کا ہر ایک دعویٰ یا حکم قرآن مجید ہی میں عقلی اور توراتیجی دلائل سے مدلل ہے لہذا اس اصول کی تاثیر سے لوگوں کا قرآن اور اسلام سے دست بردار ہو جانا ناممکن ہے۔ تو اس کے جواب میں اس سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر آپ کا دلی اعتقاد یہی ہے تو براہ مہربانی آپ یہ فرمائیں کہ زمانہ قدیم سے اس وقت تک کتنے مسلمان ایسے چلے آئے ہیں، یا اب موجود ہیں، جو قرآن کے ہر ایک دعویٰ یا حکم کے دلائل عقلی یا توراتیجی اس قرآن سے نکال سکتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں وہ ضرور یہی کہے گا کہ تھوڑے اور بہت تھوڑے جو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں اور اس زمانہ میں تو ہمارے (خود بدولت قادیانی کے) اور ہمارے مخلص احباب حکیم نور دین وغیرہ کے سوا کوئی

بھی ایسا نہیں ہے جو قرآن سے اس کے احکام اور دعویٰ کے دلائل عقلی نکال کر بیان کر سکے۔ اس جواب سے صاف نتیجہ نکلے گا کہ اکثر مسلمان جو اس وقت قرآن کے منکر اور اس کے احکام و دلائل کا ثبوت عقلی یا تاریخی نہیں نکال سکتے، اس اصول کے ذریعہ سے قرآن کے منکر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائیں گے جب وہ ان دلائل کو اپنے سمجھ و خیال میں قرآن میں نہ پائیں گے۔ اور یہ وہی نتیجہ ہے جو ہم نے آپ کے اس ملحدانہ اصول سے نکالا ہے۔

مرزا قادیانی اگر دل سے مسلمان ہوتا اور مذہب سے اس کو کچھ تعلق ہوتا تو بجائے اس ملحدانہ اصول کے کہ: کتاب الہامی کے دعویٰ کی عقل یا تاریخ مصدق ہو تو وہ الہامی کتاب ہو سکتی ہے۔ یہ اصول بیان کرتا کہ: الہامی کتاب وہ ہے جس کا کوئی دعویٰ محال و قرادہ عقل انسانی کے مخالف نہ ہو، یا واقعات اتفاقیہ تاریخیہ اس کے مذب نہ ہوں،

اس اصول سے وہ ان کے عقیدہ الوہیت مسیح یا تثلیث کو آسانی سے باطل کر سکتا تھا۔ اور اسلام کے کسی اصول و مسئلہ پر حملہ آور بھی نہ سمجھا جاتا، اور ملحد و زندیق نہ کہلاتا۔ کیونکہ الوہیت مسیح محال اور فتویٰ عقل انسانی کے مخالف ہے۔ اس لئے اس اصول سے اس کا ابطال ہو سکتا ہے۔ اور اسلام کا کوئی اصول و مسئلہ عقل انسانی اور واقعات اتفاقیہ تاریخی کا مخالف نہیں ہے (گو اس کے بعض احکام و عقاید احاطہ ادراک عقل سے خارج ہیں۔ عقل ان کی کذب اور حقیقت کو نہیں پہنچتی، اور اس وجہ سے ان کی تصدیق و تکذیب دونوں سے قاصر و عاجز ہے) ایسے ہی تاریخ ان کی تصدیق یا تکذیب سے سہاکت ہے ولہذا اسلام پر اس اصول کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اور محال اور مجہول الکنہ میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اول کو عقل جائز نہیں رکھتی بلکہ صاف رد کرتی ہے۔ اور ثانی کے ادراک سے عاجز ہونے کے سبب سے اس کی نہ تصدیق کرتی ہے اور نہ اس کو رد کرتی ہے۔ ایسا ہی تواریخ کی تصدیق یا موافقت اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت میں فرق ہے۔ تاریخ کسی امر کی تصدیق یا موافقت اسی صورت میں کرتی ہے جب کہ وہ امر تاریخ میں مذکور ہو۔ اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت سکوت محض سے بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی جس امر سے تاریخ سہاکت ہو، اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ اس کی مذہب یا مخالف نہیں ہے۔ مگر قادیانی چونکہ فلسفہ و منطق سے جاہل ہے وہ ان الفاظ اور ان کے مفہیم میں فرق نہیں کرتا۔ اور ایک کی جگہ دوسرے کو استعمال میں لاتا ہے۔ اور اس سے اپنا جاہل اور زندیق ہونا ثابت کر رہا ہے۔

اس اصولِ ملحدانہ کی تقریر میں قادیانی نے جو ثانیاً استقراء کو تاریخی سلسلہ کا ایک جزء ٹھہرایا ہے، اس میں اس نے اپنی جہالت کا اظہار کیا ہے اور اتنا نہیں سمجھا کہ استقراء عقلی دلیل ہے (چنانچہ خود قادیانی نے قول آئندہ میں اس کو قیاسات کا یقینی قسم ٹھہرایا ہے) اور تاریخِ نقلی سلسلہ ہے۔ پھر امر عقلی، سلسلہ نقلی کا جزء کیونکر ہو سکتا ہے؟

سوال اول کی تقریر میں جو ثانیاً آیت قد خلت من قبلہ الزّسل سے قادیانی نے استدلال کر کے کہا ہے کہ

یہ (آیت) قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلالِ لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمع اقسام سے استقراء کا وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر اس کو یقینی اور قطعی مرتبہ سے نظر انداز کر دیا جائے تو دین و دنیا کا سلسلہ بگڑ جائے۔ اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو پیش کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت مسیح بے شک نبی تھے مگر وہ انسان تھے۔ تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ احکام اور کلام الہی نازل ہونے کا شروع ہوا ہے، تب سے انسان ہی رسول ہو کر آئے ہیں، یا کبھی اللہ کا بیٹا بھی آیا ہے

اس میں مرزا قادیانی نے جہالت اور کفر کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ جہالت اس کا اس بات پر زور دینا ہے کہ قیاس استقرائی قطعی و یقینی دلیل ہے۔ قیاس استقرائی سے قادیانی کی جو مراد ہے اس کی تفصیل اس نے پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں بایں الفاظ کی ہے:

آئتم مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ استقراء کیا چیز ہے اور استقراء کی کیا تعریف ہے۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ استقراء اس کو کہتے ہیں کہ جزئیات مشہودہ کا، جہاں تک ممکن ہو، تتبع کر کے باقی جزئیات کا ان ہی پر قیاس کر دیا جائے۔ یعنی جس قدر جزئیات ہماری نظر کے سامنے ہوں، تاریخی سلسلہ میں ان کا ثبوت مل سکتا ہو تو جو شان خاص اور ایک حالت قدرتی پر وہ رکھتے ہیں اس پر تمام جزئیات کا اس وقت قیاس کر لیں۔ اور پھر اسی مراد سے قیاس استقرائی کو قطعی و یقینی بھی کہہ دیا ہے۔ یہ ایسی جہالت ہے جس پر ادنیٰ طالب علم، جس نے منطق کے کوچہ میں بھولے سے بھی گذر کیا ہو، اور اس کے ابتدائی رسائل ایسا غوجی، تہذیب و غیرہ کو دور ہی سے دیکھا ہو، جرأت نہیں کر سکتا۔ ایسا استقراء جس کی مرزا قادیانی نے تفسیر کی ہے باتفاق عقلاء ظنی ہے اور چھوٹی بڑی کتابوں میں اس کے ظنی ہونے پر تصریح موجود ہے۔ ہم قادیانی اور اس کے

ان اتباع کو جو کسی قدر عالم کہلاتے ہیں، اور پھر اس کی ایسی جاہلانہ باتوں پر اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں (جیسے حکیم نور الدین بھیروی، اور مولوی محمد احسن امروہی) کو نادم کرنے کیلئے منطق کی ایک چھوٹی سی کتاب تہذیب اور اس کی شرح کی عبارت مع ترجمہ و تشریح نقل کرتے ہیں جو اس استقرائے اولیٰ قرار دیتے ہیں۔ تہذیب میں کہا ہے:

الاستقراء تصفح الجزئیات لاثبات حکم کلی۔ هو اما تام یتصفح حال الجزئیات باسرها وهو یرجع الی القیاس المقسم کقولنا کل حیوان اما ناطق او غیر ناطق و کل ناطق حساس و کل غیر ناطق حساس ینتج کل حیوان حساس و هذا القسم یفید الیقین و اما ناقص ینتج اکثر الجزئیات کقولنا کل حیوان یحک فکہ الاسفل عند المضغ لانّ الانسان كذلك و الفرس و البقر كذلك الی غیر ذلك مما صادفناه من افراد الحیوان و هذا القسم لا یفید الا اظن اذ من الجائز ان یکون من الحیوانات التی لم نصادفہ ما یحک فکہ الاعلیٰ ، عند المضغ کما نسמעہ فی التمساح (شرح تہذیب المنطق) کہ استقراء جزئیات کی تتبع و تلاش (جس سے حکم کلی ثابت کرنا منظور ہو) کا نام ہے۔ اسکی شرح میں کہا ہے کہ استقراء دو قسم ہے۔ ایک کامل دوسرا ناقص۔ کامل وہ ہے جس میں تمام جزئیات (یعنی نہ صرف اکثر) کا تتبع پایا جائے یہ استقراء قیاس مقسم کی طرف رجوع کرتا ہے (جو قضیہ منفصلہ اور جملیہ سے مرکب ہوتا ہے) جیسا ہمارا یہ کہنا کہ جو حیوان ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔ وہ ناطق ہوگا (جیسا انسان ہے) یا غیر ناطق (جیسے گھوڑا) اور جو ناطق ہے وہ دیکھنے والا چھونے سننے والا ہے۔ اور جو غیر ناطق ہے وہ بھی دیکھنے یا چھونے سننے والا ہے۔ اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو حیوان ہے وہ دیکھنے، چھونے، سننے والا ہوتا ہے۔ یہ قسم استقراء (قیاس مقسم) یقین کا سبب ہوتا ہے۔ ناقص وہ ہے جس میں اکثر جزئیات کے حال کا تتبع کیا جاتا ہے اور اس سے تمام جزئیات کا حکم نکال کر اس حکم کو کلی بنایا جاتا ہے (اور اسی استقراء کی قطعیت کا قادیانی کو دعویٰ ہے) اور یہ قسم استقراء کا بجز ظن کسی امر کے مثبت نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال ہمارا یہ قول و قیاس ہے کہ جو حیوان ہے وہ کسی چیز کو کھانے اور چبانے کے وقت اپنے منہ کا نیچے کا جڑ اہلایا کرتا ہے جو اس تتبع و تلاش بعض جزئیات سے پیدا ہوا ہے کہ انسان کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جڑ اہلایا ہے، گھوڑے، گائے، بھینس کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جڑ اہلایا ہے۔

ایسا ہی جس حیوان کو ہم نے پایا اس کے نیچے کا ہی جبر اہلتا دیکھا ہے۔ اس سے ہم نے قیاس کیا اور حکم کلی لگا دیا کہ جو حیوان ہے وہ نیچے ہی کا جبر اہلتا ہے مگر یہ قیاس بجز ظن کسی امر کا مثبت نہیں ہوتا کیونکہ اس امر کا جواز و امکان موجود ہے کہ جن حیوانات کو ہم نے نہیں دیکھا وہ نیچے کا نہیں بلکہ اوپر کا جبر اہلتا ہوں جیسا کہ سنسار (جس کو عربی میں تمساح اور فارسی میں نہنگ کہتے ہیں) کا ایسا ہی حال سنا گیا ہے۔

قادیانی صاحب! اس عبارت کو پڑھ کر ڈوب مرو۔ حکیم نور الدین اور نثی محمد احسن! اگر قادیانی شرم نہ کرے تو آپ ہی کچھ شرم سے کام لیں اور کچھ کھا کر مرجائیں یا آئندہ ایسے جاہل کا (جو استقرآء قیاس غیر مقسم قطعی کہتا ہے) ساتھ چھوڑ دیں یا ہم کو کسی چھوٹی بڑی کتاب منطق میں دکھلا دیں کہ ایسا قیاس جسکی قادیانی نے تفسیر کی ہے قطعی و یقینی ہوتا ہے اور اس پر جو چاہیں انعام لیں۔

اس قول میں جو کفر ہے وہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں قیاس استقرآئی سے کام لیا ہے اور تنبیح جزئیات کر کے اس پر قیاس کیا ہے، اور اس سے یہ عام اور کلی حکم نکال لیا ہے کہ جو نبی ہوا ہے وہ انسان ہوا ہے۔

اس میں مرزا قادیانی کئی کفر کا ہے: ۱۔ خدا تعالیٰ کے علم کو جزئیات سے مستفاد ٹھہرایا ہے۔ ۲۔ اور اس کے لئے استکمال بالغیر تجویز کیا ہے۔ ۳۔ اور اس کے علم کو تابع فروع و حوادث بنا کر حادث ٹھہرایا ہے۔

قرارداد اہل اسلام میں خدا تعالیٰ کا علم ذاتی و ازلی ہے۔ خدا تعالیٰ حوادث جزئیہ کو ان کے موجود ہونے سے پہلے جانتا تھا، ان جزئیات سے اس نے علم حاصل نہیں کیا۔ اس آیت میں اس نے اپنے علم ذاتی اور قدیم کا اظہار کیا اور اپنے ذاتی علم سے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ بھی ایسے ہی انسان تھے جیسے پہلے رسول انسان گزرے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم و حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء کرام کو انسان دیکھ کر ان پر قیاس کیا ہو اور اس سے نکال لیا ہو کہ دیگر رسول بھی انسان ہی ہونگے۔ یہ قیاس تو انسان کا کام ہے جو جزئیات کی تنبیح سے حاصل کرتا ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کا جس کی ذات اپنے غیر سے غنی، اس کا علم قدیم ساری صفات قدیم کہ:

علمش قدیم ست و ذاتش غنی

عیسائیوں کے اس سوال مقدر کے کہ بائبل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے، کے جواب میں جو قادیانی

نی نے رابعاً کہا ہے کہ اس صورت میں بیٹوں کی تعداد بڑھ جائے گی کیونکہ بائبل میں اوروں کو بھی بیٹا کہا گیا ہے، بلکہ بعض کو پہلو ٹھا۔ یہ جواب درحقیقت لا جواب ہے۔ اس میں قادیانی مسلمانوں کے ساتھ رہا اور عیسائیوں سے اس کے جواب میں کچھ بھی بن نہیں پڑا۔

آیت قد خلت من قبلہ الرّسل سے جو قادیانی نے دوسری دلیل نکالی ہے اور خامساً یہ بات کہی ہے کہ ائمہ صدیقہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیح اگر خدا کے حقیقی بیٹے ہوتے تو اوروں کی طرح اپنے تولد میں والدہ کے محتاج نہ ہوتے۔ یہاں تک تو مرزا قادیانی کا کہنا درست و بجا ہے۔ بے شک مطلق احتیاج و افتقار خواہ کسی چیز کی طرف ہو، الوہیت کے منافی ہے۔ خدا تعالیٰ صمد ہے وہ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں۔ اور ہر ایک کی حاجت وہ پوری کرتا ہے۔ اس کے بعد جو قادیانی نے سادساً کہا ہے کہ مسیح کی والدہ انسان تھی تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح بھی انسان ہوں، کیونکہ ہر جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوتی ہے۔ اور قانون قدرت خداوندی اسی طرح واقع ہے

اس پر آیت مذکورہ بالا یا تمام قرآن میں کوئی حرف شاہد نہیں اور نہ قرار داد اہل اسلام میں اس کی تائید و تصدیق پائی جاتی ہے۔ نہ قانون قدرت خداوندی اس کا مصدق ہے، نہ عقل اس پر شاہد ہے۔ بلکہ اس کا ماخذ قادیانی کا چھپا ہوا مذہب نیچری ہے اور اسی مذہب نیچری سے اس نے یہ بات نکالی ہے کہ ایک حیوان سے اس کی نوع سے مغائر پیدا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ قانون قدرت سے اسکی مراد یہی نیچر ہے جس کے نام لینے سے اس کو تفتیحہ مانع ہے۔

قرآن کا تو یہ حکم ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی خدا ہر شے پر (جو صلاحیت و وجود امکان رکھتی ہے اور مشیت ایزدی اس کے متعلق ہو سکتی ہے) قادر ہے۔ وہ چاہے تو مٹی سے انسان پیدا کر دے جیسا کہ اس نے پہلے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور آخر حشر کے وقت یونہی زمین سے انسان کو کھڑا کر دے گا۔ قرار داد اہل اسلام یہ چلا آیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت صالح کی اونٹنی کو پہاڑ شق کر کے پیدا کیا، جس سے اس وقت تک کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا۔ ہاں اس مسئلہ میں منکر ہیں تو آپ قادیانی صاحب ہیں یا آپ کے پیرومرشد و ہادی و رہبر سرسید احمد خان جنہوں نے اپنی تفسیر میں اس سے انکار کیا ہے

قانون قدرت یا (قادیانی کے سمجھانے کو یوں کہو) نیچر محسوس و مشاہد میں بھی ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ بعض حیوان اپنی نوع کے مخالف مادہ سے جفت ہوتے ہیں تو ان سے ایسے مولود پیدا ہوتے ہیں جو نہ تو نر کی نوع سے ہوتے ہیں نہ مادہ کی۔ بلکہ اور ہی نوع کے ہوتے ہیں ازاں جملہ ایک نیچر ہے جو نہ گدھے کی نوع سے ہے نہ گھوڑے کی نوع سے۔ درختوں میں اس کی نظیر سنگترہ (یا رنگترہ) ہے جو دونوں جانب (نر، مادہ) کی نوع نہیں ہے بلکہ تیسرا نوع ہے۔ رنگترہ پر مٹھے کا پھونڈ کرنے سے پھر رنگترہ کی نوع کے مخالف مٹھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ عقل کے فتویٰ سے یہ امر کہ ایک چیز سے اس کی نوع سے مغائر چیز پیدا ہو جائے، حد امکان میں داخل ہے اور کوئی عقلی دلیل اس امر کے محال ہونے پر قائم نہیں ہے اور نظائر مذکورہ بالا اس امکان کی فعلیت ظاہر کر رہی ہیں۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی کی وہ بات قرآن اور قراداد اہل اسلام اور قانون قدرت اور عقل سب کے مخالف ہے و معہذا اس کو آیت مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ابطال الوہیت مسیح کے لئے اس بات کے کہنے کی کچھ ضرورت ہے۔ اس ابطال کیلئے یہی بات کافی ہے جو آیت مذکورہ سے سمجھی جاتی ہے (اور قادیانی نے بھی کہی ہے) کہ حضرت مسیح کی والدہ تھیں جس سے وہ پیدا ہوئے اور وہ اپنی پیدائش میں اسکے محتاج تھے و بس۔

آیت مذکورہ سے جو قادیانی نے تیسری دلیل نکالی، اور سابعاً یہ بات کہی ہے کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے اور اس کے محتاج تھے۔ اور یہ احتیاج کھانے کی الوہیت کے منافی ہے، یہ بھی درست و بجا ہے۔ بے شک مطلق احتیاج کھانے کی طرف ہو یا کسی اور چیز کی طرف الوہیت کے مخالف ہے۔ مگر جو اس کے ساتھ قادیانی نے اپنے خانگی و خیالی فلسفے بگھارے، اور یہ بات کہی ہے کہ انسان کو کھانے کی احتیاج اس لئے ہوتی ہے کہ اس کا بدن تحلیل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ چند سال میں پہلا بدن معدوم ہو کر دوسرا بدن پیدا ہو جاتا ہے، اور کھانا تحلیل شدہ بدن کا بدل بنتا ہے، یہ محض لغو و بے ہودہ بات ہے۔ اس کو نہ آیت کے کسی لفظ یا اس کی تفسیر سے تعلق ہے، نہ ابطال الوہیت مسیح اس پر موقوف ہے۔ مرزا قادیانی نے یہ جنسی بات کہہ کر خروج از بحث کیا اور اپنے خصوم کو اس کے متعلق فضول نکتہ چینی کا موقع دیا۔ چنانچہ ملاحظہ اقوال آئندہ فریقین سے

ناظرین کو معلوم ہوگا انشاء اللہ۔

یہ قادیانی کی تقریر پرچہ اول کے مطابق اسلامی رائے ہے۔ اب فریق ثانی کے پرچہ اول کے متعلق رائے ظاہر کی جاتی ہے۔ اس مقام میں گو صرف مضامین پرچہ اول فریق ثانی کا ریویو مد نظر ہے مگر اس فریق کے جملہ متمسکات کا (جو اہویت مسیح کے متعلق اس فریق نے پیش کئے ہیں اور وہ اسکے دوسرے پرچوں میں مذکور ہیں) ریویو بھی اس مقام میں کیا جائے گا تاکہ بار بار اس کے ریویو کی نوبت نہ آوے اور ضرورت نہ رہے۔

تقریر اول فریق ثانی کے متعلق اسلامی رائے

آہتمم نے جو قادیانی کی تیسری بات کے جواب میں اولاً کہا ہے اسکا مضمون اور مطلب درست ہے اور اس کا جواب قادیانی سے کچھ بن نہیں سکا۔ مگر ڈپٹی آہتمم کا طرز بیان عمدہ و مطلب خیر نہیں اور اس سے اس کا مطلب بخوبی ادا نہیں ہوا۔ ڈپٹی آہتمم کی جو تقریر و تقریر ہم نے دیکھی ہے وہ ایسی ہی پائی جس کا مطلب اس سے بخوبی سمجھ میں نہ آیا اور وہ مطلبش دوطن شاعر کا مصداق معلوم ہوا

ہم اس کا مطلب اپنی عبارت میں ادا کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ وہ مطلب درست ہے، اور جو جواب اس کا مرزا قادیانی نے دیا ہے وہ درست اور مطابق سوال نہیں ہے۔

ڈپٹی آہتمم کا یہ مطلب ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی قدرت و افعال و اقوال کا امتحان بھی انسانی استقراء سے ضروری ہے اور جو بات خدا کی انسانی استقراء کے موافق معلوم نہ ہو وہ لائق تسلیم نہیں ہے، تو چاہیے کہ خدا کی صفت خالقیت کو بھی نہ مانیں کیونکہ انسانی استقراء و تتبع سے عموماً خلق کی یہی صورت نظر آئی ہے کہ ایک مادہ (کڑی یا مٹی یا لوہے وغیرہ) سے ایک چیز بنائی جاوے اور اس کے بنانے کے لئے آلات، اوزار، تیشہ، تھوڑ وغیرہ ہوں۔ جو چیزیں انسان بناتا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر مادہ اور بغیر آلات کے بنائی گئی ہو۔ اور خاص کر انسان کی خلق و پیدائش کی صورت انسانی استقراء و تتبع میں یہی نظر آتی ہے کہ مرد و عورت جفت ہوں اور ان دونوں سے بچہ تولد ہو۔ مگر عام خلق خداوندی میں بقول اہل مذاہب سماوی یہ صورت خلق، جو استقراء میں آئی ہے، پائی نہیں جاتی اور نہ خاص خلق آدم و مسیح میں یہ صورت استقرائی خلق کی پائی گئی ہے۔ بلکہ اہل اسلام

خصوصاً مسلمان عام صفت خلق کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں

ام خَلِقُوا من غير شئء (یعنی بغیر مادہ و آلات) ام هم الخالقون (طور۔ ۲۷)، کہ خدا تعالیٰ نے عالم کو بغیر مادہ کے بنایا اور اس خلق میں آلات و اوزار کا محتاج نہیں ہوا۔ اور خلق حضرت آدم کی نسبت مسلمان و اہل کتاب یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آدم کو خدا تعالیٰ نے بغیر کسی مرد و عورت کے صرف مٹی سے پیدا کیا۔ اور خلق حضرت مسیح کی نسبت مسلمان اور نصاریٰ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ نے صرف والدہ سے پیدا کیا۔ اور اگر خدا کی قدرت و افعال میں انسانی استقراء واجب اللمحظ ہے اور جو چیز اس کے موافق معلوم نہ ہو اس سے انکار لازم ہے، تو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی عام صفت خالقیت سے انکار کیا جائے اور حضرت آدم کا بلا مادہ روپدر ہونا اور مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔ حالانکہ اس سے قادیانی کو بھی انکار نہیں ہے۔ وہ بھی مانتا ہے کہ خدا نے عالم کو بغیر مادہ و آلات پیدا کیا اور آدم کو بلا مادہ روپدر اور مسیح کو بلا پدر پیدا کیا ہے۔ اور جب کہ خدا کی صفت کی خالقیت اور حضرت آدم و حضرت مسیح کی پیدائش برخلاف صورت استقراء انسانی تسلیم کی گئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے افعال و اقوال میں اس انسانی استقراء کا کچھ لحاظ نہیں ہے اور جس چیز کی نسبت خدا نے فرما دیا ہو کہ ہم نے اسکو ایسا کیا، یا وہ چیز باتفاق کل خدا کا فعل تسلیم کی جائے، اس میں انسانی استقراء کی موافقت کی شرط ایک ڈھکوسلہ ہے اور محض الحاد۔

مسٹر آتھم کا اس قول سے یہی مطلب ہے تو مسٹر آتھم پر واجب ہے کہ اپنے تصور بیانی کا معترف ہو کر آئندہ تقریر و تحریر کا کبھی نام نہ لیں، قلم توڑ دیں، اور کاغذ پھاڑ ڈالیں اور ہمارا شکریہ ادا کریں کہ ہم نے ان کی مردہ تقریر میں جان ڈال دی۔ اور اس کے جواب سے قادیانی کی عاجزی ظاہر کر دی۔ اور اس صورت میں جو کچھ قادیانی نے اس مطلب کے جواب میں کہا ہے وہ بیچ و پوچ ہے۔ چنانچہ ناظرین کو اس کے جواب کے ملاحظہ سے یقین ہوگا۔ مگر اس سے وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ جس مدعا کے واسطے انہوں نے یہ تقریر کی تھی ہم نے وہ مدعا مان لیا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ ہم نے ان کی تقریر کو شائستہ پیرایہ میں ادا کر کے صرف یہ ظاہر کر دیا ہے کہ خدا کی قدرت و افعال و اقوال کے لئے انسانی استقراء معیار و پیمانہ صحت نہیں ہو سکتا اور قادیانی کا مجوزہ استقراء محض ایک ڈھکوسلہ ہے اس سے زیادہ یہ نہیں مانا (اور نہ ڈپٹی آتھم کی کلام میں اس کا ثبوت پایا جاتا ہے) کہ خدا نے بجز انسان کسی

کورسول بنا کر بھیجا ہے، یا اپنی پاک کلام میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے حقیقی بیٹے یا اپنی جزء اور تیسرے حصہ (One of three equal Gods) کو رسول بنایا ہے۔ اس باب میں جو کچھ ڈپٹی آتھم یا اس کے ثانی اثنین ڈاکٹر ہنری مارٹن کلا راک یا روئے زمین کے کسی عیسائی نے کہا ہے وہ صرف دعویٰ ہی ہے جس کا کوئی ثبوت انہوں نے نہیں دیا اور اس کا خلاف (حضرت مسیح کا خدایا تیسرا حصہ خدا نہ ہونا) ہمارے اس پرچہ میں اور دیگر تصانیف اہل اسلام اور توحیدی عیسائیوں میں ایسا ثابت ہے کہ اس میں تشکیلی عیسائیوں کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے ڈپٹی آتھم نے قادیانی کی ساتویں بات کے جواب میں جو ثنائیاً و ثالثاً کہا ہے کہ ہم مسیح کے جسم کو (جو کھا نے پینے کا محتاج ہے) اللہ نہیں جانتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں، جیسے وہ جھاڑی تھی جس سے اسی انا اللہ کی آواز آئی تھی، اور یہ امر کہ خداستون میں سے آواز دے کر کہے کہ میں تمہارا خدا ہوں، ممکن ہے گو تجربہ یعنی ہمارے مشاہدہ واستقرار کے مخالف ہے۔ ہم نے ابن اللہ کو جسم نہیں مانا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کو روح جانتے ہیں جسم نہیں۔ یہ ایسا قول ہے جس کے معنی اور تو کوئی کیا سمجھے گا، ڈپٹی آتھم خود ہی نہیں سمجھے۔ اور طرفہ یہ کہ قادیانی بھی اس کا مطلب کچھ نہیں سمجھا اور اس کا جواب اس نے کئی دفعہ دیا ہے۔ جیسے کسی عقل مند نے اپنے مخاطب سے کہا تھا کہ میں تیرا سوال تو سمجھا نہیں مگر جواب اس کے دو دیتا ہوں،۔ ہم اس قول کے قائل (آتھم) اور اس قول کے مجیب (قادیانی) سے چند سوال کرتے ہیں اور اس قول اور اسکے جواب کا مطلب ان سے پوچھتے ہیں۔

ڈپٹی صاحب کی مراد مظہر سے اگر مظہر ذات ہے اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ خدا کی ذات نے جسم مسیح میں ظہور کیا اور وہ بذات خود مجسم ہو کر اس جسم و شکل میں ظاہر ہوا جس کو مسیح کہا جاتا تھا) چنانچہ یوحنا باب اول بیان کہ کلام خدا تھا اور کلام مجسم ہوا، مشعر ہے۔ اور ڈپٹی آتھم نے بھی اس پرچہ ۳ جون وغیرہ میں تسلیم کیا ہے (تو اس صورت میں آتھم سے یہ سوالات ہیں۔

۱۔ اس حالت میں آتھم نے اس پرچہ میں اور پرچہ ۳ مئی میں جسم مسیح کو خدا ماننے سے کیوں انکار کیا۔
 ۲۔ اگر اب اس جسم کو خدا مان لو، اور اس معنی کر اس کو مظہر اللہ جانتے ہو، تو جب سے وہ جسم پیدا ہوا ہو تب ہی سے کیوں اس کو مظہر اللہ نہیں مانتے۔ اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء میں کیوں لکھا کہ مسیح روح القدس کے نازل ہونے کے وقت سے مظہر اللہ ہوئے۔ اور پرچہ یکم جون میں کیوں کہا کہ جب تیس برس کے ہو کر وہ پتیسما پاکر

یہ دن سے نکلے تو مظہر اللہ اور مسیح ہوئے۔

۳۔ اس صورت میں جھاڑی کی مثال کی تمثیل تمہارے لئے کب دستاویز ہو سکتی ہے۔ جھاڑی کی نسبت قرآن یا تورات میں کہاں وارد ہے کہ وہ جھاڑی خدائے مجسم تھی۔

۴۔ اس صورت میں آپکا ستون میں سے خدا کے آواز دینے کا امکان پیدا کرنا کیا فائدہ دیتا ہے۔ کیا اس ستون کو بھی آپ خدائے مجسم مان لیں گے۔

۵۔ اس صورت میں ان اعتراضوں کا کیا جواب ہے جو خدا کے جسم ہونے پر، اور جسم کے کھانے پینے کی طرف محتاج ہونے پر وارد ہوتے ہیں۔ اور ان کو آپ بھی اس پرچہ میں مان چکے ہیں۔

۶۔ اس صورت میں ہندو جو اپنے اوتاروں کو مجسم خدا مانتے ہیں، آپ کے نزدیک کیوں محل اعتراض ہیں۔ آپ کے مسیح کو مجسم خدا ماننے اور ہندوؤں کے رام چندر کو خدائے مجسم ماننے میں کیا فرق ہے۔

اور اس صورت میں قادیانی سے یہ سوال ہے کہ آپ نے ڈپٹی آسٹم سے مظہر بیت کے یہ معنی تسلیم کر کے اس کو انہی اعتراضات کا، جو خدا کے مجسم ہونے پر وارد ہوتے ہیں، کیوں مورد نہ بنایا اور اس سے اس کو کیوں لا جواب نہ کیا۔ اور مظہر بیت کے دوسرے معنی تجویز کر کے بحث کو ناحق کیوں طول دیا؟

اور اگر مظہر سے مراد مظہر صفات خالق و قدرت خداوندی ہے اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ وہ پاک جسم خدا کی قدرت کا مظہر تھا، تو پھر اس صورت میں ڈپٹی آسٹم سے یہ سوالات ہیں۔

۱۔ اس مظہر بیت سے مسیح کا خدا یا ابن اللہ بمعنی سوم حصہ یا جزء خدا (ون آف تھری ایکینول گاڈز) ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے۔ یہ مظہر بیت تو باعتراف آپ کے پرچہ دوم ۳۰ مئی اور پرچہ دوم یکم جون کے ہر شے میں پائی جاتی ہے۔ اس سے تو کوئی چیز بھی خالی نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ ہر چیز زمین آسمان اور دیوار کو ابن اللہ یا خدا کہیں، حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں بلکہ اس انبیت یا الوہیت کو مسیح سے مخصوص کرتے ہیں۔

۲۔ اس معنی کے مظہر بیت تو مسیح کے جسم اور روح دونوں کو ہر وقت اور ہر آن حاصل تھی چنانچہ آپ کا پرچہ دوم ۳۰ مئی مظہر ہے۔ پھر آپ نے اس پرچہ ۲۳ مئی میں اس مظہر بیت سے جسم کو کیوں خاص کیا اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء اور یکم جون ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح کے تیس برس کی عمر تک پہنچنے اور مسیح ہو جانے کے وقت کو اس مظہر بیت سے

کیوں مخصوص کیا۔

۲۔ وہ جھاڑی جس سے انسی انا اللہ کی آواز آئی تھی، اور ستون جس سے آپ کے نزدیک خدا آواز دے کر کہہ سکتا ہے کہ میں خدا ہوں، اسی معنی مظہریت سے انسی انا اللہ کہتے تھے اور آواز دے سکتے ہیں۔ اور اس قول و آواز سے اس جھاڑی اور ستون کا خدائے مجسم ہونا آپ کی مراد نہیں تو دو مثالوں کا ذکر کس غرض سے ہے۔ اس معنی کو تو ہر چیز اور ہر ذرہ مظہر خدا ہو سکتا ہے۔

اس صورت میں قادیانی سے یہ سوال ہے کہ اس مظہریت سے تو حضرت مسیح کے ابن اللہ یا خدایا سوم حصہ خدا ہونے کی صاف نفی ثابت ہوتی ہے۔ پھر تم نے کیوں اس قسم کے الزامات سے ڈپٹی آتھم کا منہ بند نہ کیا اور ان فضول سوالات سے کہ کیا مسیح میں دو روحیں تھیں؟ اور کیا وہ تیس برس کی عمر تک مظہریت سے خالی رہے؟ اور کیا وہ خدا مجسم تھے؟ جو پرچہ ۳۰۔ ۳۱ مئی اور یکم و دوم جون ۱۸۹۳ء میں وارد کئے ہیں کیوں بحث کو طو ل دیا۔

ڈپٹی آتھم نے مرزا قادیانی کے طحانہ اصول کی تمثیل اور پياس قیاس استقرائے نصوص کتب الہامی میں تاویل کے جواب میں جو رابعاً کہا ہے کہ:

بے شک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیے لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ بگاڑے اور اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہو تو بالمرہ حکم بطلان اس پر دینا ہے، نہ بطلان کو مروڑ کر حق بنانا۔ یہ بھی ایسا قول ہے جس کا مطلب نہ قائل (آتھم) نے سمجھا نہ مجیب (قادیانی) نے۔ اور اس کا پہلا حصہ اخیر حصہ کے مخالف ہے اور اس سے متناقض ہے۔ اس کے پہلے حصہ میں تاویل کو جائز رکھا گیا ہے اور آخری حصہ میں کہا گیا ہے کہ تاویل ایسی ہو جو حقیقت کو نہ بگاڑے۔ اور یہ غور نہیں کیا گیا کہ تاویل جو ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو مراد قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک تاویل میں حقیقت کو توڑ مروڑ کر غیر حقیقت یعنی مجاز کو اس کی جگہ ٹھہرایا جاتا ہے۔ تاویل ہوئی تو پھر حقیقت کہاں رہی۔

ڈپٹی آتھم نے تو پیرانہ سالی کے سبب یا حقیقت و مجاز و تاویل کے معنی سے بے علمی و ناواقفی کے سبب اپنی کلام کو نہ سمجھا تھا اس لئے پہلے بحسب موقع تاویل کو جائز تسلیم کر کے آخر اسکو رد کر دیا۔ مگر قادیانی کے سکوت

سے اور اس کلام کے رد نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کلام کو نہیں سمجھا۔ سمجھتا تو ضرور اس کا یہ نقص و تناقض جو ہم نے بیان کیا ہے، بیان کرتا۔

ڈپٹی آٹھم نے جو خامساً کہا ہے اس کے متعلق ہم اس کے قول ششم ہفتم و ہشتم کے متعلق رائے ظاہر کرنے کے بعد اظہار رائے کریں گے کیونکہ وہ قول بہت بسیط اور طویل بحث کا خواہاں ہے لہذا اس کا علیحدہ بیان کرنا مناسب ہے۔

ڈپٹی آٹھم نے قادیانی کے استدلال آیت قرآن کے جواب میں جو سادساً کہا ہے کہ میں قرآن کے الہامی ہونے کا قائل نہیں ہوں، یعنی پھر میرے سامنے قرآن کو کیوں پیش کیا گیا ہے اس سے ڈپٹی آٹھم نے یہ بتایا ہے کہ ان کے فہم و شعور میں پیرانہ سالی کے سبب نقصان واقع ہو گیا ہے اور اس قول کے بعد قادیانی کو (اگر وہ کچھ فہم و شعور رکھتا) ہرگز مناسب نہ تھا کہ ان سے پھر وہ کلام بحث کرتا اور ان کو اپنا مخاطب بناتا۔ مگر قادیانی بھی ان ہی کی مانند بے شعور و نا فہم ہے۔ وہ ایسی باتیں سن کر بھی ان کے بحث و خطاب سے دست بردار نہ ہوا۔

ڈپٹی آٹھم اتنا نہ سمجھ سکے کہ قادیانی کا آیت قرآن سے استدلال اس کے اس ملحدانہ اصول کی بنا پر ہے کہ جو شخص اپنی الہامی کتاب کی نسبت کوئی دعویٰ کرے وہ پہلے اس دعویٰ کو اس کتاب سے نقل کرے، پھر اس کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب سے نکال کر پیش کرے۔ نہ اس نظر سے کہ ڈپٹی آٹھم قرآن کو الہامی مانتے ہیں، لہذا وہ اس آیت سے مورد الزام ہو سکتے ہیں۔

ڈپٹی آٹھم نے جو سابعاً و ثامناً کہا ہے، اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بائبل میں جہاں غیر مسیح کے حق میں بیٹا بیٹی کا لفظ آیا ہے وہاں تاویل واجب ہے۔ ان اقوال میں ڈپٹی آٹھم نے مرزا قادیانی کے اس اصول تاویل کو تسلیم کر لیا ہے جس سے قول چہارم میں انکار کیا تھا اور اس سے یہ بتایا ہے کہ وہ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے۔

پرچہ اول ڈپٹی آٹھم کے جملہ مطالب پر ریویو ہو چکا ہے اب صرف قول خامس کا ریویو باقی ہے جو ذیل میں کیا جاتا ہے:-

ڈپٹی آٹھم نے مرزا قادیانی کے جواب سوال مقدر کہ بائبل میں اور صالحین کو بیٹا کہا گیا ہے، کے جواب

ب میں جو خامساً کہا ہے کہ بیٹے کا لفظ بائبیل میں دو معنی میں مستعمل ہوا یعنی ۱: یک تن ۲: یک من۔ اور مسیح کے حق میں اس کا استعمال بمعنی یک تن ہوا ہے چنانچہ بائبیل کے فلاں فلاں مقامات شاہد و مصدق ہیں، یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور ان مقامات بائبیل میں ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جس سے مسیح کا خدا تعالیٰ سے ہم تن ہونا ثابت ہو۔ اس تمام مباحثہ میں صرف یہی ایک مضمون اس لائق تھا کہ ڈپٹی آتھم اس کو مدلل کرتے اور مرزا قادیانی اس کا مفصل و مدلل جواب دیتا۔ مگر افسوس نہ آتھم نے اس کا کافی ثبوت بہم پہنچایا اور نہ قادیانی سے اس کا جواب مفصل و مدلل ہو سکا۔ ہم اس مقام میں اس مضمون پر ایسی تفصیلی بحث کرتے ہیں جس سے آتھم اور مرزا قادیانی دونوں قائل و منفعل ہوں۔ آتھم اسلئے کہ اس تفصیل سے ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیش کردہ مقامات بائبیل سے مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ قادیانی اسلئے کہ اس تفصیل کے ملاحظہ سے اس کو واضح ہوگا کہ ان مقامات بائبیل کا جواب مسکت یہ ہے جو یہاں دیا گیا ہے، نہ وہ جو قادیانی نے دیا ہے۔

اس قول (پنجم) میں جو مقامات عہد عتیق کے نقل کئے گئے ہیں ان کی نسبت ہم اجمالی رائے محقق عیسائیوں کی نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ عہد عتیق میں حضرت مسیح کی الوہیت یا تثلیث پر کوئی تصریح نہیں ہے، جو ہیں بزعم عیسائیوں کے اشارات ہیں جن سے عیسائی لوگ عہد جدید کی مدد سے الوہیت مسیح یا تثلیث کا استنباط کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک مقام پر تفصیلی بحث کر کے ثابت کریں گے کہ ان مقامات سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

اجمالی رائے کی نقل: بشپ ہیو برج کہتے ہیں:

اگرچہ پرانے عہد نامہ میں تثلیث کا اشارہ اکثر آیا ہو، تاہم بغیر نئے عہد نامہ کے اس کو درست طور پر سمجھنا ایک امر دشوار ہے۔ چنانچہ باوجودیکہ یہودیوں کے درمیان توریت تین ہزار برس سے اور انبیاء دو ہزار برس سے ہیں، تو بھی آج کے دن تک وہ اس کو (یعنی تثلیث کو) اپنے ایمان کارکن ہرگز نہ بنا سکے۔ بلکہ مثل محمدیوں کے اب تک مقرر ہیں کہ خدا اقنوم میں اور ذات میں واحد مطلق ہے۔

پادری فنڈر صاحب مفتاح الاسرار میں لکھتے ہیں:

تثلیث کی تعلیم توریت میں صرف اشارہ کے طور پر ذکر ہوئی ہے، انجیل میں واضح بیان ہوئی ہے۔

اسی سبب سے جب تک کوئی انجیل کو نہ سمجھا ہو تو توریت کے اکثر مطالبوں کو، جیسا کہ چاہیے، نہ سمجھے گا۔

بشپ برہٹ شرح عقائد دینی میں لکھتے ہیں: عہد عتیق کو بغیر عہد جدید لو، تو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ مسئلہ تثلیث کو اس سے ثابت کرنا آسان کار نہیں ہے۔

ان اقوال ثلاثہ کو مسٹر اکبر مسیح تو حیدی عیسائی نے رسالہ تنقیح الوہیت مسیح میں اپنے اس دعویٰ کی تائید میں نقل کیا ہے کہ:

پرانے عہد نامہ میں خالص وحدت کی تعلیم ہوئی ہے۔ احکام عشرہ کا پہلا حکم یہ ہے: میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔ سن اے اسرائیل خداوند تمہارا اکیلا خداوند ہے۔ (استثناء ۵: ۷، ۶: ۴)۔ اس وحدت میں کثرت کی تعلیم مطلق نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ بھی اس پر شاہد ہے۔ کسی یہودی نے کبھی خدا کی وحدت میں کثرت کا خیال نہیں کیا۔

Thou shall have none other gods before me (Deut: 5:7)

Hear, O Israel: "The Lord our God is one Lord. (Deut :6:4)

اور بعد نقل اقوال ثلاثہ مذکورہ کہا ہے: پس جب کہ صرف انجیل ہی کی روشنی میں پرانے عہد نامہ سے کثرت فی الوحدت کی تعلیم اخذ ہو سکتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی روشنی نہ مل سکے تو پرانا عہد نامہ کثرت کی تعلیم کی نسبت بالکل تاریک رہیگا۔ اس لئے ہم اس رسالہ (تنقیح الوہیت مسیح) میں (ابطال الوہیت مسیح کے لئے) پرانے عہد نامہ پر مطلق بحث نہ کریں گے۔ صرف انجیل پر غور کر کے دیکھیں گے کہ آیا یہ تعلیم اس میں ہے یا نہیں۔ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی تعلیم نہ ملی تو پھر اس کے ڈھونڈنے کیلئے پرانے عہد نامہ کی طرف رجوع کرنا بالکل عبث ہوگا۔

اس کے بعد مسٹر اکبر مسیح نے انجیل میں حضرت مسیح اور انکے رسولوں کی تعلیم سے خالص توحید بلا تثلیث کو ثابت کیا۔ پھر اسی انجیل سے حضرت مسیح کی الوہیت کا ابطال کیا ہے اور اس میں لیاقت و قابلیت و تحقیق و حق پسندی کا کافی ثبوت دے دیا ہے۔

تفسیلی بحث۔ منجملہ ان مقامات عہد عتیق کے جن کو آتھم نے قول پنجم میں پیش کیا ہے، ایک مقام

ذکر یا ۱۳: ۷ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ اے تلوار تو میرے چرواہے پر، اس انسان پر، جو میرا ہمتا ہے بیدار ہو۔
رب الافواج فرماتا ہے اس چرواہے کو مار کہ گلہ پراگندہ ہو جائے۔

Awake, O sword, against my shepherd, and against the man that is my fellow, saith the
Lord of the hosts; smite the shepherd, and the sheep will be scattered. (Zech 13:7 KJV)

ڈپٹی آتھم اور اس کے دوسرے بھائی غیر محقق و نا انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ اس مقام میں
حضرت مسیح کے مارے جانے کی پیش گوئی کی گئی ہے جس میں اس کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔ مگر انصاف و تحقیق کی
آنکھ سے اصل عبرانی کتاب ذکر یا کو دیکھنے والے بخوبی جانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ ۱۔ اس میں نہ حضرت
عیسیٰؑ یا کسی اور شخص کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔ ۲۔ نہ حضرت عیسیٰؑ کے قتل ہونے کی خبر ہے۔

امراول کا ثبوت: اس پیش گوئی میں جس لفظ کے معنی ہمتا کئے گئے ہیں وہ عبرانی عمنی ثی ہے
جس کے معنی ہم نشین یا ہم صحبت کے ہیں۔ (چنانچہ کتاب لغات عبرانی ولیم ہوپر کے صفحہ ۲۹۱ سے معلوم ہوتا ہے) اور وہ نبی
میں پائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے جس شخص کی اس مقام میں پیش گوئی ہے وہ صرف خدا کا نبی ہو سکتا ہے،
نہ کہ خدا۔ اور اس سے اس کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے نہ کہ خدائی۔ اس لفظ عمنی ثی کے معنی ہمتا ئے خدا کے
نہیں ہیں اور واقعہ میں بھی کوئی انسان یا کوئی اور مخلوق خدا کا ہمتا نہیں ہو سکتا۔ عہد عتیق و عہد جدید کے متعدد مقا
مات میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ خدا کا کوئی ہمتا نہیں اور اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

عہد عتیق کی شہادت۔ کتاب استثناء کے باب ۴ آیت ۳۵ میں ہے: یہ سب تجھے دکھایا گیا تاکہ تو
جانے خداوند تو خدا ہے، اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

اور اس باب کی آیت ۳۹ میں ہے: پس آج کے دن جان اور اپنے دل میں غور کر کہ خداوند خدا وہی
خدا ہے جو اوپر آسمان میں اور نیچے زمین میں ہے اور کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

اور اس کتاب کے باب ۶ کی آیت ۴ میں ہے: سن لے اے اسرائیل! خداوند تمہارا خدا وندا کیلا خدا

ہے۔

اور اس کتاب کے باب ۳۲ آیت ۳۹ میں ہے: اب دیکھو کہ میں، ہاں میں ہی وہ ہوں۔ اور کوئی

معبود میرے ساتھ نہیں۔ میں ہی مارتا ہوں اور میں ہی جلاتا ہوں۔ میں ہی زخمی کرتا ہوں اور میں ہی چڑگا کرتا ہوں۔ اور ایسا کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھوڑاوے۔

Unto thee it was shewed, that thou mightest know that the lord he is God; there is none else besides him. (Deut 4:35)

Know therefore this day, and consider it in thine heart, that the lord he is God in heaven above, and upon the earth beneath: there is none else. (Deut 4:39)

See now that I, even I, am he, and there is no god with me; I kill, and I make alive. I wound, and I heal: neither is there any that can deliver out of my hand . (Deut 32: 39)

اور کتاب دوم سموئیل کے باب ۷، آیت ۲۲ میں ہے: سو تو اے خداوند خدا بزرگ ہے۔ اس لئے کہ کوئی تیری مانند نہیں ہے۔ اور تیرے سوا جہاں تک کہ ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی خدا نہیں ہے۔ اور کتاب اول سلاطین باب ۸ آیت ۲۲ میں ہے: اور کہہ اے خدا اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان میں ہے نہ نیچے زمین میں۔

اور زبور باب ۱۸ آیت ۳۱ میں ہے: خداوند کے سوا خدا کون ہے۔ اور ہمارے خدا کو چھوڑ کر چٹان کون ہے۔

اور زبور باب ۷ آیت ۱۳ میں ہے: اے خدا تیری راہ مقدس ہے۔ کون معبود خدا کی مانند بڑا ہے۔

اور کتاب یسعیاہ کے باب ۴۴ آیت ۶-۷-۸ میں ہے: ۶۔ خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا نجات دینے والا رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں اول ہوں اور آخر ہوں۔ اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ ۷۔ ... : ۸۔ کیا میرے سوا کوئی خدا ہے؟

اور اس کتاب کے باب ۴۵ آیت ۵ تا ۷ میں ہے: ۵۔ میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں نے تیری کمر باندھی۔ اگر چہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔ ۶۔ تاکہ لوگ سورج نکلنے کے اطراف سے غروب کے اطراف تک جانیں کہ میرے سوا کوئی نہیں۔ ۷۔ میں ہی روشنی بناتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی سلامتی کو بناتا ہوں اور بلا کو پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی خداوندان سبھو نکا بنانے والا ہوں۔

Thus saith the Lord the King of Israel, and his redeemer the Lord of hosts; I am the first,

and I am the last, and beside me there is no God

And who as I shall call, and shall declare it, and set it in order for you, since I appointed the ancient people and the things that are coming, and shall come, let them shew unto them.

Fear ye not neither be afraid; have not I told thee from that time, and have declared it? ye are even my witnesses, is there a God beside me? yes there is no God; I know not any..(Isaiah 44: 6-8)

I girded thee, though I am the Lord and there is none else, there is no God beside me; thou hast not known me .

That they may know from the rising of the sun, and from the west, that there is none beside me. I am the lord, and there is none else.

I form the light, and create darkness; I make peace, and create evil; I the Lord do all these things. (Isaiah 45:5-7)

یہ دس مقام عہد عتیق کے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کے واحد، بے مثل و بے ہمتا ہونے پر تصریح ہے۔
اب عہد جدید کی شہادت سنو۔

انجیل متی کے باب ۱۹ آیت ۱۶-۱۷ میں ہے: ۱۶۔ اور دیکھو ایک نے آ کے اسے (مسیح کو) کہا۔ اے نیک استاد میں کون نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ ۱۷۔ اس نے اسے کہا تو مجھے نیک کہتا ہے، نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ پراگرتو زندگی میں داخل ہوا چاہے، تو حکموں پر عمل کر۔

اور انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹-۳۰ میں ہے: یسوع نے اسے جواب میں کہا کہ سب حکموں سے اول یہ ہے کہ اسے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند کو، جو تیرا خدا ہے، اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر، اول حکم یہی ہے۔

اور انجیل یوحنا کے باب ۱۷، آیت ۳ میں حضرت مسیح سے نقل کیا ہے کہ: انہوں نے آسمان کی

طرف اپنی نگاہیں اٹھا کر کہا اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہی تجھ کو اکیلا سچا خدا، اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے، مانیں۔

اور پولوس کے پہلے خط بنا م قورننتیان کے باب ۸ آیت ۵-۶ میں ہے: ۵۔ کیونکہ ہر چند افلاک و زمین میں بہت ہیں جو خدا کہلاتے ہیں (چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں) ۶۔ لیکن ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے جس سے ساری چیزیں ہوئیں اور ہم اسی کے لئے ہیں۔ اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے جس کے سبب سے ساری چیزیں ہوئیں۔ اور ہم اس کے وسیلہ سے ہیں۔

And behold, one came and said unto him, "Good Master, what good thing I shall do, that I may have eternal life?"

And he said unto him, Why callest thou me good? There is none good but one, that is God; but if thou wilt enter into life, keep the commandments. (Matthew 19:16-17)

And Jesus answered him, The First of all the commandments is, "Hear, O Israel: The Lord our God is one Lord.

And thou shalt love the Lord thy God with all thy heart, and with all thy soul, and with all thy mind, and with all thy strength; this is the first commandment. (Mark 12:29-30)

These words spake Jesus, and lifted up his eyes to heaven, and said; glorify thy Son, that thy son also may glorify thee.

As thou hast given him power over all flesh, that he should give eternal life to as many as thou hast given him.

And this is life eternal that they might know thee the only true God, and Jesus Christ, whom thou hast sent. (John 17:1-3)

For though there be that, are called gods, whether in heaven or in earth (as there be gods many, and lords many)

But to us there is but one God, the Father, of whom are all things, and we, in him; and one Lord Jesus Christ, by whom are all things, and we by him. (1 Corinthians 8:5-6)

ان چار مقامات عہد جدید، اور دس مقامات مذکورہ بالا عہد عتیق کو چشم بینا سے دیکھنے والے یقین رکھتے ہیں کہ لفظ عمنی نئی کتاب زکریا کے معنی ہمتا کے نہیں ہیں۔ اور خدا کا ہمتا کوئی نہیں ہے۔ اس بات کو کوئی بے انصاف نہ مانے اور اس کے معنی ہمتا کرے، تو پھر اس آیت زکریا اور ان آیات تو حیدو بے ہمتائی خدا تعالیٰ میں تعارض و تناقض واقع ہوگا۔ اور اس سے ایک جانب کا کذب یا غلط ہونا لازم آئے گا جس کو کوئی عیسائی بھی پسند نہ کرے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمنی نئی کا ترجمہ غلطی سے کیا گیا ہے۔ اور درحقیقت میں اس کا ترجمہ ہم نشیں یا ہم صحبت ہے، جس سے بجز نبوت اس شخص کے جسکے حق میں پیش گوئی کی گئی ہے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ (بائبل کی زیر بحث آیت کا ایک جدید ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے:

The Lord Almighty says, " Wake up, sword, and attack the shepherd, who works for me!
kill him, and the sheep will be scattered (Zech 13: 7 GNB)

اس ترجمے میں ہمتا ہونے کی طرف کسی بھی قسم کا اشارہ نہیں ملتا۔ بہاء۔)

امر دوم کا ثبوت: اس آیت کے جو معنی (صحیح یا غلط) کرو، ان کو حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ آیت آپ کے حق میں پیش گوئی نہیں کیونکہ اس میں ایسے شخص کی نسبت پیش گوئی کی گئی ہے جو تلوار سے مقتول ہوا ہے۔ یہ شخص یوحنا بپتسمہ دینے والا ہو جس کے سر کاٹنے کی خبر انجیل متی کے باب ۱۴ میں ہے، یا کوئی اور نبی جو تلوار سے شہید ہوا ہو، حضرت مسیح تو با اتفاق عیسائیوں کے تلوار سے مقتول نہیں ہوئے۔ لہذا وہ اس کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔

اب مسٹر آتھم اور اس کے ہم خیال وحامیوں کو مناسب ہے کہ اس پیش گوئی کو انفعال و ندامت کے ساتھ واپس لیں اور اس سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت ہونے کا خیال دل سے نکال دیں۔ یا ہمارے دلائل کا جواب دیں۔

از انجملہ دوسرا مقام کتاب یرمیاہ کا باب ۲۳ آیت ۵-۶ ہے جس میں یہ بیان ہے: دیکھو وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں داؤد کے لئے صداقت کی ایک شاخ نکالوں گا۔ اور ایک بادشاہ بادشاہی کرے گا اور اقبال مند ہوگا اور عدالت صداقت زمین پر کرے گا۔ اور اس کے دنوں میں جو ڈانجات پاویگا اور اسرائیل

سلامتی سے سکونت کرے گا اور اس کا نام یہ رکھا جائے گا: خداوند خدا ہماری صداقت۔

عبداللہ آتھم اور اسکے دوسرے بے انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ یہ پیش گوئی بھی حضرت عیسیٰ کے حق میں ہے۔ اور اس میں حضرت عیسیٰ کے حق میں کہا گیا ہے: خداوند ہماری صداقت، جس کا عبرانی لفظ یہ ہوا صدیقو ہے۔

مگر انصاف و تحقیق کی آنکھ رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو اس پیشگوئی سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس میں ایک بادشاہ کی نسبت پیش گوئی ہے کہ وہ تخت داؤدی پر بیٹھ کر بادشاہی کرے گا اور اقبال مند ہوگا اور عدالت کرے گا۔ اور حضرت مسیح کو دنیا میں بادشاہی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی عمر فقیری اور بے نوائی میں گزری ہے چنانچہ وہ خود اپنے حق میں فرماتے ہیں

لوٹریوں کی پلٹیں اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں، پر ابن آدم کو سر ٹکانے کو جگہ نہیں، (متی

باب ۱۸ آیت ۲۰)

And Jesus saith unto him, The foxes have holes, and the birds of the air have nests, but the son of man hath not where to lay his head. (Matthew 8:20)

اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ میری بادشاہی اس جہان کی اور دنیا کی بادشاہی نہیں ہے۔ لہذا وہ اس پیش گوئی کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ ...

اے حضرات پوادر! کتب تواریخ اور بائبل میں نظر کرنے سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یرمیاہ باب ۲۳ میں تو لہر اسپ شاہ ایران کی نسبت یا اس کے وائسرائے کورش دامادار یوش اول کی نسبت (جس کا نام بائبل میں خورش بیان ہوا ہے) یا دار یوش ثانی کی نسبت (جس کو بائبل میں دارا بادشاہ لکھا گیا ہے اور وہ کورش اور اس کے جانشین احشوروش کے بعد لہر اسپ شاہ ایران کی طرف سے بابل کا وائسرائے ہوا تھا) پیش گوئی ہوئی ہے۔ جن کے عہد حکومت میں جو ڈا اور اسرائیل بابل سے نکلے اور بخت نصر اور اس کے بیٹے کی قید سے رہائی پا کر یروشلم میں آباد ہوئے۔ اور ان بادشاہوں کے حکم و اجازت اور حکمی نبی کی ترغیب سے زرو بابل اور یروشع وغیرہ اعیان بنی اسرائیل نے ہیکل بیت المقدس کو، جو بخت نصر نے ڈھائی تھی، از سر نو بنایا۔ اور جو ڈا اور اسرائیل کو شاہان مذکور کی طرف سے

آزادی ملنے کے سبب نجات و امن حاصل ہوا، اس وقت جوڈ اور اسرائیل کے ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا یہوواہ صدقنیو۔ یعنی خداوند ہمارا سچا ہے جس نے ہم کو ستر برس کی قید بخت نصر سے چھوڑا کر یروشلم میں آباد کیا۔ جس کلمہ کو اب عیسائی زبردستی حضرت مسیح پر لگاتے ہیں۔ اس مقام میں ہم بائبل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی ان بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی نسبت تھی اور وہ حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح سے اس کا تعلق شہادت بائبل حدامکان سے خارج ہے۔

پس اولاً ہم اس پیش گوئی کے معنی مذکورہ بالا اسی بائبل کی شہادت سے بیان کرتے ہیں پھر اسی بائبل کی شہادت سے یہ ثابت کر دکھائیں گے کہ اس معنی کر یہ پیش گوئی حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہو چکی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب یرمیاہ کے باب ۲۳ میں جو شاخ نکالنے اور عدالت و صداقت سے ایک بادشاہ کے بادشاہی کرنے اور جوڈ اور اسرائیل کی نجات و سلامتی پانے کا اجمالی ذکر ہوا ہے اس کی تفصیل میں کتاب یرمیاہ کے باب ۳۰ میں یوں فرمایا ہے:

۱۔ وہ کلام جو خداوند کی طرف سے یرمیاہ کو پہنچا۔ ۲ اور اس نے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے، ساری باتیں جو میں تجھ سے کہوں، تو کتاب میں لکھ۔ ۳۔ دیکھ کہ وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں اپنی قوم اسرائیل اور جوڈ کی اسیری کو موقوف کرونگا اور میں ایسا کرونگا کہ وہ اس زمین میں جسے میں نے ان کے باپ دادوں کو دیا تھا، پھر آویں اور مالک ہوویں۔

۱۰۔ اسلئے دیکھ میرے بندے یعقوب مت ڈر۔ خداوند کہتا ہے اور اے اسرائیل مت گھبرا کہ دیکھ میں تجھے دور سے اور تیری اولاد کو اسیری کی سرزمین سے چھوڑاؤنگا اور یعقوب پھرے گا اور وہ چین کرے گا اور آسودہ ہوگا۔ ۱۸۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں یعقوب کے خیموں کو جو اسیری میں ہیں پھیر لاؤنگا۔ اور اس کے مسکنوں پر رحمت کرونگا۔ اور شہر اپنے ٹیلے پر بنایا جائے گا۔ اور قصر اپنے ہی مقام پر آباد ہو جائے گا۔

The word that came to Jeremiah from the Lord saying.

Thus speaketh the Lord God of Israel, saying, "Write thee all the words that I have

spoken unto thee in a book.

For, lo, the days come, saith the Lord, that I will bring again, the captivity of my people Israel and Judah, saith the Lord: and I will cause them to return to the land that I gave to their fathers, and they shall possess it. (Jeremiah 30: 1-3)

10. Therefore fear thou not, O my servant Jacob, saith the Lord; neither be dismayed, O Israel: for, lo, I will save thee from afar, and thy seed from the land of their captivity; and Jacob shall return, and shall be in rest, and be quiet, and none shall make him afraid.

18. Thus saith the Lord; Behold, I will bring again the captivity of Jacob's tents, and have mercy on his dwelling places; and the city shall be builded upon her own heap, and the palace shall remain after manner thereof. (Jeremiah 30: 10 and 18)

اور اسکے باب ۳۱ میں کہا ہے:

۳۔ سو خداوند قدیم سے مجھ پر ظاہر ہوا اور کہا کہ میں نے بڑے ابدی عشق سے تجھے پیار کیا اس واسطے میں نے اپنی شفقت تجھ پر بڑھائی۔ ۴۔ میں تجھے پھر بنا کر ونگا اور تو بنا کی جائے گی۔

And the Lord hath appeared of old unto me, saying, Yea, I have loved thee with an everlasting love; therefore with loving kindness have I drawn thee

Again I will build thee, and thou shalt be built, O virgin of Israel: thou shalt again be adorned with thy tabrets, and shalt go forth in the dances of them that make merry.

(Jeremiah 31: 3-4)

ان آیات میں اس اجمال پر مہیاہ ۲۳ باب کے کہ جو ڈانجات پائے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا، یہ تفصیل ہوئی ہے کہ جو ڈا اور اسرائیل قید بخت نصر سے (جو ستر سال رہی) رہائی پائیں گے اور ہیکل بیت المقدس، جو بخت نصر نے ڈھائی تھی، از سر نو بنائیں گے۔

ایسی ہی اس اجمال کی تفصیل کتاب زکریاہ میں ہوئی ہے جسکے باب اول میں ہے۔

دارا (داریوش) کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے خدا کا کلام زکریاہ بن برکیاہ کو پہنچا۔

اور اس نے کہا خداوند تمہارے باپ دادوں سے بے نہایت ناراض ہوا

اس لئے تو ان سے کہہ کہ رب الافواج فرماتا ہے کہ تم میری طرف پھرو۔ رب الافواج فرماتا ہے تو میں تمہاری طرف پھرونگا۔

۱۲۔ پھر خداوند کے فرشتے نے جواب دے کر فرمایا کہ اے رب الافواج تو یروشلم پر اور جوڈا کے شہروں پر، جن پر تو ستر برس سے غضب نازل کرتا ہے، کب تک رحم نہ کرے گا۔ ۱۳۔ اور خداوند نے اس فرشتے کے جواب میں جو مجھ سے گفتگو کرتا تھا ملائم اور دلپذیر باتیں کہیں۔ ۱۶۔ اس لئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں رحمت کر کے یروشلم میں پھر آیا ہوں۔ اس میں میرا گھر بنایا جائے گا۔ ۱۷۔ میرا شہر اقبال مندی سے لبریز ہوں گے۔

In the eighth month, in the second year of Darius, came the word of the Lord unto Zechariah, the son of Ber-e-chiah, the son of Id-do the prophet, saying,

The lord hath been sore displeased with your fathers.

Therefore say thou unto them, Thus saith the Lord of hosts; turn ye unto me, saith the Lord of hosts, and I will turn unto you, saith the Lord of Hosts. (Zechariah 1: 1-3)

12. Then the angel of the Lord appeared and said, "O Lord of hosts, how long wilt thou not have mercy on Jerusalem and on the cities of Judah, against which thou hast had indignation these three score and ten years.

13 And the Lord answered the angel that talked with me with good words and comfortable words.

16. Therefore thus saith the Lord; I am returned to Jerusalem with mercies: my house shall be built in it, saith the Lord of hosts, and a line shall be stretched forth upon Jerusalem.

17. Cry yet, saying, Thus saith the Lord of hosts: my cities through prosperity shall yet be spread abroad; and the Lord shall yet comfort Zion, and shall yet choose Jerusalem.

(Zech 1:12,13,16,17)

اور اس کے باب ۳ کی آیت ۷-۸ میں ہے:

رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ اگر تو میرے راہوں پر چلے گا اور میری شریعت کو حفظ کرے گا، تو تو میرے گھر پر حکومت کرے گا اور میرے صحنوں کی نگہبانی کرے گا اور میں تجھے ان میں سے جو یہاں پاس کھڑے ہیں ایسے لوگ ہیں جو کہ تیری رہنمائی کریں ۸۔ اب اے یسوع سردار کاہن سن تو اور تیرے رفیق جو تیرے آگے بیٹھتے ہیں کیونکہ یہ اشخاص بطور نشانی کے ہیں۔ دیکھ میں اپنے بندے شاخ نامی کو پیش لاؤنگا۔

7. Thus saith the Lord of hosts; if thou wilt walk in my ways, and if thou wilt keep my charge, then thou shalt also judge my house, and shalt also keep my courts, and I will give thee places to walk among these that stand by.

8. Hear now, O Jushua the high priest, thou and thy fellows that sit before thee, for they are men wondered at: for behold, I will bring forth my servant the BRANCH. (Zech 3:7-8)

(بائبل کے ایک جدید ترجمہ میں ان آیات کا ترجمہ بایں الفاظ کیا گیا ہے۔ بہاء

Then the angel told Joshua that the Lord Almighty had said: "If you obey my laws and perform the duties I have assigned to you, then you will continue to be in charge of my Temple and its courts, and I will hear your prayers, Just as I hear the prayers of the angels who are in my presence. Listen then, Joshua, you who are the High Priest; and listen, you fellow priests of his, you are the sign of a good future: I will reveal my servant, who is called The Branch.(Zech 3:6-8)

اور اسکے باب ۶ کی آیت ۱۲ میں ہے :

دیکھ اور اس سے یوں کہہ کہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ دیکھو وہ شخص جس کا نام شاخ ہے اور وہ اپنی جگہ سے اگے گا اور وہ خداوند کے ہیکل کو بناویگا اور وہ صاحب شوکت ہوگا اور وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرے گا اور وہ اپنے تخت پر جلوس کر کے کاہن بھی ہوگا اور سلامتی کی مشورت دونوں کے درمیان ہوگی اور وہ تاج حلیم اور طویاہ اور جیڈایاہ اور جین بن صفیاء کی طرف سے ہوں گے تاکہ وہ خداوند کی ہیکل میں

ایک یادگار ہوویں اور وہ جو دور دور کے ہیں سو آویں گے اور خداوند کی ہیکل تعمیر کریں گے۔

12. And speak unto him, saying, Thus speaketh the Lord of hosts, saying, behold the man whose name is The BRANCH; and he shall grow up out of his place, and he shall build the temple of the Lord.

13. Even he shall build the temple of the Lord; and he shall bear the glory, and shall sit and rule upon his throne; and he shall be a priest upon his throne; and the counsel of peace shall be between them both

14. And the crowns shall be to He-lem. and to Tobiah, and to Jedai-ah, and to Hen son of Zeph-a-ni-ah for a memorial in the temple of the Lord.

15. And they that are far off shall come and build in the temple of the Lord, and ye shall know that the Lord of Hosts hath sent me unto you. And this shall come to pass, if ye will diligently obey the voice of the Lord your God. (Zech 6 :12- 15) .

اور اس کے باب ۷، آیت ۴ میں کہا:

تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا کہ مملکت کے سارے لوگ اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم لوگوں نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا، تو کیا کبھی میرے لئے روزہ رکھا تھا۔
رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ تم سچی عدالت کرو۔ اور ہر کوئی اپنے بھائی پر کرم اور رحم کیا کرے۔

4. Then came the word of the Lord of Hosts unto me saynig.

5. Speak unto all the people of the land, and to the priests, saying, When ye fasted and mourned in the fifth and seventh month, even those seventy years, did ye at all fast unto me even to me .

9. Thus speaketh the Lord of the hosts, saying, Execute true judgment, and shew mercy and compassions every man to his brother. (Zech 7: 4 -5 & 9)

اور اس کے باب ۸ آیت ۳ میں کہا ہے:

۳۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں چیخوں میں پھر آیا اور یروشلیم کے درمیان سکونت کرونگا۔ اور یروشلیم کا کام سچائی

کی بستی ہوگا۔ اور رب الافواج کا پہاڑ مقدس کہلائے گا۔

۴۔ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ پھر بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یروشلم کے کوچوں میں بیٹھی ہوئی ہوں گی۔

۵۔ اور شہر کے کوچے لڑکے لڑکیوں سے معمور ہوں گے جو کوچوں میں کھیلتے ہوں گے۔

۷۔ رب الافواج فرماتا ہے دیکھ کہ میں اپنے لوگوں کو سورج کے نکلنے کے ملک اور اس کے غروب ہونے کے

ملک سے چھوڑاؤنگا۔ اور میں انہیں لاؤنگا اور وے یروشلم کے درمیان سکونت کریں گے۔ اور وے میرے

لوگ ہوں گے اور میں سچائی اور صداقت سے ان کا خدا ہوں گا۔

3. Thus saith the Lord: I am returned unto Zion, and will dwell in the midst of Jerusalem; and Jerusalem shall be called a city of Truth; and the mountain of the Lord of Hosts, the holy mountain.

4. Thus saith the Lord of Hosts; There shall yet old men and old women dwell in the streets of Jerusalem, and every man with his staff in his hand for very age.

5. And the streets of the city shall be full of boys and girls playing in the streets thereof.

7. Thus saith the Lord of hosts; Behold I will save my people from the east country and from the west country.

8. And I will bring them, and they shall dwell in the midst of Jerusalem, and they shall be my people, and I will be their God, in truth and in righteousness. (Zech 8 : 3-8)

ان آیات میں شاخ (Branch) کی یہ تفصیل ہوئی کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو ہیکل تعمیر کرے گا اور نجات و سلامتی و عدل کی یہ تفصیل ہوئی ہے کہ لوگ بے کھٹکے و بے روک ٹوک یروشلم میں رہیں گے اور عدل و رحمت سے باہمی سلوک کریں گے۔ اور کلمہ یہوواہ صدقہ کی یہ تفصیل ہوئی کہ یہ کلمہ خدا تعالیٰ کی نسبت کہا جائے گا اور خدا تعالیٰ ہی خداوند صداقت کہلائے گا۔ اور جب کہ اس پیش گوئی کے معنی بائبل کی شہادت سے صاف طور پر وہ ثابت ہوئے جو ہم نے بیان کئے ہیں تو اب ہم بائبل کی شہادت سے ثابت و بیان کرتے ہیں کہ اس معنی کرا اس پیش گوئی کا وقوع حضرت مسیح سے پانچ سو برس پیشتر ہو چکا ہے۔

عذرا (حضرت عزیر) نبی کی کتاب کے پہلے باب میں لکھا ہے: (جس کا سنہ حاشیہ میں پانچ سو چھتیس برس مسیح سے

پیشتر بیان کیا گیا ہے)

اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا پورا ہووے (حضرات پورا در! اپنی کتاب مقدس کے لفظ پورا ہووے، کوچشم انصاف سے دیکھو اور شرم کو کام میں لا کر کہو کہ یہ لفظ پیش گوئی یرمیاہ کا وقوع پانچ سو برس قبل از مسیح ظاہر کر رہا ہے یا اس پیش گوئی کو وقت ظہور مسیح تک معلق کرتا ہے) خداوند نے شاہ فارس خورس کے دل کو ابھارا کہ اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کروائی۔ اور اسے قلم بند بھی کر کے یوں فرمایا:

۲۔ شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خدا آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا کہ یروشلم کے بیچ جو یہود میں ہے اس کیلئے ایک مسکن بناؤں۔

۳۔ پس اس کی ساری قوم میں سے تمہارے درمیان کون کون ہے؟ اس کا خدا اس کے ساتھ ہووے اور وہ یروشلم کو جو شہر یہوداہ ہے جاوے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بناوے (کہ وہی خدا ہے) جو یروشلم میں ہے۔

۴۔ اور ہر ایک جو باقی رہا ہوان مقاموں سے جہاں کہیں وہ پردیسی ہوا ہو، سو اسی مقام کے لوگ سونا چاندی سے اور مال مویشی سے اس کی مدد کریں اور اس کے سوا وہ خدا کے گھر کے لئے جو یروشلم میں ہے اپنے جی کی خواہش سے ہدیئے گذرائیں۔

۵۔ تب یہود اور بنیامین، اور کاہن اور لاوی ان سبھوں کے ساتھ جن کے دلوں کو خدا نے ابھارا اٹھے کہ جا کے یروشلم میں خدا کا گھر بنائیں۔

۶۔ اور ان سب نے جو انکے پڑوس میں تھے چاندی کے برتن اور سونے کے اسباب اور مویشی اور قیمتی چیزوں سے ان کی دستگیری کی۔ اس کے سوا اپنی خوشی سے ہدیئے دیئے۔

۷۔ اور خورس بادشاہ نے بھی خداوند کے گھر کے برتنوں کو جنہیں بنو کنضر (بخت نصر) نے یروشلم میں سے لے لیا تھا اور اپنے دیوتاؤں کے گھر میں رکھا تھا، نکال لایا۔

۸۔ اور شاہ فارس خورس نے اپنے خزانچی متردات کے ہاتھ سے نکلوا یا اور اس نے انہیں یہوداہ کے امیر شیش بضار کو گنوا دیا (پھر ان کی تعداد بیان کی)۔

Now in the first year of Cyrus king of Persia, that the word of the Lord by the mouth of Jeremiah might be fulfilled, the lord stirred up the spirit of Cyrus king of Persia, that he made a proclamation throughout all his kingdom, and put it also on writing, saying,

2 . Thus saith Cyrus the king of Persia, The Lord God of heaven hath given me all the kingdoms of the earth; and he hath charged me to build him a house at Jerusalem, which is in Judah.

3. Who is there among you of all his people? his God be with him, and let him go up to Jerusalem, which is in Judah, and build the house of the Lord, God of Israel (he is the God) which is in Jerusalem.

4 . And whosoever remaineth in any place where he sojourneth, let the men of his place help him with silver, and with gold, and with goods, and with beasts, beside the freewill offering for the house of God that is in Jerusalem.

5. Then rose up the chief of the fathers of Judah and Benjamin, and the priests and Levites, with all them whose spirit God had raised to go up to build the house of the Lord which is in Jerusalem.

6. And all they that were about them strengthened their hands with vessels of silver, with gold, with goods and with beasts, and with precious things, beside all that was willingly offered.

7. Also Cyrus the king brought forth the vessels of the house of the Lord, which Nebuchadnezzar had brought forth out of Jerusalem, and had put them in the house of his gods;

8. Even those did Cyrus King of Persia bring forth by the hand of Mithredath the treasurer, and numbered them unto Shesh-baz-zar, the prince of Judah (Ezra 1:1-8)

اور اس کے باب ۲ میں ان لوگوں کی تفصیلی فہرست لکھی جس کو شاہ بابل بخت نصر قید کر کے لے گیا تھا اور وہ اس بادشاہ فارس کے وقت میں یروشلم کو واپس آئے۔ اور اخیر میں اس کی میزان بیالیس ہزار تین سو ساٹھ

بتائی۔

پھر باب ۳، آیت ۸ اور ۱۲ میں بیان کیا ہے کہ: پھر خدا کے گھر کو یروشلم میں آپہنچنے کے بعد دوسرے مہینے میں زرو بابل بن سیائیل اور یثوع بن یوصدق اور اس کے باقی بھائی کاہنوں اور لاویوں نے اور سب نے جو اسیری سے رہائی پا کے یروشلم کو آئے تھے، شروع کیا۔

۱۲۔ لیکن بہت لوگ ان کاہنوں اور لاویوں اور ... میں سے جو بوڑھے تھے جنہوں نے اس گھر کو دیکھا تھا جب اس گھر کی بنیاد ان کے دیکھنے میں ڈالی گئی تو وہ بڑی آواز سے چلا کر رونے لگے لیکن بہترے خوشی سے لاکارے

8. Now in the second year of their coming unto the House of God at Jerusalem, in the second month, began Zerubbabel the son of She-al-ti-el , and Jesu-u-a the son of Jo-za-dak, and the remanant of their brethren the priests and the Levites, and all they that were come out of the captivity unto Jerusalem; and appointed the Levites, from twenty years old and upward, to set forward the work of the house of the Lord

12. But many of the priests and Levites and chief of the fathers, who were ancient men, that had seen the first house, when the foundation of this house was laid before their eyes, wept with a loud voice, and many shouted aloud for joy .(Ezra 3: 8 & 12)

پھر باب ۴ میں بیان کیا ہے کہ: جب یہود اور بنیامین کے دشمنوں نے سنا کہ وہ جو اسیر ہوئے تھے خداوند اسرائیل کے خدا کی ہیکل کو بناتے ہیں، تو وہ زرو بابل اور (بڑوں) کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ تعمیر کرنے دو۔ انہوں نے انکار کیا۔ تو ان دشمنوں نے بادشاہ ارتخشستا کے پاس اس مضمون کی عرضی بھیجی کہ بنی یہود اس شہر اور گھر کو بنائیں گے، تو یہ سرکار سے باغی ہو جائیں گے اور مال گزاری نہ دیں گے۔ تب بادشاہ ڈر گیا اور اس گھر کا کام دارا کی سلطنت کے دوسرے برس تک موقوف رہا۔

پھر باب ۵ میں کہا ہے کہ: ججی نبی اور زکریا بن عیدو کی نبوت (یعنی ہدایت) سے زرو بابل اور یثوع اٹھے اور خدا کے گھر کو یروشلم میں بنانے لگے اور دارا بادشاہ کے سخت اور تاکیدی حکم سے وہ گھر بنا اور اس بادشاہ کی سلطنت کے چھٹویں سال تیار ہوا۔

پھر باب ۷ میں بیان کیا: ۹۔ ارتختشتا بادشاہ کی سلطنت کے ساتویں برس عزرا یروشلم میں آئے۔ اور بادشاہ کا فرمان اس مضمون کا انکوعطا ہوا۔

۲۵۔ اے عذرا کہ تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھے عنایت ہوئی ہے حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کر کہ نہر کے پار سب لوگوں کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جاننے میں انصاف کریں اور تم انکو جو نہ جانتے ہوں سکھلاؤ۔ ۲۶۔ اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے گا اس پر فی الفور سزا کا حکم کیا جاوے گا۔ خواہ وہ قتل کا یا دیس نکالنے کا یا مال کی ضبطی کا یا قید ہو۔

Now when the adversaries of Judah and Benjamin heard that the children of captivity builded the temple unto the Lord God of Israel.

Then they came to Zerubbabel, and to the chief of the fathers, and said unto them, Let us build with you; for we seek your God, as ye do; and we do sacrifice unto him since the days of E-sar- had-don, king of Assur, which brought us up hither.

But Zerubbabel and Jeshua, and the rest of chief of the fathers of Israel, said unto them, Ye have nothing to do with us to build an house unto our God, but we ourselves together will build unto the Lord God of Israel, as king Cyrus the king of Persia hath commanded us.

Then the people of the land weakened the hands of the people of Judah, and troubled them in building

And hired counsellors against them, to frustrate their purpose, all the days of Cyrus king of Persia, even until the reign of Darius king of Persia.

And in the reign of A-has-u-e-rus, in the beginning of his reign, wrote they unto him an accusation against the inhabitants of Judah and Jerusalem.

And in the days of Ar-ta-xerx-es wrote Bish-lam, Mithi-re-dath, Tab-ed, and the rest of their companions unto Ar-ta-xerx-es king of persia, and the writing of the letter was written in the Syrian tongue, and interpreted in the Syrian tongue.

11. This is the copy of the letter that they sent unto him, even unto Ar-ta-xerx-es the king; Thy sevants the men on this side of the river, and at such a time.

12 Be it known unto the king, that the Jews which came up from thee to us are come unto Jerusalem, building the rebellious and bad city, and have set up the walls thereof, and joined the foundations.

13. Be it known unto the king, that, if this city be builded, and the walls set up again, then will they not pay toll, tribute, and custom and so thou shalt endamage the revenues of the kings.

24. Then ceased the work of the house of God which is at Jerusalem. So it ceased unto the second year of the reign of Darius king of Persia. (Ezra 4:1.7 & 11-13 & 24)

7: 9. For upon the first day of the first month began he to go up from Babylon, and on the first day of the fifth month came up to Jerusalem according to the good hand of his God upon him.

10. For Ezra had prepared his heart to seek the Law of the Lord, and to do if, and to teach in Israel statutes and judgments.

13. I (Ar-ta-xerx-ex king) make a decree that all they of the people of Israel, and of his priests and Levites, in my realm, which are minded of their own freewill to go up to Jerusalem, go with thee (Ezra).

25. And thou Ezra, after the wisdom of the God, that is in thine hand, set magistrates and judges, which may judge all the people that are beyond the river, all such as know the laws of thy God; and teach ye them that know them not.

26. And whosoever will not do the law of thy God, and the law of the king, let judgment be executed speedily upon him, whether it be upto death, or to banishment, or to confiscation of goods, or to imprisonment .

ان آیات میں صاف و تصریح کے ساتھ بیان ہوا کہ پیش گوئی یرمیاہ کی حضرت مسیح سے پیشتر خورس

بادشاہ کے عہد میں پوری ہوگئی اور جوڈیا، کونجات اور اسرائیل کو سلامتی حاصل ہوئی۔ اور ان میں صداقت عدالت حضرت عزیرؑ کے یروشلم میں آنے کے بعد قائم ہوگئی اور اسی وقت میں یہ ہوا وہ صدقنیو کا کلمہ کہا گیا تھا جو خدا تعالیٰ عزوجل کی نسبت اور اس کے حق میں صادق آتا تھا۔ عیسائی بے انصافی کرتے ہیں کہ اس کلمہ کو حضرت مسیح کے حق میں قرار دیتے ہیں اور جو اس کلمے کے ساتھ حالات وقت بیان ہوئی ہے ان کا حضرت مسیح میں پایا نہ جانا اپنے خیال میں نہیں لاتے اور انصاف کا خون کر رہے ہیں۔

از انجملہ تیسرا مقام کتاب یسعیاہ کا باب ۹ آیت ۶-۷ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ وہ جو بیٹا ہم کو بخشا ہے اور فرزند تولد ہوتا ہے وہ ان خطابوں سے مزین ہے۔ خدائے قادر، اب، ابدیت، شاہ سلامت، مشیر، عجب تخت داؤدی پر آنے والا جس کی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔

یہ پرچہ اول آتھم کے منقولہ الفاظ میں اصل کتاب اردو یسعیاہ میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔

6. For unto us a child is born, unto us a son is given; and the government shall be upon his shoulder; and his name shall be called Wonderful, Counsellor, The mighty God, the everlasting father, the Prince of peace

7. Of the increase of his government and peace there shall be no end, upon the throne of David, and upon his kingdom, to order it, and to establish it with judgment and with justice from henceforth even for ever. The zeal of the Lord of hosts will perform this.

(Isaiah 9 :6-7)

اس پیشگوئی کو بھی عیسائی زبردستی حضرت مسیح پر جماتے ہیں۔ درحقیقت یہ پیشگوئی خرقیا بن آخز بادشاہ کے حق میں ہے جو حضرت یسعیاہ کے وقت میں پوری ہو چکی ہے۔ عیسائیوں نے اس پیش گوئی کے بیان میں تحریف سے کام لیا ہے اور اس پیش گوئی کے مصداق میں ایسی صفات و الفاظ کو از خود ملادیا ہے کہ ایک انسان بادشاہ پر صادق نہ آسکیں وہ یہ چار الفاظ و صفات ہیں۔

اول، خدائے قادر۔ دوم، اب ابدیت۔ سوم، جس کی سلطنت کو کبھی زوال نہ ہوگا، تا ابد تک رہے

گی۔ چہارم، لا انتہا۔

مگر یہ الفاظ عیسائیوں کی تحریف کا نتیجہ ہے اور اصل پیشگوئی میں یہ الفاظ نہیں کہے گئے ہم اس مقام اصل عبارت عبرانی اس پیش گوئی کی نقل کرتے ہیں پھر ثابت کر دکھاتے ہیں کہ یہ الفاظ و اوصاف تحریف سے ملائے گئے ہیں۔ اور جو الفاظ اصل پیش گوئی میں ہیں وہ خرقیہ بادشاہ میں پائے جاتے ہیں اور اس نظر سے وہ پیش گوئی ان کے حق میں صادق ہو چکی ہے۔ اصل عبارت عبرانی بحظ عبرانی یہ ہے..... (عبرانی الفاظ میں نے حذف کردیئے ہیں۔ بہاء)

عربی عبارت میں اس کے الفاظ.....

کی یلد یلد لا تو بین بیّن لا ثق و حی ہمّراہ علی شکمو و تقروا شمو فل یو عیص ایل گبّور ، ابی عد ، سر شالوم لسر بہہ همسّراہ و لشالوم این قیص علی کتا دا و د و عل مملکتو لها کین اتاہ و لسعا داہ بمشباط و بصدا قاہ معتاہ و عد عولا م قن اث . .

اس کا ترجمہ: ہمارے لئے ایک لڑکا پیدا ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کا ندھے پر ہوگی اور وہ اس نام سے کہلائے گا۔ عجیب مشیر پہلوان یا زور آور اور اپنے وقت کے لوگوں کا مربی اور سلامتی کا شہزادہ اس کا اقبال حکومت اور سلامتی طاقتور با مقصد ہوگی داؤد کے تخت اور اس کی مملکت پر وہ درستی سے سنبھالے گا عدالت اور صداقت سے آج سے مدت دراز تک قابض رہے گا (معلوم نہیں عبرانی کی عربی نقل میں کس قدر غلطیاں ہیں۔ بہاء)

اس عبارت میں جو اس لڑکے کو عجیب اور سلامتی کا شہزادہ کہا گیا ہے یہ حضرت حزقیہ پر اچھے طور پر صادق آچکا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بیان سے جو آپ کے وقت میں وقوع میں آیا ہے وہ اسی کتاب یسعیاہ اور کتاب سلطین و توارخ سے نقل کیا جائے گا، یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ ایسا ہی پہلوان یا زور آور ہونا اور اپنی قوم کا مربی ہونا اور اس کی سلطنت کا ایک مدت طویل تک طاقت ور یا با مقصد رہنا بھی اس پر صادق آچکا ہے۔ کتاب دوم توارخ اور دوم سلطین اس پر شاہد ہے۔ عیسائیوں نے جو بجائے ان الفاظ و صفات کے وہ چار لفظ اس پیش گوئی میں درج کئے ہیں اس میں انہوں نے تحریف سے کام لیا ہے۔

ان کا پہلا لفظ نتیجہ تخریف لفظ، خدائے قادر، ہے جس کو انہوں نے عبرانی لفظ ایل گبور کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تخریف معنوی سے کام لیا ہے۔ یہاں ایل گبور کا صحیح ترجمہ پہلوان یا زور آور یا سردار ہے۔ عبرانی میں لفظ ایل چار معنی میں استعمال ہوا ہے۔ زور، زور آور، الہ، اللہ۔ دیکھو لغات عبرانی پادری ولیم ہوپر پرنسپل ڈیونٹی کالج لاہور مطبوعہ الہ آباد مشن پریس صفحہ ۱۲۔ اور لفظ گبور تین معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ زور آور، پہلوان، سردار۔ (دیکھو لغات عبرانی مذکور ص ۵۹) اور چونکہ اس پیش گوئی میں یہ الفاظ ایک لڑکے کے حق میں، جو انسان سے تولد ہو نیوالا تھا، استعمال کئے گئے ہیں لہذا ان الفاظ کے یہی معنی مناسب مقام و متعین ہیں جو انسان میں پائے جاتے ہیں یعنی پہلوان یا زور آور یا سردار، نہ وہ معنی جو خالق سے مخصوص ہیں یعنی اللہ یا الہ یا خدا۔ ایسے معنی مخصوص بخدا تعالیٰ کو اس مقام میں مراد قرار دینا محض غلطی اور تخریف معنی ہے۔

ان کا دوسرا تخریفی لفظ اب ابدیت ہے جس کو انہوں نے لفظ ابسی عد کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تخریف معنوی سے کام لیا ہے اور درحقیقت ابسی عد کا ترجمہ مناسب مقام، وقت کا باپ، ہے یعنی اپنے وقت کے لوگوں کا مربی۔

اب کے معنی عبرانی میں باپ کے ہیں جیسا کہ عربی میں اور بحالت اضافت یا سے بولا جاتا ہے اور عد تین معنوں میں مستعمل ہو چکا ہے۔ وقت، ابد، لوٹ۔ دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۲۷۸۔ واز انجا کہ یہ لفظ ایک انسان بادشاہ کے حق میں مستعمل ہوا ہے لہذا اس کے معنی وہی اول، مناسب مقام اور متعین ہیں۔ دوسرے معنی جو خدا سے مخصوص ہیں مراد ٹھہرانا تخریف معنوی ہے۔

ان کا تیسرا لفظ نتیجہ تخریف لفظ، انتہاء نہ ہونے، کا ہے جس کو انہوں نے این قیص کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تخریف معنوی سے کام لیا ہے اس مقام میں این کے معنی طاقت ور کے ہیں دیکھو صفحہ ۱۳ لغات عبرانی ولیم ہوپر۔ اور قیص کا ترجمہ با مقصد ہے دیکھو صفحہ ۳۵ لغات مذکور۔

ان کا چوتھا لفظ تخریف، سلطنت کے لازوال یا ابدی ہونے کا ہے جس کو انہوں نے عولام کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تخریف معنوی سے کام لیا۔ اور درحقیقت اس کا ترجمہ طویل مدت ہے۔ عد کے معنی ابھی بیان ہوئے ہیں اور عولام کے معنی، بڑی مدت، کے اس مقام کے مناسب ہیں دیکھو لغات مذکور صفحہ ۲۹۰۔

یہ اس پیشگوئی کے الفاظ کی تحقیق ہے جس سے یہ پیشگوئی حزقیہ کے حق میں صادق آسکتی ہے۔ اب یسعیاہ اور سلطین اور تورخ سے پیشگوئی کا حزقیہ پر صادق ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

پس اولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس باب نہم کتاب یسعیاہ میں پیش گوئی کی گئی ہے اس سے پہلے آٹھویں باب آیت ۷ میں شاہ اسور کے چڑھائی کرنے اور لوگوں کے تنگی و تارکی میں پڑ جانے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ پھر باب نہم میں اس تنگی و تارکی کے دور ہو جانے کی بشارت کے ضمن میں اس لڑکے کی پیش گوئی کی گئی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کے وقت اور عہد حکومت و سلطنت میں وہ تارکی دور ہو جائے جو شاہ اسور کی چڑھائی سے پیدا ہوگی۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ بائبل کی شہادت سے وہ کون لڑکا ہے جس کے وقت اور عہد سلطنت میں وہ تنگی و تارکی دور ہوئی ہے۔ سوشاہ حزقیہ ہے، جو اس پیش گوئی کے بعد تخت داؤدی پر تخت نشین ہوا اور اس کی سلطنت کے چھویں برس سنخریب نے جوڈا کے شہروں پر چڑھائی کی جس سے تمام جوڈا پر تنگی و تارکی چھا گئی۔ تب حزقیہ کی دعا سے لشکر سنخریب پر یہ آفت آئی کہ خدا کے فرشتے نے ان کے بڑے بڑے بہادروں اور سرداروں اور رئیسوں کو فنا کیا۔ ایک شب میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمیوں کو واصل جہنم کیا۔ یہ عجیب و غریب فتح و سلامتی ہوئی جس کے سبب سے حزقیہ سلامتی اور عجیب کہلایا ہے۔ اب ہم اپنے اس بیان کی تصدیق کے لئے بائبل کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ یسعیاہ باب ۸ آیت ۷ میں کہا ہے:

اب دیکھ خداوند دریا کے سخت شدید سیلاب کو یعنی شاہ اسور اور اس کی ساری شوکت کو ان پر چڑھا لائے گا۔ ۲۱۔ تب وہ خراب حال بھوکے ہو کے سرزمین میں گزریں گے۔ اور ایسا ہوگا کہ جب وہ بھوکے ہوں تو وہ اپنی جان سے بیزار ہونگے۔ اور اپنے بادشاہ اور خدا پر لعنت کریں گے اور وہ اپرتاکیں گے۔ ۲۲۔ پھر زمین کی طرف گھوریں گے۔ اور کیا دیکھتے ہیں۔ تنگی اور تارکی کو کہ وہ سیاست ہی سے تاریک ہو جائے گی اور تیرگی میں کھڑی جائیں گی۔

7. Now therefore, behold, the Lord bringeth up upon them the waters of the river, strong and many, even the king of Assyria, and all his glory, and he shall come up over all the

channels, and go over all his banks.

21. And they shall pass through it, hardly bestead and hungry, and it shall come to pass, that when they shall be hungry, they shall fret themselves, and curse their king and their God, and look upward.

And they shall look unto the earth; and behold trouble and darkness, dimness of 22 anguish; and they shall be driven to darkness. (Isaiah 8: 7 & 21 & 22)

پھر اس کے باب ۹ میں کہا ہے: لیکن تیرگی وہاں نہ رہے گی۔ ۲۔ وے لوگ جو تاریکی میں چلتے تھے بڑی روشنی دیکھتے اور ان پر جو موت کے سایہ کے ملک میں رہتے تھے نور چمکتا۔

1. Nevertheless the dimness shall not be such as was in her vexation, when at the first he lightly afflicted the hand of Ze-bu-lum and the hand of Naph-ta-li, and afterward did more grievously afflict her by the way of the sea, beyond Jordan, in the Galilee of the nations.

2. The people that walked in darkness have seen a great light: they that dwell in the land of the shadow of death, upon them hath the light shined. (Isaiah 9:1.2)

اس کے بعد آیت ۶ میں اس لڑکے کی وہ پیشگوئی ہے جس کو عیسائی مسیح کے حق میں لگاتے ہیں۔ پھر اس کے باب ۱۰، آیت ۱۲ میں شاہ اسور کی گستاخی پر سزایابی کی پیش گوئی ہے۔

Wherefore it shall come to pass, that when the Lord hath performed his whole work upon mount Zion and on Jerusalem, I will punish the fruit of the stout heart of the King of Assyria, and the glory of his high looks. (Isaiah 10:12).

So shall the king of Assyria lead away the Egyptians prisoners, and the E-thi-o-pi-ans captives, young and old, naked and barefoot, even with their buttocks uncovered, to the shame of Egypt. (Isaiah 20:4)

Then shall the Assyrian fall with the sword, not of the mighty man; and the sword, not of a mean man, shall devour him, but he shall flee from the sword, and his young men shall be discomfited. (Isaiah 31:8).

پھر اس کے باب ۲۰ آیت ۴ میں مصریوں کے شاہ اسور کے قید میں آجانے کا ذکر ہے۔ پھر اس کے باب ۳۱ آیت ۸ میں اسوری کے گرجانے کی پیش گوئی ہے۔ پھر اس کے باب ۳۶ میں کہا ہے: اور حزقیہ کی سلطنت کے چودھویں سال یوں ہوا کہ شاہ اسور سخریب، یہودا کے سب حصین شہروں پر چڑھا اور انہیں لے لیا۔ ۲۔ اور شاہ اسور نے رب ساتی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ لکیس سے حزقیہ کے پاس یروشلیم بھیجا۔ ۳۔ تب الیا قیم بن خلقیہ جو گھر کا مختار تھا، اور شہنہ متصدی اور محاسب یواخ بن آسف نکل کے اس پاس آئے۔ ۴۔ اور رب ساتی نے انہیں کہا تم تو حزقیہ سے یہ کہو بادشاہ عظیم اسور کا بادشاہ یوں فرماتا ہے۔ وہ کون سی امید ہے جسے تو ایسا کہہ کے رکھتا ہے۔ ۵۔ مجھ میں لیکن فقط منہ کی بات ہے۔ مصلحت اور جنگ کی قوت موجود ہے، سواب تو کس پر اعتماد کرتا ہے، جو تو نے مجھ سے سرکشی کی۔ ۶۔ دیکھتے تھے اس ٹوٹی ہوئی چھری پر مصر کے نل پر بھروسہ ہے۔ ۱۸۔ حزقیہ تمہیں فریب دینے نہ پاوے جو کہتا ہے کہ خدا ہم کو چھوڑا دے گا۔ بھلا کیا گروہوں کے معبودوں میں سے کسی نے بھی اپنی سرزمین کو اسور کے بادشاہ کے ہاتھ سے بچایا ہے۔ ۱۹۔ حمایت زور ارفاد کے معبود کہاں ہیں۔ سفر دائم کے معبود کہاں ہیں۔ کیا انہوں نے سمروں کا ملک میرے ہاتھ سے بچالیا۔ ۲۰۔ ان سارے ملکوں کے معبودوں کے درمیان وہ کون ہے جس نے اپنا ملک میرے ہاتھ سے بچایا۔ جو خدا بھی یروشلیم کو میرے ہاتھ سے بچاوے گا۔ ۲۲۔ الیا قیم اور شبنہ اور یواخ حزقیہ کے پاس آئے اور اپنے کپڑے چاک کئے ہوئے رب ساتی کی باتیں اس سے بیان کیں۔

Now it came to pass in the fourteenth year of king Hez-e-ki-ah, that Sen-nach-er-ib king of Assyria came up against all the defenced cities of Judah, and took them.

And the king of Assyria sent Rab-sha-keh from La-chish to Jerusalem unto king Hez-e-ki-ah with a great army. and he stood by the conduit of the upper pool in the highway of the fuller field.

Then came forth unto him E-li-a-kim, hil-ki-ah's son, which was over the house, and Sheb-na the scribe, and Jo-ah, A-saph's son, the recorder.

And Rab-sha-keth said unto them, Say ye now to Hez-e-ki-ah. Thus saith the great king,

the king of Assyria. What confidence is this wherein thou trustest?

I say, sayest thou, (but they are but vain words) I have counsel and strength for war: now on whom dost thou trust, that thou rebellest against me?

Lo, thou, trustest in the staff of this broken reed, on Egypt; wherein if a man lean, it will go into his hand, and pierce it, so is Pharaoh king of Egypt to all that trust in him .

18. Beware lest Hez-e-kiah persuade you, saying. The Lord will deliver us. Hath any of the gods of the nations delivered his land out of the hand of the king of Assyria?

19. Where are the gods of Ha-math and Ar-phad? where are the gods of Se-phar-va-im? and have they delivered Sa-mar-i-a out of my hand.

20. Who are among all the gods of these lands that have delivered their land out of my hand, that the Lord should deliver Jerusalem out of my hand?

12. But they held their peace, and answered him not a word; for the King's command was, saying, answer him not .

22. Then came E-li-a-kim, the son of Hil-ki-ah, that was over the household, and Sheb-na the scribe, and Jo-ah, the son of A-saph, the recorder, to Hez-e-ki-ah with their cloths rent, and told him the words of Rab-sha-keh. (Isaiah 36)

پھر باب ۳۷ میں کہا ہے: اور ایسا ہوا کہ حزقیہ بادشاہ نے یہ سن کر اپنے کپڑے پھاڑے اور ٹاٹ اوڑھا اور خداوند کے گھر میں گھس گیا۔ ۲۔ اور اس نے الیا تم اور شبنہ اور کاهنوں کے بزرگوں کو ٹاٹ اوڑھا کے یسعیاہ بن اسوس کے پاس بھیجا۔ ۳۔ اور انہوں نے اس سے کہا کہ حزقیہ یوں کہتا ہے کہ آج کا دن دکھ اور ملامت اور تہمت کا دن ہے۔ ۴۔ شائد کہ خداوند تیرا خدا رب ساقی کی سب باتیں سنے گا جسے اسکے صاحب شاہ اسور نے بھیجا ہے کہ خدائے حقی کی تحقیر کریں۔ اور ان باتوں کے سبب جو خداوند میرے خدانے سنی ہیں تنبیہ دے گا۔ پس تو ان باتوں کے واسطے خدا سے دعا مانگ۔ ۵۔ پس شاہ حزقیہ کے ملازم یسعیاہ کے پاس آئے تب یسعیاہ نے انہیں فرمایا تم اپنے آقا سے کہو خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو ان باتوں سے جنہیں شاہ اسور کے جوانوں نے کہہ کر میری تحقیر کی ہے ہر اسامت ہو۔ دیکھ میں اس میں روح ڈالوں گا۔ اور وہ ایک افواہ سن کے اپنی مملکت کو

پھر جائے گا۔ اور میں اسے اس ہی کی زمین میں تلوار سے مروا ڈالوں گا۔

پھر اس باب ۳۷ کی آیت ۱۱ وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ

۱۱۔ شاہ اسور نے پھر حزقیہ کو دھمکایا اور ڈرایا۔

۱۲۔ حزقیہ نے خدا سے دعا مانگی کہ اے خدا تو ہم کو اسور کے ہاتھ سے بچالے۔

۲۱۔ میں کہا ہے کہ حضرت یسعیاہ نے حزقیہ کو کہلا بھیجا کہ خدا تعالیٰ نے تیری سن لی۔

۳۳۔ سو خدا شاہ اسور کے حق میں فرماتا ہے کہ وہ اس شہر میں نہ آئیگا۔ نہ اس کے اندر تیر چلاویگا۔

۳۴۔ بلکہ جس راہ سے آیا ہے اسی راہ سے پھر جاوے گا۔

۳۶۔ پس خداوند کے فرشتہ نے جا کے اسوریوں کے لشکر گاہ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمی جان سے مارے اور

جب لوگ صبح سویرے اٹھے تو دیکھو کہ وہ سب مرے پڑے تھے۔

۳۷۔ تب سخریب شاہ اسور نے کوچ کیا اور چلا گیا۔ اور پھر گیا اور نینواہ میں آ رہا۔

۳۸۔ اور ایسا ہوا کہ جس وقت وہ اپنے معبود نسروک کے گھر میں پوجا کرتا تھا آدم ملک اور شارا ضراس کے

بیٹوں نے اسے تلوار سے قتل کیا۔ اور وہ بھاگ کر اراراط کی سر زمین کو گئے اور اس کا بیٹا اسرحدون اس کی جگہ

بادشاہ ہوا۔

1. And it came to pass, when king Hez-e-ki-ah heard it, that he rent his cloths, and covered himself with sackcloth, and went into the house of the Lord.

2, And he sent E-li-a-kim, who was over the household, and Sheb-na the scribe, and the elders of the priests covered with sackcloths, unto Isaiah the prophet the son of Amoz.

3. And they said unto him, Thus saith Hez-e-ki-ah, This day is a day of trouble, and of rebuke, and of blasphemy; for the children are come to the birth, and there is not to bring forth. strength

4. It may be the Lord thy God will hear the words of Rab-sha-keh, whom the king of Assyria his master hath sent to reproach the living God, and will reprove the words which the Lord thy God hath heard; wherefore lift up thy prayer for the ramnant that is

left.

5 . So the servants of king Hez-e-ki-ah came to Isaiah.

6. And Isaiah said unto them, Thus shall ye say unto your master. Thus saith the Lord. Be not afraid of the words that thou hast heard, wherewith the servants of the king of Assyria have blasphemed me.

7. Behold I will send a blast upon him, and he shall hear a rumour, and return to his own land; and I will cause him to fall by the sword in his own land.

11. Behold, thou hast heard what the king of Assyria have done to all lands by destroying them utterly; and shalt thou be deliverd.

14. And Hez-e-ki-ah received the letter from the hand of the messengers, and read it; and Hez-e-ki-ah went up unto the house of the Lord, and spread it before the Lord.

15. And Hez-e-ki-ah prayed unto the Lord saying.

16. O Lord of Hosts, God of Israel, that dwellest between the cher-u-bims, thou art God, even thou alone, of all the kingdoms of the earth: thou hast made heaven and earth.

17. Incline thine ear O Lord, and hear; open thine eyes. O Lord and see, and hear all the words of Sen-nach-er-ib which hath sent to reproach the living God .

21. Then Isaiah the son of Amoz sent unto Hez-e-ki-ah, saying, Thus saith the Lord God of Israel, Whereas thou hast prayed to me against Sen-nach-er-ib king of Assyria;

33. Therefore thus saith the Lord concerning the king of Assyria. He shall not come into the city, nor shoot an arrow there, nor come before it with shields, nor cast a bank against it.

34. By the way that he came, by the same shall he return, and shall not come into the city, saith the Lord.

35 For I will defend this city to save it for mine own sake, and for my servant David's sake .

36. Then the angel of the Lord went forth, and smote in the camp of the Assyrians and hundred and fourscore and five thousand; and when they arose early in the morning, behold they were all dead corpses.

37. So Sen-nach-er-ib king of Assyria departed, and went and returned, and dwelt at Nin-e-veh.

38. And it came to pass, as he was worshipping in the house of Nis-roch his god, that A-dram-me-lech and Sha-re-zer his sons smote him with the sword; and they escaped into the land of Ar-me-ni-a; and E-sar-had-don his son reigned in his stead. (Isaiah)

ایسا ہی دوم تواریخ کے باب ۳۱ و ۳۳ میں اور دوم سلاطین کے باب ۱۸ و ۱۹ میں بیان ہوا ہے۔ ان کتابوں کے ان بیانات سے صاف اور یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑکا جس کی پیش گوئی یسعیاہ باب ۹ میں ہوئی ہے وہی شاہ حزقیاہ ہے جس کی دعا سے خدا تعالیٰ نے شاہ اسور کے لشکر میں ایک لاکھ پچاسی ہزار کی جان ایک رات میں لے لی اور اس سے شاہ اسور کو ہزیمت اور شاہ حزقیاہ کو عجیب فتح نصیب ہوئی اور پیشگوئی اس وقت پوری ہوگئی۔ عیسیٰ کے متعلق یہ کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ عیسائی ظلم و نا انصافی کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کو ناحق و بلاوجہ عیسیٰ پر جماتے ہیں۔

وازانجملہ چوتھا مقام یسعیاہ باب ۷ آیت ۱۴، اور باب ۸ آیت ۱۰ میں ہے جس کو آتھم نے پرچہ ۲۵ مسیٰ میں ۱۸۹۳ء میں بضمن ایک فہرست کے پیش کیا ہے جس کا مضمون آتھم نے بیان کیا:

دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام ایمانوئیل رکھیں گے تم منصوبہ باندھو پر وہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پر وہ بٹھہرے گا۔ کہ خداوند ہمارے ساتھ ہے۔ اس جگہ لفظ ایمانوئیل ہے۔

اس پیش گوئی حضرت یسعیاہ کو بھی عیسائی زبردستی حضرت عیسیٰ پر لگاتے ہیں۔ اور اس پیش گوئی کے مضمون اور متعلقات سے آنکھ بند کر کے اپنے آپ کو بے انصاف بنا رہے ہیں۔ اور درحقیقت یہ پیش گوئی حضرت یسعیاہ کے خود اپنے وقت میں پوری ہوگئی۔ شاہ احاس بن بوتام (جس کو بائبل میں اخذ بن بوتام کہا گیا ہے) کے دشمنوں شاہ ارام رضین وغیرہ نے اس پر چڑھائی کی تو اس سے احاس ڈر گیا۔ تب حضرت یسعیاہ نے اس کو

بشارت دی۔ اور یہ پیش گوئی کی کہ ایک جوان عورت لڑکا جنے گی جس کا نام وہ خود عمانوئیل رکھے گی۔ وہ ہنوز سن تمیز کو نہ پہنچے گا کہ وہ زمین ان بادشاہوں سے جو اس پر چڑھائی کرتے ہیں چھوڑائی جائے گی اور ایسا ہی وقوع میں آ گیا۔ وہ لڑکا شاہ احاس کے وقت میں پیدا ہوا اور اسی وقت شاہ احاس کے مخالفوں کو پس پا کیا گیا۔ یہ بات اسی کتاب یسعیاہ کے باب ۷ وغیرہ اور کتاب سلاطین دوم کے باب ۱۶ وغیرہ میں تفصیل مذکور ہے مگر حضرات عیسائی اس تفصیل سے آنکھ بند کر کے اس پیش گوئی کو حضرت عیسیٰ پر لگاتے ہیں۔ اور اس میں اپنی سنت قدیم تحریف سے بھی کام لے چکے ہیں کہ جوان عورت کی جگہ کنواری عورت بنا دیا۔ اور بجائے اس فقرہ کے اس لڑکے کی والدہ اس کا نام عمانوئیل رکھے گی، یہ فقرہ گھڑ لیا کہ لوگ اس کا نام عمانوئیل رکھیں گے۔ ہم اس مقام میں پہلے یسعیاہ کی عبرانی عبارت نقل کرتے ہیں جن سے ان حضرات کی تحریف ثابت ہو۔ پھر وہ تفصیل نقل کریں گے جس سے ثابت ہو کہ یہ پیش گوئی حضرت یسعیاہ اور شاہ احاس کے وقت میں پوری ہو گئی تھی۔

اصل عبرانی عبارت بحضرت عبرانی یہ ہے (عبرانی سے لاطن ہونے کے باعث اسے نقل نہیں کیا جا رہا۔ بہاء)۔۔۔۔

حروف عبرانی میں: لکن بیبین ادو تائی هو الکم اون ہنہ ہا علمہا ہارہ و یلدت بین و

قارات شمو عمانوئیل

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے، باوجود اس کے خداتم کونشان دے گا۔ دیکھو علمہا یعنی جوان عورت حاملہ ہوگی (یا ہے، کیونکہ ہارہ جو علمہا کا فعل ہے حال و استقبال دونوں معنوں کے لئے آتا ہے) اور وہ بیٹا جنے گی اور وہ اس کا نام عمانوئیل رکھے گی۔

وقارات شمو کے یہی معنی ہیں۔ اور حرف ث بجائے تائے تانیث ہے)۔ حضرات عیسائیوں نے اس عبارت کے ترجمہ میں دو تحریفیں کی ہیں۔ کنواری کو عبرانی میں ثبو لہ کہتے ہیں، اور ہماہ جوان عورت کو کہتے ہیں خواہ کنواری ہو خواہ بیابھی۔ کتاب مقدس میں جہاں کنواری کا موقع ہے وہاں بھی لفظ ثبو لہ بولا گیا ہے۔ دیکھو کتاب خروج باب ۲۲۔ آیت ۱۶؟۔ اور استثنا باب ۲۲؟ آیت ۲۳۔ اور لغات بھی شاہد ہے دیکھو لغات عبرانی ولیم ہو پر

دوسری تحریف یہ کہ وقارات شمو عمانوئیل کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اس کا نام عمانوئیل رکھیں،

یعنی لوگ، حالانکہ وقارات مؤنث کا صیغہ ہے جو اس کی والدہ کی طرف راجع ہے۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ حضرت مسیح کا نام عمانوئیل ماں نے رکھا ہے اور نہ باپ نے بلکہ فرشتے نے اس کا نام یسوع بتایا اور وہی نام اس کی ماں اور باپ نے اس کا رکھا۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۔ آیت ۲۱-۲۲ تو انہوں نے اس فقرہ یسوع... میں تحریف و تصرف کر کے اس کا یوں بنا لیا کہ اس کا نام عمانوئیل رکھیں گے۔ اور اس کو انجیل متی باب ۱۔ آیت ۲۳؟ میں درج کیا۔ یہ ان حضرات کی تحریف و تصرف کی بات ہے۔ اب اس پیش گوئی کی تفصیل اسی کتاب یسوعا وغیرہ سے کی جاتی ہے جس سے واضح ہو کہ یہ پیش گوئی حضرت یسوعا کے وقت میں پوری ہو چکی ہے۔

یسوعا کے باب ۷ کے شروع میں ہے:

اور شاہ یہود اخز بن یوتام بن ازیاہ کے عصر میں ایسا ہوا کہ شاہ آرام رضین شاہ اسرائیل پکاہ بن ریمالیہ یروشلم پر لڑنے چڑھا، پر وہ فتح یاب نہ ہوا۔ ۲۔ اس وقت داؤد کے گھرانے کو آرام، افرائیم کو ساتھ لے کے فوج بڑھاتا ہے۔ سو اس کے دل اور لوگوں کے دلوں نے جنبش کھائی، جس طرح بن کے درخت ندی سے جنبش کھاتے ہیں۔ خداوند نے یسوعا کو حکم کیا کہ تو اپنے بیٹے شیار شوب کو لے کے تالاب کے سرے پر جو رنوگروں کے میدان کے راہ میں ہے، شاہ اخز سے جا کر مل، اور اسے کہہ دھیان کر اور بے قرار مت ہو، اور مت ڈر۔ شاہ رضین اور اس کے آرامیوں، اور شاہ پکاہ کا غصہ کچھ خطرناک نہیں ہے۔ آرامیوں نے اسرائیلیوں اور ان کے بادشاہ کے ساتھ مل کر منصوبہ بنایا ہے، وہ جوڈیا پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، خوف سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کرتا نبیل کے بیٹے کو اس کے تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں۔ اس لئے خداوند اس منصوبہ کو کامیابی نہیں دے گا۔ کیونکہ آرامی، اپنے دارالحکومت دمشق سے زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ اور دمشق بادشاہ رضین سے زیادہ مضبوط نہیں۔ اور اسرائیل ۶۵ سال میں ایسا کٹ جائے گا کہ قائم نہ رہے گا۔ اسرائیل ساری اپنے دارالحکومت، سے زیادہ مضبوط نہیں، اور ساری شاہ پکاہ سے زیادہ مضبوط نہیں۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو یقیناً قائم نہ رہو گے۔ ۱۰۔ پھر خداوند نے اخز سے خطاب کر کے کہا۔ ۱۱۔ خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ۔ خواہ نیچے زمین خواہ اوپر بلندی میں۔ ۱۲۔ پھر اخز نے کہا میں نہیں مانگنے کا۔ اور میں خداوند کو نہیں آزمانے کا۔ ۱۳۔ تب نبی نے کہا اے داؤد کے خاندان اب تم سنو انسان کو تھکانا ہمارے آگے نہایت چھوٹی بات ہے۔ سو کیا تم میرے خدا کو بھی تھکاؤ گے؟ ۱۴۔

۔ باوجود اس کے خداوند آپ تم کو نشان دے گا (بے انصاف عیسائیو! دیکھو اس نشان کے دکھانے کا کس کو وعدہ دیا گیا؟ کیا اسی با
دشاہ خاندان داؤدی شاہ اخزیاح اس کو جو حضرت یسعیاہ کے وقت میں تھا یہ وعدہ نہیں دیا گیا) دیکھو کنواری (یہ عیسائیوں کی من گھڑت
اور تحریف ہے اصل میں جو ان عورت کہا گیا ہے چنانچہ ثابت ہو چکا ہے) حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام اما نواہیل ر
کھے گی (عیسائیو! اس لفظ کو بھی دیکھو اور خیال کرو کہ تم نے اس کو کیا بنالیا؟ اور بجائے اس کے انجیل میں یہ داخل کر دیا کہ لوگ اس کا نام اما
نواہیل رکھیں گے)۔ ۱۵۔ وہ دہی و شہد کھاوے گا جس وقت وہ براترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پاوے گا
۔ ۱۶۔ پھر اس سے آگے کہ یہ یڑکا بدترک کرنے کا اور نیک پسند کرنے کا امتیاز پاوے، یہ زمین جسے تو بر باد کرتا
ہے اپنے دونوں بادشاہوں سے چھوڑا دی جائے گی۔

1. And it came to pass in the days of Ahaz, the son of Jo-tham, the son of, king of Judah, that Re-zin the king of Syria, and Pe-kah the son of the Rem-a-li-ah, king of Israel, went up towards Jerusalem to war against it, but could not prevail against it.
2. And it was told the house of David, saying, Syria is confederate with E-phra-im. And his heart was moved, and the heart of his people, as the trees of the wood are moved with the wind.
3. Then said the Lord unto Isaiah, Go forth now to meet Ahaz, thou, and She-ar-rash-ub thy son, at the end of the conduit of the upper pool in the highway of the fuller field.
4. And say unto him, Take heed, and be quiet, fear not, neither be faint-hearted for the two tails of these smoking firebrands for the fierce anger of Re-zin with Syria, and of the son of Rem-a-li-ah.
5. Because Syria, E-phra-im, and the son of Rem-a-li-ah, have taken evil counsel against thee saying,
6. Let us go up against Judah, and vex it, and let us make a breach therein for us, and set a king in the midst of it, even the son of Ta-be-al:
7. Thus saith the Lord God, It shall not stand, neither shall it come to pass.
8. For the head of Syria is Damascus, and the head of Damascus is Re-zin; and within

threescore and five years shall E-phra-im be broken, that it be not a people.

9. And the head of E-phra-im is Sa-mar-i-a, and the head of Sa-mar-ia is Rem-a-li-ah's son. If ye will not believe, surely ye shall not be established.

10. Moreover the Lord spake again unto Ahaz, saying,

11. Ask thee a sign of the Lord thy God; ask it either in depth, or in the height above.

12. But Ahaz said, I will not ask, neither will I tempt the Lord.

13. And he said, hear ye now, O house of David; Is it a small thing for you to weary men, but will ye weary my God also.

14. Therefore the Lord himself shall give you a sign; behold, a virgin shall conceive, and bear a son, and shall call his name Im-man-u-el.

15. Butter and honey shall he eat, that he may know to refuse the evil, and choose the good.

16. For before the child shall know to refuse the evil, and choose the good, the land that thou abhorrest shall be forsaken of both her kings. (Isaiah 7: 1.16)

ان آیات میں صاف تصریح ہے کہ یہ پیشگوئی یسعیاہ نے شاہ احاس کی تسلی کیلئے کی تھی اور اس کو بطور نشان نمائی یہ بشارت دی تھی کہ ایک جوان عورت سے لڑکا پیدا ہوگا اور اسکے زمانہ ہوش سنبھالنے سے پہلے تیرے مخالف بادشاہوں کی بربادی ہو جائے گی۔ لہذا پر ضرورت تھا کہ وہ لڑکا اس کے وقت میں پیدا ہوتا اور اس کے پیدا ہونے کے بعد اپنے مخالفوں کی بربادی کا مشاہدہ کر لیتا۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ لڑکا کونسا تھا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی یوں کہتے ہیں وہ لڑکا حضرت یسعیاہ کے گھر میں انہیں کی جوان عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور اس پر وہ کتاب یسعیاہ کے باب ۸ آیت ایک وغیرہ سے دست آویز کرتے ہیں۔

۱۔ پھر خدا نے مجھے کہا کہ ایک بڑی تختی لے اور آدمی کی قلم سے اس پر لکھ مہیر شلال حاش بز کیلئے۔

۲۔ اور کہ میں دیانت دار گواہوں یعنی عوریاہ کا ہن اور ذکر یا بن .. بر کیاہ کو مقرر کروں۔

۳۔ اور میں نبیہ کے پاس گیا وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی تب خداوند نے مجھے کہا کہ تو اس کا نام مہیر شلال حاش بز رکھ۔

۴۔ کہ اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا۔ اے میرے باپ اے میری ماں بول سکتے، دمشق کا مال اور سمرون کی لوٹ کو اٹھوا کے شاہ اسور کے حضور میں لے جاویں گے۔

۹۔ ارے قوموں دھوم مچاؤ پر تم ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ اور اے تم سب جو زمین کے دور اطراف میں ہو اسے سنو اپنی کمریں باندھو پر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے۔ اپنی کمریں کو سو پر تمہارے پرزے پرزے کئے جائیں گے۔

تم منصوبہ باندھو۔ پر وہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہرے گا کہ خداوند تمہارے ساتھ ہے۔

1. Moreover the Lord said unto me. Take thee a great roll, and write in it with a man's pen concerning Ma-her.shal-al-hash-baz.
2. And I took unto me faithful witnesses to record C-ri-ah the priest, and Zech-a-riah the son of Je-ber-e-chi-ah.
3. And I went unto the prophetess, and she conceived, and bare a son. Then said the Lord to me, Call his name Ma-her.shal-al-hash-baz.
4. For before the child shall have knowledge to cry, My father, and my mother, the riches of Damascus and the spoils of Sa-mar-i-a shall be taken away before the king of Assyria.
5. The Lord spake also unto me again, saying.
6. Forasmuch as this people refuseth the waters of Shi-lo-ah that go softly, and rejoice in Re-sin and Rem-a-liah's son.
9. Associate yourselves, O ye people, and ye shall be broken in peaces; and give ear, all ye of far countries; gird yourselves, and ye shall be broken in pieces, gird yourselves, and you shall be broken in pieces.
10. Take counsel together, and it shall come to nought, speak the word, and it shall not

stand; for God is with us. (Isaiah 8: 1-10)

یہ اخیر کا جملہ اس لڑکے کے دوسرے نام عمانوئیل کی طرف مشعر ہے۔ جیسا کہ اس کا پہلا نام مہیر شاہ لال حاش بز ہے۔ اور دوم تواریخ کے باب ۲۸، اور دوم سلاطین کے باب ۱۶ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ احاس نے ارامی رضین اور شاہ اسرائیل سے تنگ ہو کر شاہ اسور کی طرف التجا کی اور اس سے مدد مانگنی چاہی۔ (تواریخ ۲-۲۸:۱۶)۔ تب شاہ اسور نے اس کی بات مانی اور اس نے دمشق پر لشکر کشی کر کے اسے لے لیا۔ اور یہ وہاں کے لوگوں کو اسیر کر کے قید میں لایا اور رضین کو قتل کیا۔ تب اخذ بادشاہ، شاہ اسور تنگت پلاسر کی ملاقات کو چلا (سلاطین دوم ۱۶: ۷-۹-۱۰) وغیرہ۔

7. Ahaz sent messengers to Tig-lath-pi-le-ser king of Assyria, saying, I am thy servant of the hand of the king of Syria, and out of the and thy son; come up and save me out hand of the king of Israel, which rise up against me .

8. And Ahaz took the silver and gold that was found in the house of the Lord, and in the treasurers of the king's house, and sent it for a present to the King of Assyria.

9. And the King of Assyria hearkened unto him: for the king of Assyria went up against Damascus and took it and carried the people of it captive to Kir and slew Re-zin

10. And king Ahaz went to Damascus to meet Tig-lath-pi-le-ser king of Assyria, and saw an alter that that was at Damascus; and king Ahaz sent to C-ri,jah the priest the 2(fashion of the alter, and the pattern of it, according to all workmanship thereof.

Kings 16: 7-10)

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیش گوئی حضرت یسعیاہ، شاہ احاس کے وقت میں پوری ہو گئی۔ اور وہ لڑکا وہی ہے جو حضرت یسعیاہ کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ عیسائی حضرات، موعود لڑکا حضرت یسعیاہ کے لڑکے کو نہ مانیں تو وہ کوئی اور لڑکا تجویز کر لیں مگر وہ لڑکا ایسا ہونا چاہیے جو حضرت یسعیاہ کے وقت اور شاہ احاس کے دشمنوں سے نجات پانے سے پہلے پیدا ہو چکا ہو کیونکہ حضرت یسعیاہ کے وقت اس پیش گوئی کے پورا ہو جانے میں ان کو دم مارنے اور انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اس لڑکے کا بھی اس وقت میں پیدا ہو جانا ضروری

ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ پیش گوئی نجات شاہ احاس تو اسی وقت پوری ہو جاوے اور وہ لڑکا جس کی پیدائش کو اس نجات کی علامت قرار دیا گیا تھا حضرت مسیح ہو جو ۴۲ برس کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ عیسائیوں کی فہم و انصاف کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی موٹی بات نہیں سمجھتے اور زبردستی اس پیش گوئی کا مصداق حضرت مسیح کو بناتے ہیں۔

وازا جملہ پانچواں مقام یسعیاہ باب ۴ آیت ۳ ہے جس کو ڈپٹی آتھم نے اس پر چھ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں پیش کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے :

بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز تم خداوند کی راہ درست کرو۔ اور اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔

اس پیش گوئی کو بھی حضرت عیسیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ پیش گوئی بشہادت انجیل متی یوحنا پتسما دینے والے کے مسیح کے حق میں ہے۔ متی باب ۳ میں آیت ۱ سے ۳ تک کہا ہے

ان دنوں یوحنا پتسما دینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے لگا۔ اور یہ کہنے لگا تو بہ کر و کیونکہ آسمانی بادشاہت نزدیک ہے۔ ۳۔ کہ یہ وہی ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی نے یہ کہہ کے کیا کہ جنگل میں ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ خداوند کی راہ درست کرو اور اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔

1. In those days came John the Baptist preaching in the wilderness.
 2. And saying, Repent ye; for the kingdom of heaven is at hand.
 3. For this is he that was spoken of by the prophet E-sai-as saying, The voice of one crying in the wilderness, Prepare ye the way of the Lord, make his path straight.
- (Matthew 3: 1-3)

ایسا ہی باقی انجیلوں مرقس لوقا یوحنا میں ہے۔ افسوس عیسائی ان انجیلوں کو بھی توجہ سے نہیں دیکھتے اور اس کے برخلاف عہد عتیق کی پیش گوئیوں کی بے جاتا ویلیں کر کے ان کو حضرت مسیح پر جماتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ ایسی پیش گوئیاں حضرت مسیح کے حق میں تسلیم بھی کر لی جاویں تو بھی ان سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ پھر ہم دعویٰ الوہیت کی تائید و ثبوت میں ان کو کیوں پیش کرتے ہیں۔

از انجملہ پانچواں مقام ملاکی باب ۳ آیت ۳ ہے جس کو ڈیڑھ عبد اللہ آتھم نے اسی پرچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء کی فہرست میں پیش کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے:

دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجو گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔

1. Behold, I will send my messenger, and he shall prepare the way before me; and the Lord, whom ye seek, shall suddenly come to his temple, even the messenger of the covenant, whom ye delight in: behold, he shall come, saith the Lord of hosts. (Malachi 3:1)

اس پیشگوئی کو بھی مسیح کی الوہیت یا انبیت (جسکے ثبوت میں اسکو پیش کیا گیا ہے) کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر اس میں مسیح کی بابت کچھ کہا گیا ہے تو اس سے مسیح کی صرف رسالت ثابت ہوتی ہے، نہ کہ الوہیت۔ متی باب ۱۱ آیت ۱۰ میں اور مرقس باب ۱ آیت ۲-۳ میں اور لوقا باب ۷ آیت ۲۶ وغیرہ میں ہے کہ مسیح نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر اور یوحنا پتسمہ دینے والے پر لگایا ہے اور یہ کہا ہے:

پھر تم کیادیکھنے کو گئے۔ کیا ایک نبی ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ نبی سے بڑا۔ ۷۔ یہ وہی ہے جس کی با بت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ کو درست کرے گا۔ ۲۸۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں یوحنا پتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔

26. But what went ye out for to see? A prophet? Yea, I say unto you, and much more than a prophet.

27. This is he, of whom it is written, Behold I sent my messenger before thy face, which shall prepare thy way before me.

28. For I say unto you, Among those that are born of women there is not a greater prophet than John the Baptist; but he that is least in the kingdom of God is greater than he. (Luke 7 : 6-28)

یہ قول مسیح اگر عیسائیوں کی من گھڑت نہیں تو اس سے بجز اسکے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ نے یوحنا کو اپنے پہلے آنے والا رسول اور ان کی راہ درست کرنے والا کہا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عیسیٰ بھی

ان کے بعد آنے والے رسول ہیں اور اگر عیسائی اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ یوحنا، حضرت عیسیٰ کا رسول ہے اور عیسیٰ اس کے بھیجنے والے خدا ہیں تو پھر انکی غلط فہمی یا بے انصافی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے تو اسی یوحنا سے بقول عیسائیوں کے پتہ سنا پایا اور ان کے شاگرد و مرید ہوئے اگر وہ خود خدا اور یوحنا کے بھیجنے والے ہوتے تو ان کے مرید و شاگرد کیوں بنتے۔

از انجملہ چھٹا مقام کتاب پیدائش کا باب اول آیت ۲۶، اور باب ۳ آیت ۲۲ ہے جن کو عبد اللہ آتھم نے ۲۴ مئی کے پرچہ میں نقل کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ خداوند نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں گے۔ (پیدائش ۱-۲۶)

اور خداوند نے کہا: دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا (پیدائش ۳: ۲۲) آتھم نے پہلی آیت کی عبرانی عبارت اردو میں نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

کہا الوہیم خدا نے ہم بناویں آدم کو اور پر صورتوں اپنیوں اور اوپر شکلوں اپنیوں کے، اور یہ خیال کیا کہ اس آیت میں لفظ الوہیم جمع کا لفظ ہے جو خدا تعالیٰ کے حق میں بولا گیا ہے۔ اور یہ خیال کیا کہ جن الفاظ کے معنی صورتوں اور شکلوں کے کئے گئے ہیں یعنی لفظ؟ اور لفظ کد موٹینو، وہ بھی جمع کے ہیں۔ ان تینوں الفاظ کا اطلاق خدائے واحد پر ہوا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں باوجود حدیث کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے جمعیت لفظ الوہیم کی نسبت سر سید احمد کا جواب نقل کیا ہے کہ لفظ الوہیم میں جمع تعظیمی ہے، یعنی نہ تعدادی۔ پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ الوہیم خاص خدا تعالیٰ کا نام ہے اور اسماء خاص یا ناموں میں تعظیم کی نظر سے جمع نہیں بنائی جاتی۔ سید احمد خان کو سید احمد ان نہیں کہا جاتا

اور دوسری آیت کا صرف ایک لفظ عبرانی (کاحد ممنو) عربی حروف میں نقل کر کے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے: ہم میں سے ایک کی مانند، یعنی آدم نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ اور یہ خیال کیا کہ (ممنو) صیغہ متکلم مع الغیر ہے۔ یہ لفظ خدا تعالیٰ نے اپنے حق میں استعمال کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات واحد میں کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے اس خیال کے مخالف یہودیوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس لفظ متکلم مع الغیر میں خدا نے فرشتوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور ان کی نظر سے، ہم میں سے، کا لفظ بولا ہے پھر اس کے جواب میں کہا ہے کہ فرشتوں کا ذکر متن کتاب میں آگے پیچھے کہیں نہیں ہے۔ پھر اس ضمیر متکلم مع الغیر کا رجوع فرشتوں کی طرف کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر ذکر ہو تو بھی فرشتوں کا علم خدا کے علم کی مانند ذاتی نہیں ہے، بلکہ کسی ہے۔ جو ان کو ناپا ک کر دیتا ہے لہذا فرشتے اس لائق نہیں کہ خدا ان کو اپنے ساتھ لیکر ان کی نظر سے لفظ، ہم میں سے، بولے۔

پھر آپ نے سرسید احمد سے نقل کیا ہے کہ لفظ، ممدنو، متکلم مع الغیر کا صیغہ نہیں بلکہ جمع غائب ہے اور اس سے مراد آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف ہے اور اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف کا ذکر متن کتاب میں تو درکنار جیولوجی اور سائنس میں بھی نہیں ہے۔

ہم نے ڈپٹی آٹھم کی اس بحث کے جواب میں ایک ایسی تحریر کی تھی جس میں اصل عبرانی عبارت تو ریت و عبرانی لغات و صرف و نحو سے یہ ثابت کیا تھا کہ لفظ الوہیم ذات باری تعالیٰ کا خاص نام نہیں بلکہ یہ وصفی اسم ہے جس کے معنی سردار یا زور آور کے ہیں اور ان ہی معنی کی نظر سے جیسا کہ اس لفظ کا اطلاق خدا تعالیٰ پر ہوا ہے ویسا ہی حضرت موسیٰ و ہارونؑ و حضرت عیسیٰؑ اور ایک فرقے اور ایک بادشاہ کافر بخت نصر پر ہوا ہے (جن کی ذات میں کثرت کا خیال کسی کے دل میں نہیں گذرتا) اور اس پر آیات خروج ۷: ۱؛ ۱۶: ۴ اور، قاضی،، زبور، اور حزقیل کی بعض آیات کا حوالہ دیا۔

And the Lord said unto Moses, See, I have made thee a god to Pharaoh; and Aaron thy brother shall be thy prophet. (Exodus 7:1)

And he shall be thy spokesman unto the people; and he shall be to thee instead of a mouth, and thou shalt be to him instead of God. (Exodus 4:16)

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ یصیلمینو اور کد ممدنو کے معنی جمع کے نہیں ہیں بلکہ مفرد ہیں یہی وجہ ہے کہ موجودہ بائبل میں ان الفاظ کا ترجمہ، اپنی صورت اپنی مانند، کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اور ثابت کیا گیا تھا کہ لفظ، ممدنو، تو ریت میں متکلم مع الغیر کے معنی میں کہیں نہیں آیا جہاں لفظ وارد ہے وہاں واحد غائب

کے معنی مراد ہیں۔

از انجملہ پیدائش ۲: ۱۷، ۳: ۳ ہے جن میں اس لفظ کا اطلاق اس درخت پر ہوا ہے جس کے کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا۔

17. But of the tree of the knowledge of good and evil, thou shalt not eat of it: for in the day that thou eatest thereof thou shalt surely die (Genesis 2:17)

But of the fruit of the tree which is in the mist of the garden, God hath said, Ye shall not eat of it, neither shall ye touch it, lest ye die. (Genesis 3: 3)

ایسے اور بہت مقام ہیں جن کی تفصیل سے تطویل ہے۔

عبرانی گرامر میں بھی اس لفظ کو ضمیر واحد مذکر غائب قرار دیا ہے اور اس مقام میں جو لفظ کا حد ، کا اس لفظ سے الحاق ہوا ہے اس سے بھی اس کی جمعیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لفظ کے معنی یکتا اور وحید کے ہیں اور اگر اس لفظ کو بقرینہ لفظ کا حد جمع تسلیم کر لیا جائے تو بھی وہ لفظ جمع غائب کا صیغہ ہوگا نہ جمع متکلم کا۔ ولہذا اس لفظ سے متکلم یعنی خدا تعالیٰ میں کثرت ثابت نہ ہوگی بلکہ ان غائب اشخاص کی جن کی نظر سے یہ لفظ بولا گیا ہے۔

اور اگر اس لفظ کا توریت میں اور عبرانی زبان میں واحد جمع غائب و متکلم سبھی معانی میں استعمال تسلیم کیا جاوے تو بھی مقام تنازع فیہ میں اس لفظ کے بمعنی متکلم مع الغیر ہونے اور اس سے ذات خدا میں کثرت ثابت ہونے کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمہ پر ہے۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ لفظ اس مقام میں بمعنی واحد غائب مراد ہو۔ اور بفرض جمعیت کیوں جائز نہیں کہ وہ بمعنی جمع غائب ہو اور بفرض جمع متکلم کیوں جائز نہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ نے اپنے ساتھ فرشتوں کو شامل کر لیا ہو جیسا کہ یہودی کہتے ہیں۔ اور فرشتوں کا ذکر بھی متن کتاب میں موجود ہے۔ ان سب احتمالات کے ساتھ عیسائیوں کا اس آیت سے استدلال بحکم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال باطل ہے۔ (ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۶ ص ۲۰۵ تا ۲۹۶)۔

جلسہ تحقیق مذاہب

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک دفعہ قادیان میں جلسہ تحقیق مذاہب کے انعقاد کا منصوبہ بنایا اور ایک اشتہار میں لکھا:

میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اس کام کے انجام دینے کے لئے ایک مہذبانہ جلسہ مذاہب متفرقہ کا اسی جگہ یعنی قادیان ضلع گورداسپور میں انعقاد پاوے اور اس جلسہ کے متعلق جو قواعد ہیں جن کی پابندی ہر ایک کو ضروری ہو، تفصیل ذیل ہیں:-

اول یہ کہ جہاں تک ممکن ہو اس جلسہ میں ہر ایک قوم کے اکابر علماء میں سے ایک نامی فاضل تشریف لائیں۔ یعنی موسوی مذہب کا ایک فاضل، اور عیسائی مذہب کا ایک فاضل، اور آریہ مذہب کا ایک فاضل اور مجوسی مذہب کا ایک فاضل اور برہمنوں کا ایک فاضل اور بدھ مذہب کا ایک فاضل اور سناتن دھرم کا ایک فاضل اور دہریوں میں سے ایک فلاسفر اور ہماری طرف سے ہم۔ (قادیانیوں کی طرف سے یا مسلمانوں کی طرف سے؟ اگر قادیانیوں کی طرف سے ہیں تو پھر مسلمانوں کی نمائندگی کون کریگا۔ اور اگر مسلمانوں کی طرف سے ہیں تو مسلمانوں کی اکثریت تو آپ کو مسلمان نہیں سمجھتی۔ بہا)

۲۔ دوسرے یہ کہ بزرگان مذاہب کا تعہد مہمانداری اخیر تک ہمارے ذمہ رہے گا اور وہ پاک چیزیں جن پر شرع اور تہذیب کا اعتراض نہ، ہر ایک فریق کے مذہب کے موافق ان کیلئے میسر کر دی جائیں گی

۳۔ تیسرے یہ کہ ان بزرگوں کی آمد و رفت کا کرایہ، اگر وہ آپ ادا کرنے میں خوشی ظاہر نہ کریں، ہمیں دینا ہوگا اور جو کرایہ قادیان تک پہنچنے کے لئے کافی متصور ہوگا اسی قدر آمد و رفت کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب اختیار رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم سے جس قدر آدمی چاہیں ساتھ لے آویں مگر ہماری طرف سے صرف ایک شخص کے حساب سے ان کو کرایہ دیا جائے گا۔ (مرزا صاحب سفر کرتے تھے تو ان کے حاشیہ بردار سکرٹری، خدام ساتھ ہوتے تھے۔ اور ان کے بغیر وہ کہاں جاسکتے تھے؟ اسی طرح دوسرے مذاہب کے اکابرین کو تصور کر لیا جائے۔ صرف

ایک ہی فرد کا کرایہ دینا سے عملاً شرکت سے روکنا ہے۔ اگر وہ ۱۰ خدام کا کرایہ دے سکتا ہے، تو اپنا یعنی گیارھویں کا بھی دے سکتا ہے (اور مہمان داری میں بھی حفظ انتظام کے لئے یہی قاعدہ ملحوظ رہے گا۔ اور جو بزرگ آمد و رفت کا کرایہ ہم سے طلب کرنا چاہیں ان پر لازم ہوگا کہ وہ پہلے سے اطلاع دے دیں تا ان مصارف کا کل روپہ ایک جگہ جمع رہ کر ہر ایک خواستگار کو رخصت کے وقت دے دیا جائے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ فروکش ہونے کے مکانات کا کرایہ بھی ہمارے ذمہ رہے گا اور اس کا تمام انتظام بھی جو رہنے کے لئے کافی ہو ہمیں ہی کرنا ہوگا۔

۵۔ پانچویں یہ کہ یہ جلسہ برابر ایک ماہ تک رہے گا اور مہینہ کے تیس دن تمام تقریر کرنے والوں میں مساوی طور پر تقسیم کئے جائیں۔ مثلاً اگر تقریر کرنے والے دس ہوں تو ہر ایک متکلم کے حصے میں تین تین آئیں گے اور اگر چھ ہوں گے تو پانچ پانچ دن حصہ میں آئیں گے۔

۶۔ چھٹے یہ کہ ہر ایک صاحب کی تقریر کرنے کی ترتیب یہ ہوگی جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے اول ہونے کا دعویٰ ہو، یعنی جو صاحب اپنی کتاب کی نسبت تقدم زمانی کے مدعی ہوں جیسے آریہ صاحبان یہی صاحب پہلے دن میں تقریر کریں۔

۷۔ ساتویں یہ کہ ہر ایک تقریر کرنے والا دوسرے مذہب کا ذکر ہرگز نہیں کرے گا بلکہ صرف اپنے مذہب کی اور اپنے اصول کی خوبیاں بیان کرے گا۔ ہاں اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ جو اعتراض اس کے مذہب پر غیر قومیں کرتی ہیں نرمی اور ہندیب سے اس کا جواب دے (اس شرط کا اول و آخر آپس میں متناقض ہیں۔ اور شرط ناقابل عمل ہے۔ بہاء)

۱۴۔ ہر ایک صاحب جو جلسہ مذاہب میں تقریر کرنے کی غرض سے شامل ہونا چاہیں ان کو چاہیے کہ اپریل ۱۸۹۶ء کے اخیر تک ہم کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دیں اور اگر کسی ایک قوم کی طرف سے درخواست کرنے والے کئی صاحب ہوں گے تو ان میں سے صرف ایک ایسا شخص انتخاب کیا جائے گا جو اس قوم کی کثرت رائے سے تجویز کیا گیا ہو (اس تجویز کی رو سے مرزا صاحب کا معاملہ تو ختم ہو گیا۔ اور دوسروں کے بارے میں کثرت رائے تو کم کا کیونکر پتہ چل سکے گا۔ کون و نوٹ شاری کرے گا اور کیسے۔ بہاء).... میں دوبارہ اس بات کو یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ چونکہ غرض

اظہار حق ہے اس لئے مناسب ہے کہ یہ جلسہ ایک ماہ تک رہے۔ دنیا کے ادنیٰ مقدمات جب عدالتوں میں دائر ہوتے ہیں تو حکام وقت تحقیق اور تفتیش کی غرض سے کئی مہینوں کے بعد ایک پیچیدہ مقدمہ کو فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر دین کے مسائل تو دنیا کے مقدمات کی نسبت نہایت دقیق دردقیق ہیں اور طالب حق پر لازم ہے جو ان کو بار بار سوچے۔ سو ان وجوہات کے باعث ایک ماہ اس جلسہ کیلئے ضروری طور پر قرار پایا..... اگر اس اشتہار کے شائع ہونے کے اخیر اپریل تک کسی فریق کی طرف سے کوئی درخواست نہ پہنچی تو نہایت افسوس کے ساتھ التواء جلسہ کا باعث اشتہار کے ذریعہ شائع کر دیا جائے گا۔

المشہر مرزا غلام احمد قادیانی ۲۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۲-۱۹۹)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے:

یہ بیان کیا ہے کہ یہ جلسہ قادیان میں منعقد ہوگا اور اس میں نو مذاہب مخالفہ اسلام۔ موسوی، عیسائی، آریہ، برہمن، مجوسی، جین، بدھ، سناتن دھرم، دہریہ، فلاسفہ کے فاضلوں کو جو اپنے مذہب کی زبانیں، عبرانی، سنسکرت وغیرہ سے واقف و ماہر ہوں، تشریف لائیں گے اور اسلام کی طرف سے خود بدولت (قادیانی) پیش ہوں گے اور یہ جلسہ ایک مہینے تک رہے گا اور آنے والوں کا خرچ مہمان داری و کرایہ مکانات فروکش ہونے کا مرزا قادیانی کے ذمہ ہوگا اور جو صاحب کرایہ آمدورفت چاہیں وہ بھی مرزا قادیانی دے گا وغیرہ وغیرہ۔ معلوم نہیں موضع قادیان میں کرایہ کا مکان بجز مکانات قادیانی کون سا ہے جس میں وہ لوگ فروکش ہوں گے۔

ناظرین! اس تجویز سے آپ کا اصل مقصود صرف یہ ہے کہ اپنے دام افتادہ احمقوں سے اخراجات مہمان داری و کرایہ مکانات اور آمدورفت کے بہانہ سے ٹکے وصول کرے۔ و بس۔ اس امر کے اشتہار سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔

قادیانی کو اس امر کا یقین ہے کہ اس کی دعوت پر نہ کوئی بمبئی، کلکتہ سے عبرانی دان یہودی آوے گا، نہ چین یا برہمنیہ مذہب بدھ کا فاضل، اور نہ یورپ کے دہریوں سے کوئی فلاسفر اور نہ ہندوستان و پنجاب سے کوئی برہمن، آریہ و علی ہذا القیاس۔

اس یقین کی وجہ کا بھی قادیانی کو علم ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مجھے بہت لوگ جھوٹا اور فریبی جانتے

ہیں۔ ایسا کم سے کم کوئی ایک بھی نہیں جو مجھے صحیح مخاطب سمجھتا ہو اور عالم فاضل و محقق اور طالب حق سمجھ کر مجھ سے مباحثہ اور احقاق حق کا خواہاں ہو کر میرے گھر پر آوے۔

یہ یقین اس کو اس تجربہ کے ذریعہ سے حاصل ہو گیا ہے کہ اس نے بارہا لوگوں کو اپنے مقابلہ کے لئے اشتہار دیئے ہیں اور ان اشتہاروں میں علاوہ زاد راہ کے سال بھر تک دو سو روپے ماہوار تنخواہ دینے کے بھی وعدے کئے مگر اکثر لوگوں نے اس کو فریبی یا پاگل سمجھ کر اس کے اشتہاروں کا جواب تک نہ دیا۔ بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہم نے تیرے اشتہار کو آگ میں ڈال دیا ہے

اس تجربہ سے اس کو وہ یقین ہو گیا ہے، اس لئے اس نے بے دھڑک یہ اشتہار جلسہ تحقیق مذاہب جاری کر دیا ہے جس سے وہ مقابلہ مخالفین سے تو بے فکر ہے اور اس امر کی امید رکھتا ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نہ کچھ روپے وصول ہو ہی جائے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ ہمارے مخالف مولوی ہزار بار عام لوگوں کو ہمارے فریبوں پر آگاہ کریں مگر جہاں احمقوں سے خالی نہیں، نہ کبھی ہو اور نہ آئندہ ہوگا۔ شیخ چلی مر گیا ہے تو کیا ہوا، اسکی ذریات کا تو اختتام نہیں ہوا۔ غرض حصول زر کے سوا اس اشتہار سے کوئی نتیجہ نکلے تو ہماری پیش گوئی کی غلطی کی جو مالی سزا قادیانی تجویز کرے ہم بھگتے کو حاضر ہیں۔ اور اگر ہمارا کہنا درست نکلا تو آئندہ قادیانی لن ترانیاں ہانکنے اور ان کے ذریعہ سے عام مسلمانوں کو (حقاً اتباع قادیانی کا ذکر نہیں) دام میں لانے کا خیال دماغ سے نکال دے۔ امام محدث دارقطنیؒ نے بغداد والوں کو کہا تھا کہ یا اہل بغداد لا تطمعوا فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ۔ مادمت حياً (اے اہل بغداد جب تک میں زندہ ہوں تم آنحضرت ﷺ پر جھوٹی حدیثیں وضع کر کے افتراء کرنے کی طمع نہ رکھو)۔ میں بھی دارقطنی کی طرح قادیانی کو کہتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں آپ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور دام میں لانے کی طمع چھوڑ دیں۔

اب ہم قادیانی سے ایک سوال کرتے ہیں کہ بفرض محال یہ جلسہ منعقد ہو گیا اور مذاہب مذکورہ کے فاضل چین، برما، یورپ وغیرہ بلاد سے جمع ہو کر قادیانی کے مقابلہ کے لئے مستعد ہو کر اس امر کے مستفسر ہوئے کہ آپ جو اسلام کی طرف سے وکیل ہو کر ہم سے مخاطب ہوتے ہیں اور مباحثہ کرنا چاہتے ہیں، آپ کے پاس اس امر کی کیا دلیل و دستاویز ہے کہ آپ مسلمانوں کے وکیل ہیں اور آپ کے ساختہ پرداختہ کو مسلمان اپنا ساختہ

پر داختم سمجھیں گے۔ اسلامی دنیا میں تو یہ مشہور ہے کہ آپ باضابطہ مسلمانوں کے گروہ سے خارج کئے گئے ہیں اور پشاور سے کلکتہ و مدراس و بمبئی تک آپ کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر اسلام کے مختلف فرقوں کے علماء فتویٰ لگا چکے ہیں، تو اس کے جواب میں آپ کیا فرمائیں گے؟ کیا صرف یہی کہ ہم کو حکیم نور الدین جمونی بھروی نے کافر نہیں کہا۔ یا منشی محمد احسن امر وہی نے رسالہ تحذیر میں ہم کو کافر سے بچالیا ہے۔ اس کے جواب میں وہ پھر اسی فتویٰ کو پیش کریں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی آپ کی متابعت کے سبب اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ کیا ارشاد فرمائیں گے۔ بیٹا تو جو را۔

(ماہنامہ شامۃ السنہ جلد ۱۶۔ ص ۳۷۶۔ ۳۷۸)

پیش گوئی متعلقہ آہتمم کا انجام

۱۸۹۳ء میں عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں ہونے والے مباحثے کے اختتام پر مرزا قادیانی نے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک اپنے مد مقابل ڈپٹی آہتمم کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔ خدا تعالیٰ نے آہتمم کو اس مدت کے اختتام تک زندہ رکھا اور پیش گوئی غلط ثابت ہو گئی لیکن مرزا صاحب نے تاویلات کے زور پر اپنے مریدوں کی نظر میں اسے سچا کر دکھایا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں کہ ایک پادری فتح مسیح سے قادیانی نے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک خلیفہ قادیانی کو کہا کہ آہتمم کی موت کے متعلق پیش گوئی قادیانی کو سچی جاننے والی ایک حقیر جماعت اتباع قادیانی ہے جس کی تعداد چار پانچ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی ہونگے۔ پھر اسکے جواب میں قادیانی نے کہا ہے کہ

وہ (پادری) کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ درحقیقت یہ پیش گوئی پوری ہوگی۔ اور اگر ہم پندرہ سو یا دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار کے دستخط کرادیں گے تو ان کا دعویٰ باطل ہوگا یا نہیں؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں: اس چال سے قادیانی کی کیا غرض ہے؟ اے حضرات! یہ غرض اس سیاہی کو دھونا ہے جو عبد اللہ آتھم کے (تا اختتام مدت) فوت نہ ہونے سے آپ کے منہ مبارک پر جمی ہوئی ہے، اور اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اتارنا ہے جو اس دن سے زیب گلو ہو رہا ہے تا کہ اس ذریعہ سے پھر وہ فتوحات مالی جاری ہوں جو اس پیش گوئی کے جھوٹا ہونے سے مسدود ہو رہی ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مزید فرماتے ہیں: ہم اس مضمون میں اس نئے پادری کی تصدیق و تائید نہیں کرتے اور نہ اس کا یہ بیان کہ اس پیش گوئی کو سچی جاننے والی جماعت قادیانی میں صرف پندرہ آدمی ہیں، لائق تصدیق ہے۔ اور نہ یہ شخص کسی اور بیان میں مسلمانوں کی تائید کے لائق ہے۔ یہ شخص جب سے نیا پادری بنایا گیا ہے تب سے آنحضرت ﷺ کی عالی جناب میں ناپاک الفاظ استعمال میں لاتا ہے اور اپنی معمولی باتوں میں بھی راست گوئی کا ملتزم نہیں ہے۔ ہم سے اس کی خط و کتابت ہوئی تو اس میں اس نے راستی و دیانت سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ اس خط و کتابت کے درج رسالہ ہونے سے ناظرین کو یقین ہوگا (یہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۳۵۳ وغیرہ درج ہو چکی ہے۔ اس کو اس نئے پادری نے اخبار نور افشاں میں درج کرایا تو اس میں بہت تصرف کیا۔ از انجملہ یہ کہ اپنے خط مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء کے آخری فقرہ کو خورد برد کر کے اس کا جواب جو ہماری طرف سے تھا اخبار میں نہ چھپوایا) لہذا ایسا شخص اس لائق نہیں کہ کوئی مسلمان اس کی تائید کرے بلکہ اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اس کی واجبی خدمت گزاری کرے۔

بلکہ اس مقام میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس تعداد کے بیان میں جیسا کہ یہ نیا پادری جھوٹا ہے ایسا ہی قادیانی جھوٹا ہے اور اس دروغ کے سبب ہر دو ملامت کے مستحق ہیں۔ نیا پادری اس لئے کہ اس نے قادیانی جماعت میں پیشگوئی کو سچی جاننے والوں کی تعداد بہت کم بتائی ہے۔ اتباع قادیانی جو اس پیشگوئی کو سچا جانتے ہیں، سو سے بھی زیادہ ہیں۔ اور قادیانی اس لئے جھوٹا ہے کہ اس نے جھوٹ کا طوفان باندھ دیا اور اس قدر تعداد کے بیان میں جھوٹ کو انتہاء تک پہنچا دیا۔

اس نفی سے ہماری یہ مراد نہیں کہ وہ چار ہزار آدمیوں کے نام مشتہر نہیں کر سکتا۔ نام تو دس ہزار اشخاص کے گن سنائے گا۔ ہماری مراد اس نفی سے یہ ہے کہ وہ اس تعداد کے ایسے لوگوں کو پیش نہیں کر سکتا جو قانون شریعت یا عدالت کی رو سے شہادت میں قبول کئے جانے کے لائق ہوں۔

ہم مرزا قادیانی سے اس قسم کے لوگ اور اہل اسلام سے نہیں چاہتے اور اس قدر کے تعداد کی بھی اس کو تکلیف نہیں دیتے بلکہ خاص کر اسی کے اتباع و معتقدین میں سے بجائے چہار ہزار صرف چار اشخاص کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر وہ جلسہ عام اہل اسلام میں بالاتفاق حلف کے ساتھ شہادت دیں گے کہ پیش گوئی متعلق موت آتھم سچی ہوگئی ہے تو ہم ان چار کی شہادت کو آپ کے اتباع سے چار ہزار کی شہادت تسلیم کریں گے اور قادیانی کو اس دعویٰ میں سچا اور اس تعداد کے بیان میں صرف نئے پادری کو جھوٹا کہیں گے۔ وہ چار اشخاص یہ ہیں:

آپ کے خلیفہ اول حکیم نور الدین جمونی بھیروی۔ ۲۔ آپ کے خلیفہ دوم منشی یا مولوی محمد احسن امر وہی بھوپالی۔ ۳۔ آپ کے بڑے مانی حواری محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ۔ ۴۔ آپ کے چھپے حواری حافظ محمد یوسف ضلع دار، یا ان کی جگہ منشی الہی بخش اکونٹٹ یا منشی عبدالحق پنشنر۔ یہ چاروں حضرات بالاتفاق اس پیش گوئی کو سچا کہیں گے تو ہم مرزا قادیانی کے اس دعویٰ کو مان لیں گے۔

یہ چاروں حضرات یا ان میں سے کوئی صاحب اس پیش گوئی کو سچا کہنے سے انکار کریں گے تو ہم چار اشخاص اور یا کسی ایک منکر کی جگہ ایک اور صاحب کو منتخب کریں گے علیٰ ہذا القیاس۔ اس ترتیب و ترکیب سے اتباع قادیانی سے جملہ سنجیدہ اشخاص اس پیش گوئی کے منکر ثابت ہونگے۔ اور اس سے قادیانی صاحب اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ٹھہریں گے۔

ہم کو امید نہیں کہ قادیانی، ان چاروں حضرات یا دیگر سنجیدہ اشخاص کو اس شہادت میں پیش کریں گے۔ یا ان کا انکار اس شہادت سے پیش کر کے دیگر لوگوں کے انتخاب کی اجازت دیں اس لئے ہم آپ صاحبوں کی اطلاع کیلئے اس راز کو آشکارا کرتے ہیں کہ محمد علی خان اس پیش گوئی کو ایک مجلس خاص اتباع قادیانی ساکنان لدھیانہ میں جھوٹا کہہ چکے ہیں اور یہ بات لودھیانہ میں کس و ناکس کو معلوم ہے۔ وہ ہرگز اس شہادت میں شامل نہ ہونگے (محمد علی خان نے تومرزا کو اس مضمون کا ایک خط بھی لکھ دیا تھا جو تیر ہذا کے وقت مولانا ثناء اللہ کے علم میں شائد نہیں تھا۔ مرزا صاحب اس خط کو پڑھ کر بہت ناراض ہوئے تھے اور انہوں نے محمد علی کو جواباً لکھا: مجی اخویم نواب سردار محمد علی خاں... آپ کا عنایت نامہ مجھ کو آج کی ڈاک میں ملا۔ آتھم کے زندہ رہنے کے بارے میں میرے دوستوں کے بہت خط آئے لیکن یہ پہلا خط ہے جو تذبذب اور

تردد اور شک اور سوچنے سے بھرا ہوا تھا... میرے خاص دوستوں کو آپ کے اس خط سے اس قدر فاسوس ہوا کہ اندازہ سے زیادہ ہے۔ یہ کلمہ آپ کا، مجھے ہلاک کیا، کس قدر اس اخلاص سے دور ہے جو آپ سے ظاہر ہوتا رہا... خاکسار غلام احمد۔ مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۴ ص ۶۵-۶۹)۔ ایسا ہی خلیفہ اول قادیانی، حکیم صاحب بھی ایک کارڈ میں اس پیشگوئی کو جھوٹا لکھ چکے ہیں۔ وہ بھی امید ہے کہ اس شہادت کی طرف رخ نہ کریں گے۔ ان دونوں صاحبوں کی شہادت خلاف دیگر اشخاص جماعت قادیانی کے دو ہزار اشخاص کے برابر ہے۔ اسکے مقابلہ میں قادیانی کے دو ہزار کی شہادت تو کان لہم یکن، و بے اعتبار ہے۔ دو ہزار سے زیادہ اشخاص وہ گن سنائے گا تو ہم دو اشخاص ایسے ہی اور پیش کریں گے۔ ذیل میں وہ کارڈ نقل کیا جاتا ہے جو حکیم نور الدین نے باغلام محی الدین کلرک دفتر لوکو سپرنٹنڈنٹ ریلوے لاہور کے نام ۱۵ دسمبر ۱۸۹۴ء کو بہاولپور سے لکھا تھا۔ وہ بعینہ ہمارے پاس موجود ہے: وہ یہ ہے: السلام علیکم۔ پیشگوئی میرے خیال میں پوری نہیں ہوئی۔ اب اسکا کیا سر ہے انشاء اللہ چند روز کے بعد میں ظاہر کر سکوں گا۔ چند روز تامل فرماویں۔ میں کسی کام میں جلدی کو پسند نہیں کرتا۔ نور دین از بہاولپور۔ دولت خانہ۔

ناظرین ان دونوں شہادتوں کو انصاف سے پڑھیں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ قادیانی دعویٰ

شہادت پندرہ سو یا چار ہزار میں کس قدر راستی پر ہے۔

(ماہنامہ اشاعت السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۳۷۹-۳۸۱)

(آٹھم کے مرنے کی پیشگوئی نے پوری قادیانی امت کو مضطرب کئے رکھا جیسا کہ سیرۃ المہدی میں ہے کہ پیر سراج الحق نے مجھ (بشیر احمد قادیانی) سے بیان کیا کہ جب آٹھم کی پیش گوئی کی میعاد قریب آئی تو اہلبیہ مولوی نور الدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہتا ہے کہ ایک ہزار ماش کے دانے لے کر ان پر ایک ہزار دفعہ سورہ اللہ تر کیف پڑھی چاہیے اور پھر ان کو کسی کنویں میں ڈال دیا جائے اور پھر واپس منہ پھیر کر نہ دیکھا جاوے۔ یہ خواب مولوی نور الدین نے مرزا کی خدمت میں عرض کیا اس وقت مولوی عبدالکریم بھی موجود تھے اور عصر کا وقت تھا۔ مرزا صاحب نے فرمایا اس خواب کو ظاہر میں پورا کر دینا چاہیے۔ اس پر مولوی عبدالکریم نے میرا اور میرا عبداللہ سنوری کا نام لیا اور حضرت نے پسند فرمایا اور ہم دونوں کو ماش کے دانوں پر ایک ہزار دفعہ سورہ اللہ تر کیف پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ ہم نے عشاء کی نماز کے بعد سے شروع کر کے رات کے دو بجے تک یہ وظیفہ ختم کیا... پیر سراج الحق اور میرا عبداللہ کی روایتوں میں بعض اختلافات ہیں جو دونوں میں سے کسی کے نسیان پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً میرا عبداللہ نے اپنی روایت میں بجائے ماش کے چنے کے دانے بیان کئے ہیں، مگر خواہ ان میں سے کوئی ہو، ماش اور چنے، ہر دو کی تعبیر علم الرؤیا کے مطابق غم و اندوہ کی ہے۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ آٹھم والے معاملے میں بظاہر کچھ غم پیش آئے گا۔ (سیرۃ المہدی۔ جلد دوم ص ۷-۸)۔

میاں خیر الدین سیکھوانی نے مجھ (بشیر احمد) سے بیان کیا کہ عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی کے دوران میں ایک دفعہ مجھے خواب آیا کہ اس پیش گوئی کی میعاد کے مطابق عبداللہ آتھم کے مرنے کا آخری دن یہ ہے۔ خواب میں وہ دن بھی بتایا گیا۔ اس وقت میں خواب میں بہت غور سے سورج کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کہیں عبداللہ آتھم کے مرنے سے پہلے سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور خواب میں، میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے عین قریب ہو گیا اور آتھم کے مرنے کی کوئی خبر نہ آئی۔ پھر میں نے ر بنسا آتنا فی اللہ دنیا حسنة و فی الآخرة حسنة پڑھنا شروع کیا، مگر سورج غروب ہو گیا اور پھر بھی کوئی خبر نہ آئی۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور یہ خواب حضرت (مرزا) صاحب کو سنایا۔ حضور نے حساب لگا کر فرمایا کہ ہاں آخری دن تو وہی بنتا ہے جو آپ کو خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی جب اسکے متعلق دعا کرتا ہوں تو دعائیں پورے طور پر توجہ قائم نہیں ہوتی۔ (سیرۃ المہدی ص ۲۰۶ جلد ۳)

تقریری مقابلے کا چیلنج

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی کے خلیفہ اول حکیم نور الدین اور خلیفہ دوم میاں کریم بخش سابق ٹیچر امریکن مشن سکول سیالکوٹ (جس کو مرزا قادیانی نے مولوی کا خطاب دیا ہے) نے مل کر علماء مسلمین کے نام عموماً اور خاکسار کے نام خصوصاً ایک اشتہار جاری کیا ہے اور اس میں یہ درخواست اور تحدی ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ سالانہ یا کسی اور مجلس میں لاہور جیسے مشہور مقام میں ان سے بالمقابلہ فضائل اسلام کے بیان میں تقریر کریں یا لیکچر دیں۔

ناظرین! آپ جانتے ہیں کہ ان حضرات کا اس چال سے کیا مقصود ہے اور دونوں صاحبوں نے مل کر کیوں اشتہار جاری کیا ہے۔ حضرات! اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے تین دفعہ یہ خاکسار محض بتائید اللہ حکیم نور الدین صاحب کو زک دے کر بھگا چکا ہے۔

ایک دفعہ ۱۸۹۱ء میں ایک مجمع علماء لاہور میں عرصہ دو گھنٹہ میں آپ کو ملزم کیا۔ تسپر آپ راجہ جموں کی ملاقات کے بہانہ سے پھر گفتگو کرنے کا وعدہ کر کے بھاگے اور پھر سامنے نہ آئے اور لودھیانہ جا برآئے۔ وہاں سے آپ کو تار کے ذریعہ بلایا گیا تو آپ نے قادیانی کو پیش کرنا چاہا۔ آخر وہ بھی مقابلہ میں نہ آیا اور نہ مباحثہ

وقوع میں آیا جسکی تفصیل اشاعت السنہ جلد ۱۳ میں موجود ہے۔ دوسری دفعہ ۱۸۹۳ء میں ریل کے سفر میں آپ قابو میں آگئے اور لاہور سے امرتسر پہنچنے تک پھنسے رہے۔ آخر سہ ماہی ہوئے۔ اور ریل گاڑی سے اتر کر جان چھڑائی۔ اس کا حال اشاعت السنہ جلد ۱۴ میں چھپ چکا ہے۔ تیسری دفعہ (پھر) ریل گاڑی میں آپ قابو آئے مگر گفتگو سے صاف انکاری ہو کر مقام پھلور میں فراری ہوئے۔ اس وجہ سے آپ بمصداق، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، کریم بخش سیالکوٹی کو ساتھ لے کر میدان میں نکلے ہیں۔

یہ تو ان کی معیت کی وجہ ہے۔ اب مقابلہ کی خواہش کی وجہ سنو۔ اس اشتہار میں آپ نے اپنے ان مسائل میں، جن میں مباحثہ کرنے سے بھاگے تھے، مقابلہ نہیں چاہا بلکہ قدیم اسلام کے فضائل بیان کرنے میں مقابلہ چاہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مسائل مذہب قادیانی نے تو آپ کو اور آپ کی جماعت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ علمائے ہندوستان و پنجاب نے آپ لوگوں پر فتویٰ کفر لگا رکھا ہے۔ اب آپ ان مسائل کفریہ کو عام مجموعوں میں چھپانا اور بجائے ان مسائل کفریہ کے اتفاقی مسائل اسلام بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں مسلمان کہلائیں اور اس سیاہی کو جو فتویٰ کفر نے آپ پر لگا رکھی ہے، دھو ڈالیں، مگر خاکسار چونکہ آپ کی نبض کو خوب پہچانتا ہے اس لئے اس تقیہ اور نفاق کو ظاہر کرتا ہے اور اس غرض میں آپ کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

پس بجواب آپ کے اشتہار کے عرض رساں ہے کہ میاں کریم بخش کو تو میں کوئی اہل علم مخاطب صحیح نہیں سمجھتا، ہاں آپ کے مقابلہ کیلئے حاضر ہوں جس وقت چاہیں اور جس جگہ (بجز قادیان کہ وہ دارالشیطان ہے اور بقول قادیانی یزیڈیوں کا مکان) آپ چاہیں خاکسار کو بلا لیں۔ خاکسار آپ کے مقابلہ میں تقریر کرنے کو، لیکچر دینے کو، آپ سے مباحثہ کرنے کو حاضر ہے۔ مگر ایسا ہرگز نہ ہونے پائے گا کہ آپ تقیہ اختیار کر کے اپنے مسائل کفریہ مذہب قادیانی کو چھپائیں اور قدیم اسلام کے اصول و مسائل کے اظہار سے اپنے اسلام کو حاضرین پر ظاہر و ثابت کریں جیسا کہ قادیانی نے مباہلہ عبدالحق غزنوی میں کیا تھا اور اس ذریعہ سے بعض مسلمانوں کو موٹڈ لیا۔ بلکہ آپ جن مسائل میں کچھ کہنا چاہیں گے اور ان میں طلاق و لیاقت دکھائیں گے وہ خاصۃً و مجرداً آپ کے مسائل مذہب قادیانی ہوں گے اور ان کے جواب میں اس طرف سے بھی انہی مسائل میں کچھ عرض

کیا جائے گا۔ یہ شرط منظور ہے تو بسم اللہ آئیے اور جہاں چاہیے خاکسار کو بلائیے۔

حضرات اس تحریر کے چھپنے میں توقف نظر آتا تھا اس لئے خاکسار نے اس اشتہار کے جواب میں حکیم صاحب کے نام ایک قلمی خط بذریعہ رجسٹری ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء کو روانہ کر دیا تھا۔ اس خط کے جواب میں حکیم صاحب کا کارڈ بھی آیا مگر اس میں قبولیت مباحثہ و مقابلہ کی نسبت ایک حرف تک نہ لکھا۔ اس خط کے مضمون میں مباحثہ کے جواب میں لکھا تو صرف یہ لکھا ہے کہ کریم بخش کا نام حسین بخش سے بہتر ہے۔ جس کا جواب ترکی ترکی دیا گیا۔ آج ایک کارڈ حکیم صاحب کا منضمّن مطالبہ کتاب مطالب عالیہ اور آیا ہے اس میں بھی قبولیت مباحثہ کا حرف نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کا وہ اشتہار صرف ایک گیدڑ بھبکی تھا۔ آپ کو بالمقابلہ تقریر کرنی منظور نہیں ہے۔

ذیل میں یہ خط و کتابت نقل کی جاتی ہے:

بٹالہ ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء، مشفق حکیم صاحب۔ سلام علی من اتبع الهدی۔

آپ کا اشتہار اور آپ کے بیرومرشد قادیانی کے چند اشتہارات جس روز میں نے وصول کئے اسی روز ان کے جوابات تحریر کر دیئے کہ وہ چھپ کر آپ کے پاس پہنچیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ شائد ان کے چھپنے میں دیر ہو، اس لئے آپ کے اشتہار کے جواب کا خلاصہ قلمی ارسال کرتا ہوں۔ کریم بخش سابق ٹیچر اسکول سیالکوٹ (جو مولوی عبدالکریم کہلاتا ہے) کو تو میں مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ آپ کے مقابلہ میں تقریر کرنے کو، لیکچر دینے کو، آپ سے بحث کرنے کو ہر وقت اور ہر جگہ (بجز قادیان) تیار ہوں جہاں آپ چاہیں مجھ سے مقابلہ کر لیں بشرطیکہ مذہب نیچری قادیانی کے مسائل و رسائل قادیانی فتح، توضیح، ازالہ، وساوس وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں، بیان کریں اور ان کا ردّ مجھ سے سنیں۔ اور اگر آپ تقیہ و نفاق کے طور پر صرف وہ قدیم مسائل بیان کریں جو اہل اسلام کے مسائل و عقائد ہیں اور اپنے مذہب نیچری قادیانی کے مسائل کو زبان پر نہ لائیں تو اسکے مقابلہ میں کسی مسلمان کو کچھ کہنا ضروری نہیں ہے۔ اور اپنے علم و تقریر و لیاقت و خوش بیانی کی نمائش اور ریاضت کا کام نہیں ہے۔ آپ کا پرانا خدمت گار۔ ابو سعید محمد حسین۔

اس کا جواب حکیم صاحب کی طرف سے:

کریم بخش، حسین بخش سے بہر حال بہتر ہے۔ نور دین۔

اس کا جواب خاکسار محمد حسین کی طرف سے:

مشفق حکیم صاحب۔ سلام علی من اتبع الهدی۔ کریم بخش کے صرف نام پر اعتراض نہ تھا بلکہ اس کے مولوی کہلانے پر تھا۔ اس اعتراض کو حسین بخش کا نام نہیں اٹھا سکتا جب کہ حسین بخش کے خدا داد علم میں کریم بخش شریک و مماثل نہ ہو۔ آپ نے یہ نہ سوچا اور جواب لکھ مارا۔ اس سے میرے اس گمان کو مصدق اور محقق کیا کہ آپ لوگوں میں صحبت قادیانی کی برکت سے فہم و انصاف، للہیت، حقانیت کا شمع نہیں ہے، جو ہے نفسانیت، جہل و جدل وغیرہ ہے۔ اس اعلام کا شکر یہ آپ کی کل جماعت پر واجب ہے۔ قبولیت مباحثہ اور تقریر بالمقابلہ کا آپ نے جواب نہ دیا۔ کیا پھر بھاگے، جیسے ایک دفعہ لاہور میں اور دو دفعہ ریل میں بھاگے تھے۔

ابوسعید محمد حسین۔ (ماہنامہ اشاعت السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۳۸۱ تا ۳۸۲)

قادیانی رسائل اربعہ انجام آتھم وغیرہ کا جواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بیالوی فرماتے ہیں کہ اشاعت السنہ کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مرزا جی کو موقوفی جنگ کا اعلان دے دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں، آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ مرزا جی نے اس کو غنیمت نہ سمجھا اور پھر بھی ہر ایک تحریر و تصنیف میں ہم کو نشانہ بنایا۔ وہ تو اپنے خیال میں ہم کو مخاطب کرنے میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں اور اس میں اپنی کلام کی باوقاری اور گرم بازاری کی امید رکھتے ہیں مگر درحقیقت ہمیں ان کا بڑا نقصان ہے۔ ان کی چالاکیوں اور کاریگریوں کی حقیقت کھولنے والا (محض خدا کے فضل و توفیق و القاء سے، نہ اپنی ذاتی لیاقت یا علیت سے) ہمارے معاصرین علماء میں اس خاکسار جیسا ان کے خیال میں بھی کوئی نہیں ہے۔ اور اس امر کا وہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۴۱ و ۲۵۱ و دیگر تصانیف میں بتصریح اظہار اور اقرار کر چکے ہیں کہ: ہمارے مخالفوں اور نکتہ

چینوں کا راس و رئیس یہی شخص ہے باقی سب اس کی شاخیں و فروعات ہیں؛

بایں ہمہ ہم کو بار بار چھیڑنا اور ہم سے اپنی حقیقت کھلوانا کون سی دوراندیشی اور عقل مندی کی بات ہے۔ وہ تو صاحب غرض ہیں، ان کے اتباع میں بھی کوئی ایسا عقل مند اور دوراندیش نہیں ہے جو ان کو یہ ضرر سمجھا دے اور اس نقصان سے ان کو بچا دے۔ تاہم وہ نہیں مانتے اور نہ مانیں گے، تو ہم بھی حاضر ہیں۔

اس جنگ کی موقوفی پر ہم کو تین امر باعث ہوئے تھے جن کی نسبت اب خدا تعالیٰ نے ہم کو طریق ارشاد و سبیل احسن کا القاء فرمایا ہے لہذا اس چھیڑ چھاڑ پر خدا تعالیٰ سے اجر کی امید ہے۔

امراول۔ یہ کہ ہم مرزا جی کے تمام اصول و فروع کی بیخ کنی کر چکے تھے اور وہ اپنی تصانیف جدید میں ان ہی اصول و فروع کا بار بار تکرار اور اعادہ کرتے تھے (جیسے بے دیانت عطار ایک ہی عرق یا صرف پانی مختلف بوتلوں میں ڈال کر مختلف ناموں، عرق گل، عرق نیلوفر، عرق بادیان کے نام سے بچھتیا و لوگوں کے مال مارتے ہیں) لہذا ان کے رد و جواب سے تعرض کو ہم تحصیل حاصل سمجھ بیٹھے تھے۔

امردوم۔ یہ کہ آئندہ ہم کو دوسرے مخالفین اسلام و سنت خیر الانام سے مقابلہ کی مہم درپیش تھی۔ اور میرزا جی کے جواب میں مصروف رہنا اس مقابلہ سے مانع نظر آتا تھا۔

امرسوم۔ یہ کہ میرزا جی دن بدن بدگوئی اور دشنام دہی میں ترقی کرتے جاتے تھے گویا آپ کی نبوت کی معراج کا آپ کا یہی فعل ہو گیا تھا اور اس سے طبیعت میں ایک اشتعال پیدا ہوتا تھا جو گا ہے انتقام لیسر بقدر عشر عشیر یا اس سے بھی کم تر کا باعث ہو جاتا تھا، گو وہ ان الفاظ سے نہ تھا جو مرزا جی کے حصے میں آئے ہوئے ہیں اور ان کے رجسٹری کرائے ہوئے ہیں، بلکہ ایسے الفاظ سے ہوتا تھا جو قوم کی طرف سے بطور خطاب اور ٹائٹل کے ان کو ملے ہوئے تھے جیسے دجال، کذاب، کافر، ملحد وغیرہ۔ اور یہ امر اپنے نفس اور اخلاق کیلئے مضر ہوتا تھا، اور بعض صلح پسند اور اخلاق مجسم دوستوں پر بھی شاق اور ناگوار گذرتا تھا۔

اب خدا تعالیٰ نے ان تینوں سے امراول و دوم کی نسبت تو یہ حق بھجایا اور القاء فرمایا ہے کہ اس کے رسائل کے جواب میں مثل سابق تفصیل و تطویل کو چھوڑ دو، اور مختصر الفاظ میں دوحرفی جواب دے دیا کرو، اور اس کی دلیل اور تفصیل کا حوالہ و پتہ اپنی سابق تصانیف سے دے دیا کرو کیونکہ وہ اب کوئی ایسی بات نہیں کہتا

جس کا تفصیلی اور بادل لیل جواب تمہاری سابق تصانیف چار پانچ سال میں نہ دیا گیا ہو۔

اور امر سوم کی نسبت یہ ہدایت ربانی ہوئی ہے کہ اس کی گالیوں کی آواز سنو، تو کان بند کر لو اور ان کا جواب نہ بقدر عشر عشر دو، نہ اقل قلیل۔ اور شرعی خطابات کافر، دجال وغیرہ سے اس کو یاد نہ کرو۔ وہ تمہے قوم کی طرف سے اس کو مل چکے ہیں، تمہارے بار بار ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور جب وہ کوئی ایسی بات کہے جس کو تمہارے محبوب و مرغوب دین سید المرسلین سے تعلق ہو اور اس کے جواب میں اس محبوب کی حمایت متصور ہو، تو اس کو سنو اور اس کا جواب دو اور اس شاعر کے قول پر عمل کرو جو اپنے محبوب کی دھن میں کہتا تھا

اصم اذا نو دیت باسمى و اننى اذا قيل لى يا عبد ها لسميع

تمہید ختم ہوئی اب ان کے رسائل اربعہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

جواب رسالہ انجام آتھم

یہ رسالہ ۳۳ صفحہ میں ہے اور اس کا اصل اصول اور اعلیٰ مقصود تو گالیاں ہیں:

شیطان، ملعون، بے حیا، بذات فرقہ مولویاں، ظالم مولویو، تم نے بے ایمانی کا پیالہ پیا ہے، وغیرہ اس اصلی مقصود کی تبعیت و طفیل میں صرف ایک یہ بات کہی ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم مرگیا، اس سے

میری پیش گوئی پوری اور سچی ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے:

میری پہلی پیش گوئی میں وقوع موت کے لئے عبداللہ آتھم کے رجوع بحق نہ کرنے کی شرط تھی اور وہ شرط پہلی میعاد پندرہ ماہ میں پائی نہ گئی تھی کیونکہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی کی ہیبت سے ڈر گیا تھا اور یہی اس کا حق کی طرف رجوع کرنا تھا۔ اور ڈر جانے سے قطعی موعود و موقت عذاب بھی ٹل جایا کرتا ہے جیسا کہ قوم یونس سے عذاب ٹل گیا تھا جس کا ذکر قرآن اور حدیث اور بائبل کی کتاب یونہ میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ عذاب موت عبداللہ آتھم تو پہلے ہی مشروط بشرط عدم رجوع بحق (یعنی خوف) تھا، اس لئے وہ عذاب اس میعاد میں، جس میں وہ ڈرتا رہا، وقوع میں نہ آیا۔ دوسری پیش گوئی میں نے بذریعہ اشتہار اولاً انعام ایک ہزار تا چار ہزار یہ کردی تھی کہ اگر عبداللہ آتھم ڈر جانے سے انکار پر قسم نہ کھائے گا تو ایک سال کے اندر مر جائے گا، جواب اس کے

فوت ہو جانے سے پوری ہوگئی۔

شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: گالیوں کا جواب تو حسب ہدایت ربانی یہی دیا جاتا ہے:

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ لکوفتی جواب تلخ می زبید لب لعل شکر خارا

آپ بحسب دعویٰ و بزعم خود خدا کے ملہم، محدث، مخاطب، مہدی مسعود و مسیح موعود، رسول احمد مبشر بلسان عیسیٰ بن مریم، خدا کے بیٹے بلکہ خدا کے باپ ہیں۔ آپ یہ گالیاں نہ دیں تو اور کون دے گا؟ یہ تو آپ کے منصب اور شان سے کم ہیں اور اس قدر قلیل سے آپ کے عالی مرتبہ کی قیمت وصول نہیں ہوتی کچھ اور بھی فرمائیں اور قیمت بڑھاویں:

ہر دو عالم قیمت خود گفتمہ زرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پہلی پیشگوئی کے صادق ہونے کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا قطعی موعود و موقت عذاب ڈر جانے سے کبھی نہیں ٹلا۔ اور حضرت یونسؑ کی قوم سے قطعی عذاب کا صرف ڈر جانے سے ٹل جانا جو قرآن اور حدیث اور یونہی کتاب میں پایا جانا آپ نے بیان کیا ہے، اس میں آپ نے راستی سے کام نہیں لیا جو ایک نبی راست باز کے لئے لازمی امر ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل اور اس امر کی تفصیل اشاعت السنہ ۲۲ تا ۲۴ جلد ۱۶ میں صفحہ ۵۴ سے ۱۱۱ تک ۵۸ صفحات میں ہو چکی ہے۔ آپ کا اس تفصیل سے انماض کرنا، اور اپنے رد شدہ دعویٰ کو بلا دلیل خاکسار کے مقابلہ میں دوبارہ پیش کرنا آپ کے منصب نبوت و رسالت سے (جس کیلئے حیاء و غیرت ایسی لازمی صفت ہے جیسے کفر کے لئے بے غیرتی اور بے حیائی) نہایت مستبعد ہے۔ آپ اولاً ہمارے دلائل کا اور اپنے دلائل کے جوابات کا جواب دیں، پھر یہ دعویٰ منہ سے نکالیں کہ ڈر جانے سے قطعی عذاب ٹل جایا کرتا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ عبد اللہ آتھم ڈر گیا تھا اور آپ کی پیش گوئی میں موت واقع ہونے کی یہ شرط موجود تھی کہ وہ نہ ڈرے، سو اس کا جواب ہم اشاعت السنہ جلد ۱۶ نمبر ۲ کے صفحہ ۴۷ وغیرہ اور نمبر ۴ کے صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۷ تک دے چکے ہیں۔ اس کے جواب سے بھی آپ کا انماض کرنا اور پھر اسی رد شدہ بات کا اعادہ کرنا آپ کے دعویٰ نبوت یا محدثیت سے مناسبت نہیں رکھتا۔

ایسا ہی آپ نے جو دوسری پیش گوئی میں خبر موت عبد اللہ آتھم دے دینے کا دعویٰ کیا ہے اس میں بھی

آپ نے راستی سے (جو ایک نبی یا محدث کے لوازم ذاتیہ سے ہے) کام نہیں لیا۔ آپ کے ان اشتہاروں میں جن کا صفحہ ۲۰ رسالہ انجام آتھم میں آپ نے اقتباس کیا ہے، کہیں تصریح نہیں ہے کہ اگر عبداللہ آتھم قسم سے انکار کرے گا تب بھی وہ ایک خاص میعاد میں مرجاے گا۔ آپ کے اصل اشتہاروں کے ان فقرات میں، جن کو آپ نے نقل کیا ہے، موت اور اس کی میعاد کا ذکر نہیں۔ موت کو تو آپ اب اپنی طرف سے خطوط وحدانی میں درج کر کے گویا ان الفاظ میں آپ موت کے معنی ڈال رہے ہیں۔

آپ سچ پوچھیں اور انصاف سے سنیں تو آپ کو معلوم ہو کہ عبداللہ آتھم کی یہ موت جو معیاد ایک سال سے پہلے واقع ہوئی ہے، آپ کی دوسری پیشگوئی کی مکذب ہے، نہ کہ مصدق۔ کیونکہ آپ نے اس پیشگوئی میں یہ کہا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم قسم کھائے گا کہ میں اس پیشگوئی کی ہیبت سے نہیں ڈرا، تب وہ ایک سال کے عرصہ میں مارا جائے گا۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ قسم نہ کھانے کی صورت میں وہ مارا نہ جائے گا۔ پھر وہ باوجود قسم نہ کھانے کے مارا گیا، تو اس سے اس پیش گوئی کا مضمون جھوٹا ہوا، نہ کہ سچا۔

یہی باتیں آپ نے اپنے خسرفرضی مرزا احمد بیگ کے فوت ہو جانے اور اپنی منکووحہ آسمانی کے شوہر ثانی کے فوت ہونے کی نسبت کی ہیں، جن میں راستی و حق گوئی آپ سے چھوٹ گئی۔ ہم نے مرزا احمد بیگ کے متعلق باوجود اس کے فوت ہو جانے کے آپ کی پیشگوئی کے پوری نہ ہونے کے ثبوت میں آپ سے ۸۵ سوالات جرح کئے ہیں جو رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۲۰ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۵ تا ۳۸ تک شائع ہو چکے ہیں جس سے ہر صاحب فہم و انصاف کو ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، اگر وہ پوری ہوتی تو بھی وہ یقیناً الہامی نہ سمجھی جاتی۔

اور اپنی منکووحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر جو آپ نے عذرات کئے ہیں کہ وہ بھی ڈر گیا تھا، اور ڈر جانے سے عذاب ٹل جایا کرتا ہے، گو قطعی و غیر مشروط ہو۔ اس کا جواب اشاعت السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۷۹ سے ۱۹۶ تک ایسا دیا گیا ہے جس میں آپ کو چون و چرا کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پھر آپ کا اس جواب سے چشم پوشی کرنا، اور اپنے پرانے دعویٰ کو بلا دلائل ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا آپ کے دعویٰ نبوت یا محدثیت (جس کیلئے غیر توحیاء ایک لازمی امر ہے) کے مخالف ہے۔

دوسرے رسالہ کا جواب

دوسرا رسالہ ۱۱ صفحے کا ہے۔ یہ آپ نے پادریوں کے مقابلہ میں لکھا ہے۔ اس میں ان سے تثلیث کے حق یا ناحق ہونے پر مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ اس کا جواب پادریوں کے ذمہ ہے ہم اس کے متعلق صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اس رسالہ میں سخت گوئی سے کام لیا ہے، جو ایک نبی یا محدث کی شان سے بعید ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اس کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو برا کہیں گے۔ یہ برا کہلانے والے مرزاجی ہوں گے بحکم ان نصوص کے جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں اور وہ ہمارے مضمون متعلق قتل لیکھ رام میں مندرج ہیں جو عنقریب نمبر ۱۸ جلد ۱۸ میں شائع ہوگا۔

تیسرے رسالہ دعوت قوم (یا مباہلہ) کا جواب

یہ رسالہ ۲۸ صفحے میں ہے اور اس میں خاکسار (محمد حسین بٹالوی) کے حق میں بدگوئی اور دشنام دہی کے علاوہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں صاحب الہام ہوں مجھے اس عرصہ میں اس قدر الہام ہوئے ہیں (جن کو سات صفحات میں نقل کیا) اور کہا ہے کہ اگر علماء و مشائخ پنجاب و ہندوستان (جن میں ۶۸ علماء اور ۲۸ مشائخ و صوفیاء کے نام شمار کئے ہیں) مجھے الہامی نہیں مانتے تو مجھ سے مباہلہ کر لیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ کم سے کم دس آدمی میرے مقابلہ میں آویں، اور یہ کہیں کہ اے خدائے علیم و خیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں۔ پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور کافر اور مفتری اور بے دین ہے اور اس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افتراء ہے تو اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے۔ اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ الہام تیرے ہی منہ کی پاک باتیں ہیں، تو ہم پر جو اس کو کافر و کذاب سمجھتے ہیں، دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر۔ اس کے لئے ایک سال میعاد مقرر ہے۔ اور ایک اشتہار میں آپ نے اس معیاد کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ میعاد ایک سال کی مسنون ہے۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے لما حا ل الحول کا لفظ فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ صوفی عبدالحق غزنوی نے آپ سے مباہلہ کرنے کو قبول کیا اور اسکا اشتہار دیا، تو اسکے جواب میں آپ نے سکوت محض اختیار فرمایا۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے لاہور پہنچ کر آپ کو مباہلہ کیلئے بلایا، تو آپ نے شرط ہی کی قید میں ان کو ٹلایا۔ اگر ان دونوں صاحبوں سے مباہلہ کرنے میں آپ کو عذر ہے اور اسکی معقول وجہ آپ کے پاس ہے تو بدرجہ سوم یہ خاکسار حاضر ہے مگر مباہلہ میں اور خدا کے حضور میں (جو دلوں کی کیفیات جانتا ہے) دعا میں بہت سی قیود لگانا اور لفظوں کی آڑ کی میں اپنے آپ کو بچانا کچھ ضرورت نہیں رکھتا۔ آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ میں ملہم اور مسلمان ہوں، ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ جیسے اعتقاد اور اخلاق و اعمال والا کوئی شخص ہرگز ملہم نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں فریق کے اعتقادات کو بیان کر کے آپ صرف یہ کہیں اللہم العن الکاذب فی هذا القول یعنی اے اللہ جو اس قول میں یا اعتقاد میں جھوٹا ہے، اس پر تو لعنت کر۔ اور آپ کا مد مقابل اس کی تائید میں آمین کہے۔

(ماہنامہ اشاعت السنۃ جلد ۱۷ ص ۳۷۶ تا ۳۸۴)

جلسہ اعظم مذاہب

دسمبر ۱۸۹۶ء میں لاہور میں مختلف مذاہب کا ایک مشترکہ جلسہ منعقد کروانے کا پروگرام ایک ہندو سادھو کی طرف سے بنایا گیا اور اس میں مختلف مذاہب کے علماء شریک ہوئے۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد حسین بٹالویؒ شریک ہوئے اور قادیانیوں کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک مضمون جلسے میں پڑھ کر سنایا گیا۔ چونکہ جلسے کی تنظیمی کمیٹی میں قادیانی بھی شریک تھے اس لئے مرزا صاحب کے مضمون کو انہوں نے بہت اہمیت دی اور ان کا مضمون پڑھے جانے کے دن دو روز دیک سے قادیانی سامعین اکٹھے کر کے خوب نعرے لگوائے گئے اور نہ صرف بعد میں ان لوگوں کی طرف سے اخباروں میں مرزا صاحب کے مضمون کی خوب ہوا بانہی گئی، بلکہ جلسہ کے انعقاد سے پہلے ہی پوری منصوبہ بندی کر کے مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا تھا:

جلسہ اعظم مذاہب جولاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶ تا ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارہ میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے.... مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا... اور مجھے یہ الہام ہوا انّ اللّٰه معك ان اللّٰه يقوّم اينما قمت يعنى خدا تيرے ساتھ ہے۔ خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔

خاکسار غلام احمد از قادیان۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء (انجام آتھم ضمیمہ۔ حاشیہ ص ۲۹۹ تا ۳۰۱)

اور اس جلسہ کے بعد مرزا صاحب نے لکھا:

ایک اور پیشگوئی ہے جو ابھی ظہور میں آئی ہے یعنی وہ جلسہ مذاہب جولاہور میں ہوا تھا اس کی نسبت مجھے پہلے سے خبر دی گئی کہ وہ مضمون جو میری طرف سے پڑھا جائیگا وہ سب مضمونوں پر غالب رہے گا۔ چنانچہ میں نے قبل از وقت اس بارے میں اشتہار دے دیا.. اور اس الہام کے موافق میرے اس مضمون کی جلسہ مذاہب میں ایسی قبولیت ظاہر ہوئی کہ مخالفوں نے اقرار کیا ہے کہ وہ مضمون سب سے اول رہا ہے اور یہ اشتہار الہامی محمد حسین بٹالوی اور احمد اللہ اور ثناء اللہ مولویان امرتسر اور عیسائیوں کو بھی قبل از وقت بھیجا گیا تھا۔

(انجام آتھم ضمیمہ۔ ص ۲۹۹۔ ۳۰۱)

اور اس جلسے اور مقررین کی تقاریر کی بابت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

مدت ہوئی مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مضمون کا اشتہار دیا تھا کہ مختلف مذاہب کے سرکردہ فاضل جمع ہو کر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ میں اسلام کی طرف سے پیش ہو کر اسلام کی خوبیاں بیان کروں گا۔ اس اشتہار سے ان کا مقصود و خیال یہ تھا کہ جو میرے عقائد جدیدہ کی وجہ سے علماء اسلام نے مجھ پر فتویٰ کفر لگا دیا ہے اور اس کے سبب عام اہل اسلام کو مجھ سے وحشت و نفرت ہو گئی ہے۔ خصوصاً اس روز سے کہ عبداللہ آتھم اور میری منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی موت کے متعلق میری پیش گوئی جھوٹی ہو چکی ہے، اس کا اثر اٹھ جائے یا کم ہو۔ اس مجمع میں عام مسلمان بھی مجتمع ہو جائیں گے انکے سامنے ایسے عقائد مسلمہ اہل اسلام ظاہر کروں گا جن سے مجھے لوگ مسلمان جان لیں گے اور میری طرف رجوع کریں گے۔ (جیسے کہ پہلے چند میرے

دام میں پھنسے ہوئے ہیں) جب وہ مجھے مسلمان سمجھ کر میرے دام میں آجائیں گے تو پھر وہ میرے عقائد جدیدہ کو بھی مان لیں گے جیسا کہ پہلے دام افتادہ سادہ لوحوں نے مان لئے ہیں۔ اس اشتہار کی طرف کسی نے توجہ نہ کی اور اس کو مرزا کی معمولی لاف زنی و فریب دہی قرار دیا تو مرزا کا خیال دل ہی دل میں رہ گیا۔

اسی اثنا میں ایک ہندو سادھو شوگن چندر نے اسی قسم کے جلسہ کا اشتہار دیا تو مرزا جی نے اس کو از بس غنیمت جانا اور اس کو اپنے اس مدعا کے حصول اور اپنے جدید عقائد مندرجہ رسائل کے برخلاف عقائد اسلامیہ کے اظہار کا کافی وسیلہ خیال کیا۔ یہ سوچ کر انہوں نے اس سادھو اور اس کی ہندو کمیٹی اور معاونوں کو (جتنے مضمون اشتہار کو نہ اکثر ہندو آریہ نے قبول کیا تھا نہ عیسائیوں اور پادریوں نے۔ اور وہ منتظر اور محتاج تھے کہ کوئی ان کی دعوت اشتہار کو قبول کرے) اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان کی کمیٹی کے ممبروں اور منتظموں میں اپنے حواریوں اور خلفاء کو شامل کیا۔ ان کے او ل خلیفہ حکیم نور الدین اس کمیٹی کے چھ ماڈریٹوں (منتظموں یا ممبروں) (moderators) میں سے ایک ماڈریٹ بنائے گئے۔ دوسرے خلیفہ رشید الدین ڈاکٹر چکرا تہ، اس کمیٹی کے سکریٹریوں میں سے ایک سکریٹری بن گئے۔ تیسرے خلیفہ میاں کمال الدین پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج، ایکڑیکٹو کمیٹی کے ممبر بن گئے علی ہذا القیاس اور لوگ داخل و شریک ہوئے (وہ لوگ پیکیجی مقرر بن گئے از انجملہ منشی ناصر نواب نقشہ نویس خسر مرزا ہیں، ایک مبارک علی امام مسجد صدر بازار سیالکوٹ، جن کا پیکیجوں میں شامل ہونا اس غرض سے تھا کہ وہ اپنا وقت بھی مرزا قادیانی کو دیدیتے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا)۔ سادھو مذکور قادیان بھی بلوائے گئے اور وہاں ان کو اپنے مدعا کے موافق تعلیم و تلقین ہوئی اور ایک اشتہار بعنوان اشتہار واجب الاظہار بھی بنا دیا گیا جو لفظ بلفظ و حرف بحرف مرزا کا بنایا ہوا ہے، کسی دوسرے کے ایک لفظ کا اس میں دخل معلوم نہیں ہوتا، اور وہاں اپنے ہی مطبع میں مرزا نے اس کو چھپوا کر شائع و منتشر کیا۔

غرض اس جلسہ کو مرزا جی نے گویا اپنا جلسہ بنا لیا اور اس کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی خیال عام اور اس کا احتمال تام ہے کہ یہ سوالات نمسہ جو جلسہ کی طرف سے مشتہر کئے گئے ہیں یہ بھی مرزا جی کی تجویز سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ مرزا نے ان کو وہی سوالات تجویز کر کے دیئے جن کے جوابات وہ مدت سے لکھ رہے تھے اور ان کو وہ نئی روشنی کے مطابق عام پسند بنا چکے تھے۔

جب اس کمیٹی کا پہلا اشتہار متضمن سوالات و درخواست جواب کمیٹی کی طرف سے خاکسار کے پاس

بمقام بٹالہ پہنچا تو میں نے سکریٹریوں میں مرزا کے خلیفہ رشید الدین ڈاکٹر چکراتہ کا نام پڑھ کر فوراً سمجھ لیا کہ اس جلسہ سے مرزا جی اپنا وہ کام نکالنا چاہتے ہیں (جس سے وہ اپنا اشتہار جاری کرنے کے بعدنا کام رہے تھے) اور عام مسلمانوں کے سامنے اپنی مسلمانی جتانے اور فتویٰ کفر و تکذیب پیش گوئی متعلقات موت آتھم اور اپنی منکوحو آسمانی کے شوہر ثانی کو مٹانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ سمجھ کر میں کمیٹی کی درخواست قبول کرنے میں متوقف و متردد ہو گیا۔ ایک تو یہ خیال آیا کہ اس جلسہ میں مرزا نے اپنے عقاید جدیدہ کے برخلاف عقاید قدیمہ اسلامیہ کا اظہار کیا، تو اس سے لوگوں کو دھوکہ لگے گا۔ لوگ ان کو مسلمان سمجھ جائیں گے اور ان کے دام میں آئیں گے۔ دوسرا یہ خیال کہ اگر میں یا کوئی اور عالم مسلمان اس جلسہ میں شریک و شامل نہ ہو تو جلسہ میں مرزا قادیانی کا ایک طرفہ بیان وہی اثر بد پیدا کرے گا۔

میں اسی تردد میں تھا کہ کارسپانڈنس سکریٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کا خط اس مضمون کا میرے پاس پہنچا کہ انجمن حمایت اسلام نے اسلام کی طرف سے سوالات جلسہ کا جواب دینے کے لئے آپ کو وکیل منتخب کیا ہے۔ اسی مضمون کا ایک خط مسلمانان وزیر آباد کی طرف سے مولوی حافظ عبدالمنان کا پہنچا اور ایک خط انجمن اسلامیہ جہلم کی طرف سے منشی الہی بخش سکریٹری انجمن کا پہنچا۔

ان خطوط نے میرے اس تردد کو رفع کر دیا اور مجھے اس جلسہ میں شریک ہونے اور اسلام کی وکالت کرنے پر مامور و مجبور کیا۔ میں نے کمیٹی جلسہ کے نام جواب لکھ دیا کہ میں جلسہ میں شامل ہوں گا اور سوالات کے اسلام کی طرف سے جوابات دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

پھر میں جلسہ کے قریب لاہور پہنچا تو عمائد و فضلاء اسلام کی ایک جماعت میرے پاس پہنچی اور مجھے اس جلسہ میں شامل ہونے سے اسی وجہ اور عذر سے کہ یہ جلسہ مرزا اور اس کے اتباع و خلفاء کے ہاتھ میں آچکا ہے، اور اس میں ان ہی لوگوں کا پورا اختیار و دخل ہے، روکا۔ میں نے اس جماعت کو بھی وہی اپنا دوسرا خیال کہ میرے شامل نہ ہونے سے مرزا قادیانی کا ایک طرفہ بیان اثر بد پیدا کریگا، سنایا اور یہ بھی کہا کہ وعدہ کر لینے کے بعد میرا شامل جلسہ نہ ہونا اور بھی نامناسب امر ہے

۱۷۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو مرزا کے خلیفہ رشید الدین صاحب کا خط اس مضمون کا میرے نام پہنچا کہ آپ

اپنے بیان کے لئے کس قدر وقت لینا چاہتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب اسی تاریخ ان کو لکھ دیا کہ مجھے اپنے بیان کے لئے تین گھنٹہ وقت بکار ہے۔ اور اگر آپ مجھے اس سے کم وقت دیں گے تو میں اتنے ہی وقت میں اپنا بیان ختم کر دوں گا۔ اس کا جواب مجھے مرزا کے خلیفہ نے نہ دیا تو میں نے سکوت کو راضا سمجھ کر چالیس صفحہ کا مضمون (جس میں اکثر صرف نوٹ تھے) تیار کیا۔

پھر جب جلسہ کا پروگرام (اشتہار تقسیم اوقات) شائع ہوا تو اس میں میں نے اپنے بیان کیلئے صرف ایک گھنٹہ وقت پایا (یہ مرزائی پارٹی کا پہلا حملہ خاکسار پر ہوا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مرزا کے سوا کسی دوسرے کو بھی پورا وقت ملے، اور سچائی و محاسن اسلام کے اظہار کا کافی موقعہ ہاتھ آوے، اور حاضرین جلسہ پر اس کا اثر نیک ظاہر ہو) تو میں نے اس کمی وقت کی شکایت ایک معزز ماڈریٹر (پریذیڈنٹ یا میر مجلس) کی معرفت سکریٹری صاحب کے پاس لکھ کر بھیج دی۔ اس پر میر مجلس نے زور سے یہ سفارش کی کہ دو گھنٹہ اول روز اور ایک گھنٹہ ۲۸ دسمبر کو وقت ملنا چاہیے۔ سکریٹری جلسہ نے (اس میر مجلس کی) سفارش پر مجبور ہو کر مجھے پہلے دن دو گھنٹہ اور آخری دن میں بشرط گنجائش ایک گھنٹہ وقت دینا منظور کر لیا (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا خدا کے فضل سے اور اس میر مجلس کی سعی سے یوں خطا ہوا)

پھر جب خاکسار اپنے وقت پر جلسہ میں پہنچا اور ایک تمہید کے بعد چند آیات قرآن کو میں نے پڑھا تو مرزائی پارٹی نے کانا پھوسی شروع کر دی، پھر ان کی آپس میں رقعہ بازی شروع ہو گئی۔ اس میں انہوں نے بعض کارکن ہندوؤں کو، جو ان کے ہاتھ میں تھے، نیز شامل کر لیا اور اس معزز میر مجلس کو جنہوں نے توسیع وقت کی سفارش کی تھی، اور حسن اتفاق سے اس وقت اجازت تفریر کے وہی انچارج و مہتمم تھے، بار بار اس مضمون کے رقعے لکھ کر دیکھا نا شروع کیا کہ تقریر کنندہ حد و سوالات جلسہ سے باہر ہو کر تقریر کر رہا ہے۔ جس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ خاکسار کو تقریر کرنے سے روک دیں (یہ دوسرا حملہ مرزائی پارٹی کا مجھ پر ہوا) مگر چونکہ وہ میر مجلس خدا کے فضل سے سمجھ دار اور تجربہ کار تھے اور وہ یقین رکھتے تھے کہ خاکسار جو کچھ کہہ رہا ہے سوالات جلسہ کے عین مطابقت رکھ رہا ہے لہذا ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے، پر ان لوگوں کی حکمت عملی سے دہان بندی و تسلی کرتے رہے۔ مجھے انہوں نے ایک مرتبہ بھی ایما نہ کی کہ آپ سوالات جلسہ سے باہر جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ آپ اپنی کرسی سے اٹھ کر میری کرسی کے پاس آئے تو صرف اس امر کے خواستگار ہوئے کہ یہ بیان آپ کا نبوت عامہ کے

ثبوت میں ہے، اب نبوت خاصہ محمدیہ کے ثبوت کا خلاصہ بھی پیش کرنا چاہیے، اس لئے کہ آپ کا وقت اب صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا ہے (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا بھی خدا کے فضل اور میر مجلس موصوف کے انصاف و عدل کی برکت سے دفع ہوا) خاکسار نے اپنے وقت کو پورا کر کے اپنی تقریر (جس میں تمام مضمون سے کسی حصہ کا خلاصہ و انتخاب اور کسی حصہ کی تفصیل تھی) کو نا تمام چھوڑ دیا اور باقی کا حوالہ آئندہ جلسہ پر کیا۔

میرے بیان کا اثر جلسہ پر کیا ہوا؟ اس سوال کا جواب اور اس اثر کا بیان کرنا میرا کام نہیں ہے اور نہ مجھے یہ خواہش کرنا جائز و مباح ہے کہ ناظرین و سامعین اس کی داد دیں اور میری تقریر و بیان کو اچھا کہیں اور میری تحسین کریں۔ میں اس خواہش کو گناہ سمجھتا ہوں اور اس کو شرک و یا خیال کرتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں قبل از بیان و تقریر حاضرین جلسہ کی خدمت میں بادل التماس کر چکا تھا کہ میرا بیان سن کر یا اس کی اثنا میں حاضرین و سامعین داد نہ دیں تا لیاں نہ بجاویں چیئرمین نہ دیں۔ مرحبا، جزاک اللہ نہ کہیں جیسا کہ اس جلسہ میں ہر ایک کی تقریر کے وقت اور ہر ایک جلسہ میں جو نئے فیشن کے مطابق ہوتا ہے یہی دستور ہو رہا تھا۔ میری اس عاجزانہ درخواست کو اور باب جلسہ نے قبول کیا اور تمام جلسہ میں میرے بیان کے وقت سکوت و سناٹا ہاں صرف اختتام تقریر پر باجوہ پر تول چند اور ایک وکیل ہائی کورٹ الہ آباد مسٹر بینرجی وغیرہ نے تا لیاں بجائیں کیونکہ وہ اختتام تقریر کے قریب آئے تھے انہوں نے میری اس عرض ممانعت کو نہ سنا تھا۔ بناء علیہ اگر اب میں کسی سے اپنے بیان کی خود تحسین کراؤں یا دوسرے سے آفرین اور اپنی تحسین چاہوں تو پھر میں اسی شرک اور ریا میں مبتلا ہوتا ہوں۔ ہاں اس قدر کہنے کو میں شرک و ریا اور اپنے نفس کی مدح و ثنا نہیں سمجھتا کہ ان آیات کا جو میں نے پڑھیں اور جو انکا ترجمہ و تفسیر میں نے کی، صرف اس وجہ سے کہ وہ خدا کا کلام اور اس کا مطلب تھا (نہ اس وجہ سے میرے الفاظ و تقریر و بیان اور لب، لہجہ و الحان اچھا تھا) حاضرین و سامعین پر عجیب اثر تھا۔ اس اثر سے حاضرین جلسہ میں بجز چند اتباع مرزا قادیانی کوئی خالی نہ تھا۔ اتباع مرزا سے بھی بعض اشخاص پر وہ اثر تھا۔ از انجملہ ایک شخص میاں کمال الدین پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج ہیں جنہوں نے اس اثر کا اظہار جلسہ کے تیسرے دن ان الفاظ سے کیا (جو مجھ کو مکمل مطبوعہ ۱۲ جنوری ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲۴ میں مشہور ہوئے ہیں): مولوی صاحب! جب آپ نے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہایت ہی خوش ہوا چونکہ وہ سوالات کے متعلق تھیں۔۔

میاں کمال الدین کا یہ اظہار اس اثر پر کامل شہادت ہے کیونکہ میاں کمال الدین کو مرزا کی وجہ سے اس خاکسار سے سخت مخالفت ہے اور یہ امر بطور مثل مسلم و مشہور ہے الفضل ما شهدت به الاعداء۔ (یعنی بزرگی وہ ہے جس کا دشمن بھی اقرار کریں)۔ اس اظہار کے بعد جو میاں کمال الدین نے اسی مخالفت کی وجہ سے خاکسار کی توجہ دوسری طرف منعطف ہو جانے پر افسوس بھی ظاہر کیا ہے۔ اس کا جواب اس جلد کے مضمون، مخبر دکن کی جھوٹی مخبری، میں دیا جائے گا کہ خاکسار کی توجہ ایک لمحہ اور طرف نہیں ہوئی۔

حاضرین اہل اسلام کے علاوہ اقوام غیر کے فہمیدہ و سنجیدہ اشخاص پر بھی ان آیات اور ان کے مطالب کا بڑا اثر تھا جو اس وقت ان کے بشاش چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ از انجملہ دو صاحبوں نے زبان سے بھی اس کا اظہار کیا۔ ایک صاحب رائے بروا کینڈ تھیو سوفیکل پنجاب کے سکریٹری تھے جو اس وقت میرے بعد تقریر کرنے کو اٹھے اور صاف اقراری ہوئے کہ جیسا بیان مولوی (محمد حسین) صاحب نے کیا ہے مجھ سے ایسا نہ ہوگا۔ اور علاوہ برآں وہ صریح الفاظ جو انبیاء کے مصدق ہوئے۔ دوسرے صاحب ماسٹر درگا پرشاد پریذیڈنٹ کارکن کمیٹی جلسہ تھے جو اسی جلسہ کے دن شام کے قریب مجھے بازار سید مٹھہ میں ملے اور اس خاکسار کے بیان آیات کی تعریف کرتے ہوئے بولے کہ ہم کو اسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی جو آج معلوم ہوئی۔

اس بیان خاکسار کے بعد یہ عام آوازہ ہو گیا کہ مسلمان میدان لے گئے۔ یہ امر مرزائی پارٹی پر نہایت شاق گذرا انہوں نے اسی وقت سے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ فلاں شخص کا مضمون سوالات جلسہ کا جواب نہ تھا بلکہ ایک معمولی وعظ تھا جس کو سوالات جلسہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر خواص اہل علم اور عام اہل فہم و فراست نے ان کی بات کا اعتبار نہ کیا اور اس بیان آیات قرآن کو سراسر موثر اور متعلق سوالات جلسہ تسلیم کیا۔ دوسرے دن صبح کو میرے مجلس موصوف مہتمم اجازت تقریر خاکسار کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس وقت میں آپ کے مکان پر نہ آتا کیونکہ رات کسی قدر علیل رہا ہوں۔ میں صرف اس واسطے آیا ہوں کہ آپ کو مبارک دوں۔ کہ آپ کا بیان بہت عمدہ ہوا ہے۔

دوسرے دن مرزا کا مضمون پڑھا جانا تھا اس میں مرزا کے اتباع و خلفاء کا خوب ہنگھٹا ہوا جو دور دور کے مقامات، سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، لودھیانہ، بھوپال، امر وہہ تک سے بلائے گئے تھے۔ انہوں نے اس

مضمون پر خوب چیخ رزی اور تالیاں بجانیں جن میں عام لوگ بھی ان کے شریک ہو گئے۔ خاکسار تو سوائے وقت اپنے بیان کے جلسہ میں نہیں پہنچا اور نہ مرزا کا مضمون اپنے کان سے سنا، مگر سنجیدہ اور فہمیدہ لوگوں نے آکر بیان کیا ہے کہ وہ مضمون نے فیشن نئی تعلیم نئی روشنی کے موافق تھا اور عوام کو خصوصاً سکولوں کے طلباء کو خوش کرنے والا۔ مگر خواص اور خصوصیت کے ساتھ علماء اسلام اس سے سخت ناراض آئے اور اس امر کے شاک کی بھی ہوئے کہ اس مضمون میں مرزا نے ایسی باتیں بھی بیان کی ہیں جو شریعت اور تحقیق کے برخلاف ہیں بلکہ بعض کفر ہیں۔ ہم اس پر ابھی اپنی رائے کچھ ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ وہ مضمون چھپ کر شائع نہیں ہوتا۔ جب وہ شائع ہو گا تو لوگ خود دیکھ لیں گے اور ہم بھی اس پر مفصل ریویو کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس جلسہ میں مرزا کے خلفاء نے مرزا کا وہ اشتہار شائع کیا جس میں انہوں نے اپنے مضمون کے غالب رہنے کی پیشگوئی کی تھی جس کی وجہ عموماً یہ خیال کی جاتی ہے کہ سوالات جلسہ انہی کے مجوزہ سوالات تھے اس وجہ سے وہ یقین رکھتے تھے کہ نئے خیال کے لوگوں میں وہی جواب پسند ہوگا۔ اس مضمون کے پڑھے جانے کے بعد وہی میر مجلس مہتمم اجازت تقریر خاکسار سے کئی دفعہ ملے تو پھر بھی اس امر کے مظہر ہوئے کہ گو عوام میں مرزا کے مضمون کی تحسین ہوتی ہے مگر میں تو اب بھی آپ ہی کے بیان کو (جو قرآن کا بیان تھا) ترجیح دیتا ہوں اور عمدہ کہتا ہوں۔

مگر مرزائی پارٹی نے مرزا کے مضمون کی صفت و ثنا میں شور و غل مچا دیا ہے بلکہ خود سرگروہ پارٹی مرزا جی نے بھی رسالہ انجام آہتم کے ضمیمہ میں اس مضمون کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اپنے بیان کی تائید و شہادت میں ان ہی اخباروں کا حوالہ دیا ہے جن میں ان کے اتباع و خلفاء نے ان کی تعریف اور دوسروں کی مذمت چھپوائی ہے۔ از انجملہ ایک اخبار مخبر دکن ہے جس نے نہ صرف اپنی رائے قائم کرنے میں غلطی کی ہے بلکہ واقعات کے بیان میں دروغ گوئی جائز رکھی۔ لہذا ہم، مخبر دکن کی جھوٹی خبری، میں اس دروغ گوئی کا اظہار کریں گے اور اسی کے مقبولہ و مسلمہ گواہوں کی شہادت سے ثابت کر دیں گے کہ اس کے بیان میں دروغ گوئی پائی جاتی ہے۔ اس کی طرف سے یا اس کے نامہ نگار یا رپورٹر کی طرف سے۔

ایک چیز کے اچھے یا برے ہونے کی نسبت جو رائے اخبار نویس یا عام اہل الرائے قائم کریں وہ محل

تجب و اعتراض نہیں۔ مگر واقعات کی از خود تولید اخبار نویس کا منصب نہیں ہے، اور نہ اس کا رسپانڈنٹ کا ہی ہے۔ جو ایسا کرے گا وہ ضرور پکڑا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے منجملہ ان اخباروں کے جنہوں نے اس معاملہ میں خلاف صواب کیا ہے صرف مخبر دکن سے سے تعرض کیا ہے۔

باقی حصہ مضمون کے لئے جو مجھے آخری دن وقت دینے کا سکرٹری کمیٹی نے وعدہ دیا ہوا تھا وہ بھی مرزائی پارٹی نے (جس کے ہاتھ میں کمیٹی کی باگ تھی) منسوخ کر دیا۔ اس دن کا پروگرام شائع ہوا تو اس میں میرے بیان کے لئے وقت نہ تھا (یہ تیسرا حملہ مرزائی پارٹی کا مجھ پر ہوا) مگر یہ حملہ بھی خدا کے فضل سے اور اسی میر مجلس سابق الذکر کی توجہ سے اور مولوی عبداللہ پروفیسر عربی اور نینٹل کالج لاہور کی مہربانی سے دفع ہوا اور مولوی عبداللہ صاحب نے تیسرے دن اپنا وقت جو ڈیڑھ گھنٹہ ان کیلئے مقرر تھا (کچھ مجھے عنایت کر دیا۔ اور میرے بیان کا اس قدر اثر ہوا کہ) مرزائی پارٹی میں خوف پیدا ہو گیا۔ اس اثر کی وجہ سے اور اپنے مضمون کا غلبہ ظاہر کرنے کی غرض سے انہوں نے اس بیان میں بہت روک تھام کی اور جو اس میں کسر رہ گئی تھی وہ جھوٹی خبروں اور رپورٹوں کو بازاروں اور اخباروں میں شائع کرنے سے نکال لی۔ آئندہ ناظرین دونوں مضمونوں کو پڑھنے اور ان میں موازنہ کرنے سے داد حق و انصاف دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ

(ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۷ ص ۲۳۷-۲۴۲)

یاد رہے کہ مولانا بٹالوی مرحوم کا یہ لیکچر صفحہ ۲۴۵ سے ۳۶۸ جلد ۱۷، اشاعت السنہ میں خطبہ کے عنوان سے منقول ہے۔ اور اس خطبہ کے آخر میں صفحہ ۳۶۶ میں آپ نے قادیانیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

صاحبان! جو لوگ ان اخلاق (جن کا مولانا نے اپنے خطبہ میں ذکر کیا ہے) میں کامل ہوتے ہیں وہی اس علم لدنی کے محل ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں دنیا میں ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے، گو بعض ملکوں یا شہروں میں ہم کو نظر نہ آئیں۔ (لیکن) اس علم لدنی کے محل وہ لوگ نہیں ہوتے:

جو تجریر و تقریر میں جھوٹ بولیں۔

جھوٹ اشتہاروں سے اپنی ولایت و کمالات والہامات ظاہر کریں۔

ہزار ہا پیش گوئیاں اور آسمانی نشان دکھانے کے مدعی ہوں اور ایک بھی دکھانہ سکیں۔

جو شخص انکے دعویٰ کو نہ مانیں اسکو گالیاں دیں اور موت یا بیماری اور خواری پہچانے کی دھمکیاں دیں۔

بازاری گالیاں، حرام زادہ، بد ذات وغیرہ ان کا تکیہ کلام ہو۔

مال مردم خواری ان کا شیوہ ہو، خاص دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے لوگوں سے ہزار ہا روپے چندہ کرا کے یا قیمت کے طور پر لیں اور اس روپے سے بیویوں کا زیور اور لباس بنا دیں۔ اور بادام روغن میں پکے پلاؤ بیجن اوڑاویں، اور ان کتابوں کے چھاپنے کا نام نہ لیں۔

نوافل تہجد تو کجا پانچوں وقت خصوصاً فجر کی نماز و جماعت میں التزام کے ساتھ نہ لیں۔

ہزار ہا روپے کی ملک کا دعویٰ کریں اور آمدنی کا اقرار کریں اور ادائے فریضہ حج کا نام نہ لیں۔

اور بولنے لگیں تو گھنٹوں بولتے چلے جاویں، نماز شروع کریں تو ضعف دماغ کے عذر سے قل هو اللہ احد اور انا اعطینک الکوشراکتفا کریں۔

وظائف و اوراد شبانہ روزی کجا نمازوں کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ و الحمد للہ و اللہ اکبر کہنا نصیب نہ ہو۔ اور حرام زادہ، بد ذات وغیرہ گالیوں کا وظیفہ جس تعداد سے چاہو ان کی زبانوں سے سن لو اور ان کی تصانیف میں دیکھ لو (یہ تیرہویں صدی کے پیغمبر اور چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف اشارہ ہے جن میں حالات مذکورہ ہلاک و بیش بائے جاتے ہیں)

ایسے اخلاق و عادات کے لوگوں کا مورد علم لدنی ہونا ایسا محال ہے جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ نکل جانا محال ہے۔ (تاہم) علم لدنی کے ایسے (جھوٹے) مدعی بھی ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور اس وقت بھی موجود ہیں جن کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں سابق (سچے) اہل علم لدنی یہ کہہ گئے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست
کار شیطان مے کند نامش ولی گرولی ایں است لعنت برولی
حرف درویشاں بدزد در دوں تا بخواند بر سلیمے زان فسوں

زانکہ صیاد آرد بانگ صفر
تا بگیر دمرغ را آں مرغ گیر
ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہم چون خود پنداشتند

(ماہنامہ اشاعت السنہ۔ جلد ۱)

جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۱۸۹۶ء کی تقاریر کے متعلق قادیانی حضرات نے اخباری پروپیگنڈہ جاری رکھا، اور انہوں نے مختلف اخبارات میں مراسلے اور آرٹیکل چھپوائے۔ ان اخبارات میں حیدرآباد دکن کا ایک اخبار مخبر دکن بھی تھا جس میں میاں کمال الدین کے مراسلے شائع ہوئے۔ مولانا بنا لوی نے، مخبر دکن کی جھوٹی خبری، کے عنوان سے ماہنامہ اشاعت السنہ میں اس پروپیگنڈے کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا:

روئیداد جلسہ اعظم مذاہب کے بیان میں مخبر دکن نے اپنے پرچہ ہائے ۱۴ جنوری، ۲۵ فروری اور ۱ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو کچھ کہا ہے اس میں دروغ لکھی سے کام لیا ہے اور وہ دروغ لکھی نہ صرف ہمارے حق میں اور ہمارے مضمون کی نسبت اس سے عمل میں آئی ہے بلکہ دوسرے اسلامی و کیلوں مولوی عبداللہ پروفیسر اور ٹینٹل کالج اور مولوی ثناء اللہ مدرس مدرسہ تائید الاسلام امرتسر اور دیگر مذاہب کے وکیلوں (ہندوؤں سکھوں) وغیرہ کے بیانات کی نسبت بھی اس سے سرزد ہوئی ہے۔ ہم اس مقام میں ۱۰۔ اپنے مضمون کی نسبت اس کی چار دروغ گوئیوں کو ذکر کر کے ان کے دروغ ہونے کی وجہ ثبوت بیان کرتے ہیں۔ اس پراڈیٹر مخبر دکن نے (جو ایک مدراس سلطان محمود مرزائی کے دھوکے میں آئے ہوئے ہیں) اپنے بیان کی اصلاح نہ کی، تو پھر زیادہ تفصیل کریں گے۔ اور نیز اس وقت تو ہم اس دروغ گوئی کا مرتکب صرف مخبر دکن کے نامہ نگار کو جو (جو الہامی قاتل اور خونِ مسیح کے ایک حواری میاں کمال الدین صاحب ہیں یا خود حضرت اعلیٰ ان دروغ گوؤوں کے پیشوا، چنانچہ ان کے بیانات و تحریرات آئندہ سے معلوم ہوتا ہے) قرار دیتے ہیں اور اگر ہمارے دلائل اور وجہ ثبوت کو سن کر اڈیٹر مخبر دکن نے داد انصاف نہ دی اور سلطان محمود کی تقلید سے آزاد ہو کر اپنے نامہ نگار کی تکذیب نہ کی تو ہم ان کو بھی اس دروغ گوئی میں شریک قرار دے کر ان کی خدمت میں بھی کچھ التماس کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ دروغ گوئیاں یہ ہیں:

پہلی دروغ گوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے کہ

ایک دو عالم صاحبوں نے جلسہ میں قدم رکھا مگر الٹا، اس لئے کہ انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین میں گفتگو نہ کی، یا بے سرو پا کچھ بول دیا؟ ہر ایک مذہب کے مقرر کو اپنے اپنے بیانات کی عمارت کو اپنی اپنی کتب مقدسہ کے استدلال پر مبنی کرنا نہایت ہی ضرورت تھا اور اس امر کو بجز مرزا صاحب اور کسی نے پورا نہ کیا، نہ سوائے مرزا صاحب کے کسی وکیل مذہب نے پانچوں سوال کا جواب دیا۔ خلقت حیران تھی کہ مولوی (محمد حسین) صاحب کس اصول مجوزہ سے جواب دے رہے ہیں۔ آپ کا بیان اثبات نبوت، خوابوں کی حقیقت، اشیا کی فلسفیت، غسل جنابت کی علت اور جہاد کی اہمیت اور دیگر مسائل کے متعلق تھا۔

مولوی صاحب کا بیان علی وجہ التجر گو کیا ہی کیوں نہ ہو۔ کل حاضرین ایک طرف اور کارکنان و پریذیڈنٹ صاحبان دوسری طرف حیرت میں تھے کہ مولوی صاحب کو کس نے ان امور پر وعظ فرمانے کے لئے بلایا تھا۔ یہ وہ مولوی صاحب ہیں جن پر آج کل اہل اسلام کو بھروسہ تھا۔ مگر مولوی صاحب نے مسلمانوں کی امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ان کو کس نے کہا تھا کہ وہ جہاد کے مسائل سنائیں اور جہاد سے متعلق اسلام پر سے اعتراضات کو دور کریں۔ مولوی صاحب نے مجوزہ پانچ سوالات کو شائد (لغو؟) سمجھا اور ان دو گھنٹوں کو موقعہ سمجھ کر ان مسائل کو سنانا شروع کیا جن میں ان کو دسترس تھا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس بیان کے کذب ہونے کی وجہ ثبوت اول تو ہمارا وہ مضمون ہے جو اشاعت السنہ جلد ۷۱ میں اور مستقل طور پر بعنوان خطبہ (یا لیکچر) شائع ہو گیا ہے۔ ناظرین اس کو پڑھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ اس میں جلسہ کے پانچوں سوال کا جواب ہے جس میں اولاً آیات قرآن سے استدلال ہے پھر اس کی تائید میں احادیث نبویہ سے استشہاد ہے اور کوئی مسئلہ مجملہ مسائل محل اعتراض منجر دکن سوالات مجوزہ جلسہ سے اجنبی اور بے تعلق نہیں ہے۔

دوسری وجہ ثبوت خود منجر دکن کے اعترافات منقولہ ذیل ہیں جن میں صاف اور صریح طور پر اس نے مان لیا ہے کہ جو آیات اس خاکسار نے پڑھی ہیں وہ سوالات جلسہ کے عین مطابق ہیں:

۱۔ پرچہ ۱۲ جنوری ۱۸۹۷ء ص ۴، ۵، میں میاں کمال الدین صاحب کا یہ اعتراف:

مولوی (محمد حسین) صاحب جب آپ نے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہایت ہی

خوش ہوا کیونکہ وہ ہمارے سوالات کے متعلق تھیں لیکن نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ جناب کی توجہ بعد پر کسی اور طرف منعطف ہوگئی اور آیات قرآنی کو معرض بیان میں آنے کا موقع نہ ملا۔

۲۔ پرچہ ۱۱ فروری ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲ میں آپ کا یہ بیان واعتراف:

مولوی (محمد حسین) صاحب نے پہلے اس بات پر زور دیا کہ میرے گذشتہ بیان کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں سوالات مشتہرہ سے کچھ تعلق نہ تھا، یہ غلط ہے، میں نے جس قدر آیات پڑھیں بالکل سوالات کے متعلق تھیں،۔

مولوی صاحب کا یہ فرمانا بالکل ٹھیک تھا لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں آپ نے اپنے بیان کو ان قرآنی آیات کے صرف معنی بیان کرنے میں محدود نہ رکھا۔ آپ کیوں صرف ایک دفعہ آیات کا ترجمہ کر کے ادھر ادھر بھٹکتے رہے۔

۳۔ اس پرچہ کے صفحہ ۳ میں آپ کا بیان واعتراف:

مولوی صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے اس دن نبوت کا بیان شروع کیا تھا تو وہ اس لئے تھا کہ انسان کی اعلیٰ روحانی حالت نبوت ہے۔

مولوی صاحب کا یہ فرمانا بھی درست تھا مگر کاش کوئی سلسلہ اس بیان میں ہوتا۔ یعنی یہ کہ مولوی صاحب پہلے مجوزہ سوال کی طرف حاضرین کو متوجہ کر کے انسان کی جسمانی اور اخلاقی حالت کا ذکر فرماتے اور بعد پر روحانیت کا مضمون چھیڑ کر نبوت کی طرف آتے۔ مگر مولوی صاحب سے یہ نہ ہو سکا اور بے جوڑ طریق پر نبوت کا قصہ شروع کر دیا۔

یہ تینوں اعتراف منجر دکن کے اس امر پر روشن دلائل ہیں کہ جو پہلے بیان کیا دوسرے بیان میں اس نے ان کے برخلاف کہا ہے،۔ اور ہمارے مضمون میں جلسہ کے سوالات کا پورا جواب تھا وہ عین مطابق تھا اور اس میں کتاب مقدس قرآن کی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔

اعتراف اول کے اخیر میں جو آیات قرآن کے معرض بیان میں نہ آنے یعنی ان کی تشریح کرنے کا موقع نہ ملنے پر افسوس ظاہر کیا گیا ہے اس کا اظہار خود ہم نے اپنے ریمارک میں شروع خطبہ سے پہلے کیا ہے کہ ہم کو کافی وقت دیتے جس میں ہم پوری تشریح آیات کرتے (چونکہ وقت ناکافی تھا) لہذا ہم نے انتخاب سے

کام لیا اور جو اس افسوس کے بعد یہ افسوس ظاہر کیا ہے کہ مولوی صاحب کی توجہ دوسری طرف منعطف ہوگئی اور ایسا ہی اعتراف دوئم سوئم میں کہا ہے کہ مولوی صاحب ادھر ادھر پھرتے رہے اور نبوت کا سلسلہ وار ذکر نہ کیا، بے جوڑ طریق پر کیا، اس میں سفید جھوٹ سے کام لیا گیا ہے خاکسار ایک منٹ دوسری طرف متوجہ نہیں ہوا اور نہ ادھر ادھر پھرا اور نہ ذکر نبوت بے جوڑ کیا۔ اس امر کا یقین ناظرین کو مضمون خطبہ (یا لیکچر) کے ملاحظہ سے بخوبی ہو سکتا ہے ہم کیا کہیں: مشک آنست کی خود بوید نہ کہ عطا بگوید

دوسری دروغ گوئی مخبر دکن کا بحوالہ میاں کمال الدین صاحب پر چہ ۱۲ جنوری میں یہ بیان ہے کہ مولوی صاحب (محمد حسین) نے آپ کے پاس مرزا جی کے مضمون کی تعریف کی تھی اور اس مضمون کی نظر سے فتح اسلام کا اقبال کیا اور کہا کہ کل یعنی مرزا قادیانی کے لیکچر کے دن مجھے ماسٹر درگا پر شاد ملے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں مرزا صاحب کا مضمون سن کر اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی، اور یہ بیان کیا کہ کمال الدین نے مرزا صاحب کے مضمون کی کیفیت مذکور بالوضاحت بیان کی اور خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب حج نے اس کی تصدیق و تائید فرمائی۔

یہ دروغ گوئی الہامی ہے۔ اولاً اس دروغ گوئی کا الہام مرزا صاحب کو معلم المملکت کی طرف سے ہوا ہے .. پھر یہ الہام دروغ بچکم خلافت و بطور وراثت آپ کے خلیفہ میاں کمال الدین کے حصہ میں آیا اور درحقیقت میں نے قادیانی کا مضمون نہ سنا اور نہ اس کی نسبت اپنا کوئی خیال اچھا یا برا اس کے پاس ظاہر کیا اور نہ ماسٹر درگا پر شاد مجھے قادیانی کے لیکچر کے بعد ملے اور نہ انہوں نے اس مضمون کی نسبت اپنا کوئی خیال میرے پاس ظاہر کیا۔

میں نے جو کچھ میاں کمال الدین کے پاس کہا تھا وہ اپنے مضمون کی نسبت اور اسی کی نظر سے کہا تھا، اور اسی مضمون کی نسبت ماسٹر درگا پر شاد کا قول نقل کیا تھا۔ اسی لیکچر خاکسار کے دن اور اسی کے بعد شام کے قریب وہ میری فرودگاہ کے قریب سید مٹھ میں مجھے ملے تھے اور اسی مضمون کی نسبت انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ہم کو اسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی جو آج یہ مضمون سن کر معلوم ہوئی ہے۔

اسکی وجہ ثبوت: اس بیان مخبر دکن کا مستند و منتهی چونکہ ماسٹر درگا پر شاد کا قول ہے لہذا اس کے صدق و

کذب ان ہی کی شہادت میں منحصر کیا جاتا ہے۔ میاں کمال الدین اپنے بیان مذکور میں سچے ہیں تو وہ ماسٹر درگا پر شاد سے میرے سامنے کہلوادیں کہ وہ مجھے مرزا قادیانی کا لیکچر سننے کے بعد ملے تھے اور اسی لیکچر کی انہوں نے میرے پاس تعریف کی تھی۔ اور اسی کو سن کر وہ کلمہ کہا تھا جو میاں کمال الدین نے نقل کیا ہے۔ اور اگر انہوں نے یہ نہ کہا بلکہ اس کے برخلاف یہ کہا کہ میں ابوسعید محمد حسین کو اسی دن ملا تھا جس دن انہوں نے اپنا مضمون سنا یا تھا اور اس مضمون کی نسبت میں نے وہ کلمہ کہا تھا جو مجھ سے نقل کیا گیا ہے تو اس سے اہل بصیرت و انصاف کو یقین ہوگا کہ میاں کمال الدین کا بیان محض دروغ بے فروغ ہے۔

تیسری دروغ گوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۱ فروری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے:

گیارہ بجے پران کا (محمد حسین) کا وقت ختم ہو گیا۔ ایگزیکٹو کمیٹی نے خان بہادر شیخ خدا بخش کی معرفت مولوی صاحب کو ٹھہرا دینے کیلئے بہت تقاضا کیا مگر آپ نے کسی کی ایک نہ سنی۔ پھر بھی خان بہادر ممدوح کی موجودگی نے آپ کو زبردستی بیٹھائے جانے کی ذلت (نوبت) سے بچا دیا۔ لیکن آخر کار خان بہادر بھی تنگ آگئے اور مولوی صاحب کو بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔ مولوی صاحب نے جب اور وقت کا مطالبہ کیا اور سکرٹری کا محولہ بالا وعدہ یاد دلایا، خان بہادر تعلق قریبہ کے باوصف یہ کہنے سے نہ رک سکے کہ مولوی صاحب! کیا آپ نے وقت کا ٹھیکہ لے لیا ہے؟ اگر کوئی وعدہ ہو بھی تو آپ نالاش کیجئے۔

یہ دروغ گوئی بھی سفید جھوٹ ہے۔ نہ مجھے کسی نے بٹھلایا اور نہ میں نے اپنا وقت پورا کر کے اور کچھ کہنا چاہا۔ اور نہ توسیع وقت کا کسی وعدہ کو یاد دلا کر خواستگار ہوا۔ جب میرا وقت پورا ہوا میں نے بغیر کسی کے کہنے کے اپنے بیان کو ختم کر دیا۔

اس کی وجہ ثبوت: اس دروغ گوئی میں آپ نے خان بہادر شیخ خدا بخش حج لاہور اور ماڈریٹرانچارج جلسہ (جو اس وقت مہتمم اجازت و ممانعت تقریر تھے) کا ذکر کیا ہے۔ پہلی دروغ گوئی میں بھی بشمول ماڈریٹران جلسہ ان کی طرف اشارہ کیا ہے لہذا اس دروغ گوئی کے دروغ ہونے کے ثبوت میں ہم اس سے زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتے کہ میاں کمال الدین یا قادیانی کے دوسرے خلیفہ جولاہور میں آپ کے ایجنٹ ہیں اور وہ اس مضمون مخبر دکن کو سچا سمجھتے ہیں، خان بہادر شیخ صاحب سے اولاً میرے سامنے کہلوادیں اور ان کی قلم سے لکھوادیں پھر

اس کو لاہور کے اخباروں میں چھپوادیں کہ میں نے ابوسعید محمد حسین کو مجبوراً بٹھادیا تھا اور وہ کلمہ کہا تھا جو ان سے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ان سے کہلوادیں جس کا دروغ گوئی اول میں آپ کو دعویٰ ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اپنے بیان میں غیر متعلق اور اجنبی امور کی طرف رخ کیا تھا اور ان کا مضمون، جواب سوالات جلسہ کے مطابق نہ تھا اور الہامی صاحب کا مضمون ان کے مضمون سے بہتر تھا تو اس صورت میں بیان مخبر دکن صادق سمجھا جائے۔ اور اگر شیخ صاحب موصوف نے اس بیان مخبر دکن کو سچا نہ کیا بلکہ اس کے برعکس ہمارے بیان کو تصدیق کیا تو اس صورت میں مخبر دکن کو ماننا پڑے گا کہ اس بات میں اس کا بیان جھوٹا اور اس کا نامہ نگار میاں کمال الدین یا اور جو کوئی ہو، جھوٹا، ان سب کا امام الہامی قاتل جھوٹا اور یہ جماعت سب جھوٹی۔

چوتھی دروغ گوئی مخبر دکن پرچہ ۱۱ مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے کہ مولوی (محمد حسین) صاحب نے نبوت الہام کا ذکر کرتے ہوئے بڑے جوش سے یہ کہہ دیا کہ افسوس روئے زمین پر اسلامی دنیا میں کوئی ولی نہیں ہے جو اپنے الہامات کا عملی ثبوت دے۔ اب مرزا صاحب کی اسلامی دکالت پر نظر انصاف ڈال کر دیکھئے کہ انہوں نے الہام کی حقیقت کھولتے ہوئے اس کو دین اسلام کا خاصہ ٹھہرایا ہے اور اپنے کو اس میں صاحب تجربہ بتایا۔

یہ بھی محض دروغ ہے۔ میں نے روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی نہیں کی، بلکہ اپنی رویت کی نفی کی تھی اور یہ بات کہی تھی کہ دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں (جو الہامی قاتل کی طرف اشارہ تھا) مگر دکھانے والے آنکھوں سے غائب ہیں۔

اس کی وجہ ثبوت: اس دروغ گوئی کے دروغ ہونے کی وجہ اولاً تو خاکسار کے چھپے ہوئے مضمون یا لیکچر میں صفحہ ۲۹۷ نمبر ۱۰، اشاعت السنہ جلد ۱ میں خاکسار کے الفاظ شاہد ناطق موجود ہیں اور علاوہ براں اس مضمون میں صفحہ ۳۶۲ رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱ میں صاف کہا گیا ہے کہ اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں دنیا میں ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے گویا بعض ملکوں اور شہروں میں ہم کو نظر نہ آویں۔

اور اگر یہ بہتانی ان الفاظ کی نسبت یہ کہیں کہ یہ الفاظ اس وقت نہ کہے گئے تھے بلکہ روئے زمین سے

نفی وجود اولیاء کی گئی تھی تو وہ اسکی شہادت بھی شیخ صاحب موصوف سے (جو اس وقت انچارج تقریر جلسہ تھے) دلوادیں اور یہ کہلا دیں کہ روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی کی گئی تھی۔ شیخ صاحب سے یہ شہادت نہ دلوائیں تو ہمارے الفاظ مندرجہ خطبہ ان کے کذب پر بلا مزاحمت شاہد عدل متصور ہوں گے اور یہ لوگ جھوٹے ٹھہریں گے۔

بقول مخبر دکن الہامی صاحب نے جو اپنے بیان میں الہام کو خاصہ اسلام ٹھہرایا پھر اپنے الہامات کو اس کی تمثیلات بتایا ہے تو اس میں مخالفین اسلام کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع دیا۔ آپکے الہامات و کرامات تو سب کے سب اس بیت کے مصداق ہیں:

این کرامت ولی را چه عجب گر بہ شائید گفت بار اں شد

مخالفین اسلام آپ کے اس بیان میں آپ کو سچا سمجھیں گے تو اسلام کو بھی ان ہی ذیل کرامات اور جھوٹے الہامات کا محل و مظہر قرار دیں گے اور صاف کہیں گے کہ جیسے کرامات و الہامات و کیل نے دکھائے ہیں کہ خبر تو دیں لڑکا پیدا ہونے کی اور نکل آوے لڑکی، اور پھر نو برس کی میعاد میں ایک آسمانی لڑکے کی پیش گوئی کریں اور ۱۱ سال گزر جائیں اور وہ لڑکا وجود میں نہ آوے، ویسی ہی کرامات آپ کے مؤکل نے دکھائی ہوں گی ایسا اقبال الہام و کرامت اسلام کے لئے باعث عار ہے نہ موجب فخر۔ اس اقبال سے تو اپنی روایت کا انکار ہزار درجہ بہتر ہے جو کسی اعتراض کا محل نہیں ہو سکتا۔

اب ہم اس مضمون کو ان ہی دروغ گوئیوں کے بیان پر ختم کرتے ہیں اور منتظر ہیں کہ ہمارے نادیدہ دوست سید عبدالقادر صاحب اڈیٹر اخبار مخبر دکن بتقلید سلطان محمود مرزائی ان دروغ گوئیوں کو سچ بتانے کے لئے کوئی تاویل کرتے ہیں یا ان کو جھوٹ جان کر اپنے نامہ نگار کی تکذیب اور اپنے بیان کی اصلاح عمل میں لاتے ہیں۔ ان کے حق میں بہتر ہے کہ وہ سلطان محمود کے دھوکے میں آکر حق کا مقابلہ نہ کریں بلکہ حق کے آگے جھک جائیں اور اگر سلطان محمود ان کو مقابلہ پر آمادہ رکھے تو پہلے اشاعت السنہ چار سال کی گذشتہ جلدیں منگا کر دیکھ لیں کہ اس مقابلہ کا صلہ ان کے امام قادیانی نے کیا پایا ہے، اسی کا حصہ ان کو بھی ملے گا۔

(ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۸ ص ۱۰۲-۱۰۱ ملخصاً)

جواب درخواست قادیانی ۲۵ جون و ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ ذیل میں اس درخواست کا جواب ہے جس میں مرزا قادیانی نے آخری حیلوں و مذہبی حرکات (جھوٹے خوابوں اور مصنوعی الہامات) کی طرف رجوع کیا اور اس سے پہلے بطور تمہید ایک شخص سید عالم طالب العلم ایف۔ او۔ ایل پر ایک خواب کا افتراء کیا۔ اور دو فرضی مہموں کے دو جھوٹے الہام شائع کر دیئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی نے اپنا باطل مذہب چلانے اور اس ذریعے سے دنیا کا عیش اڑانے کے لئے کئی حیلے کئے اور کھیل نکالے مگر وہ کارگر نہ ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے اسلام کے وکیل بن کر اسلام کی طرف سے اقوام غیر سے مقابلہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور ایک کتاب براہین نام کی تصنیف کا اشتہار دیا۔ اور اس کے ذریعے باقر خود دس ہزار روپے کے قریب شائقین تائید اسلام سے بٹورا۔ پھر جب دیکھا کہ مجملہ تین سو دلائل کے، جو قرآن ہی سے نکال کر اس کتاب میں پیش کرنے کا میں نے اشتہار میں وعدہ دیا ہے، ایک دلیل بھی بیان نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہوں، تو اسی کتاب کی تیسری جلد سے الہام بازی شروع کر دی اور اپنی مجددیت اور بہت سے پہلے اکابر اولیاء پر فوقیت کے دعویٰ کی پڑی جمادی۔ اس سے دکان اچھی طرح نہ چلی تو پھر مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے دعویٰ کا جھنڈا گاڑ دیا اور معجزات و نشان نمائی کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔ اور ان سب دعاوی کے اثبات کے لئے کبھی مناظرہ کی طرف رجوع کیا کبھی مباہلہ کی طرف لوگوں کو بلایا۔ کبھی کوئی رسالہ یا قصیدہ اردو یا فارسی میں بنا کر اس میں لن ترانیاں ہانکیں۔ کبھی عربی میں نثر یا نظم لکھ کر اپنے مہم موید من اللہ ہونے کی دلیل بنائی۔ معجزہ و نشان آسمانی کسی نے چاہا تو اسی کی موت کو یا اس کے زمرہ احباب کے موت یا

مصیبت کو نشان قرار دیا اور جس کی نسبت کوئی نشان نہ بن سکا اس کو گالیوں اور بدعاؤں سے ڈرانا اور دھمکانا اختیار کیا۔

وازا نجا کہ حکم لکلّ فرعون موس، ہر گمراہ کے مقابلہ کیلئے حق گو بھی چلے آئے ہیں لہذا خدا تعالیٰ نے اس گمراہ کے مقابلہ میں علماء اسلام کو موفّق و مامور کیا جنہوں نے اس کے ہر کید کو نظر ہر کرد کھلایا۔ اور خاص کر خادم قوم مؤلف اشاعت السنۃ کو تو اس اہتمام سے موفّق کیا کہ اس نے حسبۃ اللہ و نصحاء لخلق اللہ اظہار و ابطال مکائد قادیانی کو حد کمال تک پہنچا دیا اور ۱۸۸۹ء سے سنہ رواں تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اس کی ہر ایک بات کا اچھی طرح اظہار و ابطال کیا۔ اس کے دعویٰ و کالت و حمایت اسلام اور تصنیف کتاب براہین کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ یہ محض اس کا فریب و ڈھکوسلا و لاف زنی ہے۔ نہ اس نے ایسی کوئی کتاب (جس میں تین سو دلائل عقلیہ ہوں) تائید اسلام میں بنائی اور نہ آئندہ بنا سکتا ہے۔ اور اس کے دعویٰ الہام مجددیت مسیحائی و مہدیت کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ ایسا شخص خدا کا ملہم اور دین اسلام میں مجدد ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا متبع موعود و مہدی مسعود ہونا تو ایسا محال ہے جیسے سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا محال ہے۔ اور نشان آسمانی نہ اس نے آج تک کوئی دکھایا اور نہ آئندہ دکھا سکتا ہے۔ اور جن لوگوں کی نسبت اس نے موت یا عذاب کی خبر دی تھی ان کی نسبت اس کی خبروں کا جھوٹ بخوبی ظاہر ہو گیا ہے۔ اس کے دعویٰ مناظرہ کو لو دھیانہ میں اس کو خوب رگڑا اور لتاڑا، اور دہلی، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ میں خوب چھتاڑا اور بھگا یا۔ تب مجبوراً اسے اپنے حق میں الہام گھڑنا پڑا یا علی دہم و انصارہم و زراعتہم۔ (اے علی ان مولویوں اور ان کے پیروؤں کو چھوڑ دے) یعنی ان سے مباحثہ نہ کر، جس کو اس نے کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج کر کے مشتہر کیا ہے۔

اس کے دعویٰ مباہلہ کو یوں اس سے چھڑایا کہ بارہا اس سے مباہلہ کرنے کو مستعدی کا اظہار کیا اور اس کی شرائط مباہلہ کا فساد ظاہر کر کے ان شروط کو بالائے طاق رکھ کر مباہلہ کرنے پر اس کو مجبور کیا۔ ان حیلوں کو توڑ کر اس کو بے دست و پا کیا گیا تو اس نے ایک حیلہ یہ نکالا جس کو اس نے اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء میں مشتہر کیا ہے کہ فریقین اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر دعائیں کریں۔ اس امر کو بھی منظور کیا گیا اور اس حیلہ کو توڑا گیا تو اب آپ نے آخری حیلہ یہ نکالا ہے جس کو درخواست ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے مشتہر کیا ہے)

اور کہا ہے: اتمام حجت کے لئے ایک اور تجویز خیال میں آئی ہے... اور وہ یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جل شانہ کی قسم دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعویٰ کے بارے میں دعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الہی میں توجہ کریں۔ پھر اگر ان کے الہامات اور کشف اور رؤیا صادقہ سے، جو حلقاً شائع کریں، کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذاب اور مفتری ہے تو بے شک تمام لوگ مجھے مردود اور مخدول اور ملعون اور مفتری اور کذاب خیال کر لیں.... لیکن اگر کشف اور الہامات اور رؤیا صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز من جانب اللہ اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری بیروی کرے اور تکفیر سے باز آئے... لہذا میں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں... کہ وہ میرے بارے میں جناب الہی میں کم سے کم ایکس روز توجہ کریں۔ یعنی اس صورت میں کہ ایکس روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں؟... پھر ایسی الہامی شہادتوں کے جمع ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امر من جانب اللہ سمجھاوے گا۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۲۔ ص ۳۳۹-۳۵۰

شیخ الاسلام مولانا بناوٹی فرماتے ہیں کہ قادیانی کا مقصود و غرض یہ ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں گے اور اپنی خوابوں کو لائق دستاویز اور شرعی دلائل سمجھ لیں گے، تو پھر میں بھی ان کے مقابل اپنی اور اپنے گروہ کی جھوٹی خوابوں اور الہاموں کو مستہتر کر دوں گا اور ان خوابوں و الہاموں کی کثرت سے تمسک کروں گا اور حجت مسلمہ فریق ثانی کے ذریعہ سے اپنی جانب کے الہاموں اور خوابوں کا غلبہ ثابت کروں گا۔

چنانچہ اس قسم کے دو بناوٹی الہام اس درخواست سے چند روز پہلے اور ایک... خواب اس درخواست کے پیچھے آپ نے شائع کر دیئے جو بعض ناواقفوں کی گمراہی کا باعث ہو گئے۔

اس درخواست سے پہلے ایک بناوٹی الہام اس نے اپنے ایک خاص مرید فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ ضلع ڈیرہ غازی خان اور اس کی ہمیشہ کے نام سے مستہتر کیا ہے جس کی نقل یہ ہے:

اشتہار واجب الاظہار۔ و کفی باللہ شہیداً محمد رسول اللہ

اے جماعت مومنین اہل اسلام میری عرض کو متوجہ ہو کر سنو۔ آپ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے پر ایمان رکھتے ہو۔ آپ لوگوں کو اسی خدا وحدہ لا شریک کی قسم پر اعتماد کرنا چاہیے اور میری شہادت حق کو غور سے سنو اور پڑھو۔ میں ایک عورت امی، عربی فارسی سے محض بے خبر ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کی صریح کرامت ہے کہ عربی میں مجھے الہام ہوتے ہیں اور الہام اور کشف کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعویٰ مستح

موجود اور مہدی مشہود ہونے کی خبر مجھے ہو چکی ہے۔ اور وہ الہامات یہ ہیں:

و یکبر احمد - ۲ - الم یأتکم نذیر - ۳ - فلا ... اللہ فلا غالب له الٰہو - ۴ - من یکنذ
ب بالذین - ۵ - صدیق صادقاً - ۶ - وعدہ مفعولاً - ۷ - ۷ - احمد دار السلام -

اور کشف میں مجھے مرزا غلام احمد صاحب دکھلایا گیا ہے اور ایک آواز دینے والے نے مکر سہ کرر
پکار کر کہا کہ مرزا صاحب کی فتح ہوئی ہے۔ جو لوگ مرزا صاحب کو کافر اور دجال کہتے تھے اب اس فتح کے عوض
میں وہ لوگ خود دجال بن گئے۔ یہ سب دجال آگ میں جلانے گئے ہیں۔ اور پھر ایک ہندو برہمن نظر آیا۔
قریب آ کر رکوع کرنے کی شکل میں جھک گیا۔ اور یہ الہام ہوا۔ عباد اللہ و جہکم - اور مولویوں نے
امت محمدیہ میں تفرقہ ڈال رکھا ہے اور اہل حق کا نام کافر رکھ دیا ہے۔ اس لئے میں خدائے تعالیٰ سے اطلاع پا کر
گواہی دیتی ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی حق پر ہے اور تمام مولوی ان کو کافر اور مفتری کہنے والے باطل پر۔
اب اگر کوئی میری گواہی مانے یا نہ مانے لیکن میرے الہام کی سچائی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی
کہ جس زبان میں مجھے الہام ہوتا ہے، یعنی عربی میں، میں اس سے بے خبر ہوں۔ لہذا یہ اشتہار بطور شہادت و
صداقت بذریعہ اپنے بھائی حقیقی فتح محمد بزدار کے شائع کرتی ہوں تاکہ امانت خدا تعالیٰ کو لوگوں میں پہنچا دوں۔
فصاحت لیوم کرامۃ بررت فلعلک باخع نفسك فحرض المؤمنین کذا لک حقت کلمۃ
ربک علی الذین فسقوا انہم لا یؤمنون

عاجزہ غلام فاطمہ بنت محمد خان بزدار سکنہ خاص شہر لیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بذریعہ برادر حقیقی خود
فتح محمد بزدار۔ دہم ذوالحجہ ۱۳۱۳ھ، مطابق ۱۳ مئی ۱۸۹۷ء

دوسرا بناوٹی الہام اس (مرزا) نے ایک مجذوب فقیر کے نام سے گھڑ کر شائع کیا ہے جس کی نقل
ذیل میں ہے:

ایک گواہی: یہ اشتہار ایک مجذوب نے جو سیالکوٹ میں تقریباً بارہ سال سے مقیم ہے ہمارے (یعنی قادیانیوں کے) پاس شائع کرانے کے لئے بھجوا یا ہے لہذا ہم اس جگہ اس کی نقل مطابق اصل بلفظہ کر دیتے ہیں
اور وہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اشتهار واجب الاظہار

خدا کے فضل اور الہام سے روح جناب رسول مقبول ﷺ سے روح کل شہداء سے، روح کل انبیاء و اوصیاء سے، روح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور ان روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتے ہیں، یعنی ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جل شانہ نے بھیجا ہے۔ رسول مقبول ﷺ کے دین میں سخت فتنے برپا ہو گئے اور حد درجہ کا ضعیف ہو گیا۔ ہزاروں ملعون فرقے جیسے نصاریٰ اور رافضی پیدا ہو کر لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ اس لئے مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت یہ خوفناک فتنے پیدا ہوئے، ان کی اصلاح ایک بھاری نبی کا کام تھا مگر چونکہ رسول مقبول کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا، خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو جو رسول مقبول کی دستار مبارک میں بھیجا۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اس جسم سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے، وہ جھوٹے ہیں۔ کوئی آسمان پر موت کا مزہ چکھے بغیر اور جسم کے ساتھ نہیں گیا۔ اے علماء گدی نشینوں! اے فقراء گدی نشینوں! اے اہل بیت گدی نشینوں! سن رکھو! عنقریب آسمان سے بڑی بھاری جلالی گواہی اس سلسلہ کی سچائی کی ظاہر ہونے والی ہے۔ یا خود خدا بڑے زور سے گواہی دے گا۔ پھر تم اس مخالفت میں بڑے ذلیل اور شرمندہ ہو گے۔ یہ میرا اشتهار سچا ہے۔ یہ لوح محفوظ کی نقل ہے۔ میں دیکھتا ہوں اس مخالفت سے خدا تعالیٰ تم پر سخت ناراض ہے۔ رسول مقبول ﷺ تم سے حد درجہ بیزار ہے۔

المشتر - فقیر محمد - سیالکوٹ برب ایک باغ بستی والا - ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

وہ بناوٹی خواب، جس کو اس (قادیانی) نے اپنے خاص مریدان اور حواریان لاہور کی معرفت چھپوا

کر مشتر کیا ہے۔ یہ ہے:

و من اظلم ممن افتدی علی اللہ کذباً او کذباً یا یاتہ انہ لا یفلح الظالمون۔ اس سے ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے۔ یعنی دروغ گوئی کے طور پر مورد الہام و روایا اپنے آپ ٹھہراتا ہے۔ یا خدا کے نشانوں کو جھٹلاتا ہے۔ ایسے بھلا نہیں پاتے۔

رؤیائے صادقہ: میں مندرجہ بالا آیت کے نازل کرنے والے خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اور اس بات پر کامل ایمان رکھ کر کہ اس آیت کا مصداق ضرور ہلاک ہوگا، ذیل کارؤیا جو مجھے ہوا، بطور گواہی مسلمان بھائیوں کو سناتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق.. اس اظلم کو ہلاک کرے جو باوجود مورد الہام و رؤیاء نہ ہونے کے اپنے آپ کو ملہم مشتہر کرے۔ وہ رؤیاء یہ ہے:

میں ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو تقریباً ۷ بجے شام کے سید مٹھ بازار میں جا رہا تھا کہ چند آدمی خربوزہ فروش کی دکان پر بیٹھے تھے اور سر سید احمد خاں صاحب اور مرزا صاحب قادیانی کی توہین کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا ہو گیا تو تمام باتیں سنیں۔ انہوں نے مرزا صاحب کو دشنام بھی دیں اور بدگوئیاں کیں (ناگفتہ بہ)۔ میں چونکہ مرزا صاحب کے مسخ موعود ہونے کے بالکل برخلاف تھان کر نہایت خوش ہوا اور واپس چلا آیا۔ اخیر رات تک مجھے یہ خیال نہ بھولا۔ جب میں رات کو سویا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں جنگل میں جا رہا ہوں اور جنگل ہی میں ایک مسجد آئی ہے جس کے باہر کی دیواریں بہت چھوٹی ہیں اور اس میں ایک مجمع عام ہے اور دو تین آدمی دیوار کے ساتھ لگے کھڑے ہیں۔ میں بھی وہاں جا کر کھڑا ہو گیا چند آدمیوں نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ بھائی اندر آ کر بیٹھو۔ حسب الحکم میں اور وہ آدمی شریک مجمع ہوئے۔ میں نے سب سے ذی عزت صاحب کی طرف اشارہ کر کے ایک صاحب سے کہا کہ یہ صاحب کون ہیں۔ اس نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں باغ باغ ہو گیا کہ زیارت نصیب ہوئی۔ پھر میں نے دوسرے درجہ کے ذی عزت صاحب کی بابت استفسار کیا تو اس نے کہا کہ یہ مرزا صاحب قادیانی ہیں۔ یہ سن کر میں نے رات کی گرم جوشی میں جو الفاظ ان آدمیوں سے سنے تھے وہ کہہ دیئے، تو تمام حاضرین مجلس نے شور و غل کیا اور ناراض ہو کر مجھے نکالنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس سے میں نے یقین کیا کہ یہ تمام آدمی جو مقرب ہیں وہی صاحب ہیں جو مرزا صاحب کو مسخ موعود سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔ خیر اتنے میں رسول کریم ﷺ نے بڑے حلم اور نرمی سے مجھ غریب کو بلایا اور بذریعہ ترجمان جو وعظ و نصیحت کی وہ بعینہ درج ذیل کرتا ہوں:

بزرگوں کو دشنام دینا بہت برا ہے۔ تم کسی بزرگ کو دشنام نہ دو۔ کیونکہ جس شخص کو تم باطل خیال کر کے از روئے تعصب کے گالی دیتے ہو وہ سچا میری طرح مرسل ہے، اور سچا مسخ موعود ہے جس کا گواہ وہی (قانون

اسلام ہے) جو کلام الہی سے موسوم ہے۔ آیات قرآن کے بموجب یہی مسیح موعود ہے۔ اگر لوگ اس کو برا جانتے ہیں تو کچھ بھی مضائقہ نہیں اس سے بھی بڑھ کر مجھ پر طعن و طغز ہوئی، اور انہی خطابوں کا مورد ہوا جس کے مرزا صاحب ہوتے ہیں، لیکن میں نے کچھ بھی پرواہ نہ کی اور اپنے دین کو کامل کر دیا۔ اب یہ شخص اپنے وعدے کے مطابق آیا ہے، لوگ اس کو نہ مانیں گے تو جہنم میں گرائے جائیں گے۔ اور میرے مقرب اور اللہ کے پیارے وہی شخص ہوں گے جو مرزا صاحب کے مقبول ہوں گے۔ اور ضرور ہے کہ تمام لوگ ان پر ایمان لا کر جنت کے مستحق ہوں گے۔ اور قریب ہے کہ خداوند کریم ان لوگوں پر جو ان کو برا خیال کرتے ہیں عذاب نازل کرے گا۔ اور وہ لوگ توبہ کریں گے اور انہی پر یقین لائیں گے۔

میرا یہ بیان حلیہ ہے جو میں نے دیکھا اور سنا لکھ دیا۔ میں مرزا صاحب کے مخالفین میں سے تھا۔ اب اس اشتہار کے ذریعہ توبہ کرتا ہوں وما علینا الا البلاغ

راقم: خاکسار محمد سید عالم۔ ایف۔ او۔ ایل۔ کلاس اور بیٹھل کالج لاہور متوطن لکھڑ ضلع گوجرانوالہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں، اس درخواست قادیانی کا جواب اور اس کے بناوٹی الہامات اور جھوٹے خوابوں کا (جس کی اشاعت وہ کر چکا ہے یا آئندہ کریگا) رد و ابطال ایسے مسلمہ اصول سے پیش کیا جاتا ہے جن میں اسے مجال مقال نہ ہو۔

جواب درخواست:

ہم خدا کے فضل و توفیق سے الہام کے مثبت ہیں اور اس کا اثبات دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نمبر ۱، ۱۱، جلد ۱ اشاعت السنہ میں بضمن ریویو براہین احمدیہ کر چکے ہیں جس پر آج تک ہم کو قیام و ثبات ہے (گو براہین کو ایک مدت سے، جب سے قادیانی اسلام سے مرتد ہو کر کفر کیلئے لگا ہے، مجموعہ خرافات و باطلات اور اس کے مندرجہ الہامات کو احتمالات شیطانیہ و گوز شتر جانتے ہیں اور ان کو اپنے اصول دلائل کا جو ریویو میں بیان کر چکے ہیں مورد محل نہیں سمجھتے)

ایسے ہی ہم روایا صالحہ (سچی خوابوں) کے قائل و مثبت ہیں۔ اور ان کا اثبات ہم بضمن خطبہ (یا لیکچر) جلد ۱، اشاعت السنہ میں کر چکے ہیں لیکن غیر نبی کو الہام یا روایا (خواب) کو ہم حجت شرعی نہیں جانتے۔ اور ان

کے ہر ایک الہام کو تلخیص الیسیس سے محفوظ نہیں سمجھتے۔ اور اس کی قبولیت کی یہ شرط لازم مانے ہوئے ہیں کہ وہ ظاہر دلائل شریعت کا مخالف نہ ہو اور اس کا مورد (صاحب الہام) متقی و پرہیزگار ہو، فاسق فاجر اور اخوان الشیاطین سے نہ ہو۔ اور اپنے اس اعتقاد اور تحقیق کو ہم اسی ریویو براہین احمدیہ میں صفحہ ۳۰۱ نمبر ۱۰ جلد ۷ میں صاف لکھ چکے ہیں۔

یہ اصول تو مسلم ہیں کہ

۱۔ ملہم (غیر نبی) اپنے سبھی الہامات میں معصوم نہیں ہوتا اس کے بعض الہامات میں تلخیص الیسیس کا امکان و احتمال ہے۔

۲۔ اور وہ خود بھی اپنے ہر ایک الہام پر (جب تک کہ ان کا مخالف شریعت نہ ہونا ثابت نہ کر لے) یقین کرنے کا شرعاً مجاز نہیں۔

۳۔ اور اس کا یقین (جو اس کو اپنے الہام پر خود بخود حاصل ہوتا ہے) شرعی حکم نہیں۔

۴۔ اور بناء علیہ، اس کا ہر ایک الہام خود اس کے حق میں بھی ایسی دلیل شرعی (جس پر اہل اسلام کا اتفاق ہو) نہیں ہے، چہ جائے کہ وہ اوروں کے حق میں دلیل شرعی قطعی واجب العمل ہو۔

ماہنامہ اشاعت السنہ نمبر ۵، ۶، جلد ۲ وغیرہ میں انہی اصول کی تائید و تسلیم کے متضمن عبارات احیاء العلوم، میزان کبریٰ، و فرقان وغیرہ منقول ہوئی ہیں، جن کی تسلیم سے ہم کو اب بھی انکار نہیں ہے۔

اور اس سے پہلے صفحہ اشاعت السنہ صفحہ ۲۸۳ نمبر ۹ جلد ۷ بدست آویز هل انتنکم علی من تنزل الشیاطین بیان کر چکے ہیں کہ جھوٹے اور بدکار شیطان کے ملہم ہوتے ہیں، نہ خدا کے۔ اور اس سے پہلے اشاعت السنہ جلد ۲ کے صفحہ ۱۵۲ میں جو ۹ء ۱۸۷ میں شائع ہوئے ہیں یہ بھی لکھ چکے ہیں:

امام غزالی جو بڑے کشفی والہامی مشہور ہیں جن کی عبارت مثبتہ الہام تائید سوال میں مسطور ہے اسی عبارت کے متصل جلد ۳، احیاء میں فرماتے ہیں:

بیان تسلط الشیطان علی القلب بالوسواس و معنی الوسوسة و سبب غلبها

ثم ضرب المقلب مثلاً مفاده تصویر دخول الوسواس الیه ثم ذکر مداخل

الوساوس اليه من الحواس الخمسة الظاهرة و القوى الباطنة من الشهوة و الغضب و غيرهما و فسر الوسوسة و الالهام و الملك و الشيطان و التوفيق و الخذلان. ثم قال و لما كان لا يخلوا قلب عن شهوة و غضب و حرص و طمع و طول امل الى غير ذلك من الصفات البشرية المنشعبة عن الهوى لا جرم لم يخل قلب عن ان يكون الشيطان فيه جولان بالوسوسة. و لذلك قال رسول الله ﷺ ما منكم من احد الا و له شيطان. قالوا و انت يا رسول الله. قال و انا الا ان الله اعانني عليه فاسلم فلا يامر. (احياء العلوم- ج ۳ ص ۱۶)

ترجمہ: دل پر شیطان کی سلطنت اور معنی وسوسہ اور اس کے غلبے کے سبب کا بیان۔

پھر امام غزالی نے دل کی ایک ایسی مثال جس میں وسوسے آنے کی صورت کا بیان ہے بتلائی۔ پھر وسوسہ کے راستوں کو ذکر کیا جو ظاہری حواس ہیں اور باطنی قوتیں جیسے شہوت و غضب و غیرہ و معنی وسوسہ والہام و فرشتہ و شیطان اور توفیق و خذلان کو بیان کیا۔ پھر کہا جب کوئی اہل شہوت و غضب و حرص و طمع، اور لمبی امید و غیرہ صفات بشریہ سے جو ہوائے نفسانی کی شاخیں ہیں، خالی نہ ہو، تو ضرور ہوا کہ کوئی دل اس بات سے خالی نہ ہو کہ شیطان کو اس میں وسوسہ کے ساتھ جولانی ہو۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے ساتھ شیطان نہ ہو۔ صحابہ نے کہا، آپ بھی ایسے ہیں۔ فرمایا، ہاں میں بھی ایسا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے شیطان پر غلبہ دے دیا ہے وہ میرے تابع ہو گیا ہے، مجھے بجز خیر کچھ نہیں کہتا۔

اور امام غزالیؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ شیطان کو عرش اور لوح محفوظ کی صورت بن جانے کی قدرت ہے جس کے مشاہدہ سے صاحب کشف یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے عرش یا لوح سے علم حاصل کیا ہے اور واقع میں وہ شیطان ہوتا ہے۔

ایسا ہی امام شعرانیؒ کہ وہ بھی بڑے صوفی والہامی مشہور ہیں اور مشاہدہ عین شریعت و دوزخ و بہشت کے اپنے ان آنکھوں سے مدعی اور کشف والہام کے بڑے بھاری معتقد میزان کبریٰ میں فرماتے ہیں:

فان قلت فلای شئی لم یوجب العلماء باللہ تعالیٰ العمل بما اخذہ العالم من طریق

الكشف مع كونه ملحقاتاً بالنصوص في الصحة عند بعضهم - فالجواب ليس عدم ايجاب العلماء وعمل بعلم الكشف من حيث ضعفها ونقصها عما اخذه العالم من طريق النقل الظاهر - و انما ذلك للاستغناء عن عدّه في الموجبات بصرائح ادلة الكتاب و السنّة عند القطع بصحته اى ذلك الكشف فانه حينئذ لا يكون الا موافقاً لها - اما عند عدم القطع بصحته فمن حيث عدم عصمته - الآخذ لذلك العلم فقد يكون دخله التلبيس من ابليس فانّ الله تعالى قد اقدر ابليس كما قال الغزالي على ان يقيم للمكاشف صورة المحل الذي يأخذ علمه منه من سماء او عرش او كرسي او قلم او لوح - فربما ظنّ المكاشف ان ذلك العلم عن الله تعالى فاخذ به فضلّ و اضلّ - فمن ههنا اوجبوا على المكاشف ان يعرض ما اخذه من العلم من طريق كشفه على الكتاب و السنّة قبل العمل به فان وافق فذلك و الا حرم عليه العمل به (ميزان كبرى ص ۱۳ - منقول از اشاعة السنه جلد ۲ ص ۱۰۴-۱۰۵)

ترجمہ: اگر تو سوال کرے کہ جس بات کو طریق کشف سے کوئی عالم حاصل کرتا ہے باوجودیکہ وہ بعضوں کے نزدیک حکم صحت میں نصوص (آیت یا حدیث) سے ملحق ہے، پھر اس پر عمل کرنے کو علماء نے کیوں واجب نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر عمل کرنے کو واجب نہ کہنا اس سبب سے نہیں کہ وہ ضعیف ہے، اور اس علم کی نسبت (جو علماء طریق ظاہری نقل سے اخذ کرتے ہیں) ناقص ہے، وہ تو فقط اس لئے کہ ہے کتاب و سنت کے ہوتے کشف کو (صحیح قطعی ہو) حجت و دلیل ٹھہرانے کی حاجت نہیں۔ اس لئے کہ وہ قطعی ہونے کی صورت میں کتاب و سنت کے موافق ہوگا، یعنی پھر اس کو حجت مستقل ٹھہرانے کا کیا فائدہ؟ اور اگر کشف کی صحت کا یقین نہ ہو اور اس جگہ ہے جہاں اس کے حاصل کرنے والے میں عصمت نہیں تو وہاں تلبیس ابلیس کا دخل ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ نے شیطان کو، چنانچہ غزالی وغیرہ نے کہا ہے، یہ قدرت دی ہے کہ وہ صاحب کشف کے سامنے اس کے محل کشف کی، جس سے وہ علم لیتا ہے، آسمان کی صورت بنا دے یا عرش کی یا کرسی کی یا قلم کی یا لوح محفوظ کی۔ پھر بسا اوقات صاحب کشف سمجھتا ہے کہ میں نے خدا سے علم حاصل کیا ہے، سو اس کو لے لیتا ہے۔ پس آپ

بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اسی جگہ سے علماء نے صاحب کشف پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنی اس بات کو جو طریق کشف سے لیتا ہے عمل کرنے سے پہلے قرآن وحدیث پر پیش کرے پس اگر موافق پاوے تو اس پر عمل کرے ورنہ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

اور قادیانی صاحب بھی ہمارے ان اصول کو مان چکے ہیں اور ہمارے اس ریویو کو (جس میں یہ اصول بتائے ہیں) اپنا مؤید سمجھ کر سر اور آنکھوں پر رکھ چکے ہیں اور ہم کو خوب یاد ہے کہ جب یہ ریویو شائع ہوا ہے، تو انہوں نے منشی الہی بخش اکونٹ کی معرفت ہمارے پاس ۵۰ روپے بھجوا کر یہ لکھا تھا کہ اس ۵۰ روپے کے عوض اشاعت السنہ کے وہ نمبر جن میں یہ ریویو درج ہے لوگوں کو مفت تقسیم کئے جائیں اور ہم نے اس روپے کے عوض لودہانہ میں معرفت آپ کے سابق حواری میر عباس علی صوفی کے (جو آخر آپ کی مکاری دیکھ کر آپ سے مخرف ہو گئے اور تابہ ہو کر اس دارفانی سے کوچ کر گئے ہیں) اور دیگر مقامات میں وہ رسائل مفت تقسیم کئے گئے۔

اور طرفہ یہ کہ ہم نے تو غیر نبی کے الہامات کو محتمل تلبیس ابلیس قرار دے کر ان کی شرعی حجت سے انکار کیا ہے، قادیانی نے اپنی ذات کے سوا اور نبیوں کے الہامات کو بھی محل دخل و تلبیس ابلیس قرار دیا ہے چنانچہ ازالہ اوہام (ص ۶۲۸-۶۲۹) میں قادیانی نے لکھا ہے:

یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اس کی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته .. الخ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ دیکھو خط دوم قرنتیان باب ۱۱، آیت ۱۴۔ اور مجموعہ تورات میں سے سلاطین اول، باب ۲۲ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبیوں نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے۔ اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ سب اس کا یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح سے تھا۔ نوری فرشتے کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی الہام سمجھ لیا تھا۔

ایسا ہی ہم غیر نبی کے خوابوں کو محتمل تلبیس ابلیس جانتے ہیں اور اپنے مضمون خطبہ (یا لیکچر) میں

اشاعت السنہ کی جلد ۷ میں لکھ چکے ہیں کہ خوابیں پانچ قسم ہوتی ہیں جن میں صرف ایک قسم الہام الہی ہوتا ہے (جو رو یا صلحہ اور بشرات کہلاتے ہیں) باقی چار قسم غیر الہامی ہیں جن میں ایک شیطانی و سوسہ بھی ہے۔ اس بات کے تسلیم کرنے سے بھی قادیانی کو انکار نہیں ہے۔ اور جب کہ غیر نبی کے الہاموں اور خوابوں کا یہ حال ہے اسی وجہ سے علماء اسلام نے غیر نبی کے الہامات اور خوابوں کے قبول کرنے کے لئے علاوہ اور شروط کے ایک شرط لگادی ہے کہ وہ صریح احکام مستفاد کتاب و سنت مخالف نہ ہوں جس کی تسلیم میں قادیانی کو بھی بظاہر کوئی عذر نہیں ہے، تو اب ہم درخواست قادیانی کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ کے اور آپ کے معتقدات کی نسبت جو خواب یا کشف یا الہام کسی شخص کو ہوا ہے یا آئندہ ہو سکتا ہے اور ہوگا، وہ دو حال سے خالی نہ ہوگا۔

- ۱۔ یا تو وہ خواب یا کشف یا الہام آپ کا مؤید اور آپ کے معتقدات و خیالات کا مصدق ہوگا۔
- ۲۔ اور یا ایسا ہوگا کہ وہ آپ کا مخالف اور آپ کے اعتقادات کی تکذیب کرتا ہوگا۔

پس اگر وہ خواب یا الہام یا کشف قسم دوم سے نکلا تو وہ آپ کے حق میں مفید نہ ہوگا۔ پھر اس حیلہ سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اور اگر وہ قسم دوم سے نکلا، اور اس سے یہ مفہوم اور ثابت ہوا کہ آپ سچے رسول اور مسیح موعود اور مہدی مسعود (جیسا کہ آپ کے متمسکات تلاش مذکورہ میں پایا جاتا ہے) اور آپ کے مقالات و معتقدات حق ہیں تو اس صورت میں وہ خواب یا الہام ظاہر آیات و احادیث کا مخالف قرار پائے گا کیونکہ آپ کے یہ دعویٰ باطلہ و عقائدہ فاسدہ کہ میں مسیح موعود ہوں اور مہدی مسعود اور نبی اور مرسل ہوں وغیرہ صریح آیات قرآن و احادیث نبویہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ فتویٰ علماء ہندوستان و پنجاب میں ثابت ہو چکا ہے، اور اس وجہ سے وہ خواب یا الہام بحکم مسلمات فریقین لائق دستاویز و سند نہ ہوگا۔ بلکہ بحکم اصول مسلمہ فریقین وہ و سوسہ شیطانی سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں اس خواب یا الہام سے تمسک کرنا نہ صرف آپ کیلئے غیر مفید بلکہ گمراہی و ضلالت تصور کیا جائے گا، اور اس کی طرف رجوع کرنا ایسا ہوگا جیسا کوئی مسلمان کہلا کر شراب یا خنزیر کو حلال کہہ دے یا نماز روزہ باطل کر کے اس کے ثبوت و تائید کیلئے اپنے یا کسی دوسرے ملحد کے خواب یا الہام پیش کرے، اور یہ دعویٰ کرے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے (نعوذ باللہ) فرمایا ہے کہ شراب مباح اور خنزیر حلال طیب ہے۔ اور نماز روزہ و اہیات حرکات ہیں، جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرتا

- اور اس شخص کو جو احکام مذکورہ کے مقابلہ میں اپنا خواب پیش کرے ملحد زندیق باطنی کا خطاب دیا جاتا۔ اور جو شخص ایسے شخص ملحد کے خوابوں یا الہاموں کو قبول کر لیتا ہے اور اس کو دلیل شرعی سمجھ لیتا ہے وہ شریعت کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے دین کو کھو بیٹھتا ہے.... ڈاڑھی منڈے اور بھنگ نوش فقیر ایسے دلائل پیش کرتے ہیں اور جاہل عوام اور احکام شریعت سے بے خبران کے قابو میں آجاتے ہیں۔

قادیانی بھی اب چاہتا ہے کہ لوگ قرآن اور حدیث وغیرہ دلائل شرعیہ کو طاق میں رکھ دیں اور میری جھوٹی خوابوں اور مصنوعی الہاموں کی پیروی اختیار کر کے میری طرح ملحد ہریہ بن جاویں۔ لہذا خواص علماء کو چاہیے کہ اس کے دھوکے میں آکر خوابوں یا ایسے الہاموں کی طرف رجوع نہ کریں اور اس دجال کو جال کے پھیلانے کا موقعہ نہ دیں۔ مجھے اس وقت ایک نقل یاد آئی جو میں نے اس سے تیس برس پہلے زمانہ طالب علمی میں شیخنا شیخ الکلبی و شیخ العرب والجمہ شمس العلماء وزین الفقہاء حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی سے سنی تھی کہ دہلی میں ایک جاہل صوفی شراب پیا کرتا تھا اور ایک محدث مولوی (مگر بھولے، جو صوفی بھی کہلاتے تھے) ان کو منع کیا کرتے تھے۔ جب وہ اس کو منع کرتے تو وہ کہتا کہ آؤ ہم تم مراقبہ میں بیٹھیں۔ اور اس مراقبہ میں آنحضرت ﷺ کی حضوری ہو تو آپ ﷺ سے حکم شراب، حلت و حرمت پوچھ لیں۔ صوفی محدث (اپنے بھولا پن سے) اس کے دام میں آگئے اور اس کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت کے نام سے جو غالباً شیطان ہوگا مشاہدہ میں آیا اور وہ کہتا ہے، اشراب، یعنی شراب پیا کر۔ اس پر جاہل صوفی غالب ہوا اور محدث صوفی مغلوب ہوئے۔ مگر پھر وہ بہت روئے اور خدا کی جناب میں گر گڑا کر دعا مانگ کر دوبارہ اس جاہل صوفی کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھے، تو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا: لا تشرب۔ یعنی شراب نہ پیو۔ تب وہ محدث صوفی غالب ہوئے اور جاہل صوفی مغلوب۔

خاکسار اور ایک محقق و مبصر کے نزدیک محدث صوفی کی وہ غلطی اور بھولا پن تھا کہ وہ شراب کی حلت و حرمت پوچھنے کیلئے قرآن کو چھوڑ کر مراقبہ اور اپنے الہاموں کی طرف متوجہ ہوئے جس میں پہلی دفعہ مغلوب ہو گئے۔ اور اگر وہ دوسری دفعہ غالب نہ ہوتے تو اس حکم شریعت حرمت خمر کو جاہلوں کی کی نظروں سے کھو بیٹھتے۔ ایسا ہی جو شخص قادیانی کے دام میں پھنس کر اس کے عقاید کفریہ و مقالات بدعیہ کو پرکھنے کیلئے کتاب و

سنت کو چھوڑ کر خوابوں کی طرف رجوع کرے گا وہ دین کو کھو بیٹھے گا اور مرزا قادیانی کی طرح دہریہ و ملحد بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس درخواست کے جواب میں، خوابوں کی طرف رجوع کرنے کو جائز نہیں رکھا اور نہ اپنے اور دوسرے دوستوں اور اکابر کی خوابوں کو اس کے مقابلہ میں پیش کیا۔ ورنہ ہمارے پاس اپنی اور اپنے دوستوں اور بزرگوں کے ایسے خواب اور الہامات اور مکاشفات موجود ہیں جن میں قادیانی کا حال ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ ملحد اور گمراہ ہے۔

میں نے دو دفعہ خواب میں اس کو بری حالت میں دیکھا۔ ایک دفعہ مسخ شدہ صورت (بندر کی صورت میں جس کو اشاعت السنہ کے کسی پرچے میں بیان بھی کر دیا تھا) دوسری دفعہ داڑھی منڈے فقیر کی صورت میں۔ میرے بڑے بھائی شیخ محمد علی نے خواب میں اس کو بھالو (ریچھ) کی صورت میں دیکھا۔ اور توکل شاہ مرحوم ساکن انبالہ نے ان کو اس خواب کی ایسی تعبیر بتائی جس سے معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔

مولوی عبدالرحمن مرحوم صوفی ساکن لکھنؤ کے ضلع فیروز پور کو کئی دفعہ قادیانی اور اس کے اتباع کی نسبت الہامات ہوئے کہ: وہ جھوٹا ہے؛ شیطان اس کو دھوکہ دیتا ہے؛ جس کا شیطان ہم نشین ہے براہمنشین ہے؛ وہ میری آیات اور رسولوں سے ہنسی کرتا ہے وغیرہ۔ ان کے یہ الہامات رسالہ ایقاظ (یعنی سوانح عمری مولوی محی الدین عبد الرحمن لکھنوی از خدائیش واعظ۔ بہاء) کے صفحہ ۲۲ میں منقول ہیں۔ ان کے حق میں ان الہامات کو قادیانی نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں نقل کیا اور پھر ان کے جواب میں کہا ہے کہ یہ شیطانی الہامات ہیں اور اس کے ثبوت میں وہ من گھڑیٹھکوسلہ بیان کیا ہے جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲۹ میں درج ہے۔

ہانسی حصار میں ایک مجذوب شاہ سیف الرحمن نام رہتے ہیں انہوں نے قادیانی کی نسبت حالت جذب میں ایسے کلمات فرمائے ہوئے ہیں جس سے اس کا گمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میرا احمد شاہ سکرٹری میونسپل کمیٹی لدھیانہ ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

حامداً ومصلياً: مجھے ماہ جون گزشتہ میں حصار جانے کا اتفاق ہوا وہاں میرے ایک دوست غلام حسین صاحب جمعدار بندوبست ہیں، میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہاں پر کوئی شخص بزرگ بابرکت ہوں تو مجھے ان کی خدمت میں لے چلو۔ صاحب موصوف نے فرمایا: ایک صاحب شاہ سیف الرحمن صاحب مجذوب ہیں

اور جذبہ کی حالت میں خود بخود بہت سی باتیں کیا کرتے ہیں اور ان کے سامنے اظہار حال کی کچھ ضرورت نہیں جو دریافت کرنا ہوا اپنے دل میں رکھیں وہ خود بخود ان کی گفتگو میں جو مخلوط ہوتی بیان کر جاتے ہیں اور صرف سائل ہی جو بات اس کے متعلق ہوتی ہے سمجھ جاتا ہے۔ میں اور وہ دونوں شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور شاہ صاحب اس وقت کچھ باتیں مقدمات کی کر رہے تھے۔ میں نے بیٹھتے ہی اپنے دل میں خیال کیا کہ مرزا صاحب قادیانی کا شور و غل کیا ہے۔ اکثر لوگ اور علماء ان کو اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جانتے، مگر اصلیت کیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ضمن گفتگو میں فرمانے لگے کہ ایک تو انگریزوں کا عیسیٰ بن گیا اور ایک چوہڑوں کا پیر بن گیا۔ اس کے بعد الفاظ سخت فرمائے اور نہایت غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور ایک حجرے میں چلے گئے...

لمن الملك اليوم لله الواحد القهار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پڑھ کر پھر غصہ کے لفظ فرماتے۔ میں ایسی حالت چھوڑ کر اپنے دوست کے ساتھ آ گیا اور راستہ میں میرے دوست نے دریافت کیا کہ تم نے کیا بات سوچی تھی کہ شاہ صاحب ایسا غصہ ظاہر فرماتے تھے۔ میں نے جب قصہ سنایا تو کہنے لگے کہ انگریزوں کا عیسیٰ وغیرہ جو الفاظ کہے میں نہیں سمجھتا تھا۔ نہ سمجھنے کی وہ وجہ ہوئی کہ میں نے جاتے وقت راستہ میں ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ... کوئی مضمون مرزا صاحب کے لئے متعین ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل دل لوگوں کے نزدیک مرزا صاحب کا دعویٰ غلط و محض بے بنیاد ہے اور شاہ صاحب کی یہ ایک نئی بات نہیں ہے میں نے اور بھی بہت سی باتیں ان کی حصار میں سنی ہیں جن سب کو اپنے اس واقعہ چشم دید کی جہت سے سچ اور بلا شائبہ ریب سمجھتا ہوں۔ مجھے اطمینان کلی ہے اور حاجت تفصیل نہیں جو صاحب شک کریں خود حصار جا کر جو بہت دور نہیں ریل موجود ہے مشرف زیارت ہو کر خود تجربہ کر لیں۔ اچھے لوگ باوجود لائق ہونے کے مرزا صاحب جیسا دعویٰ نہیں کیا کرتے اور پھر ایسے دعوے جو متقدمین و متاخرین سب کے مخالف ہیں۔

راقم احمد شاہ لودھانوی۔ ۱۴ جنوری ۱۸۹۲ء (۱۸۹۳ء)

قادیانی کے متمسکہ دونوں بناوٹی الہام اور تیسری جھوٹی خواب کا ردّ و ابطال

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں: دونوں الہام اور تیسرا خواب جو قادیانی نے مشہور کئے ہیں باوجودیکہ ان کا ناقابل اعتبار ہونا جواب درخواست سے ثابت ہو چکا ہے، اس وجہ سے بھی باطل اور واجب الردّ ہیں کہ یہ تینوں محض من گھڑت ڈھکوسلے ہیں۔ دونوں الہام حضرت قادیانی کے اپنے من گھڑت ہیں اور خواب ان کے حواریوں کی بناوٹ، ومعہذا ان کے مضامین ظاہر شریعت (کتاب و سنت) اور واقعہ کے مخالف ہیں۔ اس خواب کو تو خود صاحب خواب (محمد سید عالم) نے بعض حواریان قادیانی کا افتراء قرار دیا ہے اور اس مضمون کے متعدد اشتہارات شائع کر دیئے ہیں۔ اور ۴۔ جولائی ۱۸۹۷ء کو وہ خاکسار کی فرودگاہ لاہور میں آئے اور خاکسار کے سامنے اس خواب کو جھٹلایا اور اس کی تکذیب میں بقلم خود ایک پرچہ لکھ کر خاکسار کے حوالہ کیا جو ذیل میں منقول ہے:-

میں نے ایک جلسہ اعظم میں اس حلیہ کا ایک آدمی دیکھا جس کے ہونٹ موٹے رنگ گندمی چہرہ پر چچک کے داغ آنکھیں موٹی سر پر کلہ کی دہاری کا نشان خشنے بال سیاہ و سفید اس کے پاس مرزا قادیانی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ حلیہ بالا والا آدمی کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ہیں۔ میں نے مرزا کی نسبت کہا، ایسا مردود، کافر، دجال، ملعون، حضرت کا مقرب کیونکر ہو گیا۔

اس پر تمام نے شور و غل کیا، تا اس شخص نے مجھے اپنے پاس بلایا، اور کہا کہ بزرگوں کو گالی دینا برا ہے۔ جو شخص بزرگوں کو برا جانتا ہے جہنمی ہوتا ہے۔ میں نے یہ واقعہ بذریعہ خط مرزا قادیانی کو لکھا۔ اس نے وہ خط اپنے مریدوں کے پاس بھیجا۔ وہ خط مجھے دیکھا یا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس خط کو چھپو ادیں۔ میں نے کہا چھپو دو۔ انہوں نے دوسرے دن مجھے دستخط کرنے کو بلایا۔ اور انہوں نے کہا کہ وہ خط تو تاج الدین کے مکان میں گم ہو گیا ہے، تم دستخط کر دو، ہم کو وہ مضمون یاد ہے، ہم لکھ لیں گے۔ انہوں نے ایک اور رویا صادقہ کی عبارت لکھ کر کہا میری طبیعت کچھ خراب ہے آپ دستخط کر جائیں ہم لکھ لیں گے۔ میں نے دستخط کر دیئے اور انہوں نے از

جانب خود ایک مضمون روئے صادق بنا کر شائع کر دیا۔ اور اس میں مرسل اور مسجوع کا لفظ اپنی طرف سے لگا لیا اور اس زیادتی کا وہ اقرار کر چکے ہیں۔ اور رشوت دینے کا بھی اظہار کیا، جو ان کی کلام سے صاف پایا جاتا ہے۔

محمد سید عالم - ایف - او - ایل - اور نیشنل کالج لاہور

اس سے پہلے وہ یکم جولائی ۱۸۹۷ء ایک اشتہار چھاپ چکے ہیں جس کی نقل یہ ہے۔

میری طرف سے ایک روئے صادق کے نام سے اشتہار... جون ۱۸۹۷ء کو شائع کیا ہے وہ فی نفسہ میری طرف سے نہیں ہے۔ میں خدائے وحدہ لا شریک کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میرا یہ خواب جو ایک خیالی دوسوسہ تھا، وہ روئے صادق کے نام سے محض بدینتی و شرمناک فائدہ اٹھانے کی غرض سے اپنے پاس سے چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔ افتراء باندھنے والوں اور جھوٹ پھیلانے والوں پر خدائے جل شانہ کا قہر نازل ہو مجھ سے حضرت ختمی مرتبت (ﷺ) نے مرزا کو ہرگز ہرگز مرسل نہیں کہا۔ وہ حضرت خود ختم الرسل و ختم النبی ہیں۔ میری اصل عبارت یہ ہے جو اس اشتہار میں لکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنی عمر میں روئے صادق کے معنی بھی ابھی سنے ہیں۔ میری عمر اس وقت سترہ سال کی ہے۔ اس عمر کے لڑکے سے اپنی تصدیق کرانی دنیا کو دھوکے میں ڈالنا ہے۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک بڑی ہلاکت سے بچا لیا اور میری گردن پر خلق خدا کو دھوکہ ڈالنے کا بوجھ نہ رہنے دیا۔ اے خدا تو مجھ سے میرے اس گناہ عظیم کی پاداش سے معاف کر اور میری عاقبت کو بخیر کر تو گواہ رہنا کہ میں اشتہار کے ذریعے تیری جناب میں اپنے اس گناہ کے متعلق اشتہار کر کے تمام مسلمانوں کی آگاہی کیلئے اپنا مافی الضمیر شائع کرتا ہوں۔ میرے وہ مسلمان بھائی جنہیں میرے اسم فرضی سابقہ اشتہار نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے، اس اشتہار پر بالکل خیال نہ فرماویں اور محض بالکل باطل ہے۔ وقل جاء الحق و

زهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً

الراقم محمد سید عالم ایف او ایل کلاس اور نیشنل کالج لاہور

متوطن لکھنؤ ضلع گوجرانوالہ مورخہ یکم جولائی ۱۸۹۷ء

اور اس سے پہلے ۳۰ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار انہوں نے اور چھاپ کر منتشر کیا جس کی نقل یہ ہے:

دھوکے کا انجام رسوائی

میں چند جملے ۱۹ جون کے جعلی اشتہار پر جو برائے نام میرے نام پر مشتمل ہوا ہے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اور تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں خصوصاً علمائے دین سے اور وہ عرض یہ ہے کہ روئے صادق کے معنی مجھے ابھی تک معلوم نہیں جو اشتہار میں لکھے گئے ہیں، اور مرسل کا لفظ مرزا صاحب کا اپنا فخر ہے، مسیح موعود کا لفظ انہوں نے اپنے دعویٰ کی تصحیح کے لئے مشتمل کیا ہے، ورنہ میرا خواب جو اصل تھا وہ بے شبہ و شک مؤثر تھا اور اگر وہ بعینہ وہی چھپتا تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس کا اثر اس جعلی اشتہار سے زیادہ ہوتا اور اس سچی خواب کا یقین بھی ان کی نماز شریف نے جو ہمارے مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہے باطل کیا ہے۔ میں جمعہ کے دن جعلی خواب کے مشتمل ہونے پر شاہی مسجد میں تمام اہل اسلام کے روبرو مرزائیوں کی قلعی کھولوں گا اور اپنا حال بیان کرونگا۔ سب اہل اسلام سے درخواست ہے کہ شاہی مسجد میں ضرور تشریف لائیں۔

راقم محمد سعید عالم ایف او ایل کلاس اور سینٹریل کالج لاہور متوطن لکھنؤ ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۳۰ جون ۱۸۹۷ء

اس جعلی خواب کی تکذیب پیسہ اخبار لاہور، وچودھویں صدی راولپنڈی میں بھی ہو گئی ہے۔ چودھویں صدی کی عبارت صفحہ ۸۸ نمبر ۶ جلد ہذا میں نقل ہو چکی ہے اس میں پیسہ اخبار کا بھی حوالہ ہے۔ اخبار جعفر زٹلی لاہور مطبوعہ ۱۰ جولائی ۱۸۹۷ء میں اس واقعہ حیرت انگیز کی نسبت ایک مفصل مضمون چھپا ہے اس مقام میں اس کا خلاصہ بھی نقل کرنا مناسب ہے۔

ہمارے الہاموں کی سچائی اور قادیانی کی رسوائی

میں نے کشفی طور پر ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کی رات کو دیکھا تھا کہ قادیانی ہمارے سچے الہاموں سے اطلاع پا کر ہم غم ورنج و الم میں مبتلا ہو کر اپنی جو روکے آگے رو کر ہاتھ باندھ کر کچھ عرض معروض کر رہا ہے اور اپنی بے وقوفی اور بے دینی سے یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح خدا کے سچے الہاموں کو وقوع میں آنے سے روک دے۔ اور ہم کو خدا نے مامور کیا ہے کہ ہم خدا کے سچے الہاموں کو اس کی مخلوق کے سامنے پیش کر کے اس کے

فرائض سے سبک دوش ہوں۔ منجملہ ان سچے الہاموں اور کشفوں کے ایک یہ بھی ہمارا الہام تھا کہ خداوند تعالیٰ نے قادیانی کی نسبت ارادہ فرمایا ہے کہ اسکا منہ کالا اسی کے مریدوں کے ہاتھوں سے کرے۔ چنانچہ وہ الہام یہ تھا:

اے قادیانی کم بخت دیکھ ہم جلدی ملا محمد بخش کے سچے الہاموں کو پورا کر کے تیرا منہ تیرے ہی مریدوں کے ہاتھوں سے کراویں گے۔

جس شخص کو ہمارے اس الہام کی نسبت کچھ شک ہو وہ ہمارے مشتہرہ الہاموں مورخہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء کے پرچہ کو جو ڈائمنڈ جوبلی کی یادگار کے نام سے موسوم ہو کر چھاپا گیا تھا اس کا صفحہ دوم سطر ۲۰ ملاحظہ کر کے تسلی کر سکتا ہے۔ اب وہ الہام کہ قادیانی کا منہ کالا اس کے مریدوں کے ہاتھوں سے ہو جاوے گا بعون ایزد متعال ۲ جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ پورا ہوا یعنی قادیانی کا منہ کالا اس کے مریدوں کے ہاتھوں سے ہو گیا۔ تفصیل اجمال کی یہ ہے کہ قادیانی کے مریدوں نے ایک بناوٹی اشتہار موسومہ برویاء صادقہ ایک غریب طالب العلم مسمی سید عالم ایف او ایل کلاس اور ٹیچل کالج لاہور متوطن لکھڑ ضلع گوجرانوالہ تاریخ مدارک کے نام سے مشتہر کیا، جس کا لب لباب یہ ہے کہ اس طالب علم کو گویا خواب میں زیارت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوئی کہ حضور پر نور ایک مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور ان کے دوسرے مرتبہ پر ایک شخص بیٹھا تھا جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی ہے اور میری طرح یہ بھی مرسل ہے اور سچا مسیح موعود ہے، جو اس کی نہ مانے گا وہ جہنم میں گرایا جائے گا وغیرہ۔ چنانچہ وہ بناوٹی اشتہار اپنی ہی گرہ سے چند پیسے خرچ کر کے چھپوا کر جا بجا شہر لاہور اور اس کے مضافات میں تقسیم کر دیئے گئے۔ جب کہ یہ بناوٹی اشتہار سید عالم طالب علم کی نظر سے گذرا تو اس نے فی الفور ۳ جون ۱۸۹۷ء کو بذریعہ اشتہار، بنام دھوکے کا انجام رسوائی، چھپوا کر عوام الناس کو مطلع کیا کہ ۲۰ جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ جامع مسجد میں تمام حاضرین اہل اسلام اور علمائے دین کے سامنے اصل واقعہ کو پیش کر کے مرزائیوں کی قلعی کھول کر اپنی سرخروئی حاصل کرے گا امید ہے کہ سب مسلمان جامع مسجد میں تشریف لا کر صدق دل سے اصل واقعات کو سن کر مرزا قادیانی کی جعل سازی پر لاکھ نفرین کریں گے۔ چنانچہ تاریخ مقررہ بالا پر جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ سب سے پہلے محمد حفیظ صاحب سالم نے خوب مؤثر تقریر کی جس

پر تمام حاضرین اہل اسلام نے تحسین و آفرین کی۔ پھر اسی مجمع میں سید عالم کی طرف سے بیان کیا گیا کہ اصل واقعہ خواب کا اس طرح پر ہے کہ میں ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو بازار سید مٹھ میں جا رہا تھا کہ ایک خربوزہ فروش کی دکان پر چند اشخاص سرسید احمد صاحب کو اور مرزا قادیانی کو برا کہہ رہے تھے چونکہ میں بھی کچھ کچھ قادیانی کے برخلاف تھا، ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ اسی اثنا میں ایک شخص وہاں سے گذرا اور کہنے لگا کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہیے۔ رات کو بھی یہی خیال شاید میرے دماغ میں رہا اور اسی طرح میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں خربوزہ فروش کی دکان پر مرزا کی بابت کچھ گفتگو کر رہا ہوں اور ایک شخص جس کا حلیہ ہے چیچک کے داغ، سر کے بال انگریزی فیشن پر کٹے ہوئے، سر پر کلاہ رکھنے کی علامت ایک گول دھاری، حبشیوں کی طرح ہونٹ بڑے بڑے، داڑھی کے بال سیاہ و سفید، مجھے کہتا ہے کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہیے۔

اس خواب میں آنحضرت ﷺ کا جو حلیہ بتایا گیا ہے یہ واقعہ کے برخلاف ہے۔ یہ حلیہ کسی مرزائی شیطان کا ہے، نہ رسول رحمن کا۔ یہ حلیہ بتا رہا ہے کہ اصل خواب بھی شیطانی ہے نہ رحمانی اور اس پر حواریان قادیانی کی جعل سازی اور افتراء پر دازی طرہ پر طرہ ہوئی۔

اس خواب میں ان حضرات کی جعل سازی و افتراء پر دازی ناظرین کو ثابت ہوئی تو اسی سے ان دونوں الہاموں کے افتراء ہونے کا یقین کر سکتے ہیں۔ بایں ہمہ ہم ان کے وجوہات ہونے کے جداگانہ بیان کرتے ہیں:

پہلے الہام کے افتراء ہونے کی وجوہات

اول: اس اشتہار کے مشتہر فتح محمد پوسٹ ماسٹر کے حقیقی خالو (باباموں) منشی امام بخش سابق منشی ریاست بہاولپور نے.. اس اشتہار کو دیکھا تو اس کو صاف اور کھلے الفاظ میں رد کیا اور کہا کہ یہ محض افتراء ہے اور اپنے بھانجے فتح محمد کے حق میں ایسے الفاظ کہے جس کو ہم اس مقام میں نقل نہیں کر سکتے۔

دوم: اس اشتہار کا مشتہر فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ مرزا قادیانی کے خاص مریدوں اور حواریوں سے

ہے۔ قادیانی نے اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام مشتہر کیا ہوا ہے۔ آخری فہرست جلسہ جوہلی کا چندہ دینے والوں کی فہرست میں بھی اس کا نام موجود ہے اور اس کی دیانت و امانت کا حال یہ ہے کہ ۱۸۸۹ء سے قیمت اشاعت السنہ کی چار روپے اس کے ذمہ ہے۔ بارہا بیرنگ خطوں کے ذریعہ مطالبہ ہوا، نہ قیمت ادا کی نہ پرچے واپس کئے باوجود یکہ واپسی کا وعدہ بھی کیا۔ اس وقت اس کے تین خط ہمارے پاس موجود ہیں۔ ایک میں قیمت کی تفصیل سے تصحیح کراتا ہے، دو میں واپسی پرچوں کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر اب تک نہ پرچے واپس کئے، نہ روپہ ارسال کیا۔ اب اہل انصاف، انصاف کریں کہ ایسے خداترس اور راست باز کی روایت کا جس کو وہ اپنی ہمیشہ سے نقل کرتا ہے کیا اعتبار ہے؟

وجہ سوم: اس الہام کی عربی عبارات غلط و بے معنی ہیں۔ فقرہ نمبر ۲ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ فقرہ نمبر ۵، و ۶ میں صادقاً و مفعو لا کی دوزبری غلط و بے وجہ ہیں۔ فقرہ عباد اللہ و جہکم .. الخ بے معنی ہے آخری فقرہ جو آیت قرآن سے پہلے ہے، غلط و بے معنی ہے۔

وجہ چہارم: اس الہام کی عبارت اردو عربی صاف ناطق و شاہد ہیں کہ یہ قادیانی کی عبارات ہیں جو شخص قادیانی کی عبارات اردو عربی میں نظر رکھتا ہوگا وہ اس اشتہار کی عبارات کو پڑھ کر فوراً شہادت دے گا کہ یہ اسی کی عبارات، اسی کی طبع زاد ایجاد ہیں نہ کسی اور کی۔

دوسرے الہام کے من گھڑت ہونے کی وجوہ

دوسرا الہام بھی قادیانی کا من گھڑت ہے اور وجہ چہارم مجملہ و جوہات مذکورہ اس پر کافی دلیل ہے۔ یہ تک بندی اور منشیانہ عبارت آرائی جو اس اشتہار میں پائی جاتی ہے، ایک مجذوب سے ہرگز ممکن و متصور نہیں جو مدعی خلاف ہووہ ہم کو ایسی کوئی ایک بھی نظیر دنیا میں بتا دے کہ ایک شخص مجذوب ہو اور پھر وہ ایسی تک بندی و انشا پر دازی کرے۔ مجذوب تو بڑا ماریا کرتے ہیں کوئی کلمہ کیسا ان کے منہ سے نکل جاتا ہے کوئی کیسا۔ اور اس سے کچھ کچھ مطلب نکال لیتے ہیں۔ ایسا مجذوب کوئی کسی نہ دیکھا اور نہ سنا ہوگا کہ ایک تحریر بعنوان اشتہار

واجب الاظہار لکھ کر اور اس میں پوری فقرہ بندی و انشا پردازی عمل میں لا کر اور کسی شخص کے حق میں آداب عربی کے مطابق (جیسے مرزا صاحب وغیرہ) الفاظ استعمال کر کے اخیر میں بذیل لفظ مشتہر اپنا نام و پتہ و تاریخ و سنہ انگریزی وغیرہ پورے قاعدہ سے لکھ کر اسی شخص کے پاس چھاپنے کے لئے بھیج دے۔ کیا یہ مجذوبوں کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہے؟ کہیں نہیں ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں کہ یہ مضمون لکھ کر ہم کو شملہ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک صاحب بابو اللہ بخش نامی سے جو محکمہ آب و ہوا کے ہیڈ کلرک ہیں اور وہ میاں فقیر محمد سیالکوٹی کے خاص مرید ہیں، اس اشتہار کا ذکر آیا۔ انہوں نے اس کو صاف اور صریح الفاظ سے جھوٹا قرار دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارے مرشد ایک یا دو سال سے مجذوب نہیں رہے، سالک ہیں۔ اور ایک دوست ساکن جھنگ نے جو اسی محکمہ میں ملازم ہیں خاکسار کے پاس یہ ذکر کیا کہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میاں فقیر محمد شملہ میں بابو اللہ بخش کے پاس آئے تھے اور وہ ہوش و افاقہ میں تھے۔ اسی دوست کے ذریعہ سے ہمارا یہ مضمون بابو اللہ بخش صاحب نے دیکھا اور پڑھا، تو اس کو پسند کیا۔

ان کے بیان سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام شیطانی من گھڑت قادیانی ہے جس کو اس نے فقیر صاحب کے نام سے چھپوایا ہے مجذوب کا یہ کام نہیں کہ ایسی انشا پردازی کرے۔ اور اس کو اشاعت کے لئے حسب دستور عقلاؤ و کلاء پر لیس میں بھیج دیں۔ قطع نظر اس سے الہام کا مضمون خلاف شریعت، جو خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ یہ قادیانی ہی کا مضمون ہے جن کو کفر و اسلام کی کچھ پرواہ نہیں۔

ایک بات اس اشتہار میں خلاف شریعت یہ لکھی ہے کہ میں نے فلاں فلاں ارواح سے جو، چودہ طبق کی خبر رکھتے ہیں، الہام پایا ہے۔ شریعت کی رو سے سچا الہام خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور اگر اس میں کوئی واسطہ ہوتا ہے تو وہ فرشتہ کا ہوتا ہے اور جھوٹا الہام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ خدمت الہام کرنے کی صالحین اور بزرگوں کو سپرد نہیں ہے اور نہ صالحین میں سے ایسا کوئی شخص ہے جس کو وہ چودہ طبق (ساتوں زمین ساتوں آسمان) کے جملہ امور کی خبر ہے۔ یہ علم محیط خدا تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔

دوسری بات خلاف شریعت اس میں یہ لکھی ہے کہ مرزا صاحب رسول مقبول کی دستار مبارک ہیں

جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے سرتاج ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی صریح توہین اور کفر ہے۔ آنحضرت ﷺ تو تمام دنیا کے سردار ہیں۔ اور مرزا صاحب بحکم اس خبیث والہام شیطانی کے ملہم کے آنحضرت ﷺ کے سرتاج ہوئے، تو گویا سب نبیوں کے سرتاج ٹھہرے۔ اس سے بڑھ کر تو ہین انبیاء اور کفر معلوم نہیں اور کیا ہوگا؟

تیسری بات اس میں واقعہ کے برخلاف یہ لکھی ہے کہ رافضی و نصاری پیدا ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو بھیجا۔ اس الہام کے ملہم کو اتنی خبر نہیں کہ نصاری کب سے پیدا ہوئے اور رافضی کب سے ہیں، اور مرزا دجال کب پیدا ہوا، اور کس عمر میں اس نے دعویٰ مبعوث و مرسل ہونے کا کیا۔ سچ کہا گیا ہے: دروغ گو را حافظہ نباشد۔ ارے احمق اس الہام شیطانی کے مشہور دنیا سے پوچھ اور واقعات کی خبر لے کہ مرزا کب پیدا ہوا اور کب مبعوث و مرسل بنا، اور نصاری اور رافضی کب سے ہیں؟ اور اس مثل مشہورہ کا مصداق نہ بن:

چندیں مدت خدائی کردی تا ہنوز گاؤ خر را شناختی

ایسے ہی کفریات و لغویات اس اشتہار میں اور ہیں مگر ان کی تفصیل کا نہ وقت ہے نہ ضرورت ہے۔ ان وجوہات سے ان الہاموں کا جھوٹ و افتراء اور مرزا قادیانی کی من گھڑت ہونا کس و نا کس پر واضح ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جواب شافی درخواست پہلے معروض ہو چکا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور قادیانی کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ یہ آخری حیلہ بھی آپ کا بے کار ہوا۔ اب کوئی اور حیلہ نکالیں اور پھر اس کا ابطال دیکھ لیں ان اللہ لا یھدی کید الخائنین (خدا تعالیٰ گمراہوں کے مکر کو راست نہیں لاتا)۔

(ماہنامہ اشاعت السنۃ جلد ۱۸ ص ۱۹۵-۲۰۰ مختصراً)

پیشگوئی متعلقہ آیتھم کا پوسٹ مارٹم

۱۔ مرتسریں ۱۸۹۳ء میں ایک مباحثہ مرزا غلام احمد کا عیسائیوں سے ہوا جس کے اختتام پر انہوں نے پیش گوئی کی کہ ان کا مخالف مناظر ڈپٹی عبداللہ آیتھم ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مرجائے گا اور یوں میری صداقت کی دلیل بن جائے گا (تاہم پندرہ ماہ گزر جانے پر وہ شخص زندہ پایا گیا تو مرزا صاحب نے عذرات کا پناہ کھول لیا تھا)۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے قادیانی پرنٹ فیاری کا شکرانہ، کے زیر عنوان مقالے میں اس پیشگوئی پر مفصل بحث کی اور بتایا کہ انہوں نے جلد ۱۵، اشاعت السنہ میں یہ ثابت و مدلل کر دیا تھا کہ یہ پیشگوئی نہیں، بلکہ محض لاف زنی اور دروغ گوئی ہے اور اس پر درج ذیل پانچ دلیلیں (اندر و نیشہاد تیں) اس کے الفاظ سے اخذ کر کے بیان کیں۔

۱۔ اس کا مضمون اس کا کذب ظاہر کر رہا ہے کیونکہ طالب نشان بوعده ایمان کیلئے اس کی موت کو نشان ٹھہرانا (جو اس پیش گوئی کا مضمون ہے) آسمانی نشان نہیں، بلکہ حماقت و سفاہت شیطان ہے۔ وہ مرہی گیا تو پھر نشان دیکھ کر ایمان کیوں کر لاوے گا؟

۲۔ اس میں ہلاک ہونے والے کی تعیین نہیں کی گئی۔ صرف فریق مخالف کیلئے ہاویہ کی خبر دی گئی ہے جس سے قادیانی کی غرض یہ ہے کہ اگر عبداللہ آیتھم مرا، تو اس کو اس کا مصداق ٹھہرایا جاوے گا۔ ورنہ کسی اور کو اس کا مصداق بنا لیں گے جو اس کے فریق میں سے مرجائے گا۔

۳۔ کسی کے مرنے کی بھی اس میں صاف تصریح نہیں۔ صرف ہاویہ کی خبر دی گئی ہے۔ پس اگر کوئی نہ مرا، تو قادیانی کہہ دے گا کہ اصل الہام میں ہاویہ کہا گیا تھا، مرنا میری طرف سے بطور تفسیر بیان ہوا تھا۔

۴۔ اس پیش گوئی میں عمداً جھوٹ اختیار کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کوئی نہ مرا تو پھر کہا جائے گا کہ وہ لوگ عمداً جھوٹ نہیں بولتے۔

۵۔ پندرہ دن مباحثہ کی میعاد کا لحاظ مشعر ہے کہ اگر زیادہ دن مباحثہ میں لگ جاتے تو اتنے دن اور سزائے موت

ٹل جاتی اور یہ امر مضمون سزا کے برخلاف ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ہم نے ایک اور دلیل اس پیشگوئی کے دروغ ہونے پر (بیرونی شہادت) بیان کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اخلاق، عادات، اعتقادات ایسے خلاف اسلام ہیں کہ ان اعمال و عقائد کے ساتھ وہ ہرگز ملہم اور خدا کا مخاطب نہیں ہو سکتا خواہ ہزار پیشگوئیاں کرے، اور وہ سچی بھی نکلیں۔ ایسی پیشگوئیاں پنڈت، جوتشی، نجومی وغیرہ بھی کیا کرتے ہیں۔ پھر اس کی تفصیل میں دہلی کے ایک پنڈت اور دکن کے ایک جوتشی کی چند پیش گوئیاں نقل کیں جو مطابق واقعہ نکلی ہیں۔

نیز شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس کی اس پیش گوئی کے سرزد ہونے سے پہلے صرف اس کے اس دعویٰ پر کہ میں عیسائیوں کے مقابلہ میں آسمانی نشان دکھاؤں گا، ہم نے ایک دو ورقہ مضمون بعنوان: عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے، شائع کیا۔ جو اشاعت السنہ کی جلد شانزدہم میں دوبارہ شائع ہوا ہے۔ اس میں واضح کیا کہ مرزا قادیانی کا آسمانی نشان دکھانا ایسا ناممکن ہے، جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادتاً ناممکن ہے۔ لہذا کوئی مسلمان اس امید نشان پر شریک مباحثہ نہ ہو۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ہمارے اس بیان بابرہان نے قادیانی کے اس حربہ یا آلہ کو پاش پاش کر دیا، جس کسی منصف و صاحب فہم نے اس بیان کو پڑھا، یا سنا، اس کو یقین ہو گیا کہ قادیانی کسی پیشین گوئی میں صادق بھی نکلے تو وہ ملہم اور خدا کا مخاطب نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا رتبہ ایک ارٹ پوپو اور اس کے انخوان مذکورین سے بڑھ نہیں سکتا۔

اس بیان سے بہت سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچ جانا نصیب ہوا۔ لیکن بعض کچے مسلمان، ضعیف الایمان، بے علم و عرفان یا کم علم، اس بات پر اڑے ہوئے تھے کہ اگرچہ آج تک کوئی پیش گوئی قادیانی کی ارٹ پوپوؤں کی بعض پیش گوئیوں کی مانند بھی سچی نہیں نکلی، مگر حال میں جو اس نے مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ مہینے میں مرجانے کی پیش گوئی کی ہوئی، اور اس کے عدم وقوع پر اپنے لئے سخت سزائی ہوئی ہے، اس کا انتظار ضروری ہے۔ اس میں وہ جھوٹا نکلا، تب اس کو ضرور دجال و کذاب سمجھا جائے گا۔

ایسے لوگوں کی ہدایت کیلئے اشاعت السنہ کے اس بیان کا ان کو یقین دلانے کیلئے خدا تعالیٰ نے اس پیش گوئی میں بھی اس کو جھوٹا کیا۔ اس کی ميعاد پندرہ ماہ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو گذر گئی اور آٹھم کو زندہ رکھا۔ جس سے اشاعت السنہ کا صدق کس و ناکس پر ظاہر ہوا، اور یہ معلوم ہو گیا کہ قادیانی جھوٹا ہے اور دین اسلام اور جملہ سماوی ادیان کا دشمن اور مخالف ہے۔ اور اس سے بچنا ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ فالحمد لله علی ذلک

اب گھر گھر قادیانی کے دروغ ظاہر ہونے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ دور و نزدیک سے مبارک باد کی آوازیں و پیغام آتے ہیں۔ اکثر نامی شہروں کے گلی کوچوں میں اس مضمون کے اشتہار و اخبار شائع ہو رہے ہیں، اور مسلمان خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کر رہے ہیں کہ اس نے اسلام و مسلمانوں پر کمال فضل کیا اور بڑا احسان و انعام فرمایا کہ اس پیش گوئی میں اس کو جھوٹا کیا۔ خدا تعالیٰ یہ احسان مسلمانوں پر نہ کرتا، تو کئی جاہل اس پیش گوئی کے سچے ہونے سے قادیانی کو خدا کا ولی اور ملہم سمجھ کر اس کے تابع ہو جاتے اور اسلام کے اصول و مسائل قدیمہ سے مستغنی ہو کر اسلام کو خیر باد کہہ دیتے۔ خدا نے بڑا کرم کیا کہ اس فتنہ سے لاکھوں کو بچایا۔ اور طرفہ یہ کہ اہل اسلام کی اس خوشی میں ہندو آریہ سکھ وغیرہ بھی شریک ہیں اور قادیانی کو لعنتیں سناتے ہیں۔ گوان سب کے خوش ہونے کی وجوہات مختلف ہیں۔

عیسائی اس لئے خوش ہیں کہ اس پیشگوئی میں خاص کر وہی مخاطب تھے۔ ہر چند اس پیشگوئی کے وقوع و صدق کی صورت میں وہ کسی الزام قادیانی کے مورد نہ ہو سکتے (چنانچہ اشاعت السنہ نمبر ۱۰ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۳۸ بیان ہو چکا ہے) مگر اس کے جھوٹے نکلنے کی حالت میں وہ قادیانی کو شرمندہ کرنے کے حقدار ہو گئے ہیں۔ اب وہ کہہ رہے ہیں:

آئیے جناب! وعدہ وفا کی کیجئے اور ہمیں قدرت و اختیار دیجئے کہ ہم آپ کے چہرہ مبارک کو کالا کریں۔ مگر داڑھی سرخ ہی رہے گی۔ اور گلوئے اقدس میں رسی ڈالیں اور پھر جوتیوں کی مالا سے آراستہ کر کے بٹالہ، لاہور، سیالکوٹ، امرتسر خصوصاً جنڈیالہ و نیز ہندوستان کے دیگر مشہور و معروف شہروں کی سیر کرائیں۔ جب آپ پیدل چلنے سے تھک جاویں گے تو آپ کو اسی گدھے پر جو آپ کی دمشق مسجد کے زیر سایہ ہر وقت موجود رہتا ہے سوار کرائیں گے۔ نیز آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ آپ اپنے مقرب فرشتوں کو بھی اپنے ہمراہ

رکھیں، لیکن ان کو اپنے اصلی رنگ و روپ میں رہنا ہوگا تاکہ آپ کا نور دین بوجہ احسن ظاہر و آشکارا ہو۔ اگر وہ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان پر کسی کو پریزیڈنٹ مقرر کر دیں تاکہ انتظام میں فتور نہ پڑے۔

مگر عیسائیوں پر افسوس ہے کہ وہ اس خوشی میں خدا کو بھول گئے اور اس کی ناشکری کے مرتکب ہوئے اور اتجعلون رزقکم انکم تکذبون کے مصداق بن گئے۔ انہوں نے قادیان پر فتح یابی کو اہل اسلام پر فتح یابی بتایا۔ اور اس (قادیانی) کے جھوٹے ہونے سے مسلمانوں کو جھوٹا کرنا چاہا۔ حالانکہ وہ اشتہار ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک (مطبوعہ اختر پریس امرتسر و ضمیمہ نور افشان ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء) میں قادیانی کو مسلمانوں سے خارج اور ان کے اتفاق سے کافر تسلیم کر چکے ہیں اور اس وجہ سے اس کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکاری ہو چکے ہیں۔ انہوں نے آخر اس سے مباحثہ کیا تو یہ کہہ کر کہ ہم تجھے مسلمان فرض کر کے تجھ سے مباحثہ کرتے ہیں، یعنی واقعہ میں تجھے مسلمان نہیں جانتے۔ چنانچہ ان کے یہ اعتراضات اشاعت السنہ کے مضمون: عیسائیوں کی جنگ مقدس پر اسلامی رائے، میں منقول ہیں۔ ان ناشکر عیسائیوں نے اس ناشکری پر بی زیادتی بھی کی ہے کہ اسلام کے ہادی و رہنما کی عالی جناب میں کسی قدر گستاخی کی ہے۔ مگر ان کو اس کی سزا ہمارے اخوان اہل اسلام ڈاکٹر حکیم مولوی غلام رسول امرتسری، منشی مولوی سعد اللہ سعدی لودیانوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، میاں امام الدین لاہوری وغیرہ نے کافی دیدی ہے۔ لہذا اشاعت السنہ کے اجلاس سے اس سزا پر زیادتی کی ضرورت نہیں، ہاں اس قدر زیادتی ضروری ہے جن کی ان اخوان کی تجویزات میں کسر رہ گئی تھی کہ عیسائیوں نے اپنے اشتہار مطبوعہ نیشنل پر ۱۵ ستمبر ۱۸۹۳ء میں قادیانی کو بے غیرت کہا ہے۔ اس پر تو ہمارا بھی صاد ہے، بیشک مرزا غلام احمد قادیانی کے برابر دنیا بھر میں کوئی بے غیرت و بے حیا نہیں۔ مگر اے پادری حضرات اور اس اشتہار کے محررین و پبلشرز! آپ بھی اس بے غیرتی میں قادیانی کے پیرو ہو چلے ہیں کیوں اس پر عدالت میں استغاثہ دائر نہیں کرتے، اور اس کو جیل خانہ کی سیر نہیں کراتے۔ اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنی ذاتی تکالیف و نقصان کا عوض و انتقام لینا نہیں چاہتے، اور اس پر صبر کرنے میں اجر کے امیدوار ہیں، تو کیا حضرت مسیحؑ کی توہین سننے پر صبر کرنے میں بھی امید اجر رکھتے ہیں؟ اور اس پر غیرت کرنے کا حکم بھی اپنے مذہب میں نہیں پاتے؟ قادیانی حضرت مسیح کے معجزات کو از قلم شعبہ بازی اور مسمریزم اور ایک امر بے ہودہ اور قابل نفرت کہہ چکا ہے اور ان کو تو حید کی

ہدایت میں نکما اور تنویر باطن میں فیل شدہ اور اخلاق میں غیر مہذب اور گالیاں دینے والہ کہہ چکا ہے (اس کا ازلاہ و ہام صفحہ ۳۱۱ وغیرہ ملاحظہ ہو)۔ کیا ان باتوں میں سے بھی کسی بات پر غیرت کا آپ کو حکم نہیں ہے؟ اور حمیت مذہبی و غیرت ایمانی آپ کے ہاں کوئی چیز نہیں؟ اور اگر آپ لوگ یہ عذر کریں کہ انجیل ہم کو انتقام سے مانع ہے، تو اس کے جواب میں:

اولاً یہ کہا جائے گا کہ کیا یہ حکم پرسنل (ذاتی) امور و تکالیف کی نسبت ہے یا مذہبی اور ایمانی تکالیف بھی اس میں شامل ہیں؟ کیا جو شخص تمہارے معبود کو گالیاں دے، یا انجیل کی صریح بے ادبی کرے، اس کو بھی آپ چھوڑ دیں گے؟

ثانیاً کہا جائے گا کہ اس صورت میں آپ عدالتوں کے ذریعہ سے اپنے مخالفوں کا تدارک کیوں کراتے ہو، اور اس قسم کے مقدمات عدالتوں میں کیوں لے جاتے ہو؟ آپ صاحبان انکار کریں گے تو ہم اپنے ہی ضلع گورداسپور میں چند ایسے کیس بتائیں گے جن میں عیسائیوں نے مخالفین مذہب کو سزائیں دلوائی ہیں۔ ان مقدمات کو دائر کرنے اور قادیانی کو سوکھا چھوڑ دینے سے آپ لوگوں کے حق میں وہی الفاظ کہنے جائز ہوں گے جو نوٹ منقولہ بالا میں قادیانی کے حق میں آپ نے کہے ہیں۔

علاوہ برآں یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ آپ لوگوں کا مشنری بننا صرف معقول تنخواہیں پانے اور اس ذریعہ سے پیٹ بھرنے اور عیش کرنے کیلئے ہے، نہ مذہب کی محبت اور ایمانی غیرت کیلئے۔ اور اس صورت ترک استغاثہ میں یہ کہنا بھی جائز ہو جائے گا کہ قادیانی در پردہ آپ لوگوں کا بھائی عیسائی ہے اور یہ جنگ مقدس یا یوں کہیں کہ مکملہ (جو آپ لوگوں میں اور اس میں ہوئی ہے) محض جنگ زرگری ہے۔ وہ بظاہر مسلمان بن کر تم سے صف آرا ہوا، اور عمداً ایک جھوٹی پیش گوئی کر کے خود بخود جھوٹا اور مغلوب ہو گیا ہے تاکہ ضعیف الایمان اور بے سمجھ مسلمان اس سے مذہب عیسائی کا غالب ہونا ثابت کر کے عیسائی ہو جاویں اور دین اسلام کو چھوڑ دیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کا ایک قریبی رشتہ دار (زوجہ کا بھائی) محمد سعید اور ایک خلیفہ (یوسف خان) عیسائی ہو گئے ہیں اس نے در پردہ ان کو کہہ دیا ہوگا کہ تم چلو۔ تمہارے پیچھے میں اور لوگوں کو بھی بھجوادونگا۔ اور ایک دن خود بھی چلا آؤں گا۔ اسی وجہ سے آپ لوگ اس پر استغاثہ دائر نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا کام کر رہا ہے۔ یہ

باتیں محض نیک نیتی سے لکھی گئی ہیں تاکہ آپ لوگوں میں مذہبی حمیت و ایمانی غیرت پیدا ہو۔ اور آپ لوگ اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنے رسول یا (بزعم خود) اپنے خالق و معبود کی ہتک حرمت پر غیرت کریں۔ یہ بات آپ لوگوں کو ناگوار معلوم ہو، تو آپ ہم اہل اسلام کو ہماری نیک نیتی کی وجہ سے معذور سمجھیں اور معاف کریں۔

آریہ ہندو وغیرہ اس لئے خوش ہیں کہ قادیانی ان کو بھی اپنے الہاموں سے ڈراتا رہتا تھا کہ فلاں شخص اتنی مدت میں مرے گا اور فلاں میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہو گیا ہے اور ان کو بظاہر اسلام کی طرف اور درحقیقت اپنے مذہب جدید کی مخالف مخالف اسلام و جملہ سماوی ادیان کی طرف دعوت کرتا رہتا تھا۔ لہذا اس پیش گوئی میں جھوٹا ہونے کے سبب ان کو بھی یہ حق پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اس پر ہنسی اڑائیں اور خوشیاں منائیں اور اس کو صلواتیں سنائیں۔

ان مخالفین اسلام کی زبانوں سے قادیانی کو برا کہلانے میں بھی خدا تعالیٰ کو اسلام و مسلمانوں کی حمایت و تائید منظور ہے۔ لہذا وہ من حیث لایس شعرون، بے قصد دین اسلام کی تائید کر رہے ہیں۔ چنانچہ مضمون آئندہ میں اس کا ثبوت آیات و احادیث سے دیا جائے گا۔

الغرض اس انعام کو ہر ایک فرقہ اپنے حق میں انعام الہی سمجھ رہا ہے اور اس پر خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کر رہا ہے اور مسلمان تو خصوصیت کے ساتھ رات دن اس احسان کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے لاکھوں جاہل مسلمانوں کو اس کا فرظالم کے دام تزدیر سے بچالیا۔ اور اشاعت السنہ اور بھی خصوصیت کے ساتھ تہ دل اور بال بال سے اس احسان خداوندی کا شکر یہ ادا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے مقالات و بیانات کا صدق عام اہل اسلام پر ظاہر کیا اور اس دشمن اسلام پر اس کو فتح یاب فرمایا۔ وہ اس شکر یہ میں بزبان حال اس رباعی کا ورد کر رہا ہے:

اگر ہر موئے من گردد زبانی ز تو رانم بہر یک داستانی
نیارم گوہر شکر تو سفتن سرموئے ز احسان تو گفتن

ذیل میں اہل اسلام کے ان اشتہارات و اختبارات کا جو اس پیش گوئی کے دروغ ظاہر ہونے پر

انہوں نے شائع کئے ہیں، خلاصہ مضمون نقل کرتے ہیں، جس سے دو غرضیں پیش نظر ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے اس خوشی اہل اسلام کا جمہوری ہونا ثابت ہو۔ دوسری غرض یہ کہ اس سے قادیانی کے اس کذب و تہمت کہ: مسلمانوں نے عیسائیوں کی فتح پر مسرت ظاہر کی اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی شکست مان لی ہے، کا ازالہ ہو اور یہ ثابت ہو کہ مسلمانوں نے اس پیش گوئی میں ایک کافر (قادیانی) کے جھوٹے ہونے کو اسلام کی فتح سمجھ کر اس پر خوشی ظاہر کی ہے۔ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اہل اسلام تسلیم نہیں کی۔ اور نہ اس پر مسرت ظاہر کی ہے۔ بلکہ ان اشتہارات میں تو انہوں نے عیسائیوں پر بھی ویسی ہی لے دے کی ہے جیسی کہ قادیانی پر کی ہے۔ اور بعض عیسائیوں کی اس بے انصافی پر کہ انہوں نے اس فتح کو بمقابلہ اسلام قرار دیا ہے، خوب خبر لی ہے اور ان کی اس شونجی و گستاخی کی جو بخت اسلام ان سے سرزد ہوئی ہے کافی سزا دی ہے۔ قادیانی مسلمانوں پر یہ تہمت لگا کر اپنے دام افتادہ جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنا ہمدرد بنانا چاہتا ہے اور فی الواقع مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اس پیش گوئی میں قادیانی کے جھوٹا ہونے سے عیسائیوں کو اسلام پر فتح یاب سمجھتا یا کہتا ہو۔

خلاصہ مضامین اہل اسلام متضمن اظہار مسرت بر شکست قادیانی نافر جام

سب سے پہلا اشتہار اس عنوان کا ہے:

مرزا قادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون

جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں کہا ہے آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا اپنے دین اسلام کی کیسی تائید کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا۔ کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے پندرہ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فضول ہیضے بھی ہوئیں) نہیں مرے۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جن کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا

جس کی مدت حسب شہادت شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب ۳۰۔ اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہو گئی ہے) نہیں مرے۔

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے۔ حکیم نور الدین کہاں ہیں؟ محمد احسن صاحب کہاں ہیں؟ پنجاب گزٹ کے اڈیٹر کہاں ہیں؟ نوجوان ریاض ہند کے میجر جو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے، کہاں ہیں؟ وہ سیالکوٹ کے لکچرر معذور جو مسلمانوں کو ابوسفیان کا نقشہ بتلاتے تھے، کہاں ہیں؟ خواجہ صاحب لاہوری کہاں ہیں؟ سچ ہے اور بالکل سچ ہے ولونقول علینا بعض الاقوال لاخذناہ بالیمین مگر افسوس، صد افسوس، عیسائیوں کے حال پر کہ انہوں نے مسلمانوں کا اس میں ناحق دل دکھایا۔ اور اپنی عادت قدیمہ کے موافق بدزبانی سے کام لیا۔ الخ

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی فرماتے ہیں ناظرین! اس عبارت میں غور کرو اور انصاف سے کہو کہ اس اشتہار میں اسلام کی فتح پر خوشی منائی گئی ہے یا عیسائیوں کی فتح پر۔ اور اس میں عیسائیوں کی حمایت پائی جاتی ہے یا ان پر لے دے کی ہے۔

دوسرا اشتہار اس عنوان کا ہے:

ضیاء الاسلام

مثیل الدجال اور پولوسی فرقہ کے مباحثہ کا اثر

مثیل الدجال کی روسیاء ہی

یہ اشتہار مولوی حکیم ڈاکٹر غلام رسول نے شائع کیا۔ اس کی ابتدائی چار سطروں میں تو مرزا قادیانی کی روسیاء ہی کا بیان ہے۔ باقی تمام اشتہار میں عیسائیوں کا رد ہے، یہاں اس کی چند سطریں نقل کی جاتی ہیں۔ لکھا ہے:

ہم عیسائیوں کے اشتہار کے بارہ میں نہایت افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے بے وجہ خوشی سے (اپنے) اشتہار کا نام: محمدیوں اور عیسائیوں کا جنگ مقدس، رکھا، حالانکہ خود اپنے اشتہاروں میں مان چکے

ہیں کہ مرزا خارج از دائرہ اسلام ہے، پھر ایسا لکھنے کی وجہ معلوم نہیں۔ مگر عیسائی صاحبوں کی کسی ضرورت داعیہ نے مجبور کیا ہوگا۔ چنانچہ پہلی خط فلیپوئن کے باب نمبر ایک کی آیت ۱۸ یوں ہے۔

پس کیا ہے، ہر طرح سے مسیح کی خبر دی جاتی ہے، خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے۔ الخ

اور حق بھی یہی ہے کہ یہ لوگ اپنے بزرگ کی کلام کی پیروی ضرور کریں۔ ورنہ دین داری میں ضرور دھبہ لگے گا۔ کیا کوئی صاحب پولسی مذہب والوں کو قرظیوں کے پہلے خط کے باب ۹ آیت ۱۸ سے ۲۳ تک عمل کرنے والوں کو الزام دے سکتا ہے؟ ہرگز، ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسی چال چلانا تو ان پر فرض ہوگا کیونکہ پولوس مقدس تو ہمیشہ اپنی رائے فخر کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عبارت میں اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کی خبر لی گئی ہے یا ان کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم کی گئی ہے؟

تیسرا اشتہار اس عنوان کا ہے:

اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی، بر غلام احمد قادیانی

جس کو صوفی عبدالحق غزنوی نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں آیت فبہت الذی کفر (جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ کافر بہت ہو گیا) نقل کر کے یہ بیت لکھا ہے:

کذبت واللہ فی دعوی نبوتک

تبت یداک ستصلی فی غد سقرا

یعنی بخدا تو نے (اے قادیانی) دعوی نبوت میں جھوٹ بولا ہے۔ تیرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں اور شتاب دوزخ میں داخل ہوگا (یعنی اگر اس دعوی پر مرا)۔

اس کے بعد لکھا ہے: کیوں مرزا جی! (میرے بالمقابل ۱۸۹۳ء میں) مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پڑ گئی یا کچھ کسر ہے؟ منہ اچھا کالا ہوایا کچھ فرق ہے؟ پھر بھی الہام اور مسیحائی کا لاف گزاف مارو گے، یا خاتمہ ہے بے

شرمی کا۔ آپ تو مسیح موعود، مجدد وقت، مہدی منتظر تھے، آپ کا دعویٰ والہام و پیش گوئیاں ایسی جھوٹی و بہتان و بکواس نکلیں تو تیری امت کا کیا ٹھکانہ ہے؟ آپ کا الہام کیوں فیل ہو گیا؟ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل اور سیاہ ہوگا، وہ سچ نکلا یا جھوٹ؟ آپ نے جو مولوی عبدالجبار (غزنوی) صاحب کی طرف خط بھیجا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر، اب بھی وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ کیوں مرزا! جی پنڈتوں اور جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی تو کبھی پیشین گوئیاں سچی نکلتی ہیں، آپ کے الہامات کیوں سب کے سب جھوٹ اور غلط نکلتے ہیں؟ چنانچہ تمہاری چند پیشین گوئیاں نمبر وار ذکر کی جاتی ہیں۔

(اس کے بعد موت عبداللہ آتھم کی قادیانی پیش گوئی، پرچہ جنگ مقدس سے الفاظ قادیانی نقل کر کے کہا ہے) اب وہ تاریخ گذری، آتھم آگے سے زیادہ قوی، تندرست، صحیح المزاج ہے، یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے کہ مرزا اپنی زبان سے شیطان، بدکار، لعنتی بن گیا اور اسی زبان سے عیسیٰ مجدد مہدی بنتا ہے۔ اب کس بے شرمی و بے حیائی سے زندگی بسر کرے گا

گر نماندے از وجود تو نشان نیک بودے زیں حیات چوں سگان

زاغ گرزادے بجائے مادرت نیک بود از فطرت بدگوہرت

دوسری ڈبل پیش گوئی مرزا قادیانی کی شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ ۱۸۹۳ء صفحہ

۸۸ میں یہ لکھی ہے:

پھر ماسوائے اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵ جون سے ۱۵ مہینے تک اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے، جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، تقریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔

اب مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی میعاد ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء میں پوری ہو چکی۔ اور وہ راوہ پلنڈی میں اپنے ماموں رسالدار کے پاس نوکر ہے، بالکل صحیح و سالم خوش و خرم ہے۔ یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے۔

و لكن اعمى القلب ليس بمهتد

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کیوں کر ہو علاج کون رہبر ہو سکے جب خضر بہرگانے لگے پھر قادیانی کی تیسری اور چوتھی پیش گوئی نقل کر کے اس کا کذب ثابت کر کے اخیر میں پادریوں پر لے دے کی اور یہ بات کہی ہے کہ عیسائیوں کے حال پر سخت افسوس ہے کہ وہ انصاف کا خون کرتے ہیں کہ قادیانی کے جھوٹے ہونے سے اہل اسلام پر فخر کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ علماء اسلام قادیانی کو اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا باٹالوی کہتے ہیں کہ ناظرین اس عبارت کو بھی انصاف سے دیکھنا اور ایمان سے کہنا کہ اس اشتہار میں قادیانی کو کافر ٹھہرا کر اس پر اپنی فتح کا دعویٰ کیا ہے یا عیسائیوں کی فتح کا بمقابلہ اسلام۔

چوتھے اشتہار کا عنوان کا ہے

مسیح کا ذب خاکدانہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی

اس کو نمشی و مولوی محمد سعد اللہ صاحب سعدی لودیا نومی یادگار سعدی شیرازی اور دیگر مسلمانان لودیانا نے شائع کیا ہے۔ اس کے شروع میں یہ لکھا گیا ہے:

عوام و خواص پر واضح ہے کہ موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص مسمی بہ مرزا غلام احمد نے کئی سال سے ایسے ایسے دعاوی و عقائد پھیلائے تھے، جن کے سبب سے علمائے اسلام نے از روئے شریعت اس پر کفر کا فتویٰ دے کر عام مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ چند لوگ جو بوجہ اس کے دام تزیور میں آچکے تھے، اسی طرح پھنسے رہے۔ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ میں بن بلائے پادریوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا کہ میں مسلمانوں کی طرف سے تمہارے ساتھ بحث کروں گا۔ اور بعض عقل کے اندھے اس کے ساتھ ہوئے، حالانکہ پادری کلا رک صاحب، اس جلسہ مناظرہ کے پریذیڈنٹ، نے قبل از مناظرہ اہل جنڈیالہ بانیا ن مناظرہ کو لکھا بھی کہ تم ایسے بزرگ کو بحث کیلئے پیش کرتے ہو جس کو ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔

علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے اس مرزا قادیانی کو دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔

لیکن یہ بن بلا یا مہمان ان احمق مسلمانوں کے سر ہی چڑھ گیا اور جلسہ مباحثہ میں، مان نہ مان میں تیرا مہمان، جا کو دا۔ اپنی خود کلامی و خود غرضی جو اس کے خمیر میں ہے، یہاں بھی وہی اس کے مدنظر تھی یعنی کوئی ایسی تدبیر کروں جس سے میری مسیحیت سرسبز ہو۔ اور پیشتر اہل اسلام نے جو مناظرہ اہل کتاب سے کئے ہیں، ان سے میرا مناظرہ عوام کی نظر میں ممتاز ہو جائے۔ عیسائیوں کے عقائد باطلہ مثلاً تین خدا، خدا کا بیٹا، کفارہ وغیرہ کا رد کون سی عجیب بات تھی، جو اب مرزائی کر کے دکھاتا۔ مولوی رحمت اللہ اور پادری فنڈر کے مباحثے میں (یہ مسئلہ) خوب طے ہو چکے ہیں۔ نئی بات یہ تھی کہ کسی طرح میری مسیحیت کا سکہ جمنے۔ چنانچہ فریق ثانی کا مناظرہ عبد اللہ آتھم جو ایک سن رسیدہ پیشن یا ب آدمی تھا، ایام مناظرہ میں اس کو یہ یاد دیکھ کر کذاب قادیانی نے یزٹل ہانک دی کہ پندرہ مہینہ تک یہ شخص مر جائے گا۔ اور اسکے بعد کئی کتابوں میں اس کی تشہیر خوب واضح طور پر کر دی اور اسکے نہ مرنے کی صورت میں اپنے لئے سخت سزائیں (جو مخالف چاہے) منظور کیں۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے، مجھے سولی دیا جائے، پھانسی پر لٹکا یا جاوے، تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جائے، (غرض) میں ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ ایک ضعیف العمر آدمی کو ایسی دھمکیاں سخت برا اثر پہنچاتی ہیں۔ ادھر مسلمانوں سے مباہلے کی ٹھہرائی کہ مجھے عیسیٰ و مہدی و نبی و رسول مبشر عیسیٰ کیوں نہیں مانتے۔ اہل اسلام میں سے ایک مرد صالح عبدالحق غزنوی مقیم امرتسر وہیں اٹھا اور جناب باری میں قادیانی کے مقابل آکر اس عجز و نیاز سے جھوٹے پر لعنت کہی کہ اہل بصیرت کی نظر میں جھوٹے پر اس کا اثر اسی وقت نمایاں تھا، اور اس کی قبولیت کے آثار ایک جہان دیکھ رہا تھا۔ قادیانی کو یہ روز بد ایسی سخت ذلت ساتھ لے کر پیش آ گیا جو اس نے اپنی لعنت میں جھوٹے کیلئے اپنے منہ سے کہی تھی۔ ۵، جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ کو یہ گپ قادیانی نے لگائی تھی جس کی مدت اسلامی تاریخ کے مطابق ۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ کو پوری ہو چکی۔ اس وقت مرزا کی طرف سے یہ عذر ہوا کہ گو ہم اسلام کے مدعی ہیں لیکن یہاں ہماری مراد انگریزی مہینے ہیں۔ خیر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو وہ بھی ہو چکی۔ آدمی رات گزر کر آج ۶ تاریخ کا دن ہے اور آتھم مذکور چنگا بھلا زندہ موجود

ہے۔ کوئی شخص بن آئی نہیں مر سکتا، خواہ اپنے ہاتھ سے اپنے مرنے کی کوشش کرے۔ پھر کسی کی تدا بیر علمی، عملی، سحر، مسمریزم و عمل الترب وغیرہ سے کیا ہو سکتا ہے۔ لودھانہ کے پرانے مسیحی پادریوں نے یہاں کے مرزائیوں (نئے مسیحیوں) کو خوب شرمندہ کیا اور ان کی روزمرہ کی لٹریچر پر خوب فضیحت کی کہ وہ منہ چھپا کر اپنے اندر جا گھسے۔ یہ تو ان کو حق تھا جو چاہتے کرتے کیونکہ قادیانی اپنے لئے سب سزائیں منظور کر چکا ہے، اس کے چیلے بھی اس کے مستحق ہیں۔ پرانے مسیحیوں نے کچھ بے جا الفاظ بحق اسلام بھی اس خوشی میں آکر لکھ مارے جو ان کے بے جا تعصب پر دلالت کرتے ہیں۔ اس مباحثہ میں کوئی مسلمان، عیسائیوں کے مقابل نہ تھا۔ تماشائی ہونا اور بات ہے، یوں تو ہندو بھی شریک ہوں گے۔ نہایت افسوس ہے کہ قادیانی کا خالہ زاد سالہ جو تھوڑی مدت سے پرانے مسیحیوں میں ملا ہے، اس جھگڑے کا نام مسیحیوں اور محمدیوں کا جنگ مقدس رکھے۔ یہ خود نیا مسیحی اور مسلمانوں کا فتویٰ اپنے نئے مسیح کے حق میں دیکھ چکا تھا۔ اور کچھ نہیں تو پادری کلا راک کا اشتہار تو دیکھا ہوگا۔ جو اہل جنڈیالہ کیلئے مشتہر ہو چکا ہے۔

(اور اس اشتہار کے اخیر میں سعری لودیا نوی کی نظمیں اور غزلیں ہیں جن کو اہل اسلام کمال شوق

سے پڑھتے ہیں۔ ازاں جملہ چند آیات یہاں نقل کئے جاتے ہیں)

در بڑ سماء چند بتا بد شرے چند

در باغ بماند شجرے بے ثمرے چند

مرزا توئی الحق فرط اعور دجال

گشتند دوان در پس تو کور و کرے چند

تصدیق نصاریٰ و یہود از عجب نیست

دجالی و دجال دہد شان پرے چند

گرفت یکے در یتیم آلے ازوے

در سلک غزل سفت جو صائب گہرے چند

بما بصاحب نظرے گوہر خود را

عیسیٰ نتوان گشت بتصدیق خرے چند

مولانا ثالوی کہتے ہیں کہ اس اشتہار کی نثر و نظم بلکہ عنوان ہی بتا رہا ہے کہ یہ عیسائیوں کے دعویٰ فتح بمقابلہ اسلام کا رڈ ہے، نہ کہ اسلام پر ان کے فتح پانے کا اثبات۔

☆ پانچواں اشتہار اس عنوان کا ہے:

فتح اسلام بہ شکست قادیانی ناکام

اس کو بھی سعدی لود ہانوی و دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے اس کا عنوان صاف بتا رہا ہے کہ اس اشتہار کے مشتملین نے قادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کی فتح قرار دیا ہے، نہ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام۔ اس اشتہار میں قادیانی کے اس عذر و صدق عذر بدتر از گناہ کا جو دو ورقہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، کمال خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے۔ یہاں اس اشتہار سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

ارے او بے وفا خدا مرزا۔ ارے پرفتنہ و مکار مرزا

مسح کا ذب و مہدی کذاب۔ سراپا جھوٹ کے انبار مرزا

تیرا چھوٹا سا منہ اتنی بڑی بات۔ نہ ہو کیونکر ذلیل و خوار مرزا

پڑیگی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت۔ بس اب ہر وقت رہ طیار مرزا

ذرا خوش ہو کے گھر جا کر دکھانا۔ گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا

خفامت ہو کہ عبدالحق سے تو نے۔ طلب کی تھی یہی پھٹکار مرزا

نشانہ کیسا اس تیر دعا کا۔ ہوا تیرے جگر سے پار مرزا

تجھے روتے ہی گزرے پندرہ ماہ۔ ہوئی حالت یہ تیری زار مرزا

ولے پھر بھی نہ مرنے پایا آتھم۔ وہ ہے پہلے سے بھی طیار مرزا

رگ جان کاٹنے آیا تھا تیری۔ ستمبر کی چھٹی کا تار مرزا
 کہاں ہیں سیا لکوٹی واحد العین۔ ترا مداح کج رفتار مرزا
 کہاں ہے تیرا نور دین و احسن۔ فصیح درامد طرار مرزا
 مصیبت ہر طرف سے تجھ پہ آئی۔ انہیں سے کرو استغفار مرزا

وله ایضاً

غضب تھی تجھ پر ستمبر کی چھٹی ستمبر کی۔ نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
 ہے قادیانی جھوٹا مرزا نہیں آتھم۔ گونج اٹھا مرزا ستمبر کی
 تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی۔ یہ ریل ہے جو تیرا خرچہ ستمبر کی
 ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
 یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی۔ کہ جینا ہو گیا دو بھر چھٹی ستمبر کی
 سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس۔ مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی
 مسیح و مہدی کذاب نے منہ کی کھائی۔ یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
 ہے روسیاہ مثل مسیلم و اسود۔ ملاحظہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی
 یہ قادیانی کی تدلیل کس لئے تھی؟ جو نہ تھا مبالغہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

چھٹا اشتہار اس عنوان کا ہے:

نئے اور پرانے عیسائیوں کی جنگ مکمل رکے نتیجے پر محمد یوں کا ریویو
 اس کو میاں امام الدین صاحب ساکن لاہور محلہ گیلانیاں نے شائع کیا ہے اور اس میں اول سے آخر
 تک عیسائیت ہی پر لے دے ہوئی ہے، مرزا قادیانی کی بھی حسب ضرورت خدمت کی گئی ہے۔ اس کے
 ابتدائی فقرات کا خلاصہ یہ ہے:

محمد سعید مسیحی صاحب کو واضح ہو کہ تمہارا اشتہار بنام مسیحیوں اور محمدیوں کی جنگ مقدس کا نتیجہ، ہماری نظر سے گذرا۔ جو کچھ تم نے قادیانی صاحب کی نسبت لکھا ہے، اس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں، کیونکہ ہم خود اس تمہارے جنگ و جدال سے پہلے ہی قادیانی کو دجال، مردود، کاذب، بے ایمان وغیرہ سمجھتے ہیں۔ اور وہ بالکل محمدی نہیں۔ اور تمہارا کروڑ ہا اہل اسلام (جو اس کو ایسا ہی جانتے اور سمجھتے ہیں) طرف سے (اس قادیانی کو) مناظر قرار دینا سراسر نادانی اور کم فہمی پر مبنی ہے۔ اور اس کی ہارجیت کو کل اہل اسلام کی ہارجیت تصور کرنا، اس سے بڑھ کر حماقت کی نشانی ہے۔

شیخ الاسلام پوچھتے ہیں کہ ناظرین بتاؤ (اس اشتہار میں) عیسائیوں کی تائید ہے یا ان کا سراسر رد ہے۔

ساتواں اشتہار اس عنوان کا ہے:

مرزائی الہام اور مسیحی تعلیم پر مختصر ریمارک

جس کو غلام احمد صاحب انگریزوں کے کٹر بھنگیاں امرتسر نے شائع کیا ہے۔ اس کے نصف حصہ میں قادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا، جو دو ورقہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، جواب ہے اور نصف حصہ میں پرانے عیسائیوں پر لے دی کی ہے۔

آٹھواں اشتہار اس عنوان کا ہے:

غلام قادیانی اور اس کے الہام شیطانی

یہ اشتہار ضمیمہ اخبار دژۃ الاسلام لاہور میں شائع ہوا ہے۔ اس میں پہلے مرزا قادیانی کی خبر لی ہے، پھر پرانے عیسائیوں پر لے دی کی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں کہ اس قسم کے اور بھی اشتہار اہل اسلام کی طرف سے شائع ہوئے۔ اور ان میں سے کسی اشتہار میں عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم نہیں کی اور نہ اس پر کسی مشتہر

نے مسرت ظاہری - اس دعویٰ میں قادیانی نے مسلمانوں پر افتراء کیا ہے۔

اخبارات برانجام آتھم

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ ہندوستان کے اکثر اخبارات (اسلامی اور غیر اسلامی) نے آتھم والی پیش گوئی کے دروغ ہونے پر مرزا غلام احمد قادیانی کو دروغ گو قرار دیا اور اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فتح یابی کا اعتراف اور اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ کسی نے اس مقابلہ میں عیسائیوں کو مسلمانوں پر فتح یاب نہیں کیا۔ اس مقام میں صرف چند اسلامی اخباروں کے مضامین کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

جریدہ روزگار، مدراس

اس نامور اور مشہور اخبار دکن و مدراس نے پرچہ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۴ء اس پیش گوئی کے متعلق لاہور کے ایک اخبار سے جو مضمون نقل کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

مرزا صاحب کی پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے پر سنا ہے کہ ان کے معتقدین کو بہت رنج اور پریشانی ہوئی ہے اور وہ بہت شکستہ دل ہو گئے ہیں اور واقعی انہیں ہونا بھی چاہیے کیونکہ ان کے مریدوں میں سے ہر ایک کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی تھی کہ پیش گوئی ضرور صحیح ہوگی اور عبداللہ آتھم مریم کے اور ضرور مریم کے۔ زمین و آسمان ٹل جائیں گے اور یہ پیشین گوئی نہ ٹلے گی۔ مگر افسوس ہے کہ پیشین گوئی صحیح نہ نکلی اور اس پر مخالفین مرزا صاحب کو بہت کچھ مضحکہ اڑانے کا موقع ملا۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو اس پیشین گوئی کی میعاد پوری ہوئی اور ۶ ستمبر کو صبح ساڑھے سات بجے عبداللہ آتھم صحیح و سلامت فیروز پور سے لاہور پہنچے اور ۸ بجے کی گاڑی میں امرتسر کو روانہ ہو گئے جہاں عیسائیوں نے بڑا بھاری جلسہ کیا اور حد سے زیادہ خوشی منائی۔

اب عوام کی نظریں اس بات کی طرف لگی ہوئیں تھیں کہ مرزا صاحب اپنی اس صداقت پر کیا ارشاد فرمائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لوگوں کے انتظار کو رفع کر دیا ہے اور انہوں نے اس معاملہ پر ایک تقریر شائع کر دی ہے۔ اس کو طول ہونے کے باعث تو ہم بلفظ شائع نہیں کر سکتے مگر خلاصہ اس کا یہ ہے (اس کے بعد قادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا خلاصہ، جو مضمون آئندہ میں منقول ہوگا، نقل کر کے کہا ہے) مرزا صاحب اس معاملہ میں خواہ کچھ ہی

کہیں اور عیسائی صاحبان اس کا خواہ کچھ ہی جواب دیں، مگر اسلام قدیم کے ماننے والے کبھی اس کو اسلام کے متعلق نہیں سمجھیں گے۔ کیونکہ ان کو مرزا صاحب کی نہ اس پیش گوئی پر اعتقاد تھا اور نہ اس تقریر پر یقین اور اعتقاد ہے۔ اسلئے عیسائیوں کو اس گھمنڈ میں نہ آجانا چاہیے کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی صحیح نہ نکلنے پر وہ اسلام پر فتح یاب ہو گئے۔ یہ پیشینگوئی کا معاملہ خاص مرزا صاحب کی ذات سے متعلق تھا جن کو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ تھا اور جس کو تین چندان کے مریدوں کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں نے اس وقت تک ہرگز نہ مانا اور نہ آئندہ مانیں گے۔

سراج الاخبار : جہلم

اس اخبار کے پرچہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے پر اور پھر اس جھوٹا ہونے کے بعد عذر بدتر از گناہ کرنے پر جو مضمون شائع ہوا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت جس صراحت و وضاحت سے بالکل خلاف واقع اور سراسر غلط نکلے ہے، اگر مرزا صاحب کو کچھ بھی شرم و حیا ہوتا، تو یقین تھا کہ وہ صاف الفاظ میں اپنی غلطی اور سہو و خطا کا اقرار کر لیتے، اور بے چارے الہام کو بدنام اور مضحکہ ظفان نہ بناتے۔ مگر اب جو انہوں نے اپنی پیشگوئی کے غلط ثابت ہونے پر ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک تقریر فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر کے عنوان سے شائع کی ہے، اور جس کی دو کاپیاں قادیان سے ہمارے پاس بھی پہنچی ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب صرف چالبازی، دھوکہ دہی اور بے جاتا و یلیں کرنے میں ہی یگانہ آفاق نہیں ہیں، بلکہ پرلے درجے کے ڈھیٹھ اور بے شرم اور سچ مچ: شرم چہ کنی ست کہ پیش مردان بیاید، کے مصداق بھی ہیں۔

(پھر اس عذر بدتر از گناہ کا خلاصہ، جو آئندہ مضمون میں بیان ہوگا، نقل کر کے اس کا دندان شکن جواب دیا ہے اور اخیر مضمون پر کہا ہے)

ہماری دانست میں مرزا صاحب کو چاہیے کہ مرزا احمد بیگ صاحب کے داماد کی پیش گوئی کی نسبت ابھی سے کوئی تاویل گھڑ کر شائع کر دیں کیونکہ اس کی میعاد کے ختم ہونے میں بھی صرف چند روز باقی رہتے ہیں۔ اور وہ نوجوان اس وقت مزے سے راو پلنڈی میں دندنا رہا ہے۔

وفادار ، لاہور

اس اخبار کے پرچہ ۱۵ ستمبر میں بڑا بسیط مضمون ہے جس میں قادیانی اور پرانے عیسائیوں، دونوں کی اچھی خبر لی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کی پیشین گوئی اور مسٹر عبداللہ آتھم کی مذہبی صداقت

سچ کہنے میں بدترین خطرات، جھوٹ کہنے میں ضمیر پر بدنامدہبہ۔ گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل کا سما معاملہ۔ پس جھوٹ سے گریز اور توبہ ہزار توبہ، ہاں راستی موجب رضائے خداست۔ مرزا قادیانی کی مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت پہلی پیش گوئی غلط، اغلط، جھوٹ اور سراسر جھوٹ ثابت ہونے پر بعض عام اور بازاری لوگ ناواقفیت سے اسلام پر برسے، نامعقول فقرات اور اعتراض ہوتے ہیں۔ اور خاص لوگ، مگر غیر مذہب والے، متانت سے اپنے دلی مذہبی تعصب کے خیالات کے ظاہر کرنے میں اپنا زور قلم دکھا رہے ہیں جو بے شک زبردستی اور غلطی کر رہے ہیں۔ پہلے خیال کے لوگ مذہبی امور سے ناواقف ہیں، مگر دوسرے واقف ہو کر اسلام کی تحقیر پر وضعداری سے کمر بستہ ہیں۔ ہم دونوں خیالات والوں کی علت مرزا قادیانی کی جھوٹی پیش گوئی سمجھتے ہیں۔ نہ کچھ اور، جس کی وجہ سے ہم بلا تامل اصول مذہب اور مذہبی اشتغال کی وجہ سے ایسا کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ اسلام ایسے صادق مذہب اور اسلام کے نبی مخر صادق پیغمبر ﷺ کے اصول مذہب کو بدنام اور ان کی تحقیر کرنے والہ مرزا قادیانی ہے، نہ کوئی اور۔ جس کے بعد ہم ایسا کہنے میں بے اختیار ہیں کہ اور مرزا، او قادیانی! او جھوٹے مسیح! او غلام! احمد کے پاک اور صادق اصول کو اپنی دروغ گوئی سے بدنام کرنے والے! او یاعبدالدرہم والدنانیر مرزا! خداوند تجھے تیری بدینتی اور تیری جھوٹی پیش گوئی کے صلہ میں اور تو خیر مگر کم از کم تیری جھوٹی پیش گوئی کے نتیجے کے تمام فقرات کا تجھ پر ہی خاتمہ کر کے تمام دنیا میں تجھے عبرت مجسم بنا کر اسلام کی صداقت کی زیادہ تر صریح نظیر قائم کرے اور عام طور پر جنلا دے کہ تیری ایسی بدینتی اور شہرت پسندی کے خیال سے ایسی جھوٹی پیش گوئی کرنے والے دنیا میں ایسے ذلیل ہوا کرتے ہیں۔

وزیر ہند، سیالکوٹ

اس اخبار کے پرچہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء میں ایک کھلی چٹھی بنام مرزا قادیانی چھپی ہے، جو بلفظہ درج کی جاتی ہے:

مرزا صاحب! اگرچہ آپ پر لعنت کی بوچھاڑ تحریراً و تقریراً ہر لحظہ، بلکہ ہر دم پڑ رہی ہے، اگرچہ علماء آپ کی تکلیف کر چکے، عوام تکذیب اور غیر اقوام تذلیل و تضحیک، اگر اس نازک وقت میں آپ کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا مگر میں ازراہ ہم دردی و غم خواری آپ کے دل کو بڑھانے کیلئے آپ کو اس مشہور انگریزی فقرہ کی طرف متوجہ کرتا ہوں، جس کے الفاظ یہ ہیں ٹرائی ٹرائی ٹرائی اگین Try, try again، یعنی اگر اس دفعہ کوئی کامیابی نہیں ہوئی، تو نہ سہی، دوسری دفعہ سہی۔ اگر دوسری دفعہ بھی ناکامی رہی، تو چلو بلا سے، تیسری دفعہ ہی سہی۔ آپ نے سنا نہیں کہ گر کر رہی سوار ہوا کرتے ہیں۔ چلو اگر بجائے بیٹا کے، بیٹی ہو پڑی، تو کیا؟ اگر ۲۱، اگست ۱۸۹۴ء کو احمد بیگ کی بیٹی والا الہام نہیں پورا ہو سکا تو نہ سہی۔ اب اگر آتھم صاحب کی موت کا الہام باطل ہو گیا تو کیا؟ آپ تو ماشاء اللہ مرد ہیں، شرم و حیا کو بالائے باق رکھیں۔ یہ زنا نہ وصف آپ جیسے مردوں کے شایان حال ہی نہیں ہے۔ نشیدہ کہ گفتہ اند:

شرم چکنی ست کہ پیش مردان بیاید

آپ اپنے الہامات یکے بعد دیگرے ضرور شائع کرتے جاویں اور کسی کی چینیں اور چنناں کی طرف خیال تک نہ کریں، خواہ وہ سب کے سب اسی طرح یکے بعد دیگرے جھوٹے نکلتے جاویں۔ غرض آپ ہمت نہ ہاریں اور جھٹ پٹ کوئی اور تازہ الہام شائع کر دیویں۔ دیکھتے نہیں آپ کیا تھے اور کیا بن گئے؟ یہ سب ہمت اور استقلال کا نتیجہ ہے۔ آپ ماشاء اللہ پہلے محض امی تھے۔ آپ عالم بنے۔ پھر درجہ بدرجہ مؤلف، مصنف، مجدد، ملہم، حارث، مہدی دوراں، مسیح الزمان، مثیل مسیح، مہدی منتظر، مسیح موعود، احمد، مثیل محمد۔ حتیٰ کہ آئینہ کمالات میں آپ خود خدا بن بیٹھے۔ زمین و آسمان و مافیہا کے خالق و مدبر وغیرہ۔ مرزا صاحب بڑے بڑے کام تو آپ نے بھگتائے ہیں، اب مسٹر آتھم کے الہام کے جھوٹا نکلنے پر آپ نے ہمت ہار دی تو بس ترکی تمام شد۔ آپ کا پرانا اور سیالکوٹ میں سب سے پہلا یا غم خوار۔ ابو المسیح احمد انکم ٹیکس کلارک ضلع سیالکوٹ۔

وزیر ہند کے پرچہ یکم اکتوبر ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا

مرزائیوں اور عیسائیوں کی لڑائی

فریقین کی گمراہی، اسلام کی سچائی

مرزائیوں کی روسیاء ہی، بعدش، کمال درجہ کی بے حیائی

اس مضمون میں پرانے عیسائیوں اور قادیانی دونوں کی اچھی طرح خبر لی گئی ہے اور جو بات عنوان

میں کہی ہے وہ خوب ثابت کر دکھائی ہے۔

نور علی نور، لودھیانہ

اس اخبار کے ڈیوٹیڈ ہیں۔ ایک مسلمان سنی (مولوی نور محمد حقانی) دوسرا مرزائی (میاں الدین جلد ساز)۔

سنی ایڈیٹر نے پرچہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں: مرزائیوں کی پیش گوئی غلط ہونے کا باعث، عنوان قائم کر کے پہلے یہ عذر کیا اور کہا کہ اگرچہ ہم قبل از وقت اپنے اکثر احباب سے مرزائیوں کی پیش گوئی غلط ہونے کی نسبت رائے قائم کر چکے تھے، مگر پاسبان خاطر میاں الدین درج اخبار کرنے کو ایک وقت معین پر ملتوی رکھا تھا، جس کو اب بارہ تیرہ روز ہوئے اور اس عرصہ میں مرزائیوں اور اس کے پیروں سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا (یہ الفاظ سنی ایڈیٹر صاحب کے مشعر ہیں کہ میاں الدین مرزائی ہونے کی وجہ سے سنی ایڈیٹر کو اس پیش گوئی کے برخلاف رائے ظاہر کرنے سے مانع رہے۔ ورنہ وہ پہلے ہی یہ رائے شائع کر دیتے)۔

اس کے بعد سنی ایڈیٹر نے اس پیش گوئی کا غلط و دروغ ہونا اور قادیانی کا عامل عمل مسمریزم (مگر ناقص و

نا تاجر بہ کار) ہونا ثابت کیا۔ اور اس کے عذر کا (جو اشتهار ۹ ستمبر ۱۸۹۳ء میں اس نے شائع کیا ہے) عذر بدتر از گناہ ہو

نا ثابت کیا ہے۔ عیسائی مرزائی ایڈیٹر (میاں الدین کو اس پیش گوئی کے برخلاف رائے ظاہر کرنے کے بعد عیسائی مرزائی کہنا

شائد اس سوال ناظرین کا محل ہوگا کہ وہ تو قادیانی کے عقائد جدیدہ سے تبری ظاہر کر رہے ہیں۔ پھر ان کو عیسائی مرزائی کیوں کہا گیا؟ اے

حضرات ناظرین باتمکین، اس کی دو وجہ ہیں۔ اول ان کا وہی قول ہے جو میان قادیانی کے جواب میں انہوں نے کہا ہے اور متن میں منقول

ہے اور وہ ہم کو ایک معزز اور معتبر سنی مسلمان کے ذریعے سے پہنچا ہے۔ دوسری وجہ یہ قول خداوندی ہے ان الذین آمنوا ثم كفروا

ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا ثم یكن الله لیغفر لهم ولا لیهدیهم سبیلاً۔ نساء۔ ع۔ ۲۰،

اور الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینہم للہ فالولئک مع المؤمنین - نساء - ع ۲۱، کہ جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر اس کفر میں بڑھ گئے، خدا ان کو نہ بخشے گا اور نہ ہدایت کرے گا۔ مگر ان کو جو تائب ہوئے اور انہوں نے اس فساد کی اصلاح کی اور اپنے دین کو خالص کر لیا وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں۔

اور میاں الدین کا یہ حال ہے کہ لودہا نہ کر رہے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ وہ پہلے مسلمان تھے، پھر عیسائی مرزائی ہوئے۔ پھر جب سید عباس علی صاحب مرحوم و مغفور، مرزا قادیانی کے بچے سے نکل کر تائب ہوئے، تو ان کے ساتھ میاں الدین بھی تائب ہوئے اور اسلام میں آگئے۔ جب وہ امرتسر کے مباحثہ عیسائیوں میں شامل ہوئے تو مرزا قادیانی کے طحڑانہ اصول اور تقاریر سن کر بے علمی و ناواقفی کے سبب ان کی رال ٹپک پڑی اور پھر عیسائی مرزائی ہوئے۔ اور اس میں ایسے بڑھے کہ اخبار بھی قادیانی کے کمالات کا فوٹو بنا دیا جس کے سبب سے مسلمانان قصبہ رو پڑ وغیرہ نے خریداری اخبار سے انکار کر دیا۔ اب اس پیش گوئی سے قادیانی کی روسیاسی دیکھ کر اور چاروں طرف کی لعنت ملامت سے.. پھر مسلمان ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لہذا بحکم آئیہ منقولہ بالا ان کے اس اسلام کا اعتبار نہیں جب تک کہ وہ ایک مدت تک قادیانی کے عقائد وغیرہ کا علانیہ مجلسوں میں اور اخبار میں اسی طور پر رد نہ کریں جس طور پر اس کے محامد و فضائل بیان کر چکے ہیں اور الا الذین تابوا واصلحوا کا پورا مصداق نہ بن جائیں) نے اس پیش گوئی کے جھوٹ ہونے پر اسکے برخلاف اشتہار دینا چاہا تو لودیانہ کے حواریان قادیانی اس کے گرد ہو گئے اور بولے کہ ہم نے سنا ہے کہ تم حضرت اقدس (اکذب) کے برخلاف اشتہار دینے والے ہو۔ اس کے جواب میں اڈیٹر صاحب مرزائی نے کہا کہ میرا عقیدہ تو وہی ہے جو آپ کو معلوم ہے، مگر کیا کریں شہر کے لوگ بہت دق (تنگ) کرتے ہیں۔ ان دق کرنے والے مسلمانوں خصوصاً نور علی نور کے خریداروں کے پاس خاطر اور خوف سے اپنے اسی پرچہ ربیع الاول میں یہ مضمون شائع کیا جو بعینہ آپ کے الفاظ سے (مگر بحذف و اختصار) نقل کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

جنگ مقدس کی پیش گوئی کا خاتمہ

مرزا صاحب نے مباحثہ امرتسر میں مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ مہینے کے اندر اندر مرنے کی جو پیش گوئی کی تھی اس کے اخیر مرزا صاحب نے خود ہی بطور فیصلہ یہ اقرار کیا ہے۔ (اس کے بعد اڈیٹر مرزائی نے وہ عبارت قادیانی پرچہ جنگ مقدس سے نقل کی ہے جو اشاعت السنہ ۲ جلد ۱۶ کے صفحہ ۳۵ میں منقول ہے) (اس کے بعد کہا ہے) اب چونکہ اس پیش گوئی کی میعاد گزر کر بارہ تیرہ روز ہوئے اور عبداللہ آتھم عیسائی اب تک زندہ اور بالکل تندرست ہے اور مرزا صاحب نے اپنے اشتہار فتح الاسلام میں جو تاویل کی ہے وہ بالکل قابل اطمینان

نہیں ہے۔ پس اب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ المرء یؤخذ باقرارہ آدمی اپنے اقرار کے سبب آپ گرفتار ہوتا اور پکڑا جاتا ہے۔ اور ہم مرزا صاحب کے عقائد جدیدہ (یعنی اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دینا) کو نہیں مانتے۔ ہمارے وہی عقائد ہیں جو پیغمبر ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور سلف صالحین فرقہ اہل سنت والجماعت سے برابر اب تک منقول اور متواتر ہیں۔ والسلام۔ العبد۔ مکرّمین الدین جلد ساز لودی انوی واڈیٹر نور علی نور

کیپور تھلہ اخبار

اس اخبار کے پرچہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۳ء میں بیان کیا ہے کہ

مرزا قادیانی نے عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تو اس پر اعتراض ہوا کہ دجال ابھی نکلا ہی نہیں عیسیٰ مسیح کیوں نازل ہوا؟ تو اس نے پادریوں کو دجال قرار دیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ اسی دجال کے قلع قمع کو خدا نے مجھے نازل کیا ہے تاکہ سحر فرنگ کا موم کا بت آسمانی اعجاز کے پتھر سے توڑ دیا جائے اور چند سادہ لوحوں کو اپنا گرویدہ بنا کر تھوڑے عرصہ میں ایک جمیعت بہم پہنچا کر اپنے قرار دادہ دجال کے مقابلہ کیلئے دمشق (قادیان) سے نکلا اور امرتسر میں اس کے مقابلہ میں صف آراء ہوا۔ آخر پندرہ دن میں یہ فیصلہ ہوا کہ عین غروب آفتاب کے وقت مسیح کے لشکر پر ہزیمت پڑی اور اس کے جان نثار سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگے اور بجائے اس بات کے دجال مسیح کے ہاتھ سے باب لڈ پر قتل ہو، مسیح آپ ہی دجال کے ہاتھ سے سخت مجروح ہو کر بھاگ کر دمشق (قادیان) میں جا چھپا۔ اگرچہ مرزا قادیانی ایسے زبردست حریف کا مقابلہ کرنے سے تمنغات لعنت کا مستحق تو ہو گیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ اس زخم کاری سے جانبر نہ ہوگا۔۔۔

اب اے مقدس حواریین فرمائیے! کیا اسلام صدہا سال سے مسیح کے زیر سایہ اسی فتح و کامیابی کا انتظار کر رہا تھا جو آج کل آپ کے مسیح کو نصیب ہوئی ہے؟ کیا سحر فرنگ کا موم کا بت اسی طرح توڑا جاتا ہے۔ کیا بت پرستی کی بنیادیوں ہی اکھاڑی جایا کرتی ہے۔ اتّقوا اللہ اتّقوا اللہ اتّقوا اللہ۔ اور یہ بھی فرمائیے کہ یہ شکست و ندامت جو آپ کے مسیح کو دجال کے مقابلے میں حاصل ہوئی ہے، اس کا کسی حدیث میں ذکر ہے کہ مسیح موعود صرف قتل دجال اور ترقی اسلام کے واسطے نازل ہوگا اور دجال کے مقابلہ میں ذلیل ہوگا، اور

اس کے متبعین جو مقبولان بارگاہ ایزدی ہوں گے، اسے دمشق میں دشمنوں کے پنجہ میں چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو بھاگ جائیں گے اور اپنے امام کو دشمن کے رحم پر چھوڑ دیں گے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ ایسا کسی پیشگوئی میں نہیں بلکہ اس کے خلاف معاونین مسیح کی جان نثاری، اسلام کی شریفہ فتوحات اور دجال کی شکست و قتل کی بشارتیں جا بجا پائی جاتی ہیں، جو بے شک اپنے وقت پر ظہور میں آئیں گی۔ پس ثابت ہوا کہ نہ تو قادیانی مسیح ہے، نہ ملہم، نہ مجدد۔ بلکہ یہ سارے جھگڑے دنیا طلبی کے واسطے ظہور میں آئے۔ الحمد للہ کہ اس شکست سے اسلام کو کچھ بھی تعلق نہیں، کیونکہ مرزا کو اسلام کی طرف سے وکالت یا نیابت کی کوئی سند نہیں ملی ہوئی تھی جس سے اس کی شکست اسلام سے منسوب ہو سکے، بلکہ اسلام نے تو اس کو پہلے ہی مطرود اور مردود کر دیا تھا۔ اب اگر کوئی متعصب و ناحق شناس، مرزا کی شکست و ذلت کو اسلام سے منسوب کرے تو وہ خود ذلیل در ذلیل سمجھا جائے گا۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مضامین دیگر اسلامی اخبارات (پیہ اخبار۔ ملا دو پیادہ، وغیرہ) میں بھی درج ہیں۔ غیر اسلامی اخبارات کا انتخاب ہمارا مقصود و مطلوب نہ تھا مگر دو باتیں (ایک بے انصاف عیسائیوں کو، دوسرے گورنمنٹ کو) جتانے کی غرض سے ہم دو تین غیر اسلامی اخبارات کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔ ایک بات (جو عیسائیوں کو جتانے کے لائق ہے) یہ ہے کہ غیر اسلامی اخبارات خصوصاً عیسائی اخبار نور افشاں نے مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے سے اسلام کو جھوٹا نہیں کہا۔ یہ ان بے انصاف عیسائیوں کو عبرت و ہدایت کا موجب ہو سکتا ہے جو مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کا جھوٹا ہونا کہہ رہے ہیں۔ دوسری بات (جو گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ہے) یہ ہے کہ غیر اسلامی اخبارات نے اس حرکت بے جا قادیانی کو مؤاخذہ عدالت کے لائق قرار دیا ہے۔

کوہ نور لاہور

لاہور کا پرانا اخبار کوہ نور ۱۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے پرچہ میں اس پیشگوئی کا جھوٹ ہونا ثابت کر کے لکھتا ہے : ہم یہاں یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر عیسائی اس پیش گوئی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے خیال کریں تو ان کی سخت غلطی ہوگی کیونکہ مرزا قادیانی اپنے اعمال و افعال کا خود جوابدہ ہے، نہ کہ اسلام۔ معدودے

چند آدمیوں کے سوا ہندوستان کے تمام اہل اسلام مرزا قادیانی کو سخت نفرت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس کی پیش گوئیاں خود مسلمانوں کے نزدیک مجزوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کی صبح کو عبداللہ آتھم فیروز پور جاتے ہوئے تھوڑی دیر کیلئے لاہور ریلوے سٹیشن پر ٹھہرے تھے۔ بہت سے لوگ کمال اشتیاق سے ان کو دیکھنے گئے تھے جنہوں نے ان کو صحیح و سلامت دیکھ کر خوشی ظاہر کی۔ فوراً یہ خبر لاہور میں پھیل گئی۔ عام جوش مسرت اور خوشی کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ۶ ستمبر کا دن مسلمانان لاہور کیلئے عید سے کسی طرح کم نہ تھا۔ بالفرض مرزا قادیانی کی پیش گوئی صحیح بھی نکلتی تو پھر بھی ان کو ایک نجومی یا رمال سے زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی تھی کیونکہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ نجومیوں کی پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ مرزا صاحب نے اعلان دیا تھا کہ اگر یہ پیشینگوئی غلط نکلے تو میرے گلے میں رسہ ڈال کر تشہیر کیا جائے اور پھانسی پر چڑھایا جاوے وغیرہ۔ لیکن مرزا صاحب کو اس بات کا یقین ہے کہ برٹش عہد سلطنت میں کوئی ان کے گلے میں رسہ ڈالنے نہیں آئیگا، پھانسی کا تو کیا ذکر ہے۔ لیکن اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو وہ کم سے کم تحریف مجرمانہ کے ضرور مرتکب ہوئے ہیں اور عبداللہ آتھم، ملک پراحسان کریں گے اگر وہ اس مہم کاذب کو عدالت کے کٹہرے میں لا کر کھڑا کریں گے واقعی یہ امر نہایت غیر مستحسن ہے کہ ایک شخص کو پوری آزادی دی جاوے کہ وہ خوفناک پیشینگوئیوں سے لوگوں کو ڈراتا پھرے۔ یہ برٹش گورنمنٹ کے عہد سلطنت کی برکت ہے کہ مسیح و مہدی تو کیا، اگر کوئی خدائی کا دعویٰ بھی کرنے لگے، تو کسی کو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ ایران اور روم تو اسلامی سلطنتیں ہیں، روسی عمل داری میں بھی ایسے مدعیان خرد کیلئے سائبیریا موجود ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس اخبار میں جو اس آزادی کو غیر مستحسن قرار دے کر پھر اس کو برٹش گورنمنٹ کی برکت کہا گیا ہے اس سے صاحب اخبار کوہ نور کی مراد بے برکتی ہے۔ اور واقع میں بھی کسی کو اس حد تک آزادی دینا جو رعایا اور گورنمنٹ کے جان و مال کو نقصان پہنچاوے، برکت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ ناجائز آزادی ہے جس سے گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور عام لوگوں کا گورنمنٹ پر یہ گمان ہوتا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کی طرف دار ہے اسلئے وہ اس (مرزا) کو اس آزادی سے نہیں روکتی اور وہ یہ چاہتی

ہے کہ ایسے لوگ تفرقہ انداز پیدا ہوں اور لوگوں میں پھوٹ ڈالتے رہیں۔ اور وہ اتفاق جو گورنمنٹ کے خیال میں سلطنت کیلئے مضر ہے، پیدا نہ ہونے دیں۔ یہ خیال صرف عوام کا ہی نہیں بلکہ خاص پرنسپل اشخاص اور لیڈروں کا ہے جس کو وہ بذریعہ اخبارات مدت ہوئی ظاہر کر چکے ہیں۔ اور عوام تو اس سے زیادہ کہتے ہیں جس کا اظہار پہلے کلی مناسب نہیں کیونکہ وہ: مستان را سرود یاد دہانیدن، کا مصداق بنتا ہے۔ ہاں گورنمنٹ پرائیویٹ پلی دریافت کرے گی تو ہم ظاہر کر دیں گے۔ لہذا گورنمنٹ کا خسروانہ اور منصفانہ فرض ہے کہ اگر عبداللہ آسٹم یا کوئی اور صاحب قادیانی کی اس حرکت بے جا پرچارہ جوئی نہ کریں، تو گورنمنٹ خود مداخلت کرے اور اس کو نقصان و ایذا رسانی اور تخویف مجرمانہ کی سزا دے اور اس سے جو عامہ خلائق میں نقصان پیدا ہونا نہ صرف احتمالی بلکہ یقینی اور واقعی امر ہے، اس کو روک دے۔ جیسے کہ وہ دیگر دھوکہ دینے والوں کو بلا استغنا شروک دیتی ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی چیز کسی کے پاس فروخت کرے یا جھوٹی دوا دے کر لوگوں کو ضرر پہنچا دے، یا فن طبابت یا جراحی کی آڑ میں کسی کو اس کی موت کی جھوٹی خبر دے کر اس کا مال مارے تو حکومت اس کو مؤاخذہ کرے، اور کوئی جھوٹا الہام بنا کر اس سے لوگوں کو موت سے ڈرا دے اور اس ذریعہ سے ان کا مال مارے تو اس کو گورنمنٹ چھوڑ دے اور ایسی آزادی دے رکھے کہ جس کو وہ چاہے اس الہام سے ڈرا دے اور دھمکا دے اور اس کا مال خورد برد کرے۔

اور اگر حکومت یہ عذر کرے کہ لوگ اپنے مالوں کے تصرف میں آزاد و خود مختار ہیں اور اپنے اختیار سے (خوشی سے، خواہ ڈر سے) مال دیتے ہیں، تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے تو پھر وہ ان لوگوں کو کیوں روکتی ہے جن کو لوگ اپنی خوشی سے دھوکہ میں آکر مال دیدیتے ہیں یا انکے ہاتھ سے جانی نقصان پاتے ہیں، اور آخر وہ لوگ دھوکہ باز ثابت ہوتے ہیں۔

اور اگر حکومت یہ عذر کرے کہ الہام کا دعویٰ کرنا اور اس الہام کے ذریعہ سے اس قسم کی پیشینگوئیاں کرنا ایک مذہبی امر ہے جس میں حکومت مداخلت نہیں کرتی، نیوٹرل رہنا چاہتی ہے، تو اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پھر حکومت نے ان لوگوں پر کیوں مؤاخذہ کیا اور کیوں ان کو پھانسی دیا، یا توپ کے آگے اڑایا، یا کالے پانی بھجوا یا، جنہوں نے اپنے مذہب کے حکم یا بہانہ سے حکومت کا مقابلہ کرنے والوں کا ساتھ دیا؟

یہ قادیانی بھی اس خیال کا آدمی ہے۔ یہ اپنی کتاب دفع الوسوس کے صفحہ ۶۰۱ میں صاف کہہ چکا ہے کہ نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا جس کو چاہتا ہے ان کے مال و جان کا مالک بنا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ سے تلف کراتا ہے۔ اور حکومت کی نسبت اپنے خاص مریدوں کو ہشت سال میعاد کی پیش گوئی سنا چکا ہے، جس کا ہم نے بارہا اس رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ اب یہ گورنمنٹ کے مقابلہ کے لئے صرف کافی جمیعت کا منتظر ہے۔ کیا اس وقت بھی حکومت اس مقابلہ کو ایک مذہبی امر سمجھ کر مداخلت سے متوقف رہے گی اور اس مداخلت کو خلاف نیوٹرلیٹی سمجھے گی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اور یہ امر انصاف کے مخالف ہے کہ جب وہ اپنے الہام اور مذہب کی اجازت سے حکومت پر دست دازی کرے تو اس کو روکا جائے اور جب وہ اسی الہام اور مذہب کے بہانہ سے رعایا کے جان و مال پر دست درازی کرے، تو اس کو مذہبی امر سمجھ کر اس میں دست اندازی نہ کی جائے۔ آئندہ اس امر کو گورنمنٹ خود سوچ لے وہ ہم سے بڑھ کر ایسے امور کو سوچ سکتی ہے۔

نور افشان۔ لودیانہ

اخبار نور افشان (جو عیسائیوں کا مشہور اخبار ہے) نے اپنے پرچہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء میں کوہ نور کا مضمون مذکور بطور استہشاد نقل کیا ہے تو گویا امر کو مان لیا کہ جو عیسائی اس پیش گوئی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے سمجھتے ہیں، اور قادیانی کے جھوٹا ہونے کو تمام مسلمانوں کا جھوٹا ہونا بنا رہے ہیں، وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ نیز اسی پرچہ میں اس پر خود یہ بیمار کہا کہ

ہم لکھ چکے ہیں (یعنی پرچہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں ہے) کہ مرزائی پیشگوئی کا پورا ہونا ناسیحت کی بطلت کی دلیل کسی صورت نہیں ہو سکتی تھی، اور نہ اس کا پورا نہ ہونا محمدیت کے ابطال کیلئے کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔

اور اپنے پرچہ ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں اپنے عیسائی نامہ نگار سے نقل کیا ہے

مرزا صاحب ہمارے نزدیک آپ کا الہام بہر صورت جھوٹا اور اس کی تاویل باطل ٹھہرتی ہے اور بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آپ توبہ کریں۔ آپ شوق سے ایسے اشتہار دیویں اور جھوٹوں جتاویں کہ آپ جھوٹے

نہیں ٹھہرے۔ اور فتح اسلام، فتح اسلام پکارا کریں، لیکن ان سے نہ تو آپ کی روسیاہی دہوئی جاتی ہے اور نہ فتح اسلام ثابت ہوئی ہے۔ آپ جیسے اولیاء کی باتیں فتح اسلام کی دلیل نہیں ٹھہر سکتیں۔ آپ اسلام کو بھی خواہ مخواہ بدنام کر رہے ہو، حالانکہ ہم عیسائی نہیں چاہتے کہ آپ کے سبب اسلام کو بدنام کریں۔

اور اپنے پرچہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے

نامہ نگاروں کی خدمت میں گزارش ہے کہ آئندہ کوئی مضمون مرزا غلام احمد قادیانی کے بارہ میں بمراد اندراج نور افشاں نہ بھیجیں۔ غیرت مند و باحیا شخص کیلئے جس قدر اب تک لکھا جا چکا ہے، کافی سے زیادہ ہے، مگر غالباً نام بردہ کو ان تحریروں سے کچھ بھی غیرت نہ آئی ہوگی۔ پس ایسے شخص کی نسبت کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ درحالیکہ اہل اسلام مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج، اور مسیحی اس کو ایک کاذب مفتری سمجھتے ہیں، تو اب اس کو اس مہلک طریق میں جو اس نے اپنے لئے اختیار کیا ہے چھوڑ دینا چاہیے اور آئندہ اس کا کچھ ذکر نہ کرنا بہتر ہوگا۔ ایڈیٹر۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ان عبارات نور افشاں کو وہ بے انصاف عیسائی جو قادیانی پر فتح یابی کو اسلام پر فتح یابی سمجھ کر اس پر بغلیں بجاتے تھے، عبرت و انصاف و حیا کی نگاہوں سے پڑھیں اور اس فتح کے دعویدار اب شرم کریں اور آئندہ اس فتح کو بمقابلہ اہل اسلام فتح نہ کہیں، بلکہ ایک کافر و مرتد خارج از ملت اسلام پر فتح کہیں جیسا کہ ان کے لیڈروں (ایڈیٹر نور افشاں اور اس کے عیسائی کار سپانڈنٹوں) نے کہا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس نقل و تلخیص مضامین اخبارات و اشتہارات سے ہماری دونوں غرضیں ثابت ہوئیں، یعنی ثابت ہوا کہ

۱۔ قادیانی کی شکست و دروغ گوئی ثابت ہونے کی خوشی جمہوری خوشی ہے۔

۲۔ خوشی کرنے والے مسلمانوں نے (بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں نے بھی) اس شکست کو اسلام کی شکست نہیں قرار دیا اور نہ اس پر اظہار مسرت کیا ہے۔ قادیانی نے جو مسلمانوں کو اسلام کے مقابلہ میں عیسائیوں کی فتح پر خوشی کرنے کا الزام دیا ہے، اس میں کذب سے کام لیا ہے۔

مولانا ثبالبی فرماتے ہیں کہ اب ناظرین کو یہ شوق ہوگا کہ دیکھیں قادیانی اس روسیاء ہی کو کس طرح اٹھاتا ہے اور اپنے جھوٹ کو کیونکر سچ بناتا ہے۔ اور اس گناہ پر وہ کون سا عذر کرتا ہے جس کو ہم نے کئی جگہ عذر گناہ بدتر از گناہ کہا ہے۔ سو اس کا بیان ہماری تحریر ذیل میں ہے جو مرزا کے اشتہارات، ایک ہزار، دو ہزار، و تین ہزار، و چار ہزار، کے جواب میں لکھی گئی ہے (یہ تحریر جو ہم آئندہ صفحات میں درج کرے ۱۸۹۴ء-۱۸۹۵ء میں لکھی گئی تھی جب ڈپٹی عبداللہ آتھم مرزا صاحب کی پیٹنگوں کی میعاد ۱۵ ماہ گزر جانے کے بعد زندہ تھا۔ بہاء)

تجزیہ عذرات بابت انجام آتھم

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین ثبالبیؒ کہتے ہیں کہ مباحثہ امرتسر میں مرزا قادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ ماہ میں فوت ہو جانے کی پیش گوئی کر کے لکھا ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی، یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزامت موت (ایسا الناظرون ان الفاظ کو نہ بھولنا۔ محمد حسین) ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اوٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاء کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا، آسمان زمین ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسی کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔

یہ عبارت والفاظ قادیانی کے صاف پکار رہے ہیں کہ اگر اس کا مخالف عبداللہ آتھم یا فریق مخالف کے تمام ممبر بسزائے موت جہنم میں نہ جائیں، تو اس (قادیانی) پر خدا کی اس قدر لعنت ہے جو تمام دنیا کے کسی شیطان بدکار لعنتی پر نہیں ہوئی۔

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ عبداللہ آتھم یا اس کا تمام فریق مر گیا یا وہ زندہ ہے؟ اور اس کے فریق کے لوگوں سے کوئی ایک شخص بھی زندہ ہے؟

میعاد ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو گذر گئی اور عبداللہ آتھم مع اکثر ممبران فریق خود زندہ ہے۔ اس امر کا اعتراف قادیانی نے خود اپنے اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء اور اپنے رسالہ انوار الاسلام میں کیا ہے۔ وہ آتھم کو زندہ بتاتا ہے اور ڈاکٹر کلارک اور پادری عماد الدین وغیرہ کو مخاطب کر کے ان دونوں کی حیات کا اظہار و اقرار کر رہا ہے۔ پھر بحسب شہادت عبارت والفاظ منقولہ بالا اس کی طرف سے اس پر لعنت کی بوچھاڑ ہونے میں کیا کسر ہے؟... ہر آن ہر لحظہ اس پر لعنت کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

ایک سوال یہ ہے کہ اگر قادیانی عبارت مذکورہ بالا مشتہر کر چکا ہے تو پھر وہ اپنا منہ کالا کر کے اپنے گلے میں رسہ ڈال کر اور ایک لعنت کا سائن بورڈ زیب گلو فرما کر اپنے آپ کو مسلمانوں یا عیسائیوں کے حوالہ کیوں نہیں کر دیتا، اس میں اسکو کوئی عذر ہے تو وہ کیا ہے؟

وہ ایک عذر نہیں، کئی اعذار دل آزار ہیں مگر سب کے سب بدتر از گناہ کا مصداق۔ وہ عذرات وہی یا اس جنس سے ہیں جن کے قادیانی کی طرف سے پیش ہونے سے پہلے اشاعت السنۃ اپنے نمبر ۹ جلد ۱۵ میں پیش گوئی کر چکا ہے۔ وہ یہ ہیں:

(۱) وہ کہتا ہے کہ اصل الہام میں ہا و یہ کالفظ تھا اور میں نے اس کی تشریح موت سے اپنی طرف سے کی تھی۔ اس میں، میں نے غلطی کھائی تو یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے ملہم بھی ایسی غلطی کھا گئے تھے جو ایک الہامی وعدہ مجمل کی اپنے خیال سے تفصیل کرتے وہ درست نہ نکلتی تو ان کو خدا تعالیٰ پر عدم ایفاء وعدہ کا گمان ہو جاتا۔ اسکی تصدیق و تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب فیوض الحرمین کے صفحہ ۴۷ کا حوالہ دیتا ہے۔ اصل عبارت فیوض الحرمین کو قادیانی نے اسلئے نقل نہیں کیا کہ اس کے نقل کرنے سے عام لوگوں پر اس کا معترف غلطی ہونا ظاہر ہوتا تھا اور یہ امر (اعتراف غلطی) اس پر موت سے زیادہ سخت ہے۔ مناسب ہے کہ ہم اصل عبارت فیوض الحرمین کو نقل کر دیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اس عبارت کے دست آوریز تمسک سے قادیانی کا معترف غلطی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

و ثانیہما عن یکشف له امر و يتحول هذا الا نکشاف الاجمالی الہاماً مجملاً
 فیتبادر الیہ المعلوم المخزونة فی صدرہ فتشرحه شرحاً من حیث لا یدری... ولا
 عبرة حینئذ بالشج و الاطمینان لانه فی الحقیقة شج بالامر الاجمالی من حیث .
 هو محفوظہ فی هذا الشرح و ربما تبادر لله هاجس نفس و استعجال طبعته و
 تسویل شیطان نقصر نظره عن التمییز بقی الامر عنده غیر مبین... و بالجملة
 فمن رأى هذه الصورة المختلطة قال وعد ولم یوجد الموعود و من رأى کل شیء
 متمیزاً من غیره قال الوعد اجمالی وقد و فی به ولو نشاة دون نشاة و شج دون شج
 . فالوجهان جمیعاً انما یعتبران المتوسطین و اما اهل اکمال فہم بمنزل من ذلك .
 فیوض الحرمین - مختصراً - ص ۷۴) (ترجمہ - وعدہ کے عدم وقوع کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ صاحب کشف کو ایک امر
 مجمل کا انکشاف ہوتا ہے، پھر وہ انکشاف اجمالی الہام بن جاتا ہے۔ اس اجمال کی صاحب کشف کے علوم و
 خیالات، جو اس کے سینے میں ہوتے ہیں، شرح کرتے ہیں، ایسی جگہ سے کہ اس کو خبر نہیں ہوتی۔ اس پر اس کو
 اطمینان یقین ہو جائے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ یہ یقین کرنا اجمالی امر کا ہے اس حالت و صورت میں
 کہ وہ اس خیالی شرح میں محفوظ سمجھا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات نفس کا خطرہ یا خیال یا طبیعت کا استعجال یا شیطان
 کا دہو کہ جلدی کرتا ہے تو صاحب کشف اس الہام اجمالی اور اس شرح خیالی میں تمیز نہیں کر سکتا اور اس کے
 نزدیک اصل الہام اور اس کی شرح میں فرق نہیں رہتا۔ پس جو شخص اس گڈ ٹڈ صورت کو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ
 وعدہ ہوا تھا مگر پایا نہیں گیا۔ اور جو شخص ان دونوں میں امتیاز کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ وعدہ اجمالی تھا، سو پورا ہوا
 خواہ کسی جہان میں ہو اور خواہ کسی صورت (ظاہری یا تاویلی) سے ہو مگر یہ امر متوسط لوگوں کو پیش آتے ہیں، اہل
 کمال ان دونوں سے بر طرف رہتے ہیں)

مرزا قادیانی نے اس مضمون کتاب فیوض الحرمین سے تمسک کرنے سے یہ بتایا ہے کہ میں عرفان و
 کمال میں ناقص ہوں، اس لئے خطرہ نفس اور وسوسہ شیطان نے مجھ پر غلبہ کر کے میری اس تفسیر کو (جو میں نے
 اپنے خیال سے کی تھی) اور اصل الہام اجمال کو ایک کر دیا۔ اور میں نے غلطی کر کے اصل ہاویہ کو موت قرار دے کر

خصم کے سامنے بیان کر دیا تھا کہ اگر مخالف کو موت نہ ہوئی تو میرا منہ سیاہ کر کے مجھے لعنتی بنایا جائے وغیرہ۔ اس میں، میں نے شیطان سے دھوکہ کھایا ہے اور میں اس کی تفسیر کرنے میں غلطی کا مرتکب ہوا۔ مگر اے حضرات! یہ بات اس کے حوالہ و دست آوریز مضمون مذکور کا لازمہ و نتیجہ ہے، منہ سے وہ کبھی اقرار نہ کرے گا کہ میں اس تفسیر میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں (یہ بھی وجہ ہے کہ اس عذراول کے مخالف دوسرے عذرات بھی کرتا ہے جن سے اس تفسیر کا صحیح ہونا جتنا ہے) اور پھر کہتا ہے کہ اصل الہام کے مضمون، ہاویہ، سے عبد اللہ آتھم نہیں بچ سکا۔ وہ سخت بیمار رہا، ڈر کا مارا شہر بشہر پھرتا رہا، گھر کے اندر سے اس کو ڈر لگتا تھا، کتے اور سانپوں کے سامنے آجانے سے بھی ڈر جاتا تھا، یہ ہاویہ نہیں تو اور کیا ہے۔

اور کہتا ہے کہ اس معنی ہاویہ سے اس فریق کا کوئی شخص نہیں بچا۔ ڈاکٹر کلارک کو پادری رائٹ کے بے وقت موت کا ایسا الم پہنچا جو ہاویہ سے کم نہ تھا۔ ایسا ہی پادری ٹامس ہاول بیماری کے ہاویہ میں رہ کر ایک مدت کے بعد نکلا۔ ایسا ہی پادری عبد اللہ سخت بیمار ہونے کے باعث ہاویہ میں گرا، اور معلوم نہیں کہ مرایا بچا۔ پادری عماد الدین رسالہ نور الحق کے جواب سے عاجز ہونے اور ایک ہزار لعنت کا (جو اس رسالہ میں اس پر بھیجی گئی تھی) مورد ہونے سے ہاویہ میں گرا۔

۲۔ دوسرا عذر، عذراول کے مخالف و متناقض ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ موت کا ل طور کا ہاویہ ہے اور یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ اس سے گو آتھم بچ گیا ہے مگر اصل الہام میں آتھم کا نام نہیں لیا گیا تھا، بلکہ فریق مخالف کیلئے ہاویہ میں پڑنے کی خبر دی گئی ہے۔ سو مباحثہ کرنے والے فریق میں سے ایک ممبر پادری رائٹ امرتسر میں مرا، اور یوحنا جنڈیالہ میں، پادری فورمین لاہور میں مرا۔ اس معنی سے بھی اس پیش گوئی کا تحقق ہو گیا، نہ تخلف۔

آفرین اے قادیانی تیری جرأت و حیا پر کہ جس منہ سے تو نے موت کو اصل الہام سے غیر اور اس کی تفسیر قرار دے کر اس کے تحقق کو غیر ضروری ٹھہرایا تھا، اور اس تفسیر کو اصل الہام سے متحد سمجھنے کو سوسہ شیطان بتایا تھا، اسی منہ سے تو نے پھر اس کو ہاویہ کا فرد ٹھہرایا اور متحقق بتایا ہے اور اس گروہ کے دو تین اشخاص کی موت سے اس پیش گوئی کو سچا بنایا ہے

۳۔ عذراول کے مخالف و متناقض وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصے تھے۔

اول یہ کہ فریق مخالف ہاویہ (یعنی موت) میں ڈالا جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ حق کی طرف کسی قدر بھی رجوع کر لے گا، یعنی موت سے ڈر جائے گا تو وہ اس ہاویہ موت سے بچا لیا جائے گا۔ عبد اللہ آہتم کے حق میں خدانے پہلے پہلو کی طرف رخ نہ کیا، بلکہ دوسرے پہلو کو اختیار کیا۔ کیونکہ اس نے کسی قدر حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اس عذرت و تاویل کو قادیانی نے اپنے ہی تک نہیں رہنے دیا بلکہ اس مضمون کا عربی عبارت میں ایک الہام بھی گھڑ کر خدا تعالیٰ پر اس کا افتراء کیا۔ چنانچہ کہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیا اور مجھے فرمایا ہے: اطلع اللہ علی ہمہ و غمہ۔ و لن تجد لسنة اللہ تبدیلاً۔ و لا ... و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ و بعزتی و جلالی انک انت الاعلی۔ و نمزق الاعداء کل ممزق۔ و مکر اولتک ہو یبور۔ انا نکشف السر عن ساقہ۔ یومئذ یفرح المؤمنون ثلثہ من الاولین و ثلثہ من الآخیرین۔ و ہذہ ... فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلاً۔

اس عبارت کے نو فقرے ہیں، جن میں اکثر فقرے قرآن مجید سے پورے پورے چرائے گئے ہیں۔ اور فقرہ اول و سوم و چہارم و پنجم کے بعض الفاظ قرآن سے مسروق ہیں۔ اور ان الفاظ و فقرات کی ترتیب صرف ایجاد بندہ (قادیانی) ہے جس سے مطلب و مقصود قادیانی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا اور وہ مطلب دوطن شاعر کا مصداق تھا۔ لہذا اسے اس کی تفسیر بھی الہام سے کرنی پڑی۔

فقرہ اول۔ اصل ترجمہ لفظی یہ تھا کہ، خدا نے اس کے غم و ہم پر اطلاع پائی، جس سے قادیانی کا مطلب ادا نہ ہوتا تھا اسلئے اس نے اس کی الہامی تفسیر کی اور کہا: اور اس کو مہلت دی جب تک کہ وہ بے باکی اور سخت گیری اور تکذیب کی طرف میل کرے۔ اور خدا کے احسان کو بھلا دے،

فقرہ دوم کا ترجمہ لفظی صرف یہ تھا کہ تو خدا کی عادت میں تبدیلی نہ پائے گا، جو قادیانی کے مطلب کیلئے کافی نہ تھا۔ اس پر اس نے الہامی تفسیر سے یہ اضافہ کیا: عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں جو غضب الہی کو مشتعل کریں۔ اور اگر دل کے کسی گوشہ میں بھی کچھ خوف الہی مخفی ہو اور کچھ دہڑ کہ شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا، دوسرے وقت پر پڑ جاتا ہے،

ایسے ہی الہامی تفسیر فقرہ ۳، ۴، ۵، ۶ کی کر کے فقرہ سات (جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے، ہم اس کی پنڈلی سے ہید کھولیں گے) کی یہ تفسیر کی ہے کہ: ہم اس پنڈلیوں میں سے بنگا کر کے دکھائیں گے، یعنی حقیقت کھول دیں گے اور فتح کے دلائل ظاہر کریں گے۔

ایسی ہی اس نے باقی فقرات کی الہامی تفسیر کی ہے۔ اس مرمت و شکست و ریخت الہام مذکور پر بھی قادیانی کا یہ مطلب لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا کہ یہ غم و فکر کرنا، رجوع بسوئے حق کیوں کر ہو گیا، جس کو الہام ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء میں عذاب موت کے ٹل جانے کی شرط قرار دیا گیا تھا۔ تو اس نے اس الہام اور اس کی تفسیر کو بلکہ تمام مضمون کو ختم کر دینے کے بعد اس الہام کی تفسیر در تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ:

حق کی طرف رجوع کرنے سے یہی ڈر جانا مراد ہے جو عبد اللہ آتھم نے اپنی مضطر بانہ حالت سے ظاہر کیا ہے کہ وہ موت سے ڈر کر شہر بشار پھر اور گھر کے اندر سے اور کتوں سے اور سانپوں سے ڈرا، کیونکہ حق کی طرف رجوع کرنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت سے قبول کرنا در حقیقت ایک ہی بات ہے۔

۲۔ اور اس عذر کی تائید میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ کسی قدر ڈر جانا گونجات اخروی کیلئے کافی نہیں ہے (یعنی ایمان و اسلام اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ جس سے نجات اخروی متصور ہے) مگر اس قدر ڈر جانے سے دنیوی عذاب الہی کا ٹل جانا، لازم و ضروری ہے۔ اور اس پر آیت فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ دلیل ہے۔ اور یہ بات بھی قرآن اور بائبل سے ثابت ہے کہ خدا کی عادت مستمرہ و سنت قدیمہ ہے کہ جب کوئی شری قوم جس پر عذاب نازل ہونا مقرر ہو چکا تھا، عذاب سے ڈر گئے تو وہ عذاب اس سے ٹلایا گیا۔ اس کے ثبوت میں اس نے چند ایسی آیات نقل کی ہیں جن میں اس مضمون کا نام و نشان نہیں۔ صرف یہ بیان ہے کہ عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب کسی قوم سے فسق و ظلم و استہزاء و وقوع میں آتا ہے

۳۔ اور کہتا ہے کہ عبد اللہ آتھم کا کسی قدر ڈر جانا اس سے ثابت ہے کہ وہ شہر بشار پھرا۔ اور اگر عبد اللہ اس سے انکاری ہو تو وہ ایک مجلس میں مجھ سے مباحلہ کرے اور کہہ دے کہ وہ ۱۵ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ایک لحظہ وہ اس پیش گوئی سے نہیں ڈرا، اور کبھی اسلام کی سچائی کا خیال اس کے دل میں نہیں گذرا، اور کبھی ایک ذرہ اسلامی توحید کا خیال اور تثلیث سے انکار اس کے دل میں نہیں آیا۔ اس کے بعد اگر ایک سال تک اس کو موت نہ آئی تو اس کو

سچا سمجھا جائے گا اور ایک ہزار روپہ اس کے حوالہ کیا جائے گا جو بطور امانت و باخذ ضمانت ابھی سے اس کے پاس رکھوایا جائے گا۔ اور اگر عبداللہ آتھم نے اس فیصلہ کی طرف رجوع نہ کیا تو گویا میری اس بات کو کہ وہ میری پیش گوئی سے کسی قدر ڈر گیا، تسلیم کر لیا۔

۴۔ اور کہتا ہے کہ اس پیش گوئی میں دوسرے پہلو کو خدا نے اسلئے اختیار کیا اور پہلے پہلو کو ترک کیا کہ پہلا پہلو (یعنی موت عبداللہ بن آتھم) مجروح اور تختہ مشق اعتراضات ہو گیا تھا۔ کوئی کہتا تھا، مرنا کیا نئی بات ہے، ایک ڈاکٹر صاحب پہلے ہی موت کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ چھ ماہ تک فوت ہو جائے گا، کوئی کہتا تھا کہ بڈھا ہے، کوئی کہتا تھا کہ کمزور ہے، موت کیا تعجب ہے، کوئی کہتا تھا کہ جادو سے مار دیں گے، یہ شخص بڑا جادوگر ہے۔ خدا حکیم و علیم نے جب دیکھا کہ معترضوں نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کر دیا ہے اور خیالات سے اس کا اثر اٹھا دیا ہے تو آتھم کے دل پر عظمت اسلام کا رعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دیدیا اور موت کے پہلو کو نال دیا۔

۵۔ اور کہتا ہے کہ ایک فائدہ اس پہلو دوم کے اختیار کرنے میں یہ بھی ہے کہ اگر پہلو اول کو اختیار کیا جاتا اور عبداللہ آتھم مرجاتا، تو ہماری جماعت میں عام لوگ، جن میں رذیل مکینہ و سفلہ اور موٹی سمجھ والے لوگ بھی شامل ہیں، داخل ہو جاتے۔ اور ہماری شریف اور پاک جماعت کے ہم پہلو جگہ لے کر اس جماعت کو ناپاک کر دیتے اس فائدہ کی تائید و ثبوت میں وہ کہتا ہے کہ خدا کی عادت قدیمہ اور سنت مستمرہ و معجزہ و نشان نمائی میں یہی چلی آتی ہے کہ وہ ایسے باریک و عالی شان معجزہ و نشان ظاہر کیا کرتا ہے جن کو صرف عالی شان شریف و نجیب وزیر ک لوگ و باریک بین سمجھ سکیں، نہ ایسے عام فہم نشان جن کو مکینہ لوگ اور موٹی عقل والے سمجھ سکیں اور وہ ایسے نشان دیکھ کر داخل جماعت ہوں۔ اور وہ شریفوں و نجیبوں اور زیرک لوگوں کے ہم پہلو جگہ لے کر انکے عار و ننگ کا موجب ہوں اور اس جماعت کو ناپاک کریں۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جماعت شرفاء و عقلاء سے علیحدہ اور خارج کرنے کی غرض سے اپنے نشانوں پر پردے ڈال دیتا ہے۔ خدا قادر تو ہے کہ وہ ایسا نشان دکھاوے جس کو تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت مکینہ بھی سمجھ سکیں اور اس نشان کی طرف جھک جائیں، مگر ایسا نہ کبھی ہوا اور نہ آسندہ ہوگا۔ ایسا نشان دیکھ کر ایمان لانا، ایمان بالغیب نہیں کہلاتا جو نجات کا مدار ہے اور نہ وہ موجب ثواب ہو سکتا ہے، کیونکہ بدیہات کا ماننا موجب ثواب نہیں ہو سکتا۔ لہذا ایسا نشان حامی ایمان نہیں ہوتا۔ بلکہ

ربانی وجود کا سارا پردہ کھول کر ایمانی انتظام کو بنگلی برباد کر دیتا ہے۔

۷۔ ان وجوہات پر ناز اور فخر کر کے قادیانی ان علماء اسلام کو جو اس پیشگوئی میں اس کو جھوٹا قرار دے کر اس کی تکذیب کے اشتہار جاری کر چکے ہیں، نیم عیسائی بنا کر ان پر لے دے کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ان کا مجھے جھوٹا کہنا اسلام پر حملہ کرنا ہے، کیونکہ میں اگرچہ ان کے نزدیک کافر بلکہ اکفر تھا، مگر پھر بھی اسلام کا وکیل تھا، اور اس پیشگوئی سے اسلام کی سچائی عیسائیوں پر ثابت کرنا چاہتا تھا۔ پس اگر میں اس پیش گوئی میں جھوٹا ہوا تو گویا اسلام جھوٹا ہوا۔ اور اس کی تائید میں ایک فرضی تمثیل پیش کرتا ہے کہ اگر بھنگی یا چمار اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کا مقابلہ کرے گا، تو یہ ممکن نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ اس بھنگی کو ذلیل کرے اور عیسائیوں کو اس پر فتح یاب کرے۔ خدا اس کا بھنگی یا چمار ہونا نہیں دیکھے گا بلکہ اپنے دین کی عزت رکھے گا۔ پھر تم مجھے عیسائیوں کے مقابلہ میں کیوں مغلوب اور ذلیل قرار دیتے ہو۔

۸۔ اس فخریہ الزام کے ساتھ وہ ان علماء اور ان تمام اشخاص مذہب غیر (عیسائی ہندو آریہ سکھ وغیرہ) کو جو اس پیشگوئی کو دروغ ٹھکائی کہنے میں مسلمانوں کے شریک ہیں اور وہ قادیانی کے جھوٹا ہونے پر اظہارِ مسرت کر چکے ہیں، گالیاں دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اب بھی عبداللہ آہتم سے میرے عذر سوم کی تکذیب بصورت مذکورہ بالا کرانے کے بغیر مجھے جھوٹا کہو گے تو تم شریف زادے اور حلال زادے نہیں ہو، کینے اور حرام زادے ہو۔

۹۔ ان ملع سازیوں کے ساتھ وہ اپنے مریدوں کو اپنی صداقت اور فتح جتلا کر اپنے دام سے باہر نکلنے پر یہ ڈر سنا تا ہے کہ تم مجھ سے الگ ہو گئے تو تمہارا چھلا حال پہلے حال سے بدتر ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس کے عذرات اور انکے وجوہات ہیں جن کو اس نے ۴۲ صفحہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء اور اکیس صفحہ رسالہ انوار الاسلام میں مکرر، سہ کر عبارت میں بیان کیا ہے۔ لیکن اس کے یہ عذرات اور ان کی وجوہات من اولھا الی آخرھا اس کی اس روسیاء ہی کو اٹھانہیں سکتے اور اس پیشگوئی میں اس کو سچا نہیں کرتے، بلکہ کاذب و کافر اور فریبی بناتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ بے شرمی، بے ایمانی، ہٹ دھرمی میں بات بنانا اور ایک بات کہہ کر اس سے مکر جانا، پھر منکر نہ کہلانے میں دنیا بھر میں اس کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اور اس دعویٰ کی دلیل دل لگا کر سنو۔

اس کا پہلا عذر اس کی اس روسیاء ہی کو نہیں مٹاتا، بلکہ اس پر سیاہی کی گھٹا چڑھاتا ہے کہ مسلمانوں نے اس کو یہ نہیں کہا کہ تیرے اصل الہام میں موت کا وعدہ تھا، وہ پورا نہیں ہوا، اس لئے تیرا منہ کالا کرنا چاہیے۔ وہ اس کو ایسا کہتے تو اس کے جواب میں اس کا عذر بجا ہوتا۔ مسلمان تو اس کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے اس الہام کی تفسیر میں ہاویہ کو موت قرار دیا تھا اور اس موت کے عدم وقوع پر منہ کالا کرنا قبول کیا تھا۔ اب اس کا وقوع نہیں ہوا تو تیری اس تفسیر و اقرار کی رو سے (نہ اصل الہام کے حکم سے) ہمارا حق ہو گیا ہے کہ ہم تیرا منہ کالا کریں اور تیرے گلے میں رسہ ڈال کر تجھے شہر بشارت پھراویں۔ اور جب تو تھک جائے تو ایک گدھے پر جس کو ایک بھنگی ساتھ ساتھ لئے پھرے گا، تجھے سوار کرادیں۔

اس صورت میں اے ناظرین! قادیانی کا یہ عذر کب لائق پذیرائی ہے اور وہ اس سزا کو کیونکر ٹال سکتا ہے؟ اے ناظرین! مسلمان تو اس کو چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ اس پیشگوئی سے موت قرار دینا اور اس کے عدم وقوع پر ایسی سخت سزا مان لینا، تیری نادانی یا دھوکہ دہی اور بے ایمانی ہے۔ تو جس حالت میں اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں یہ لکھ چکا ہے کہ انبیاء اپنی پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی کیا کرتے تھے (عیاذاً باللہ) تو پھر تو اپنی پیشگوئی کے معنی سمجھنے میں کیوں کر غلطی سے بری ہو سکتا ہے؟ کیا تیرا الہام انبیاء کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے؟ یا تو اپنے الہام کے معنی سمجھنے میں غلطی و خطا سے معصوم ہے؟ اگر تیرا یہ دعویٰ ہے تو تیرے کافر ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر تجھے یہ دعویٰ نہیں تو پھر اپنی پیشگوئی کے ان معنی کا (جو تو نے سمجھے ہیں) تجھے یقین کرنا کیونکر جائز ہے؟ اس صورت میں تیرا اس یقین کو ظاہر کرنا صرف لوگوں کو دھوکہ دینا اور اس غرض سے ہے کہ اس عرصہ میں آتھم بحسب اتفاق و تقاضا سنہ و عمر فوت ہو گیا تو لوگوں کو دام میں لاؤں گا اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو یہ کہہ دوں گا کہ اصل الہام میں فوت ہونے کا وعدہ نہ تھا، بلکہ صرف ہاویہ کا وعدہ تھا جو ہر ایک کافر کو مرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ اس سے موت مراد ہونا میری طرف سے بطور تفسیر تھا، جو غلط نکلا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ باتیں مرزا قادیانی کو اشاعت السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں صاف طور پر کہہ دی تھیں اور کئی مسلمانوں نے زبانی اور اخباروں میں اور قادیانی کے گھر پہنچ کر کہی تھیں۔ مگر قادیانی اور اس کے گمراہ اور اندھے بہرے حواریوں نے کسی کی ایک نہ سنی اور ان سب کے مقابلہ

میں دعویٰ موت عبداللہ آتھم پر ضد قائم رکھی۔

اخبار عام ماہ جولائی ۱۸۹۴ء کے کسی پرچے میں ایک کشمیری حواری قادیانی نے یہ درخواست کی تھی کہ لوگو! اس تکفروائکار میں کیوں جلدی کرتے ہو۔ پیش گوئی موت آتھم کا انتظار تو کر لو۔ اس کے جواب میں ایک مسلمان نے کہا کہ اگر عبداللہ آتھم فوت ہوا تو بھی قادیانی کا الہام واجب التسلیم نہ ہوگا کیونکہ نبیوں اور سابق ملہموں کے الہام کا بقول قادیانی ظاہری معنی سے وقوع ضروری نہیں ہے۔ تو قادیانی کا الہام اگر ظاہری معنی سے (جس کا قادیانی کو دعویٰ ہے) واقع ہو گیا، کیوں تسلیم کیا جاوے گا؟ اس کے جواب میں اس کشمیری حواری نے اخبار عام اگست ۱۸۹۴ء کے کسی پرچہ میں یہ مشتبہ کیا کہ جو پیشگوئیاں انبیاء و ملہمین سابقین کی اپنے ظاہری معنی سے وقوع میں نہیں آئیں وہ کسی کے مقابلہ میں اور کسی دعویٰ کی تصدیق کیلئے نہ ہوئی تھیں۔ بخلاف اس پیشگوئی موت عبداللہ آتھم کے کہ یہ بمقابلہ عیسائیوں کے اور ایک دعویٰ کی تصدیق کیلئے ہوئی ہے۔ لہذا اس پیش گوئی کا اسی معنی ظاہری سے واقع ہونا ضروری ہے جو اس سے یقیناً سمجھے گئے ہیں۔ اسی اگست ۱۸۹۴ء کے اخیر میں دو شخص بظاہر مسلمان درپردہ عیسائی مرزائی اور نیچری (ایک مولوی نور محمد مالک نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور۔ دوسرا نشی فتح دین ملازم سردار محمد عمر رئیس موکل) قادیان پہنچے تو ان میں سے دوسرے صاحب مرزا قادیانی سے مستفسر ہوئے کہ یا حضرت! اگر یہ پیشگوئی اپنے ظاہری معنی سے جو آپ نے بیان کئے ہیں، واقع نہ ہوئی یعنی آتھم فوت نہ ہوا تو پھر کیا ہوگا؟ کیا اس میں کوئی تاویل نہیں؟ اس پر قادیانی صاحب بولے کہ اگر مگر گنجائش نہیں، یہ پیش گوئی اس معنی کو ضرور ہی پوری ہوگی۔ یہ بات سردار محمد عمر مذکور نے (جو ہمارے مخلص دوست ہیں اور وہ ان لوگوں کی نگرانی کیلئے ان کے ساتھ گئے تھے) کہی ہے۔ ایسے ہی اگست کے اخیر دن کی روایت و حکایت ایک سکرٹری انجمن حمایت اسلام کو ایک خاص حواری قادیانی کے ذریعہ سے پہنچی تھی کہ آتھم ضرور فوت ہوگا، اس میں تاویل کوئی نہیں ہے۔ اس حواری کا ایک رشتہ دار اوائل ستمبر میں لاہور سے نئی پوشاک لے کر قادیان پہنچا تھا کہ ۶ ستمبر کو جو موت آتھم پر قادیان میں عید ہوگی، اس میں یہ پوشاک پہنوں گا۔ اس وقت قادیانی اور اس کے اتباع کا یقین کے ساتھ یہ دعویٰ تھا کہ اس پیش گوئی میں کوئی تاویل نہیں ہے۔

کیا اس صورت میں مسلمانوں کا حق نہیں ہے کہ وہ قادیانی کی اس تفسیر پر یقین کرنے کی وجہ سے اور

اس یقین پر سزا مذکور کو مان لینے کی نظر سے (مذاصل الہام کی نظر سے) درخواست کریں کہ جناب! تشریف لائیے، اپنا منہ کالا کرائیے، اپنے گلے میں رسہ اور لعنت کا سائٹن بورڈ ڈالو! کافر شہر بشہر پھر کر لوگوں کو اپنے جمال باکمال کا نظارہ کرائیے۔ کیا اس درخواست کے جواب میں قادیانی یہ عذر کر سکتا ہے کہ اصل الہام میں صرف ہاویہ کا وعدہ تھا، موت کی تجویز تو صرف میری تفسیر تھی جو خطا نکلی۔ کیا یہ عذر باوجود اس تفسیر کے اور اس پر یقین کر کے وعدہ مذکور کر لینے کے اس سزا سے بری کر سکتا ہے؟ نہیں، نہیں۔ ہرگز نہیں

عذر دوم۔ تین وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کی رو سیاہی کو نہیں مٹا سکتا بلکہ اس پر اور سیاہی کی گھٹا چڑھاتا ہے۔

وجہ اول یہ کہ وہ عذر اول کے صریح مخالف و متناقض ہے۔ عذر اول میں وہ موت کو ہاویہ سے مغائر اور اپنے خیال کی غلطی کا نتیجہ قرار دے چکا تھا۔ اب وہ اس کو ہاویہ کا فرد کامل ٹھہراتا ہے جو... کمال اتحاد کا مثبت ہے اور یہ دونوں امر یعنی مغائرت و اتحاد آپس میں متناقض و متعارض ہیں۔ لہذا بحکم اذا تعارضتا ساقطا دونوں ساقط الاعتبار ہوئے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء (جو موت عبداللہ آتھم کی میعاد کا آخری دن تھا) تک تو قادیانی یا اس کے کسی پیرو نے فریق مخالف سے بجز عبداللہ آتھم اور کسی کو مراد قرار نہ دیا اور ہر ایک کا دعویٰ آتھم ہی کی موت کا تھا باوجودیکہ صفحہ ۲۳۲۔ اشاعت السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں (جو جون ۱۸۹۴ء کو شائع ہو چکا تھا) اس لفظ: فریق، کی نسبت یہ بیمارک کیا گیا تھا کہ:

دلیل دوم (منجملہ اندرونی دلائل دروغلوئی ہونے پیشگوئی مذکور کے) اس پیشگوئی میں مخالف حق ہلاک ہونیوالے کی کوئی تعیین و تشخیص نہیں ہوئی، صرف فریق مخالف حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان و معاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری بے ایل ٹھا کر داس، پادری عبداللہ اور پادری نامس ہاول اور کلارک وغیرہ بھی داخل تھے) مراد ہیں یا ان میں کوئی شخص۔ اس ابہام و عدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق و انقضاء مدت عمر آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا: اگر ماند شے ماند شے دیگر نمی ماند، کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اسکا مصداق بنایا جائے گا ورنہ یہ کہہ دیا جائیگا کہ

گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائی ان پنجاب و ہندوستان سے یا خاص کر عیسائی ان جنڈیالہ امرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس ریمارک کے مشتہر ہونے پر بھی قادیانی اور اس کے کسی پیرو نے اف نہ کیا، اور سانس نہ لیا۔ اور برخلاف شہرہ عام موت آتھم کے یہ نہ کہا کہ ہم نے آتھم کو خاص نہیں کیا اور لفظ فریق عبداللہ آتھم سے مخصوص نہیں ہے۔ پھر جب ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء گذر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی تو یہ بات بنائی گئی ہے لہذا اب اسے کون سنتا ہے اور اس سے بجز وہ کہ وہی و فریب بازی کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے وہ روسیاہی دور نہیں ہو سکتی بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے۔

وجہ سوم: قطع نظر ان دونوں وجہوں (اول و دوم) سے یہ بات بن بھی نہیں سکتی۔ یہ تب بنتی جب کہ فریق مخالف سے ایک کوئی شخص زندہ نہ رہتا۔ تمام ہندوستان پنجاب کے نہ سہی، خاص کر عیسائی گروہ کے وہ لوگ جو مباحثہ میں شامل و شریک تھے، سب کے سب مر جاتے اور ان میں سے کوئی نہ بچتا۔ صرف پادری رائیٹ یا یوحنا یا پادری فورمن (جو مباحثہ میں شامل ہی نہ تھا) کے فوت ہو جانے سے فریق مخالف کا فوت ہو جانا صادق نہیں آتا۔ اس پر روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ فریق مخالف مجموعہ اشخاص مخالفین کا نام ہے، نہ کہ ایک یا دو یا تین شخص کا۔ اس امر کو قادیانی نے اپنی حماقت و جہالت سے خود اپنے رسالہ انوار میں اس غرض سے بیان کیا ہے کہ آتھم کی خصوصیت جاتی رہے۔ اور اس کے نہ مرنے سے جو مجھ پر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے وہ موقوف ہو جائے۔ مگر آپ نے یہ نہ سوچا کہ مرے تو صرف دو یا تین اشخاص ہیں اور میں فریق مخالف تمام گروہ کو قرار دے رہا ہوں۔ پھر وہ لفظ دو یا تین شخص کے فوت ہونے سے کیوں کر صادق ہوگا۔

اب رسالہ انوار کے صفحہ ۲ سے اس کی اصل عبارت سنو۔ لکھا ہے: عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنیوالا ہے یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو۔ اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں نہیں لکھا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔ ہاں جہاں تک میں نے الہام کے معنی سمجھے وہ یہی تھے کہ جو شخص اس فریق سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والہ ہے اس کیلئے ہاویہ سے مراد سزا موت ہے۔

اس تصریح و بیان قادیانی کے ساتھ کہ: عرفاً فریق تمام گروہ کا نام ہے، نہ منجملہ گروہ ایک یا دو یا تین کا، قادیانی کا دو یا تین شخص کو فریق قرار دینا، اور صرف ان کی موت سے فریق مخالف کی موت کے وقوع کا دعویٰ کرنا اور اس سے اپنے الہام کو صادق اور واقع قرار دینا، اس روسیاء ہی کو بڑھاتا نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسرا عذر قادیانی کی روسیاء ہی مزید گہرا کرتا ہے اور اس کو آیت: ظلماتٍ بعضها فوق بعض اذا اخرج يده لم يكذب يراها و من لم يجعل الله له نور فلما له نور (اندھیرے ہیں ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے۔ جب ان میں کوئی ہاتھ نکالتا ہے تو قریب سے کہ اس کو کوئی دیکھ نہ سکے اور جس کو خدا تعالیٰ نور نہ دے اس کو کوئی نور نہیں مل سکتا) کا مصداق بناتا ہے اور اس عذر کی تفصیل و تائید میں جونو (۹) باتیں اس نے کہی ہیں وہ اس کی بے ایمانی، بے حیائی، دھوکہ بازی، حیلہ سازی کا ایسا کامل ثبوت دیتی ہیں کہ اس میں کسی صاحب فہم و انصاف کو ایک ذرہ اشتباہ باقی نہیں رہتا، بلکہ یقین کامل ہو جاتا ہے کہ وہ خدا پر افتراء کرنے میں بڑا دلیر، آیات کی تحریف میں بے نظیر، خدا کی صفات علم و قدرت کا منکر، معجزات انبیاء سے انکاری، دھوکہ دینے میں اپنی نظیر صرف آپ ہی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں اب ہمارے ہر ایک دعویٰ کا ثبوت سنیں:

اولاً مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ: کسی قدر رجوع کی حالت میں موت سے بچا لینا، اصل الہام کا ایک پہلو تھا، محض دروغ بے فروغ ہے۔ حصہ دوم مباحثہ امرتسر کا صفحہ ۷۷ اے دیکھیں کہ اس میں، کسی قدر، کالفظ کہاں ہے؟ پس اگر یہ لفظ اس میں نہ پائیں تو بحکم لعنة الله على الكاذبين قادیانی پر ہزار لعنت بھجوائیں اور ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق کریں کہ وہ جھوٹ بولنے میں بڑا دلیر ہے۔

اصل الہام قادیانی کی عبارت یہ ہے: بشرطیکہ حق کی طرف رجوع کرے،

جس سے (بحکم قاعدہ المطلق اذا اطلق ارید منه الفرد الكامل یعنی جب کوئی لفظ بے قید بولا جاتا ہے، جیسے پانی کا لفظ، تو اس سے اس کا فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ یعنی وہی پانی معروف جو پینے، دھونے، غسل کرنے کے کام میں آتا ہے، نہ عرق انگور یا شراب یا پیشاب، جو ناقص طور پر اور مجازاً پانی کہلاتے ہیں) اس وقت رجوع بایمان و اسلام مراد سمجھا گیا تھا اور قادیانی اور اس کے پیروؤں کے فہم میں بھی یہی آیا تھا کہ اگر آیت ہم مسلمان ہو گیا تو سزائے موت سے بچ جائیگا ورنہ ضرور مارا

جائے گا۔ پھر جب آخری تاریخ وفات آتھم (جو حساب کی رو سے ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی)، گذر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی تو قادیانی نے بجائے رجوع بسوئے حق، کسی قدر رجوع کرنے کا ڈکھوسلہ بنا لیا اور اپنے رسالہ انوار کے صفحہ ۱۰۰ اسطرے میں لکھ دیا کہ الہامی عبارت میں مدعا یہ تھا کہ حق کی طرف رجوع کسی قدر جھکنے کی حالت میں موت وارد نہیں ہو سکتی۔ اور خدا سے اور دنیا سے ڈر کر یہ نہ سوچا کہ اصل الہام میں کسی قدر رجوع کرنے یا جھکنے کا لفظ تو نہیں بولا گیا بلکہ رجوع بحق کا لفظ بولا گیا ہے جس سے مراد بجز رجوع کامل کے کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا اور نہ آسکتا ہے پس اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا۔ اور اس سے مراد کسی قدر رجوع تھا تو پھر کیا اس وقت خدا تعالیٰ کو یہ لفظ، کسی قدر، بولنا یا دینا رہا تھا؟ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالم المفتری القادیانی علوا کبیرا۔ اور یہ نہ سوچا کہ اگر کسی قدر رجوع بحق، آتھم کو سزائے موت سے بچانے اور اس عذاب کو ٹلانے کیلئے کافی تھا، تو پھر اس موت و عذاب کا اس کو وعدہ ہی کیوں دیا اور یہ ڈر کیوں سنایا۔ اس کسی قدر رجوع بحق سے تو عبداللہ آتھم اس وعدہ عذاب اور ڈر سنانے کے وقت بھی خالی نہ تھا اور نہ اس سے پہلے کبھی خالی رہا ہے، اور نہ کوئی بشر اس سے خالی ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو ماننا اور اس کو اپنا خالق و مالک و لائق عبادت سمجھنا، یا مخلوق خدا سے کسی قسم کا نیک سلوک کرنا، یا اپنے ہم جنس یا اولاد پر رحم کرنا اور ترس کھانا، ایسے حق کے اقسام و افراد جن سے کسی ملت و مذہب کا کوئی آدمی خالی نہیں ہوتا۔ آخری دو صفات ایسے حق کے افراد ہیں کہ ان سے وہ لوگ بھی خالی نہیں جو دہریہ کہلاتے ہیں۔ تیسری صفت ایسی فرد حق ہے کہ اس سے بہائم اور وحشی جانور بھی خالی نہیں جو اپنی اولاد کو پیار کرتے ہیں۔ کیا آتھم تمام جہان کے اہل مذاہب بلکہ دہریوں بلکہ حیوانوں اور وحشیوں سے بھی گیا گذرا تھا کہ اس کے دل میں اس سزائے موت کا وعدہ دینے اور اس سے ڈرانے کے وقت اس قدر حق بھی نہ تھا کہ وہ خدا کو خالق و مالک جانتا ہو، یا مخلوق خدا سے نیک سلوک کا قائل ہو، یا اپنے ہم جنس و اولاد پر رحم کرتا ہو؟ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مباحثہ کے وقت وہ خدا کے وجود اور خالقیت کا قائل تھا اور مخلوق خدا سے حسن سلوک اور اپنے ہم جنسوں اور اولاد پر رحم کرتا تھا اور خاص کر اپنے بھائی قادیانی سے اس نے یہ حسن سلوک کیا ہے کہ قادیانی اس کو اثنا مباحثہ میں سخت الفاظ سے یاد کرتا رہا اور وہ اس کے جواب سے اس کو معافی دیتا رہا اور اس کے حق میں بدزبانی سے پیش نہیں آیا۔

مرزا قادیانی خود تو احمق تھا ہی، اس نے اپنے ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) کو بھی احمق بنایا ہے اور یہ جتایا ہے کہ اس کا ملہم کسی قدر رجوع بحق کو مزیل عذاب موعود قرار دیتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کسی قدر حق سے کوئی بشر بلکہ کوئی حیوان بھی خالی نہیں۔ لہذا اس قدر حق کے موجود ہونے کے ساتھ عذاب سے ڈرانا اور ہلاکت کی خبر سنانا، پھر اسی قدر حق کی نظر سے اس عذاب کو ٹلا دینا، حماقت و سفاہت ہے۔

بالجملہ اصل الہام میں قادیانی کا لفظ رجوع بحق (جس سے مراد کامل رجوع باسلام سمجھا گیا تھا) کہنا اور جب عبداللہ اہتم کا باوجود مسلمان نہ ہونے کے موت سے بچ جانا، نظر آ گیا تب اس سے مراد و مدعا کسی قدر رجوع جو بوقت الہام مذکور بھی عبداللہ اہتم میں پایا جاتا تھا) بتانا اس الہام کے سراسر افتراء شیطانی ہونے اور قادیانی کے مفتری ہونے پر ایک قوی دلیل ہے۔

دوسری دلیل اس الہام کے شیطانی ہونے پر یہ ہے کہ قادیانی پنجابی ہے اور اس کی قوم اور اول مخاطب بھی پنجابی ہیں اور یہ الہام عربی میں ہے، حالانکہ خدا کی قدیم سنت ہے کہ اس نے ہر ملہم نبی و مرسل کو جن میں قادیانی شمولیت کا دعویٰ کرتا ہے، دیکھو صفحہ اول لوح ازالہ اوہام مرزا قادیانی اور اس کا صفحہ ۱۵۳۲ اور ۱۶۳ اور اس کا رسالہ شہادت القرآن کا صفحہ ۲۲ وغیرہ) اس کی قوم کی زبان میں کلام و الہام سے مشرف فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ یونس میں ہے: و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم (یونس - ع۱) ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کو بیان کر دے)۔ اور از انجا کہ بیان وہی مفید و موجب فہمائش و ہدایت ہوتا ہے جس کو مخاطب سن کر اپنے ذاتی اور مادری زبان میں سمجھ لیں۔ لہذا اس سنت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جو کچھ نبی مرسل کہے اس کو اس کے اول مخاطب اپنی زبان میں سمجھ سکیں۔ پس اگر یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو سنت قدیمہ الہیہ کے مطابق پنجابی میں یہ ہوتا:

او غلام احمد اسان عبداللہ اہتم نوں ایس گلے نہیں ماریا جو ہن سانوں ملوم ہوئی اے کہ او ڈر گیا سی۔

(یا اس کی مانند اور پنجابی الفاظ میں)۔

اس الہام کا ایسے عربی الفاظ میں ہونا، جن کا مطلب قادیانی خود بھی بلا تفہیم الہی سمجھ نہیں سکا، اور اس الہام کے ساتھ الہامی تفسیر کا جو اصل الفاظ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، نازل ہونا روشن دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی

نہیں بلکہ شیطانی ہے۔ یہ دلیل ایسی روشن اور وسیع ہے کہ اس سے جملہ الہامات قادیانی جو اکثر عربی میں ہوئے ہیں اور وہ براہین اور اس کی دیگر تصانیف میں درج ہو کر مشہور ہو چکے ہیں۔ اور ان میں پنجابی زبان میں، جو قادیانی اور اس کی مخاطب قوم کی مادری زبان ہے، ایک بھی نہیں۔

ریویو براہین احمدیہ کی تحریر کے وقت ہم کو یہ دلیل نہیں سوجھی۔ ورنہ اس وقت ان شیطانی الہاموں کا کام تمام کر دیا جاتا۔ تاہم اب بھی ایک موقع مناسب میں اس دلیل کا خدا کی طرف سے القاء ہوا ہے، اور قادیانی کے جملہ عربی الہامات پر کاری زخم لگا ہے۔

تیسری دلیل اس کے شیطانی الہام ہونے پر یہ ہے کہ اس الہام کی عربی عبارت جس قدر قادیانی کی ایجاد ہے، وہ ایسی مکروہ ہے کہ وہ الہام الہی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور مع ہذا وہ مقصود قادیانی کو ادا کرنے سے قاصر ہے۔ لہذا کسی مسلمان سے یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ ایسی واہی عبارت کو الہام الہی تسلیم کر کے الہام کو بٹہ لگاوے، اور مخالفین اسلام سے (جو تھوڑی بہت عربی جانتے ہیں) الہام کی ہنسی کراوے۔ اگر ہم قادیانی کے جملہ ایجادی فقرات اور آیات قرآنی میں اس کے تصرفات کی تفصیل کریں تو اس سے بہت تطویل متصور ہے لہذا بطور تمثیل یہاں صرف ایک فقرہ کی قلعی کھولتے ہیں۔ اس کا فقرہ نمبر ۷ یہ ہے:

انّا نكشف السرّ عن ساقه جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: ہم اس کی پنڈلی سے بھید کھولیں گے۔ اور اس کی تفسیر جو قادیانی نے الہام سے کی ہے، یہ ہے:

ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں سے ننگا کر کے دکھائیں گے یعنی حقیقت کھول دیں اور فتح کے دلائل بینہ ظاہر کر دیں گے،

شیخ الاسلام بٹالوی فرماتے ہیں کہ جن کو عربیت کا مذاق ہے وہ خود جانتے ہیں اور دوسرے حضرات عربی دانوں سے پوچھ کر یقین کر سکتے ہیں کہ عربی زبان میں اور عربی محاورات میں کسی کو پنڈلیوں سے ننگا کر کے بھید دکھانا کوئی محاورہ نہیں اور نہ اس کے کوئی معنی بنتے ہیں۔ بھید کو پنڈلی سے کوئی تعلق نہیں، اس کا تعلق تودل سے ہے۔ لہذا پنڈلی کھول کر بھید دکھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پنڈلی یا ران کھولنے سے جو مستور چیز ظاہر ہوتی ہے اس کو تو اس مقام سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں ہے۔ ہاں عرب کی زبان اور محاورات میں کشف عن

السَّاقِ (پنڈی کھولنے) کا محاورہ پایا جاتا ہے جس کے ساتھ سُرّ یا بھید نہیں ملایا جاتا۔ اور اس عربی محاورہ میں پنڈی کے دو معنی کئے جاتے ہیں، ایک حقیقی دوسرے مجازی مستعار یا کنائی۔

۱۔ ساق بمعنی اصل و قوم جو اس کے حقیقی معنی ہیں۔ اس معنی کر ساق الشجر درخت کا تنہ اور ساق الانسان آدمی کی پنڈی کو بولتے ہیں۔ اور اس سے حقیقت ان اشیاء کی مراد رکھتے ہیں۔

۲۔ کشف ساق سے شدت کے معنی بطور مجاز مستعار با کنایہ مراد رکھتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی محنت اور سختی سے کام کرتا ہے تو اپنی پنڈیوں سے کپڑا اٹھالیتا ہے۔ پھر ایک شدت کی حالت کو اس انسانی حالت سے تشبیہ دے کر اس کو کشف ساق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بہت سے اشعار عرب میں لڑائی کی طرف کشف ساق (پنڈی کھولنے) کو منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ تفاسیر بیضاوی، کشاف، تفسیر کبیر وغیرہ میں وہ اشعار مع تفصیل ان معانی کے جوہم نے بیان کی ہے، منقول ہیں۔ ان ہی محاورات کے مطابق قرآن مجید میں یوم یکشف عن ساق ارشاد ہوا ہے جس سے مفسرین سلف و خلف دونوں معنی حقیقی اور مجازی کنائی مراد بیان کرتے ہیں۔ جو لوگ حقیقی معنی ساق کا مراد ہونا بیان کرتے ہیں وہ ساق سے مراد جنہم کی ساق یا عرش کی ساق مراد بیان کرتے ہیں۔ اور اہل ظواہر اللہ جل شانہ کی ساق مراد بتاتے ہیں جس کی وہ کوئی حقیقت و کیفیت بیان نہیں کرتے، اور نہ اس کے کشف کی کوئی حقیقت ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مجازی تشبیہی کنائی معنی مراد بتاتے ہیں وہ اس سے شدت کے معنی بیان کرتے ہیں۔ یہ اقوال معالم، فتح البیان و کشاف و بیضاوی و تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں مرقوم ہیں۔

بالجملہ کشف ساق کا محاورہ کلام عرب اور قرآن میں پایا جاتا ہے مگر جو قادیانی اور اس کے ملہم (معلم الملکوت) نے کشف السّرّ عن السّاق کا محاورہ گھڑ لیا ہے، اس کا کہیں عرب کے محاورہ میں اثر و نشان نہیں پایا جاتا اور نہ اس کا کوئی مطلب بنتا ہے۔ اور یہ امر اس بات پر قوی اور روشن دلیل ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا الہام نہیں بلکہ شیطان کا الہام ہے۔

قادیانی اگر عرب کے محاورات سے اپنے خانہ ساز کلام کو ثابت کرے تو ہم سے ایک سو روپہ انعام لے اور اگر ثابت نہ کر سکے (اور ہرگز نہ کر سکے گا گو مولوی نور الدین بیھروی، جمونی، مولوی محمد احسن امر وہی، محمد سعید شامی وغیرہ کو ملا

کران سے مدد لے) تو ندامت کے ساتھ اس امر کو مان لے کہ یہ کلام الہام الہی نہیں، بلکہ شیطانی الہام ہے۔
 قادیانی کے مرید اور بعض مترد مسلمانی جو مرزا قادیانی کے عربی رسائل کو دیکھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ان رسائل کے مقابلہ میں علماء اسلام کوئی رسالہ عربی کیوں نہیں لکھتے اور اس سے انعام کیوں نہیں لیتے یا اس کو الزام کیوں نہیں دیتے، وہ لوگ اسی ایک مثال کو غور سے دیکھیں۔ اور جو اس سے پہلے ہم اشاعت السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۵ کے اخیر میں قادیانی کی عربی عبارات کتاب و ساوس کی اغلاط کی فہرست شائع کر چکے ہیں، اس کو ملاحظہ کریں تو یقیناً جان لیں گے کہ قادیانی کے رسائل کی عربی، عرب کی عربی نہیں بلکہ وہ محض تک ہندی بے سود مصداق غمت ربود ہے۔ وہ ہندی اور فارسی محاورات کا اپنی خانہ ساز اور ناموزوں عبارات میں ترجمہ کر دیتا ہے جو ہرگز اس لائق نہیں کہ علماء عربی دان اس کی طرف توجہ کریں اور اس کے مقابلہ کا قصد فرمائیں۔

علماء توجہ، وہ طالب علم بھی جنہوں نے سرکاری سکولوں میں مفتاح الادب وغیرہ رسائل پڑھے ہیں، اس کی عربی عبارات کو حقارت اور کراہت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اور اس پر ایسی بادل نکتہ چینی کرتے ہیں جس کا جواب اس سے بن نہیں پڑتا۔ ہمارے ایک عزیز تلمیذ منشی احمد دین (کلرک انکم پکس ضلع سیالکوٹ) نے قادیانی تفسیر کرامات الصادقین کے ابتدائی چند صفحات پر سرسری نکتہ چینی کر کے اس کے پاس بھجوائی اور اس پر نہایت ملائمت سے داد انصاف چاہی تو قادیانی سے اس کے جواب میں کوئی بات نہ بن سکی۔ آخر اس عزیز نے وہ نکتہ چینی اخبار وزیر ہند، سیالکوٹ (مطبوعہ ۸۔ اگست ۱۸۹۲ء) میں چھپوادی جسکی بعض علماء کپور تھلہ نے پرچہ وزیر ہند ۲۴۔ اگست ۱۸۹۲ء میں تصویب و تائید کی ہے۔ وہ اخبار آسانی سے مل سکتا ہے۔ اس نکتہ چینی کو پڑھ کر ناظرین یقین کریں گے کہ مرزا قادیانی کی عربی، عرب کی عربی نہیں، پھر وہ کیونکر مستحق ہے کہ علماء عربی دان اس کی طرف توجہ کریں۔۔۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ بیان بالا، اس الہام کی عربیت میں کلام تھا، اب اس کے مفید مطلب و مقصود قادیانی نہ ہونے کا حال سنو۔

یہ عبارت جیسی کیسی ہے، مطلب بتا نہیں سکتی۔ اس عبارت کے لفظی ترجمہ سے تو کچھ بھی مطلب سمجھ میں نہیں آتا، چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لہذا قادیانی کو اس عبارت کا مطلب بتانے کیلئے ایک الہامی تفسیر کی

ضرورت ہوئی جو اس نے ترجمہ کے ساتھ بیان کی، اور وہ بھی نقل ہو چکی ہے۔ اس تفسیر سے بھی، کسی قدر، حق کی طرف رجوع کرنے سے مدعا و مراد کہ وہ آئتم کا اس پیش گوئی سے ڈر جانا ہے، ظاہر نہیں ہوتا تھا اس لئے قادیانی کو اس الہام کی شرح و تفسیر کے بعد (بلکہ اس تمام مضمون کو ختم کر دینے کے بعد حاشیہ نمبر ۱ میں صفحہ ۱۵۴ میں) اس کا مطلب بیان کرنا پڑا کہ اس رجوع حق سے ڈر جانا مراد ہے۔ چنانچہ اس نے کہا: حق کی طرف جھکنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کے ساتھ قبول کرنا، درحقیقت ایک ہی بات ہے۔

اس مدعا و مراد کا عبارت الہام اور اس کی الہامی تفسیر سے سمجھ میں نہ آنا، اور ایک مدت کے بعد مانند: مشنہ بعد از جنگ، قادیانی کا اس مدعا کو ظاہر کرنا بھی ایک روشن دلیل ہے کہ وہ عبارت الہامی نہیں، شیطانی ہے۔ خدا تعالیٰ جو چہوں کا لہم ہے، ایسا قاصر الیمان نہیں کہ جو مدعا کسی الہام سے ادا کرنا چاہے اس کو نہ الہام میں ادا کرے نہ اس کی الہامی تفسیر میں کہہ سکے، اور ایک مدت کے بعد اس کو وہ مدعا ظاہر کرنا یاد آوے۔

ثانیاً جو دعویٰ کی تائید میں قادیانی نے کہا ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے موعود عذاب موت و ہلاکت بشہادت قرآن ٹل جایا کرتا ہے، اس میں اس نے نصوص کی تحریف کی ہے۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ بیان صراحتاً یا اشارہ پایا نہیں جاتا ہے کہ جو قطعی وعدہ عذاب موت و ہلاکت کا کسی کو موقت بوقت خاص دیا گیا ہے وہ ان کے کسی قدر ڈر جانے سے ٹل گیا ہے۔ قادیانی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک آیت فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ پیش کی ہے۔ سو یہ دنیاوی موعود عذاب موت کے ٹلنے میں نص نہیں ہے بلکہ آخرت میں ذرہ بھرنیکی کا بدلہ پانے میں نص ہے۔ اس کے پہلے قیامت کے احوال و احوال (زمین کا ہلایا جانا اور اس کا اپنے بوجھ نکال دینا اور اپنی پیٹھ پر گزرے واقعات کی خبر دینا) بیان کر کے کہا ہے

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ -
کہ اس دن لوگ متفرق ہو کر حساب کی جگہ سے پھریں گے تاکہ اپنے اعمال کا بدلہ دکھائے جائیں پھر جو ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

اس آیت سے قادیانی کا یہ بات نکالنا کہ جو ایک ذرہ خدا سے ڈر گیا اس سے دنیا میں سنگین عذاب موت ٹل گیا، تحریف نہیں تو اور کیا ہے (بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی کہے ہیں کہ کافروں کو دنیا میں نیکی کا بدلہ رزق

اور مال ملتا ہے مگر اس کی تفسیر میں کسی نے وہ نہیں کہا جو مرزا قادیانی نے کہا ہے)

دوسری آیت حاشیہ نمبر ۱، انوار میں قادیانی نے وہ پیش کی ہے جس میں بیان ہے

و اذا اردنا ان نهلك القرية امرنا متر فيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها
تد میراً (جب لوگ فسق کرتے ہیں تو ہلاک کئے جاتے ہیں)۔

و ما كنا مهلكي القرى الا و اهلها ظالمون (ہم اس وقت بستیوں کو ہلاک کرتے ہیں جب ان
کے لوگ ظالم ہو جاتے ہیں)

ولقد استهزىء رسل من قبلك فامليت للذين كفروا ثم اخذتم فكيف كان
عقاب (تجھ سے پہلے رسولوں سے ٹھٹھا کیا گیا۔ تو ہم نے لوگوں کو پکڑا)۔

و مکروا مکراً و مکروا مکراً و ہم لا یشعرون

مگر یہ تمام آیات قادیانی پر حجت ہیں، یعنی اس کو جھوٹا کرتی ہیں، اس کی دستاویز نہیں ہو سکتیں کیونکہ
ان میں عذاب کا موجب و سبب فسق، ظلم و استہزاء، مکر کو بتایا گیا ہے۔ سو آنتھم سے بمقابلہ اسلام سرزد ہو چکا ہے
لہذا وہ عذاب کا مستحق ہو چکا تھا۔ قادیانی کا الہام سچا ہوتا تو ان آیات کی شہادت سے اس پر ضرور عذاب آجاتا
۔ ان آیات میں یہ نہیں کہا گیا کہ اگر فسق و ظلم و استہزاء و مکر کے بدلے عذاب موت کا وعدہ ہو جائے تو پھر وہ کسی
قدر ڈر جانے سے ٹل جاتا ہے، لہذا ان آیات سے عذاب ٹل جانے کا ثبوت نکالنا تحریف نصوص ہے۔

چھٹی آیت قادیانی اشتہار عدم وفات شوہر زوجہ فرضی خود میں وہ پیش کی جس میں حضرت یونس کی قوم
سے ایمان لانے کی وجہ سے عذاب کا اٹھایا جاننا مذکور ہے۔ اور مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ: حضرت یونس کی
قوم کو قطعی طور پر بغیر ایمان کسی شرط کے چالیس دن کی مبعثت تلائی گئی۔، یعنی پھر وہ عذاب اٹھالیا گیا اور وعدہ عذا
ب پورا نہ ہوا۔

اس آیت میں یہ نص و تصریح نہیں ہے کہ یونس کو خدا تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کرنے کا قطعی وعدہ
دیا تھا، اور نہ اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا ضعیف دو اوین سنت میں دیکھی گئی ہے۔ بلکہ نص قرآن میں (

صرف یہ) بیان ہے:

فلو لا كانت قرية امنة فنفعها ايما نها الا قوم يونس لما آمنوا كشفنا عنهم العذاب الخزي في الحيوة الدنيا و متعنا هم الى حين - (يونس - ع ١٠) کوئی بستی ایسی نہ ہوئی کہ وہ عذاب دیکھ کر ایمان لاتے اور اس سے نفع اٹھاتے، بجز قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی رسوائی کے عذاب کو اٹھا دیا اور ان کو ایک وقت تک دنیا سے متمتع کیا۔

جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب قطعی ہلاکت کا نہ تھا (قطعی ہوتا تو وہ ایمان لانے سے نہ ٹلتا اور اس میں تخلف نہ ہوتا) بلکہ وہ شرطی انداز تھا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب کئے جاؤ گے۔ پھر قوم یونس آثار عذاب دیکھ کر ایمان لے آئے تو وہ عذاب (جو بشرط عدم ایمان تھا) وقوع میں نہ آیا۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت یونس نے قوم کو چالیس شب کی میعاد مقرر کر دی تھی مگر انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا، شرطی عدم ایمان کی شرط سے مشروط نہ تھا۔ بلکہ چالیس رات کی میعاد مقرر کرنے اور اس سے پہلے عذاب نہ آنے سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ چالیس شب کی مدت انکے ایمان کے انتظار کیلئے مقرر ہوئی تھی اور اس غرض کے اظہار کیلئے تھی کہ اگر وہ اس عرصہ میں ایمان لے آویں گے تو عذاب نازل نہ ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر جلد ۵ کے صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں: روی ان یونس بعث الی نینوی من ارض الموصل فکذبوه فذهب عنهم مغاضباً فلما فقدوه خافوا نزول العذاب فلبسوا..... اربعین لیلة وكان یونس قال لهم ان اجلكم اربعون لیلة فقالوا ان رئينا اسباب الهلاك آ منابك - فلما مضت خمس و ثلاثون لیلة ظهر فی السماء غیم اسود شدید السواد فظهر منه دخان شدید و هبط ذاك الدخان حتى وقع فی المدینة و اسود سطر حهم فخرجوا الی الصحرا و فرقوا بین النساء و الصبیان و بین الدواب و اولا دوها فحن بعضها الی بعض فعلت الاصوات و كثر التضرعات و اظهر الايمان و التوبة و تضرعوا الی الله تعالی فرحمهم و كشف عنهم

حضرت یونس اہل نینوی کی طرف مبعوث ہوئے۔ انہوں نے جھٹلایا تو وہ ان سے خفا ہو کر نکل گئے۔ پھر جب انہوں نے حضرت یونس کو نہ پایا تو ڈر گئے۔ اور ٹاٹ پہننے لگے اور چلائے۔ حضرت یونس نے ان کو چالیس دن

کی میعاد مقرر کر دی تو وہ آپ کے جواب میں بولے کہ ہم اسباب و آثار ہلاکت دیکھیں گے تو ایمان لے آویں گے۔ اور جب تیس راتیں گزر گئیں تو آثار عذاب نمایاں ہوئے اس حال میں سیاہ بادل نمودار ہوا جس سے سخت دہواں ظاہر ہوا جو شہر میں آ پڑا۔ اور اس سے اس کی چھتیں سخت سیاہ ہو گئیں۔ تب وہ لوگ جنگل کو نکل گئے۔ اپنی بیویوں کو بچوں سے جدا کر کے چلانے لگے اور ایمان لے آئے اور تائب ہوئے تو خدا نے ان پر رحم کیا اور عذاب کو ملتوی کیا گیا۔

یہ حضرت یونس کا (بقول مفسرین) چالیس دن کی میعاد مقرر کرنا اور ان کے جواب میں قوم کا یہ کہنا کہ ہم آثار و اسباب دیکھ کر ایمان لے آویں گے، اور اس پر حضرت یونس کا سکوت فرمانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ وعدہ عذاب قطعی نہ تھا بلکہ بشرط عدم ایمان تھا۔ تب ہی انہوں نے بصورت آثار دیکھنے کے وعدہ ایمان کیا تھا۔ پھر ان کو میعاد سے پہلے آثار دکھا کر ایمان عطا ہوا اور عذاب ملتوی کیا گیا۔

نیر تفسیر کبیر کی جلد ۶ کے صفحہ ۱۸۸ میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے:

فاوحی اللہ الیہ (ای یونس) قل لہم ان لم تؤمنوا جاء کم العذاب فابلغہم فخر ج من عندہم فلما فقدوہ ند موا علی فعلہم و طفقوا یطلبون فلم یقدر و ثم ذکروا امرہم و امر یونس للعلماء الذین کانوا فی دینہم فقلوا انظروا و اطلبوہ فی المدینة فطلبوہ فقیل لہم انه خرج العشی فلما ایماوا غلقوا باب مدینتہم فلم یدخلها بقوم ولا غنمہم و ہزنوا الوالدة عن ولدها وكذا الصبیان والامہات ثم قاموا ینتظرون الصبح فلما انشق الصبح راو العذاب ینزل من السماء.... کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یونس کی طرف جو وحی متضمن خبر عذاب کی تھی خود اس میں یہ شرط لگا دی تھی کہ اگر وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے تو ان پر عذاب نازل ہوگا۔ حضرت یونس نے ان کو یہ وحی الہی پہنچائی تو وہ ایمان لانے سے انکاری ہوئے۔ جس پر یونسؑ ان کے بچے سے نکل گئے تو وہ پچھتائے اور یونس کی تلاش میں لگ گئے۔ یونس کو انہوں نے نہ پایا تو رونے چلانے لگ گئے اور ایسے ڈرے کہ حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہو گئے اور انسانوں کے علاوہ گائے بکریوں کی بھی آوازیں نکلیں۔ تب عذاب رفع ہوا۔

لیجئے قادیانی صاحب! اس روایت سے کیسی صفائی اور تصریح کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ جو حضرت یونس کو خدا تعالیٰ نے شرعی عذاب کا ڈر سنایا تھا وہ وعدہ قطعی نہ تھا۔ اب اس سے بڑھ کر آپ کیا چاہتے ہیں اور شرعی ہونے عذاب قوم یونس کا اور کیا ثبوت مانگتے ہیں؟

اس روایت کے معنی سمجھنے میں جو قادیانی نے دھوکہ کھایا، یادیدہ دانستہ دھوکہ دینا چاہا ہے اس کا ازالہ اشتہار چار ہزار کے دلائل کے جواب میں عنقریب کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور اگر قادیانی اس ظاہر مفہوم آیت کو نہیں مانتا اور بیان مذکور مفسرین کو بھی (جس سے عذاب کا مشروط عدم ایمان ہونا ثابت ہے) سچا نہیں جانتا تو وہ کسی آیت قرآن یا حدیث صحیح سے یہ ثابت کر دے کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا اور پھر وہ ٹالا گیا۔ اور صرف یہی امر اس کا مدعا ثابت کرنے کو کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ قوم یونس ایمان نہ لائی تھی، اور کفر سے تاب نہ ہوئے تھے، صرف اسی قدر ڈر گئے تھے جیسا کہ بقول قادیانی عبداللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا اور وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے، نہ لایا تھا۔ کیونکہ اگر یہ امر قادیانی ثابت نہ کر سکا اور قوم یونس کا ایمان لانا اس کے نزدیک بھی ثابت و مسلم رہا جیسا کہ نص قرآن لما آمنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا سے (جو ترجمہ منقول ہوئے) ثابت ہے تو پھر بھی یہ آیت قادیانی کی دلیل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے اور دل کے کسی گوشہ میں ایک ذرہ دہڑکے یا خوف پیدا ہو جانے سے عذاب قطعی ٹل جاتا ہے، گو وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے حاصل نہ ہو۔ پس جب تک آیت متعلق قصہ حضرت یونس یا کسی اور آیت سے قادیانی یہ ثابت نہ کرے کہ صرف کسی قدر ڈر جانے سے (باوجود کافر بے ایمان رہنے کے) عذاب موعود ٹل جاتا ہے اور ٹل گیا ہے، اس آیت سے اس کا تمسک کرنا کمال درجہ کی بے حیائی اور بے ایمانی ہوگی۔

قادیانی کے مرید اس بات کو نہیں سمجھتے کہ عبداللہ آتھم تو بقول قادیانی بھی ایمان نہیں لایا۔ صرف کسی قدر ڈر گیا تھا، بخلاف قوم یونس کہ وہ پورے طور پر اور کمال تضرع سے ایمان لے آئے تھے۔ پھر یہ آیت متعلق قوم یونس (اگر بالفرض اس سے قطعی عذاب کائل جانا ثابت ہو) قادیانی کی دلیل کیونکر ہو سکتی ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار چار ہزار روپیہ کے صفحہ ۱۱ سے ۱۶ تک خاکسار (محمد حسین) کو مخاطب کر کے پہلے عام موعود اور قطعی عذابوں کے توبہ و استغفار سے ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے پھر خاص کر حضرت

یوںؑ کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے کے ساتھ ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

عام موعود اور قطعی عذابوں کے استغفار و توبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں اول یہ دعویٰ کیا ہے کہ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو تو عذاب ٹل جاتا ہے۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں بائبل کا ایک قصہ نقل کر دیا ہے جس کا نہ پتہ بتایا نہ حوالہ کتاب دیا۔ اور اس دعویٰ کے ساتھ (دوسرا) یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ یہ قصہ مفسرین نے لکھا ہے، بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے۔ پھر اس کے ساتھ (تیسرا) یہ دعویٰ بھی کر دیا ہے کہ علاوہ وعید ٹلنے کے (جو کہ مولیٰ میں داخل ہے) اکابر صوفیہ کا مذہب ہے کہ کبھی وعدہ بھی ٹل جایا کرتا ہے، اور اس پر صوفیوں کی دو کتابوں کا حوالہ دے کر اس دعویٰ سوم کی دلیل قرآن سے یہ پیش کی ہے کہ موسیٰ کو نزول توریت کیلئے تیس رات کا وعدہ دیا گیا تھا اور کوئی شرط ساتھ نہ تھی۔ مگر وعدہ قائم نہ رہا اور اس پر دس دن بڑھائے گئے، جس سے بنی اسرائیل فتنہ گوسالہ پرستی میں پڑے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ خدا ایسے وعدہ کی تاریخ ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عند الرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے۔

پھر حاشیہ میں بضمن نوٹ اول مرزا قادیانی نے اس دلیل پر آپ ہی یہ سوال وارد کر کے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد (یعنی خدا تعالیٰ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا)، اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو خدا کے ارادہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہو، نہ کہ وہ امر جس کو انسان اپنے خیال کے مطابق قطعی وعدہ سمجھ لے۔ اور کہا ہے کہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ایک وعدہ کرے اور اس کے ساتھ کوئی شرط مخفی ہو جس کا اظہار نہ کرے، اور شرط کے عدم ظہور سے اس وعدہ کا ظہور نہ ہو۔ پھر اپنے پہلے دعویٰ کی نظیر یا دلیل وہ آیت قرآن پیش کی ہے جس میں یہ ذکر ہے

لئن انجبتنا من هذه لنكونن من الشاكرين فلما انجاهم اذا هم يبعثون في الارض بغير الحق (یونس) کشتی والے طوفان کے وقت کہتے ہیں کہ اے خدا اگر تو ہم کو اس سے نجات دے گا تو ہم شکر گزار ہوں گے، پھر خدا جب ان کو نجات دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق کے طالب ہوتے ہیں۔

اور بڑے فخر سے ایسی آیات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ: خدا تعالیٰ اپنے قہری ارادہ سے دریا میں طوفان

پیدا کرتا ہے پھر ان کے تضرع اور رجوع پر ان کو بچا لیتا ہے۔ باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ وہ پھر مفسدانہ حرکات کریں گے۔ پھر کہا ہے کہ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو خفیف چوٹیں لگیں، مگر ہلاک نہ ہوں۔ اے شیخ! ذرا شرم کرنا چاہیے۔ اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہہ سے انکار کئے جاتے ہو۔

قادیانی کے اس بیان سے اس کا کوئی دعویٰ منجملہ دعاوی ثلاثہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ تمام قرآن اسی تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو، تو عذاب ٹل جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں جو کچھ کہا ہے اس میں اولاً یہ نہ سوچا کہ جو عذاب توبہ و استغفار سے ٹل جاتا ہے وہ عذاب قطعی موعود ہوتا ہے جس کے وقوع کی پیشتر خبر دی جاتی ہے یا غیر موعود؟ اور ٹل بھٹ و نزاع کونسا عذاب ہے؟ قطعی موعود یا غیر موعود؟ اور میرا دعویٰ کس عذاب کے ٹل جانے کا ہے، قطعی موعود کا یا غیر موعود کا۔ پس اگر عذاب قطعی موعود ٹل جاتا ہے اور اسی کے ٹل جانے کا مجھے دعویٰ ہے، تو پھر میرا کشتی والی آیت کو معرض استدلال میں لانا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا کسی آیت میں یا حدیث میں یہ آیا ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آیا کرتا تھا اور وہ ان کے استغفار و تضرع سے ٹل جایا کرتا تھا، وہ پیشتر سے موعود ہوتا تھا، اور اسکی نسبت خاص کوئی وعدہ ہلاکت آجاتا تھا۔ ایسا ہے تو میں اس مقام میں اس آیت کو پیش کروں جس میں وعدہ قطعی ہلاکت بہ طوفان ہوا ہو، اور پھر وہ ٹلا ہو۔ اور اگر اس مضمون کی آیت کوئی نہیں تو عقلاء جہان میری اس پیش کردہ آیت کو دیکھ کر کیا کہیں گے؟ اور اس آیت میں یا قرآن کی کسی اور آیت میں اس طوفان کا جو تضرع سے ٹل گیا تھا، وعدہ نہ دیکھیں گے تو مجھے بجز احمق یا دھوکہ باز نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

اور ثانیاً یہ نہ سوچا کہ دعویٰ تو میرا یہ تھا کہ رجوع و تضرع سے عذاب موعود ٹل جانے کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے اور اس کی دلیل و تفصیل میں میرا ایک بے نشان قصہ بائبیل سے نقل کرنا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا بائبیل قرآن ہے؟

پھر اس دعویٰ پر ایک دعویٰ دوم کرنا اور بے پتہ اقوال مفسرین اور احادیث کا حوالہ دینا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا بے پتہ اقوال مفسرین اور بے نشان احادیث بھی قرآن کہلاتے ہیں؟

پھر اس کو تا ہی کے ساتھ (یعنی قرآن کی ایک آیت یا حدیث بھی نقل کئے بغیر) میرا یہ کہنا کہ تفصیل موجب

تطویل ہے، کیا معنی رکھتا ہے؟ آیت یا حدیث یا کسی تفسیر کی عبارت تو ایک بھی ہم نے ایسی نہیں لکھی جس میں موعود عذاب کے ٹل جانے کا ذکر ہو، پھر تطویل کہاں سے ہوگئی جس سے تھک کر اور احادیث یا آیات کے ذکر سے قلم کو روکا گیا ہے۔

اور ثالثاً یہ نہ سوچا کہ جو دعویٰ سوم کی میں نے آیت دلیل بنا کر پیش کی ہے وہ وعدہ خلافی کے جواز پر نص قطعی کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس آیت میں یہ کہاں تصریح ہے کہ تیس رات کے گزرنے پر فوراً توریت ملنے کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور وہ وعدہ دس رات بڑھا کر ٹھلا یا گیا۔

اور رابعاً، قادیانی صاحب نے یہ نہ سوچا کہ جو اقوال صوفیوں کے ہم اس وعدہ خلافی کی تائید میں پیش کر کے اپنے ساتھ ان کو بدنام کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ اقوال بھی آیات قرآن ہیں؟ اور وہ کس شخص کیلئے حجت دست آویز بنائی گئی ہے۔ اپنے لئے یا اپنے مخاطب کیلئے؟ ہمارا سارے جہان کا اتباع و توافق کو چھوڑ کر مجتہد و مجدد بن کر قرآن و حدیث سے استدلال کا مدعی بننا، پھر بجائے قرآن حدیث ان اقوال صوفیا کو پیش کرنا، اہل علم و دانش کی نظروں میں کیا وقعت و اثر پیدا کرے گا؟ اور ہمارا مخاطب جو دلیل شرعی کا طالب ہے وہ ان اقوال کو ان معنی سے، جو ہم سمجھتے ہیں، کب قبول کرے گا۔

ہمارے ان الزامات و سوالات کے ضمن میں قادیانی کے جملہ دعویٰ و دلائل کا جواب اجمالی ادا ہوا۔ اب ہم ان دعویٰ و دلائل کا جواب تصریح و تفصیل سے دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا پہلا دعویٰ محض کذب ہے۔ قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ موعود قطعی عذاب تو بہ استغفار سے وقت موعود ٹل جاتا ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل جو بے پتہ قادیانی نے بائبل سے پیش کی ہے وہ قادیانی اور اس کے عیسائی بھائیوں کیلئے حجت ہوگی، اہل اسلام تو اس کو حجت نہیں سمجھتے اور ان کتابوں کو محرف مانتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ قادیانی بھی براہین احمدیہ میں کہہ چکا ہے کہ یہ کتابیں کا یا پلٹ ہوتی رہتی ہیں (براہین احمدیہ۔ ج ۲۔ ص ۳۳۰۔ اور اشاعت السنۃ نمبر ۸ ج ۱۵ ص ۱۹۷)

قادیانی کا دوسرا دعویٰ بھی محض ڈھکوسلہ ہے۔ اسے چاہیے کہ اس مضمون کا کسی مفسر معتبر کا قول (جو اہل کتاب سے ماخوذ نہ ہو بلکہ حدیث سے ہو) یا کوئی صحیح حدیث نقل کرے۔

قادیانی کے تیسرے دعویٰ میں دود دعویٰ ہیں۔

ایک یہ کہ وعید کو ٹلا دینا کرم ہے۔ دوسرا یہ کہ وعدہ الہی بھی کبھی ٹل جایا کرتا ہے۔

پہلے دعویٰ کا رد و ابطال یہ ہے کہ اس دعویٰ کو آپ نے نقلی و شرعی دلیل سے مدلل نہیں کیا۔ اس کی صرف عقلی دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہ کرم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات آپ نوٹ دوم صفحہ ۱۱۲ اشتہار چار ہزار میں مان چکے ہیں کہ: تخلف وعدہ کا ایک نقص ہے جو خدا تعالیٰ پر جائز نہیں۔

اور اس کے نقص ماننے کی وجہ یہی ہے کہ اس سے کذب لازم آتا ہے اور یہی نقص بعینہ تخلف و وعید میں موجود ہے۔ لہذا اللہ کا اس سے بھی پاک ہونا بحکم عقل واجب و ضروری ہے۔ جیسا کہ تخلف وعدہ سے آپ کے نزدیک اس کا پاک ہونا واجب اور ضروری ہے۔ اور نقل بھی عقل کی موید ہے۔ اللہ نے وعید کے باب میں صاف فرمادیا ہے کہ جو میں نے ڈر (عذاب) کی بات کہی ہے، وہ نہ بدلے گی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والہ نہیں ہوں۔

ما یبدل القول لدیّ و ما انا بظلام للعبید (ق) یعنی اگر میں اپنی اس بات (وعید) کو بدلادوں اور کافروں اور مشرکوں کو بھی مسلمانوں کی طرح بخش دوں تو یہ مسلمانوں اور خدا پرستوں پر میرے قانون جزا و سزا کے مطابق صریح ظلم ہے۔

اور فرمایا: انجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (قلم) کہ کیا ہم مسلمانوں اور مجرموں کو یکساں کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو اکیسی باتیں کرتے ہو؟

اور فرمایا کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار (سورہ ص) کیا ہم نیک عمل مومنوں کو مفسدوں کی مانند یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کا سا کر دیں گے؟

آپ کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر اپنے کرم کی نظر کی سے اللہ تعالیٰ کو ایک نقص اور عیب (کذب) کا ارتکاب جائز ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ شرک و کفر و زنا وغیرہ سبھی گناہ خدا تعالیٰ کے نزدیک جائز ہوں۔ اور بندوں کے نزدیک بھی بتقلید خدا جائز (تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً) خدا کے نزدیک اس جواز گناہ کی وجہ یہ ہے کہ کرم خداوندی کی نظر سے خدا کا کذب جائز ہوا، اور اس امر کا گناہ گاروں کو یقین دلایا

گیا تو گنہگار دلیری سے اس کرم کے بھروسہ پر کفر و شرک و زنا کا ارتکاب کریں گے اور یہ کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کریم ہے، وہ اپنا کرم چھوڑ کر ہم کو کبھی عذاب نہ کرے گا۔ اس سے بعثت رسولوں کا عبث ہونا اور احکام حلال و حرام کا بے کار ہونا لازم آیا۔

مرزا قادیانی چونکہ باتفاق جمہور اہل اسلام اس قسم کے عقاید و مقالات کے سبب زندیق ٹھہرا دیا گیا ہے لہذا وہ ایسی باتیں عوام کو سنا کر یہی چاہتا ہے کہ شریعت بے کار ہو اور احکام اسلام درہم برہم ہوں اور سب لوگ میری طرح زندیق بن جائیں۔ اس قسم کی باتیں پہلے زندیقوں نے بھی کہی تھیں مگر بھجود اللہ وہ ناکام رہے لوگوں کے نزدیک اس تجویز سے جواز ہر ایک گناہ کی وجہ یہ ہے کہ کریم سے اگر کوئی کسی امر کی جس کو وہ گناہ جانتا ہو (مثلاً اس کی عورت سے کسی کا زنا کرنا) درخواست کرے تو اسکو اپنے کریم ہونے کے لحاظ سے اس سوال کو رد نہ کرنا اور اپنی عورت کو مسائل کے پاس بھیج دینا جائز ہوگا اور قادیانی کی اس دلیل پر عمل کرنا پڑے گا کہ اگر چہ زنا بری صفت ہے (جیسا کہ کذب) مگر کریم کو بلحاظ کرم، مسائل کا دل رکھنے کو اس برائی کا ارتکاب جائز ہے۔

اے نادان قادیانی! خدا تعالیٰ کے حق میں اس کے کرم کی نظر سے تیرا کذب کو تجویز کرنا، اور وعید معین سے اس کا تخلف جائز رکھنا بعینہ ایسا ہی ہے۔ خدا تعالیٰ سے صدور کذب ایسا ہے جیسا کہ انسان سے زنا۔ کچھ تو سوچ، ذرا ہوش کرو اور شرم سے کام لے۔ خدا کی نسبت ایسی بات نہ کہہ جو خدا تعالیٰ نے نہیں فرمائی۔

فلا تضر بوا لله الامثال - ان الله يعلم و انتم لا تعلمون

دوسرے دعویٰ (تخلف وعدہ الہی کے جواز) پر جو قادیانی نے آیت قرآن و واعدنا موسیٰ ثلاثین لیلة سے استدلال کیا ہے اس میں خدا تعالیٰ پر افتراء کیا ہے۔ اس آیت میں تیس رات کے وعدہ کا ذکر و ارشاد نہیں کہ ہم نے صرف تیس ہی رات کا موسیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے صاف طور پر یہ ارشاد ہے و اذ واعدنا موسیٰ ثلاثین لیلة و اتمناها بعشر فتمّ میقات ربہ اربعین لیلة (اعراف) کہ ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کر کے اس کو دس رات سے پورا کیا۔ سو اس کے رب کا وعدہ چالیس رات سے پورا ہوا۔

یہ آیت قطعی نص ہے کہ پورا وعدہ چالیس ہی رات کا تھا۔ مگر اس آیت میں مجملہ چالیس رات کے

تیس کو پہلے ذکر کیا دس کو پیچھے۔ پھر اس تفصیل کے بعد اس کا ٹوٹل کیا۔ اور فرمایا کہ وہ پورا وعدہ چالیس رات کا ہو جس کو دوسری آیت میں بلا تفصیل چالیس ہی رات کا وعدہ کہا اور صاف فرمایا

و اذ واعدنا موسىٰ اربعين ليلةً ثم اتخذتم العجل من بعده و انتم ظالمون (بقرہ)
 کہ ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔ تو تم نے اس کے پیچھے بھگڑے کو معبود بنایا۔

اس تفصیل کی مثال قرآن کی ایک وہ آیت ہے جس میں خدا تعالیٰ نے حج میں تمتع کرنے والے پر (جو قربانی نہ پاوے) دس روزہ فرض کئے۔ مگر پہلے تین حج کے دنوں میں پھر سات اس کے بعد اور آخر فرمایا کہ یہ دس پورے ہوئے فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام في الحج و سبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة -

یہاں اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت میں تو دس دن کو تفصیل مذکور سے بیان کرنے میں فائدہ ظاہر ہے کہ تین روزہ اور سات روزہ کا مکمل جدا جدا بیان ہوا ہے، اس آیت میں چالیس رات کی تفصیل مذکور سے کیا فائدہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ فائدہ تفسیر کبیر کی عبارت میں عنقریب بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اب قادیانی کے تصرف و بے ایمانی کو دیکھو کہ اس نے پوری آیت کا مضمون بیان نہ کیا اور اس وعدہ الہی کو پہلے صرف تیس رات کا وعدہ بتایا، پھر دس رات سے اس وعدہ کا بدل جانا اور اپنے وقت موعود سے ٹل جانا تجویز کیا۔ اور اس چوری پر یہ سید زوری کہ اس تبدیلی کو وہ نص قطعی کہتا ہے۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید کیلئے علماء مفسرین کے اقوال پیش کرتے ہیں جو بدست آویز آیات مذکورہ اس وعدہ کو چالیس ہی رات کا وعدہ قرار دیتی ہیں، نہ تیس کا۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد اول ص ۵۲۱ میں کہا ہے

وايضاً فليس المراد انقضاء اى اربعين كان بل اربعين معين و هو الثلاثون من ذى القعدة و العشر الاول من ذى الحجة لان موسىٰ كان عالماً بان المراد هو هذه الاربعون و ايضاً فقوله تعالى و اذ واعدنا موسىٰ اربعين ليلةً يحتمل ان يكون المراد انه وعد قبل هذه الاربعين ان يجيء الى الجبل هذه الاربعين حتى تنزل

عليه التوراة و يحتمل ان يكون المراد انه امر بان يجيء الى الجبل هذه الاربعين و وعد بان تنزل عليه بعد ذلك التوراة و هذه الاحتمال الثاني هو المتايد بالاخبار (البحث الرابع) قوله ههنا واعدنا موسى اربعين ليلة يفيد ان المواعدة كانت من اول الامر على الاربعين و قوله في الاعراف و واعدنا موسى ثلاثين ليلة و اتمناها بعشر يفيد ان المواعدة كانت في اول الامر على الثلاثين فكيف التوفيق بينهما اجاب الحسن البصرى فقال ليس المراد ان وعده كان ثلاثين ليلة ثم بعد ذلك وعده بعشر لكنّه وعده اربعين ليلة جميعا. و هو كقوله ثلاثه ايام في الحج و سبعة اذا رجعتم تلك عشر كما مله .

اس قول خداوندی سے کہ ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔ کوئی (عام) چالیس راتیں مراد نہیں۔ بلکہ (خاص) تیس راتیں ماہ ذی قعدہ کی اور دس رات ذی الحج کی۔ کیونکہ موسیٰ کو اس تعین کا علم تھا اور اس وعدہ کے دینے کے دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ان چالیس سے پہلے یہ وعدہ دیا گیا ہو کہ موسیٰ ۴۰ رات پہاڑ پر آئیں گے تو توریت ملے گی۔ دوسرا احتمال یہ کہ پہلے ۴۰ رات پہاڑ پر آنے کا حکم ہوا ہو۔ اور اس کے بعد یہ وعدہ توریت ملنے کا ہوا۔ اس احتمال دوم کی تائید حدیث سے ہوتی ہے۔ اس قول خداوندی سے کہ ہم نے موسیٰ کو ۴۰ رات کا وعدہ دیا، ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے ۴۰ رات کا وعدہ ہوا تھا۔ اور دوسرے قول سے جو سورہ اعراف میں ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ۳۰ رات کا وعدہ دیا۔ اور اس کو دس رات سے پورا کیا، مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے ۳۰ کا وعدہ ہوا تھا۔ ان دونوں قول میں موافقت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب حسن بصریؒ نے یہ دیا ہے کہ اس قول دوم سے یہ مراد نہیں کہ پہلے وعدہ تیس رات کا دیا تھا پھر دس رات کا دوسرا وعدہ ہوا۔ بلکہ وہ وعدہ پہلے ہی سے اکٹھے چالیس رات کا تھا۔ اس کو تیس اور دس رات کے وعدہ سے تعبیر کرنا ایسا ہے جیسا خدا تعالیٰ کے اس قول کہ (حج تمتع کرنے والہ) تین روز ایام حج میں روزہ رکھے اور سات دن جب حج کر کے پھرے۔ یہ دس پورے ہوئے۔ پہلے تین کو پھر سات کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کی جلد چہارم کے صفحہ ۷۴۱ میں کہا ہے:

واعلم انه تعالى قال فى سورة البقرة واذ واعدنا موسى اربعين ليلة و ذكر تفصيل تلك الاربعين فى هذه الآية فان قيل و ما الحكمة ههنا فى ذكر الثلاثين ثم اتمامها بعشر و ايضاً فقوله فتم ميقات ربه اربعين ليلة كلام عار عن الفائدة لان كل احد يعلم ان الثلاثين مع العشر يكون اربعين قلنا اما الجواب عن السؤال الاول فهو من وجوه (الاول) انه تعالى امر موسى بصوم ثلاثين يوماً وهو شهر ذى القعدة فلما اتم الثلاثين انكر خلوف فيه فتسوك فقالت الملائكة كنا نشم من فيك رائحة المسك فافسدته بالسواك فاحسب الله اليه اما علمت ان خلوف فم الصائم اطيب عندى من ريح المسك فامر الله تعالى ان يزيد عليها عشرة ايام من ذى الحجة لهذا السبب.

(و الوجه الثانى) فى فائدة هذا التفصيل ان الله امره ان يصوم ثلاثين يوماً و ان يفعل فيها ما يقربه الى الله تعالى ثم انزل التوراة فى العشر البواقى و كلمه ايضاً فيه فهذا هو الفائدة فى تفصيل الاربعين الى الثلاثين و الى العشرة سورة بقره میں چالیس رات کا وعدہ بیان ہوا ہے۔ اور اس مقام (سورہ اعراف) میں ان چالیس رات کی تیس اور دس تفصیل ہوئی ہے، اس کی حکمت اور فائدہ کیا ہے؟ اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔ وجہ اول یہ کہ حضرت موسیٰ کو ذی قعدہ کے تیس روزوں کا حکم ہوا تھا جب انہوں نے تیس روزے پورے کر لئے تو اپنے منہ میں ناگوار بوپا کر مسواک کی۔ اس پرفرشتوں نے کہا کہ ہم کو آپ کے منہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ نے مسواک کر کے اس کو کیوں دور کیا۔ اس پر خدا نے حکم دیا کہ دس روزہ اور رکھیں۔

وجہ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تیس دن روزہ رکھنے اور ان میں قربت الہی کے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان تیس دن کے بعد باقی دس دن میں تورات ملنے کا وعدہ تھا۔ اسی فائدہ کے لئے تیس اور دس کی تفصیل ہوئی ان دو وجہ کے بعد امام رازی نے دو وجہ اس تفصیل کی اور بیان کی ہیں اور پھر اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اس تفصیل کے بعد چالیس رات کا ذکر پھر کیوں کیا۔ ہم نے اس بیان کو خوف تطویل سے چھوڑ دیا ہے۔

ان دو وجہ کا (جو بیان ہوئی ہیں) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تیس دن کے روزہ کے حکم سے مقصود قربت و عبادت تھا اور دس دن کے روزہ سے مقصود بوئے ذہن پیدا کرنا جس کو حضرت موسیٰ نے مسواک کر کے کھودیا تھا۔ اور اگر حضرت موسیٰ مسواک نہ کرتے اور اس بوئے ذہن کو نہ کھوتے تو صرف تیس ہی روزہ پر، مگر انقضائے مدت وعدہ چالیس روز کے بعد کتاب پاتے اور ہم کلام ہوتے۔ اس مقصود کی نظر سے تیس دن کا روزہ اور قسم کا ہوا، دس دن کا اور قسم کا۔ اس لئے ان دونوں کو جدا جدا بیان کیا۔ جیسے صیام عشرہ کو اختلاف محل کے سبب جدا جدا بیان کیا گیا ہے۔

اپنی اس دلیل پر جو مرزا قادیانی نے حاشیہ میں بضمن نوٹ اول سوال کر کے اس کا جواب دیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ: وعدہ الہی سے تخلف جائز نہیں، وہ امر مراد ہے جو خدا کے ارادہ قدیمہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہو چکا ہو، نہ وہ جس کو انسان نے وعدہ سمجھ لیا ہو۔ یعنی اس کا خلاف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

اس سے قادیانی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے نزدیک خدا تعالیٰ کہتا کچھ ہے، اور ارادہ کچھ اور کرتا ہے۔ لہذا اس کا ظاہری قول اور وعدہ اپنے ظاہری معنی سے لائق وثوق و اعتماد نہیں ہے جب تک کہ اس کے باطنی معنی اور دلی ارادہ پر اطلاع نہ ہو۔ اس بیان و اظہار میں قادیانی نے خدا تعالیٰ کو ان منافق دور خے انسانوں کی مانند قرار دیا ہے جو کہتے تو ہیں کچھ اور دل میں کچھ اور رکھتے ہیں۔ اور اس وجہ سے ایک رنگ اور ظاہر باطن کے یکساں لوگ ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کے دلی ارادہ پر مطلع نہیں ہو سکتے اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جو بات وہ منہ سے کہتے ہیں وہ ان کے دلی ارادہ کے موافق ہے یا اس سے مخالف۔ اور اس وجہ سے وہ ان کو منافق سمجھتے ہیں اور ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور جب کہ انسان کا ارادہ دلی دوسرے انسان کو معلوم نہیں ہو سکتا اور اس وجہ سے دلی ارادہ کے برخلاف بات کہنے والوں کی باتوں پر یقین نہیں کیا جاتا۔ اور اس کو اظہار خلاف باطن کے سبب منافق و بے اعتبار سمجھا جاتا ہے تو پھر اگر قادیانی کے نزدیک خدا کی باتیں بھی اسی قسم سے ہیں کہ ان کا ظاہر کچھ ہے اور باطن موافق ارادہ قدیمہ کچھ اور، تو اس سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے نزدیک خدا کی کسی بات اور وعدہ پر (جس کے ساتھ اس نے اپنے دلی ارادہ کا اظہار نہیں کیا) وثوق و اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کے ارادہ پر جب تک وہ ظاہر نہ کرے کسی کو اطلاع ممکن نہیں اور اس وجہ سے اس کے ہر ایک وعدہ

میں جس کے ساتھ دلی ارادہ کا اظہار نہ ہو، شبہ رہتا ہے کہ خدا جانے یہ وعدہ ارادہ قدیمہ الہیہ کے موافق ہے یا ارادہ الہی اس کے مخالف ہے۔ یہ شبہ دین و ایمان و عمل حسنت و ترک سینات کی بیخ و بن اکھاڑ کر پھینک دینے والا ہے۔ جب انسان کو خدا کے وعدہ پر اعتماد و وثوق نہ ہوگا اور اس وعدہ کے بھروسہ پر خدا سے نیک عمل کی جزاء کی امید اور عمل بد کی سزا کے خوف کا اس کو یقین نہ ہوگا تو وہ خدا پر ایمان کب لائے گا، اور تکلیف اٹھا کر عمل نیک کیوں کرے گا اور دنیاوی و دنیوی نعمت و لذت و نفع چھوڑ کر عمل بد سے کیوں بچے گا۔

قادیانی صاحب! آپ نے خدا کے وعدہ اور اس کے ایفاء کی ایسی حقیقت بیان کی ہے جس سے دین ایمان کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ کیا یہی دقائق و حقائق ہیں جن کی نظر سے آپ مجدد کہلاتے ہیں اور دین اسلام کی تجدید و اصلاح کرنے آئے ہیں؟ ...

اس دلیری پر قادیانی کی اس بہادری کو دیکھو کہ وہ اپنی ان کفریات میں اکابر صوفیوں کو بھی شریک کرتا ہے اور یہ جتا تا ہے کہ جو باتیں میں نے کہی ہیں یہی باتیں بعینہا شیخ عبدالحق دہلوی و شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ نے کہی ہیں۔

ناظرین! قادیانی اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ جو کچھ ان حضرات نے کہا ہے اس کا مطلب اور ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کی کلام کا مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ان حضرات کی اصل عبارات کو نقل نہیں کیا۔ وہ اس دعویٰ میں سچا ہوتا تو بڑے طمطراق سے ان کی عبارات نقل کرتا اور اس سے اپنی تائید نکالتا۔

اخیر میں جو مرزا قادیانی نے اپنے پہلے دعویٰ کی دلیل کشتی والی آیت کو بتایا ہے اس کا تفصیلی جواب ہمارے پہلے اعتراض و سوال کے ضمن میں ادا ہو چکا ہے۔ لہذا اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آتا تھا اور وہ تضرع اور توبہ سے ٹالا جاتا تھا، وہ موعود نہ ہوتا تھا۔ کسی آیت میں یہ نہیں آیا کہ اس طوفان سے پہلے اس کا وعدہ آجاتا تھا۔ مرزا قادیانی نے اس آیت کے استعمال میں لوگوں کو دھوکہ دیا ہے اور خدا تعالیٰ پر افتراء کیا ہے۔

یہ عام قطعی موعود عذابوں کے ٹل جانے کا مرزا قادیانی کی طرف سے ثبوت اور اس کا جواب ہے۔

اب خاص حضرت یونسؑ کی قوم سے قطعی موعود عذاب ٹل جانے پر مرزا قادیانی کا ثبوت دیکھو اور اس کا جواب سنو

حضرت یونسؑ کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے اور پھر توبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں قادیانی نے کوئی آیت، کوئی حدیث، کوئی قول صحابی کوئی قول تابعی کوئی عبارت کسی تفسیر کی ایسی پیش نہیں کی جس میں یہ تصریح ہو کہ وہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی تھا شرطی نہ تھا۔ اور پھر اس کی دلاوری دیکھو کہ بہت سی تفسیروں کا حوالہ دے دیا۔ اور کئی صحابی و تابعین کا نام لے کر ان کے ذمہ لگا دیا کہ وہ عذاب بلا شرط تھا اور دو عبارتیں تفسیر کبیر نقل کر کے ان کا مطلب بھی یہی بتایا کہ وہ عذاب قطعی تھا۔ اور دو حدیثیں بھی (جو صرف حضرت ابن عباس کے قول ہیں) نقل کر کے اس کا مطلب بھی یہی بتایا کہ وہ عذاب قطعی تھا۔ اخیر میں بائبل سے یونس (یعنی یونسؑ) نبی کی کتاب سے کچھ عبارت نقل کی اور اس کا مطلب بھی یہی بتایا کہ عذاب کا وعدہ قطعی تھا۔ اس تمام بیان میں اس نے جھوٹ بولا ہے اور جس قول کا حوالہ دیا، یا جو عبارت نقل کی اس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس کے متمسکات سے ایک عبارت یا ایک قول یا ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عذاب قطعی تھا۔

ناظرین! قادیانی ہر متمسک بہ قول و عبارت کو سنیں اور پھر ہمارے جوابات و تشریحات کو دیکھیں۔ اولاً، مرزا قادیانی نے تین تفسیروں فتح البیان، ابن کثیر، معالم کا صرف حوالہ (بلا نقل عبارت) دے کر لکھا ہے کہ ان تفسیر کو پڑھو۔ پھر کہا اور تفسیر کبیر صفحہ ۱۸۸ سے (جلد ششم) غور سے پڑھو، تا معلوم ہو کہ ابتلاء کی وجہ کیا تھی۔ یہی تو تھی کہ حضرت یونس قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے اگر کوئی شرط ہوتی تو یہ ابتلاء کیوں آتا۔ چنانچہ صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے: انہم لما لم یؤاؤدوا وعدہم بالعذاب فلما کشف العذاب عنہم بعد ما توعدہم خرج مغضباً۔

پھر اس کا ترجمہ کر کے ثانیاً آپ فرماتے ہیں: اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے اس کے سمجھنے میں نادان (یعنی محمد حسین) نے دھوکہ کھایا اور یہ نہیں سوچا کہ اس کے آگے صفحہ ۱۸۸ میں وہ عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب موت کی پیش گوئی بلا شرط کی تھی۔

پھر ثالثاً فرمایا: اور بھی آخری قول مفسرین اور ابن مسعود اور حسن اور شعیب اور سعید بن جبیر اور وہب کا ہے

اس پر بھی آپ کو کھٹکارا ہا کہ اس عبارت سے اور ان ناموں سے تو کوئی نہ سمجھے گا کہ وعدہ عذاب قطعی تھا۔ یہی سمجھا جائے گا کہ یہ قطعی ہونا ہم نے یونس کے ابتلاء سے نکالا ہے اور ممکن ہے کہ ابتلاء کی وجہ کوئی ایسی اور پیدا ہو جاتی جس سے وہ عذاب شرطی بھی رہے اور یونس کا ابتلاء بھی صحیح ہو جائے تو پھر آپ نے اس آیت ثلاثین لیلة سے جا ہاتھ مارا۔ اور رابعاً فرمایا: پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس حالت میں وعدہ کی تاریخ ٹل جانا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جیسا کہ آیت و واعدا موسی ثلاثین لیلة اس کی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخیں جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہیں جس کا ٹلنا اور رد بلا ہونا تو بہ واسطہ تفسیر اور صدقات سے باقائے جمع انبیاء ثابت ہے پس ان تاریخوں کا ٹلنا بوجہ اولی ثابت ہوا۔

پھر آپ (قادیانی) کو تفسیر کی ایک عبارت کا خیال آیا تو آپ نے خامساً فرمایا: اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۲ میں (جلد ہفتم) لکھتے ہیں

ان ذنبہ یعنی ذنب یونس کان لان اللہ تعالیٰ وعدہ انزال الہلاک بقومہ
 له الذین کذبوہ فظن انہ نازل لا محالۃ فلاجل هذا الطن لم یصبر علی دعا تہم
 فکان الواجب علیہ ان یستمر علی الدعا الجواز ان لا یہلکم بالعذاب
 پھر اس عبارت کا ترجمہ کر کے سادساً فرماتے ہیں: اب بولوشیجی! کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ
 یونس نبی وعدہ ہلاک کو قطعی سمجھا تھا۔ اور یہی اس کے ابتلاء کا موجب ہوا کہ تاریخ ٹل گئی۔ اور اگر اس پر اکتفا نہ ہو
 تو دیکھو امام سیوطی کی تفسیر درمنثور سورۃ انبیاء

قال اخرج ابی حاتم عن ابن عباس قال لما دعا یونس علی قومہ او حی اللہ الیہ
 ان العذاب یصیبہم .. فلما راؤ جاؤوا الی اللہ و بکی النساء الصبیان و الوالدان و
 رغت الابل و فصلا نہا و خارت البقرۃ و عجا جیلہا و ثغت الغنم و سخا لہا فرحمہم
 اللہ . و صرف ذالک العذاب عنہم و غضب یونس و قال کذب فہو قولہ اذ نہب
 مغاضباً.

پھر اس حدیث کا ترجمہ کر کے اس مضمون کی ایک اور حدیث اسی کتاب سے اسی صحابی ابن عباسؓ

سے نقل کرتے ہیں جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت یونسؑ کو ان کے ایمان لے آنے اور اس سبب سے عذاب ٹل جانے کی خبر ہوئی تو وہ بو لے کہ اب میں جھوٹا کہلا کر ان کی طرف نہ جاؤں گا۔

اس کے بعد قادیانی صاحب سا بے افرماتے ہیں: اب فرمائیے شیخ جی! اچھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کی نہ ہوتی اور حضرت یونسؑ کو خدا کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائے گا تو وہ کیوں کہتے کہ اب میں اس قوم کی طرف نہیں جاؤں گا کیونکہ میں ان کی نظر میں کذاب ٹھہر چکا ہوں۔ جب کہ وہ سن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئے۔ پس اگر یہ شرط بھی ان کی وحی میں داخل ہوتی تو ان کو خوش ہونا چاہیے تھا کہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ نہ یہ کہ وطن چھوڑ کر ایک بھاری مصیبت میں اپنے تئیں ڈالتے۔

پھر اس حدیث کے آخری فقرہ کے حاشیہ میں آپ نے یونسؑ کی کتاب کی کسی قدر عبارت نقل کی اور ثامناً فرمایا ہے: یونسؑ کی کتاب میں باب ۳- آیت ۴ میں لکھا ہے: اور یونسؑ شہر میں (یعنی نینوی میں) داخل ہونے لگا۔ اور ایک دن کی راہ کے منادی کی اور کہا چالیس اور دن ہوں گے تب نینوی برباد کیا جاوے گا۔ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا۔ اور خدا نے ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنے برے راہ سے باز آئے۔ تب خدا اس بدی سے کہ اس نے کبھی تھی کہ میں ان سے کروں گا، پچھتا کے باز آیا۔ اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی۔

باب ۴- پر یونسؑ اس سے خوش نہ ہوا اور نیٹ رنجیدہ ہو گیا۔ اور اس نے خدا کے آگے دعا مانگی کہ اب اے خدا۔ میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان مجھ سے لے لے۔ کیونکہ میرا مناجینے سے بہتر ہے۔

اور اس کے بعد مرزا صاحب تاسعا فرماتے ہیں: اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونسؑ نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اس پیش گوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اسی لئے تو یونسؑ نے رنجیدہ ہو کر دعا کی کہ اب میرا مناجینے بہتر ہے۔

پھر عاشرأ فرمایا ہے: شیخ جی اب تو ہر ایک پہلو سے قابو میں آگئے۔ آپ عام جلسہ میں بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ میں اس بات کی قسم کھاؤں گا کہ موت کا عذاب نہیں ملتا، اب قسم کھاویں تا خدا جھوٹے کو واصل

جہنم کرے ورنہ یہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ قسم کھانے کا وعدہ کر کے پھر توڑ دیا جاوے۔ اور اگر آپ نے قسم نہ کھائی تو یہی سمجھا جائے گا کہ صرف دوسوروپے کے طمع نے آپ میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا اور پھر قسم کھانے کی کوئی راہ نہ دیکھی تو اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا اور بجائے اس کے اپنی بے وقوفی پر ایک ندامت باقی رہ گئی۔ مگر کیا تعجب ہے کہ پھر بھی قسم کھا لیا کیونکہ بے ایمان آدمی پاک فرشتوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں رکھتا۔ اور دہریہ پن کی رگ سے اپنے انجام کو سوچ نہیں سکتا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کے مسیح کارفق اور اخلاق کا بھرا ہوا آخری کلام ہے جو اس خاکسار محمد حسین کے مقابل (انوار اسلام ص ۱۲۰-۱۲۱ وغیرہ میں) فرمایا گیا ہے۔ اب اس کا جواب سنیں۔

اجمالی جواب۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے جملہ متمسکات مذکورہ کا یہ مطلب سمجھا اور بتایا ہے کہ: حضرت یونس اہل نبیوی کی طرف رسول ہو کر گئے۔ اور اس قوم نے نہ مانا۔ تو خدا نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کیا۔ حضرت یونس اس قوم سے نکل گئے اور عذاب کے منتظر رہے۔ پھر جب قوم کے ایمان لانے سے وہ عذاب اٹھایا گیا تو حضرت یونس اللہ پر خفا ہو گئے اور بولے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے قطعی عذاب کا وعدہ دے کر ان کے ایمان لانے سے عذاب کو اٹھالیا۔ اس میں اس نے اپنے وعدہ کا خلاف کیا اور مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھے قوم سے شرمندہ کرایا اور جھوٹا کہلایا۔ اب میں کس منہ سے قوم کے پاس جاؤں، اس سے تو میرا مرجانا بہتر ہے۔ اور اسی خیال سے وہ بھاگے۔ یہاں تک کہ دریا میں کود کر مچھلی کے پیٹ میں گئے پھر وہاں لا الہ الا انت سبحانک انی كنت من الظالمین کہہ کر اپنے اس قصور کا اقرار کر کے اس سے توبہ کی تو اس سے نجات پائی۔ اور اگر خدا تعالیٰ ان کو پہلے سے خبر دیتا کہ یہ عذاب شرطی ہے۔ قوم ایمان نہ لائے گی تب نازل ہوگا ورنہ اٹھایا جائے گا۔ تو وہ کیوں اس ابتلاء میں پڑتے۔ کیوں خدا سے خفا ہوتے؟ کیوں بھاگتے۔ کیوں مچھلی کے پیٹ میں جاتے۔ بلکہ وہ قوم کے ایمان لانے اور اس وجہ سے عذاب اٹھانے جانے سے خوش ہوتے۔ اور کہتے کہ میرا مشن اور سخن پورا ہوا۔ مشن (یعنی جس کام کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا وہ کام) یوں پورا ہوا کہ لوگ ایمان لائے۔ اور سخن یوں پورا ہوا کہ عذاب جو بشرط عدم ایمان تھا، ایمان لانے سے ہٹایا گیا۔ لوگ بھی

بچ گئے۔ میں بھی اس شرط کے موافق سچا نکلا۔ خدا مجھ سے اور قوم سے راضی ہوا۔ ہم خدا سے راضی ہوئے۔
 اگر قادیانی کے متمسکات جن سے قادیانی نے یہ مطلب نکالا ہے بلا مزاحمت اور بلا معارضہ صحیح اور ثابت ہوں
 اور ان کا مطلب بھی یہی ہو جو قادیانی نے سمجھا ہے اور واقعی حضرت یونسؑ پر جو ابتلا آیا ہے وہ اسی سبب سے آیا
 ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کر کے اس کا خلاف کیا تو وہ خدا تعالیٰ سے خفا ہو گئے اور مچھلی کے
 پیٹ میں گئے تو اس صورت میں بے شک و بلا ریب قادیانی سچا، اور اس کے مخالف جھوٹے۔ اور اگر ہم نے
 خدا کی توفیق سے اس کے برخلاف:

اولاً یہ بات ثابت کر دی کہ قادیانی کے متمسکات بلا معارضہ صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کے معارضہ و مقابلہ
 میں انہی کتابوں میں جن سے قادیانی نے اپنے متمسکات نکال کر پیش کئے ہیں، یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت
 یونس کا غصہ سے نکل جانا، اور مچھلی کے پیٹ میں تضرع و دعا کرنا پہلے واقعہ ہو چکا تھا۔ اور اہل نبیوی کی طرف
 رسول بن کر جانا اور اس قوم کا ایمان لانے کے سبب عذاب سے بچ جانا اس کے بعد ہوا ہے۔ اور

ثانیاً یہ بات ثابت کر دی کہ جن روایات سے قادیانی نے تمسک کیا ہے ان روایات سے بھی باوجود
 ان کے ناقابل اعتبار ہونے کے یہ مطلب ثابت نہیں ہوتا جو قادیانی نے سمجھا ہے۔ بلکہ انہی کتابوں کی دوسری
 عبارات و نقول کی شہادت سے ان روایات سے بھی اس کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ حضرت یونس سے
 خدا تعالیٰ نے وعدہ عذاب قطعی کیا اور نہ حضرت یونس نے اس وعدہ کو قطعی سمجھا اور نہ اس عذاب کے اٹھائے
 جانے سے ان کو خدا تعالیٰ پر غصہ آیا اور نہ اس غصہ کے سبب سے ان پر عتاب ہوا اور نہ اس جرم کا انہوں نے
 آیت مذکورہ بالا میں اعتراف کر کے اس سے توبہ کی، بلکہ جو کچھ ہوا وہ اور ہی تھا۔

تو پھر ناظرین داد انصاف دیکر صاف کہیں کہ قادیانی کے برابر دنیا میں کوئی جھوٹا اور دھوکہ دے کر
 رات کو دن بنانے والا کوئی دوسرا نہیں۔

پہلی بات کا ثبوت۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی نص صریح موجود ہے کہ حضرت یونسؑ کا غصہ کر
 کے نکل جانا اور مچھلی کے پیٹ میں مبتلا ہونا اور پھر مناجات کرنا، پہلے ہوا ہے اور رسول ہو کر جانا اس کے بعد
 ۔ ایسا ہی بائبیل کی کتاب یونہ میں (جس کو قادیانی پاک نوشتہ لکھتا ہے اور اس سے انکار کرنے کو دہریہ پن کی رگ بتاتا ہے) بیان

ہوا ہے۔

قرآن کی سورہ انبیاء میں ہے: وَذَا النُّونِ اِذْ نَهَبَ مَغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ اِنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّى كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ . فَاَسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنَجِّى الْمُؤْمِنِيْنَ (انبیاء۔ ۶۷) کہ جب یونس (توم سے) غصہ ہو کر چلے گئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ (اس چلے جانے کے سبب) ہم ان پر تنگی اور خفگی کا حکم نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیروں میں (دریا اور مچھلی کا پیٹ) پکارا کہ اے خداوند تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں (اس بھاگے اور توم پر غصہ کرنے کے سبب) ظالم ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی۔ اور اس غم سے اس کو نجات دی۔ ہم ایسے ہی مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

اور سورہ صافات میں ہے: وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ . اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفَلَکِ الْمَشْحُوْنِ . فَسَآءَ مَا كَانُ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ . فَالْتَقَمَهُ الْحَوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ . فَلَوْلَا اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ . لَلْبَثُ فِى بَطْنِهَا اِلَى يَوْمٍ يَّبْعَثُوْنَ . فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ . وَ اَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقُوْتِيْنَ . وَ اَرْسَلْنَاهُ اِلَى مَآءِ الْاَلْفِ اَوْ يَزِيْدُوْنَ . فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنَاهُمْ اِلَى حِيْنٍ . (صافات . ع ۵)

اور جب یونس بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے پھر قرعہ ڈالا۔ تو مغلوب ہوئے۔ پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ جب کہ وہ اپنے تئیں ملامت کرنے والے تھے۔ وہ اس میں تسبیح نہ کہتے تو قیامت کے دن تک اس میں رہتے۔ پھر ہم نے ان کو میدان میں ڈالا۔ ایسی حالت میں کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں رہ کر ضعیف (بایبار) ہو گئے تھے اور ان پر کدو کا درخت اگا گیا اور ایک لاکھ بلکہ (دیکھنے والے کی نظر و شمار میں) ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمی کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ پس وہ ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک وقت تک دنیا سے نفع پہنچایا۔

یہ آیات نص قطعی ہیں کہ حضرت یونس کا غصہ کرنا اور مچھلی کے پیٹ میں جانا پہلے ہوا اور رسول بن کر قوم کی طرف جانا پیچھے۔

تفسیر کبیر میں (جس سے قادیانی کی پہلی عبارت متسکہ منقول ہے) کہا ہے: اختلفوا فی وقوعه

عليه السلام فى بطن السمكة كان قبل اشتغاله بآداء رسالة الله تعالى او بعده (اما القول الاول) فقال ابن عباس كان يونس و قومه يسكنون فلسطين فغزا هم ملك و سبى منهم تسعة اسباطاً و نصفاً و بقى سبطان و نصف فاوحى الله تعالى الى شعيب النبى عليه السلام ان اذهب الى حزقيا الملك و قل له حتى يوجه نبياً قوياً اميناً فانى القى فى قلوب اولئك ان يرسلوا معه بنى اسرائيل فقال له الملك فمن ترى و كان فى مملكة خمسة من الانبياء فقال يونس بن متى فانه قوى امين فدعا الملك بيونس و امره ان يخرج فقال يونس هل امرك الله باخراجى قال لا قال فهل سمّانى لك قال لا قال فهنا انبياء غيرى.... عليه - فخرج مغاضباً للملك و لقومه فاتى بحر الروم.. فركب معهم فلما... الفينة... و كادوا ان.... فقال الملا حون ههنا رجل عاص (تفسير كبير ج ٦ ص ١٨٧)

کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ حضرت یونس کے مچھلی کے پیٹ میں جانے کا اہل نبیوی کے پاس رسول ہو کر جانے سے پہلے ہوا یا اس کے بعد۔ اس میں پہلا قول یہ ہے جو ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ یونس اور اس کی قوم فلسطین میں رہتے تھے۔ جن پر ایک بادشاہ نے چڑھائی کی تو ان میں سے نوقیلہ سالم اور ایک کے نصف کو قیدی بنا لیا۔ صرف دو قبیلے اور ایک کا نصف باقی رہ گئے۔ تو خدا تعالیٰ نے حضرت شعیب نبی کو حکم دیا کہ تو حزقیابادشاہ کے پاس جا کر کہہ کہ وہ کسی امانت دار اور قوی نبی کو اس ظالم بادشاہ کے پاس بھیجے اور ان لوگوں کو اس سے چھوڑا دے۔ حزقیانے حضرت شعیب کو کہا کہ آپ کس کو مناسب سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یونس نبی کو مناسب سمجھتا ہوں۔ اور اس وقت اس سلطنت میں پانچ نبی موجود تھے۔ حزقیانے حضرت یونس کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ اس ظالم کی طرف جائیں۔ حضرت یونس بولے کہ کیا خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے اور میرا نام لیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر حضرت یونس نے فرمایا کہ کیا یہاں میرے سوا اور کوئی نہیں۔ مگر بادشاہ نے انہی کے جانے پر اصرار کیا۔ تو اس سے حضرت یونس بادشاہ حزقیاب اور قوم پر خفا ہو کر چلے گئے اور کشتی پر سوا ہوئے اور اس ابتلاء میں پڑے (پھر اس کو بہ تفصیل ذکر کیا جیسا کہ مشہور اور جملہ تفاسیر میں مذکور ہے۔ اسی واسطے ہم نے اس

تفصیل کو چھوڑ دیا) اور پھر جب خدا تعالیٰ نے ان پر کرم کیا اور آپ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تو اس ظالم بادشاہ کی طرف گئے اور اس سے قیدی چھوڑ دینے کے خواست گار ہوئے۔ اس نے نہ مانا تو خدا تعالیٰ نے حضرت یونس کی طرف اس امر کی وحی کی کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ پھر اس عذاب کے نزول کی وہ کیفیت جو تفسیر کبیر سے نقل ہو چکی ہے، بیان کر کے کہا ہے کہ بنا براس قول ابن عباسؓ کے حضرت یونسؑ کی رسالت مچھلی کے پیٹ سے نکل آنے کے بعد ہوئی اور اس قول ابن عباس کی دلیل وہ قول خداوندی ہے جو سورہ صافات میں فرمایا ہے کہ پھر ہم نے یونس کو (دریا سے) میدان میں ڈالا اور ان پر کدو کا درخت اگا دیا۔ اور ان کو ایک لاکھ بلکہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ اس قول میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یونس کونینوی کی طرف جانے کو کہا گیا تھا۔ اس میں ان سے جلدی چاہی گئی تو وہ غصہ ہو کر کشتی کی طرف بھاگے تو ان پر یہ ابتلاء آیا۔

فعلى هذا القول كانت رسالة يونس بعد ما نبذه الحوت و دليل هذا القول قوله تعالى فى سورة الصافات فنبدناه بالعرء و هو سقيم - و انبتنا عليه شجرة يقطين - و ارسلناه الى مائة الف او يزيدون - وفى هذا القول رواية اخرى و هى ان جبرئيل قال لىونس انطلق الى اهل نينوى و انذرهم ان العذاب قد حضرهم فقال يونس التمس دابة فقال الامر اعجل من ذلك فغضب و انطلق الى السفينة و باقى الحكاية كما مرّت الى ان التقمه الحوت فانطلق الى ان و صل الى نينوى فالقاء هناك - (كبير- ج ٦ ص ١٨٨)

دوسرا قول یہ ہے کہ مچھلی کا قصہ حضرت یونس کے اہل نینوی کو دعوت کرنے اور ان کی طرف رسول ہو کر آنے کے بعد ہوا۔ یہ وہ قول ہے جس کو قادیانی نے تفسیر کبیر ص ۱۸۸ سے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے قول کو دونوں روایتوں کے ساتھ معلم وغیرہ میں بھی نقل کیا ہے اور اس کو آیت سورہ صافات سے مؤید بتایا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ قرآن کی صریح نصوص سے (جن کے اقوال مفسرین بھی مصدق و مؤید ہیں) صاف ثابت ہے کہ حضرت یونس کا غصہ کرنا اور ابتلاء میں پڑنا پہلے ہوا اور اہل نینوی سے عذاب ٹل جانا

پیچھے ہوا۔

اب بائبل کی شہادت سنو۔ بائبل میں یونہ (یعنی یونس) نبی کی کتاب میں صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت یونس پر مچھلی کے پیٹ میں جانے کا ابتلاء پہلے ہوا اور اہل نینوی کی طرف ان کا جانا پیچھے ہوا۔ اس کتاب کے پہلے باب میں کہا ہے

اور خداوند کا کلام یونہ بن متی کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوی کو جا، اور اس کے برخلاف منادی کر۔ کیونکہ ان کی شرارت میرے سامنے اوپر آئی۔ لیکن یونہ خدا کے حضور سے تریسوں کو بھاگنے کیلئے اٹھا۔ اور وہ یافا میں اتر گیا۔ اور وہاں ایک جہاز کو جو تریسوں کو جانے پر تھا، پایا۔ تب اس کا کرایہ دے کر اس پر چڑھا۔ تاکہ خدا کے حضور سے تریسوں کو ان کے ساتھ جاوے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے سمندر پر ایک بڑی آندھی بھیجی۔ اور سمندر کے درمیان طوفان نے شدت کی کہ گمان تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے۔

پھر حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں جانے اور آخر توبہ کا حال بیان کر کے باب دوم میں بتایا ہے: اور خداوند نے مچھلی کو کہا اور اس نے یونہ کو خشکی پر اگل دیا۔

پھر باب ۳ میں حضرت یونس کا اہل نینوی کے پاس رسول ہو کر جانا بیان کیا اور کہا، اور خداوند کا کلام دوسری بار یونہ کو پہنچا۔ اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا۔ اور وہاں اس کی منادی کر پھر حضرت یونس کا اہل نینوہ کے پاس جانا اور منادی کرنا اور نینوی کے برباد ہونے کی خبر دینا، اور پھر انکے ایمان لانے سے ان کا بچ جانا بیان کر کے باب ۴ میں بیان کیا ہے

پھر یونہ اس سے نہایت ناخوش ہوا اور نیٹ رنجیدہ ہوا۔ اور اس نے خدا سے دعا مانگی۔ اور کہا کہ اے خداوند میں تجھ سے عرض کرتا ہوں۔ کیا یہ میرا مقولہ نہ تھا۔ جس وقت میں ہنوز اپنے وطن میں تھا اس لئے میں آگے تریسوں کو بھاگا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے۔ جو غصہ کرنے میں دھیما ہے اور نہایت مہربان ہے۔ اور پچھتا کے آپ کو بدی سے باز رکھتا ہے۔ اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ تب خدا نے فرمایا تو شدت سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور یونہ شہر سے باہر جا کر شہر کی پورب طرف بیٹھا اور وہاں اپنے لئے ایک چھپر بنایا۔ اور اس کے نیچے

چھاؤں میں بیٹھ رہا کہ دیکھے اس شہر کا کیا حال ہوتا ہے۔ تب خداوند نے رینڈی کا درخت اگایا اور اسے یونہ کے اوپر اٹھایا تاکہ وہ اس کے سر پر سایہ کرے اور اسے تکلیف سے چھوڑا دے۔ اور یونہ اس رینڈی کے پیڑ سے نہایت خوش ہوا۔ دوسرے دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیرے کو تیار کیا اور اس نے رینڈی کے درخت کو کاٹا۔ ایسا کہ وہ سوکھ گیا۔ اور جب آفتاب چڑھا تب ایسا ہوا کہ خدا نے پورب کی طرف سے لوچلائی۔ اور آفتاب کی گرمی سے یونہ کے سر میں اثر کیا وہ غش میں آ گیا۔ اور اپنی جان کیلئے موت چاہی اور کہا میرے جینے سے میرا مرنا بہتر ہے۔ اور خداوند نے یونہ کو کہا کہ تو اس رینڈی کے درخت کے سبب شدت سے رنجیدہ ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں میں یہاں تک رنجیدہ ہوں کہ مرنا چاہتا ہوں۔ تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس رینڈی کے درخت پر رحم آیا جس کے لئے تو نے نہ محنت کی اور نہ تو نے اسے اگایا۔ جو ایک ہی رات میں اگا اور ایک ہی رات میں سوکھ گیا۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں۔ جو اپنے دائیں بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ اور مواشی بھی بہت ہیں شفقت نہ کروں۔

Now the word of The Lord came unto Jonah the son of Amittai saying,

Arise, go to Nineveh, that great city, and cry against it; for their wickedness is come up before me.

But Jonah rose up to flee unto Tarshish from the presence of the Lord and went down to Joppa, and he found a ship going to Tarshish; so he paid the fare thereof, and went down into it, to go with them unto Tarshish from the presence of the Lord.

But the Lord sent out a great wind into the sea, and there was a mighty tempest in the sea, so that the ship was like to be broken....

Now the Lord had prepared a great fish to swallow up Jonah. And Jonah was in the belly of the fish three days and three nights.

And the Lord spoke unto the fish, and it vomited out Jonah upon the dry land.

And the word of Lord came unto Jonah the second time, saying,

Arise, go unto Nineveh, that great city, and preach unto it the preaching that I bid thee.

So Jonah arose. and went unto Nineveh, according to the word of the Lord. Now Nineveh was an exceedingly great city of three days' journey.

And Jonah began to enter into the city a day's journey, and he cried, and said, Yet forty days, and Nineveh shall be overthrown.

So the people of Nineveh believed God, and proclaimed a fast, and put on sackcloth, from the greatest of them even to the least of them.

And God saw their works, that they turned from their evil way; and God repented of the evil, that he had said that he would do unto them; and he did it not.

But it displeased Jonah exceedingly, and he was very angry.

and he prayed unto the Lord, and said, I pray thee, O Lord, was not this my saying, when I was yet in my country? Therefore I fled before unto Tarshish; for I knew that thou art a gracious God, and merciful, slow to anger, and of great kindness, and repentest thee of the evil.

Therefore now O lord, take, I beseech thee, my life from me; for it is better for me to die than to live.

Then said the Lord, doest thou well to be angry?

So Jonah went out of the city, and sat on the east side of the city, and there made him a booth, and sat under it in the shadow, till he might see what would become of the city.

And the Lord God prepared a gourd, and made it to come up over Jonah, that it might be a shadow over his head, to deliver him from his grief. So Jonah was exceeding glad of the gourd.

But God prepared a worm when the morning rose the next day, and it smote the gourd that it withered.

And it came to pass. When the sun did arise, that God prepared a vehement east wind; and the sun beat upon the head of Jonah, that he fainted, and wished in himself to die, and said, It is better for me to die than to live.

And God said to Jonah, Doest thou well to be angry for the gourd? And he said, I do well to be angry, even unto death.

Then said the Lord, Thou hast had pity on the gourd, for the which thou hast not laboured, neither makest it grow; which came up in a night and perishd in a night. and should not I spare Nineveh, that great city, wherein are more than sixscore thousand persons that cannot discern between their right hand and their left hand; and also much cattle? (Jonah Chapter 1, 11. 111 and IV)

اس کتاب سے بھی صاف ثابت ہوا کہ ابتلاء حضرت یونس کا پہلے ہوا اور ان کی قوم سے عذاب کا رفع ہونا اس کے بعد ہوا۔ ہاں اس پر حضرت یونس کا رنجیدہ ہونا اس میں بیان ہوا ہے۔ مگر اس رنجیدگی پر حضرت یونس کا وہ ابتلاء و عتاب جس کا قادیانی کو دعویٰ ہے، بیان نہیں ہوا۔ اور اس رنجیدگی سے جو قادیانی نے وعدہ عذاب کا قطعی ہونا نکالا ہے۔ اس کا ابطال دوسری بات کے ثبوت میں عنقریب آئے گا۔ یہ مقام اس کا محل نہیں بالجملہ آیات قرآن اور اس کے موافق اقوال مفسرین اور بائبیل سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ واقعہ ابتلاء یونس پہلے ہوا اور حضرت یونس کا اہل نبیوی کی طرف رسول ہو کر جانا اور ان کو عذاب کی خبر دینا اور پھر اس عذاب کا رفع ہو جانا، بعد میں ہوا۔

اس بیان سے ہماری پہلی بات ثابت ہوئی۔ اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ روایات جن سے قادیانی نے تمسک کیا ہے بلا معارضہ صحیح نہیں۔ بلکہ ان کے مقابلہ و معارضہ میں آیات قرآن و بائبیل و اقوال مفسرین ایسے موجود ہیں جن سے وہ روایات غلط اور ناقابل اعتبار ثابت ہوتی ہیں۔ اور کم سے کم یہ کہ وہ مشکوک و مرجوح ہیں اور ان کے مخالف روایات راجح۔ قادیانی نے ان معارضات کی نقل و بیان کو ترک کر کے تفسیر کبیر سے صرف اپنے مطلب کی ایک روایت نقل کر کے اور باقی کتابوں کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو یہ بتایا ہے کہ ان کتابوں میں بلا اختلاف یہی بیان ہوا ہے کہ حضرت یونس کو خدا کی طرف سے ہلاکت اہل نبیوی کا قطعی وعدہ ملنے اور پھر اس وعدہ کے ٹل جانے کے بعد، اور اسی سبب سے حضرت یونس کے خدا پر نفا ہو جانے پر حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں مبتلا کئے گئے اور ان کتابوں میں اس کا خلاف مذکور نہیں ہوا۔ اور کتاب یونہ کے پہلے اور

دوسرے باب کا بیان (جس سے حضرت یونس کا وعدہ عذاب سے پہلے بتلا ہونا ثابت ہوتا ہے) ترک کر کے صرف تیسرے اور چوتھے باب کی چند آیات کو (جن میں حضرت یونس کا رنجیدہ ہونا بیان ہوا ہے) نقل کر کے یہ بتایا ہے کہ یہ رنجیدگی ہوئی تو حضرت یونس پر وہ بلاء آئی۔ اور ان دونوں قسم کی کتابوں (تفسیر اور بائبل) کی نقل و حوالہ میں جھوٹ سے کام لیا اور لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔

دوسری بات کا ثبوت: روایات متمسکہ قادیانی (جیسی کبھی ہیں ان) کا وہ مطلب نہیں جو اس نے سمجھا ہے، بلکہ ان کا مطلب بشہادت دوسری عبارات و روایات انہی کتابوں کے (جن سے وہ روایات قادیانی نے نقل کی ہیں) یہ ہے کہ حضرت یونس نے اہل نبیوی یا قوم اس ظالم بادشاہ کو دعوت ایمان کی تو انہوں نے نہ مانا۔ پس حضرت یونس نے ان کو ایمان نہ لانے پر عذاب نازل ہونے کی خبر دی۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم عذاب کے آثار و اسباب دیکھیں گے، تب ایمان لائیں گے، ابھی سے ایمان نہیں لاتے۔ حضرت یونس نے (اللہ تعالیٰ کی اس سنت قدیمہ کی نظر سے کہ عذاب آجانے کے بعد کسی قوم کا ایمان قبول نہیں ہوا۔ اور وہ عذاب اٹھایا نہیں گیا) ان کے اس عذر و جواب کو قبول و پسند نہ کیا۔ اور ان کے عذر و قول سے اور خدا تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے حکم سے (نہ خدا تعالیٰ کے خاص اس قوم کی نسبت قطعی عذاب کی خبر دینے سے) یہ گمان کیا اور سمجھ لیا کہ ان پر عذاب ضرور نازل ہوگا اور اسی خیال و گمان سے وہ اس قوم پر ان کے اس عذر و جواب سے خفا ہو کر اور ان کی دعوت چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر جب انہوں نے دیکھ لیا کہ عذاب آیا، اور پھر وہ ان کی توبہ و استغفار و ایمان لانے کے سبب اٹھایا گیا، اور خدا تعالیٰ نے اپنی اس سنت قدیمہ میں استثنا کو ملحوظ فرمایا ہے، اور قوم یونس کو اور قوموں میں مستثنیٰ کر کے ان کا ایمان بعد معائنہ عذاب قبول کر لیا ہے، تو اس سے ان کو قوم پر (نہ کہ خدا تعالیٰ پر) ملال پیدا ہوا کہ کیوں پہلے سے وہ ایمان نہ لائے۔ اور میرے خیال و مقال کے غلط ہونے کے موجب ہوئے۔ اور یہ خیال کیا کہ جو بات میں ان کو کہہ چکا تھا کہ آثار عذاب دیکھنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا، لہذا ان پر ضرور عذاب آئے گا اس کا (نہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کا) خلاف ظہور میں آ گیا ہے، اب میں اس قوم کی نظر میں جھوٹا قرار پا گیا ہوں۔ وہ مجھے کہیں گے کہ تم تو کہتے تھے کہ مشاہدہ عذاب کے بعد ایمان قبول نہیں ہوا کرتا اور تم پر ضرور عذاب ضرور آئے گا۔ لو اب اس کا خلاف ہوا، اور ہمارا ایمان بعد مشاہدہ عذاب قبول کیا گیا۔ تمہارا کہنا جھوٹ نکلا لہذا اب میں اس قوم کی طرف جھوٹا کہلا کر نہ جا

وَسْ گا۔

مرزا قادیانی نے جو ان روایات سے اس مطلب کے (جو ہم نے بیان کیا ہے) برخلاف بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی ان روایات اور بائبل کے پانچ الفاظ یا فقرات کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ یا صحیح سمجھ کر دیدہ دانستہ اس سے انماض کیا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے غلط مطلب بتایا ہے۔ وہ پانچ الفاظ و فقرات یہ ہیں۔

اول لفظ مغاضب یا غضب (جو تفسیر کبیر اور تفسیر منثور کی پہلی دو روایتوں میں ہیں) جن کے پہلے کشف یا صرف العذاب کے فقرات ہیں۔ اور ان کے معنی مرزا قادیانی یہ سمجھا ہے کہ عذاب کھلایا پھیرا گیا ہو، تو اس امر کو دیکھ کر یونس، خدا پر خفا ہو کر نکل گئے۔

دوسرا لفظ لا محالہ جو فقرہ فظنّ انہ نازل لا محالہ میں تفسیر کبیر کی دوسری عبارت میں ہے اور اس کے معنی قادیانی یہ سمجھا ہے کہ خدا کے قطعی وعدہ سے اور اس کی کلام سے یونس نے یہ سمجھ لیا اور ظن کیا تھا کہ عذاب ضرور واقعہ ہوگا۔

تیسرا اور چوتھا لفظ کذبت و کذابا جو درمنثور کی دونوں عبارتوں کے ان فقرات میں صرف ذالک العذاب و غضب یونس و قال کذبت فهو قولہ اذ ذهب مغاضباً و قال یونس عند ذالک لا ارجع الیہم کذابا جن کے معنی قادیانی یہ سمجھا ہے کہ عذاب پھیرا گیا تو یونس نے خدا پر غصہ ہو کر کہا کہ خدا نے قطعی وعدہ دے کر اپنے اس وعدہ کا خلاف کیا۔ اس میں خدا تعالیٰ نے خود جھوٹ بولا اور مجھے قوم سے جھوٹا اور شرمندہ کرایا۔ لہذا اب میں اس قوم میں نہ جاؤں گا۔

پانچواں لفظ رنجیدہ ہونے یا پچھتانا کا جو بائبل کے اس فقرہ میں ہے کہ خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں کروں گا پچھتا کے باز آیا۔ پھر یونس اس سے ناخوش ہوا اور نیٹ رنجیدہ ہوا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ ہمارے اجمالی جواب کی تقریر سے واضح ہو چکا ہے کہ ان پانچوں الفاظ و فقرات کے معنی ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن سے نہ تو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب کرنا ثابت و معلوم ہو، اور نہ خدا کی طرف سے اور اس کے قول کے حوالہ سے حضرت یونس کا قوم کو قطعی وعدہ عذاب

دینا مفہوم ہو، اور نہ حضرت یونس کا خدا تعالیٰ پر غصہ کر کے بھاگنا موہوم ہو۔ رہی تشریح و تفصیل ان کلمات و فقرات کی سو عنقریب تفصیلی جواب میں ہوگی جس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ان الفاظ و فقرات کے جو معنی قادیانی سمجھا ہے وہ غلط ہیں اور ان کے معنی وہی صحیح ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ہمارے اس جواب اجمالی سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ روایات متمسکہ بہاء قادیانی کے ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جو اس کے مطلب کے برخلاف ہوں اور یہ ہماری دوسری بات کا کافی ثبوت ہے۔

تفصیلی جواب: شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ قادیانی کے متمسکات سے پہلی عبارت تفسیر کبیر اور پہلی عبارت تفسیر درمنثور کا جواب اور لفظ مغاضب اور غضب کی تشریح یہ ہے کہ لفظ مغاضب حضرت یونس کے حق میں قرآن میں وارد ہے اور اسی کی تفسیر میں درمنثور کی پہلی عبارت میں غضب کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ پس جو معنی اس لفظ کے قرآن کی آیت میں تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں بیان کئے گئے ہیں وہی معنی تفسیر کبیر کے اس عبارت میں مراد ہونے چاہئیں اور وہی معنی لفظ غضب کے درمنثور کی عبارت میں صاحب درمنثور نے اس کو تفسیر آیت بنا کر قرار دیئے ہیں۔

تفسیر کبیر (جلد ۶ ص ۱۸۹) میں (جواب اعتراض ان لوگوں کے جو اس لفظ مغاضب سے پیغمبروں کا گناہ گار ہونا نکالتے ہیں) کہا گیا ہے

و الجواب - عن الاول انه ليس في الآية من غاضبه لكننا نقطع على انه لا يجوز لنبي الله ان يغاضب ربه لان ذلك صفة من يجهل كون الله لا يكون مو منناً فضلاً عن ان يكون نبياً - و اذا ثبت انه لا يجوز صرف هذه المغاضبة الى الله تعالى و جب ان يكون المراد انه خرج مغاضباً لغير الله و الغالب انه انما يغاضب من يعصيه فما يامر به فيحتمل قوم او الملك اوهما جميعاً و معنى مغاضبة القوم انه اغضبهم بمفارقة لحوه فهم حلول العذاب عليهم عندها و قرء ابو شرف مغضباً - اما قوله (اي المعترض) مغاضبة القوم ايضاً كما نت محظورة لقوله تعالى ولا تكن كصاحب الحوت قلنا لا نسلم انها كانت محظورة فان الله تعالى امره به تبليغ تلك

الرسالة اليهم وما امره بان يبقى معهم ابدآ فظاهرا الامر لا يقتضى التكرار فلم يكن خروجه من بينهم معصية واما الغضب فلا نسلم انه معصية و ذلك لانه لما لم يكن منهيا عنه قيل ذلك فظن ان ذلك جائز من حديث انه لم يفعله الا غضبا لله تعالى و انفة لدينه و بغضاء للكفر و اهله بل كان الاولى له ان يصابر و ينتظر الا ان من الله تعالى فى المهاجرة عنهم و لهذا قال تعالى و لا تكن كصاحب الحوت كان الله تعالى اراد لمحمد ﷺ افضل المنازل و اعلاها .

کہ آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت یونس کس پر خفا ہوئے، لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ نبی کا خدا تعالیٰ پر خفا ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جاہلوں کا کام ہے اور ایسا جاہل مومن نہیں ہوتا، چہ جائے کہ نبی ہو سکے۔ اور جب غضب خدا کے حق میں جائز نہ ہو تو واجب ہوا کہ اس سے بجز خدا تعالیٰ کے کسی اور پر حضرت یونس کا غصہ کرنا مراد ہو۔ تو احتمال ہے کہ وہ شخص آپ کی قوم ہو یا بادشاہ (حزقیہ) ہو یا دونوں فریق۔ اور قوم سے مغاضب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے قوم کو غصہ میں ڈالا۔ یعنی ان سے جدا ہو کر ان کو ناراض کر دیا۔ اور جو معترض نے کہا ہے کہ قوم سے ناراض ہو کر چلے جانا یا ان کو ناراض کرنا بھی گناہ تھا، یونس نے اس کا ارتکاب کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر کا گناہ ہونا مسلم نہیں۔ خدا نے ان کو تبلیغ رسالت کا حکم دیا تھا۔ نہ یہ کہ وہ ان میں بیٹھے رہیں۔ اور غصہ کرنا اس لئے گناہ نہیں تھا کہ اس سے ان کو ممانعت نہ ہوئی تھی۔ اس لئے یونس نے اس کو جائز خیال کیا۔ کیونکہ وہ غصہ خدا ہی کیلئے تھا اور اس کے دین کی بڑائی کیلئے اور کفر اور کافروں سے بغض سے۔ ہاں بہتر یہی تھا کہ وہ ان لوگوں میں ٹھیرے رہتے اور صبر کرتے اور قوم سے جدا ہونے کیلئے خدا کے حکم کے منتظر رہتے۔ اس ترک اولیٰ کی نظر سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ تو یونس کی مانند نہ ہو جائیو۔ جس سے خدا تعالیٰ کی گویا یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ کا رتبہ حضرت یونس سے اعلیٰ ہے۔

تفسیر فتح البیان اور معالم وغیرہ (جن کا حوالہ قادیانی نے دیا ہے) میں لکھا ہے: ذہب مغاضباً ای مراغما لقومه لاربه و قال الحسن و الشعبي و سعید بن جبیر مغاضباً لربه و اختاره ابن جریر و القتیبی و حکى عن ابن مسعود قال النحاس ربما انكر هذا من

لا يعرف اللغة و هو قول صحيح و المعنى مغاضباً لاجل ربه كما تقول غضبت لك اى من اجلك و قال الضحاک مغاضباً لقومه و حكى عن ابن عباس و قالت فرقة منهم الاخفش انما خرج مغاضباً لملك الذى كان فى وقته اسمه حزقيا و قيل لم يغا ضب رسولا لقومه و لا الملك و لكنه ... من غضب اذا انف (فتح البيان ص ۱۳۳ ج ۳، العالم)

ذهب مغاضباً سے یہ مراد ہے کہ وہ قوم سے خفا ہو کر چلے گئے، نہ اپنے رب سے۔ حسن، شععی، سعید بن جبیر نے لکھا ہے کہ خدا کیلئے خفا ہوئے۔ اسی کو ابن جریر اور قتیبی نے پسند کیا ہے اور یہی ابن مسعود سے مروی ہے۔ نحاس نے کہا ہے جو شخص لغت و محاورہ عرب سے جاہل ہے وہ اس لفظ یا تفسیر کو پسند نہیں کرتا حالانکہ یہ کہنا صحیح ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کیلئے قوم سے خفا ہوئے۔ جیسے بولتے ہیں میں تمہارے لئے فلاں شخص سے خفا ہوا۔ ضحاک نے کہا ہے اور یہی ابن عباس سے منقول ہے کہ قوم پر خفا ہوئے۔ ایک جماعت نے جن میں انخس (نحوی) ہے، کہا ہے کہ وہ اس بادشاہ سے خفا ہوئے تھے جو اس وقت تھا جس کا نام حزقیہ تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ کسی سے بھی خفا نہیں ہوئے۔ نہ خدا سے نہ قوم سے نہ بادشاہ سے۔ اور لفظ مغاضباً کے معنی غصہ کرنے کے نہیں بلکہ نفرت و بیزاری کے ہیں۔ یعنی وہ قوم سے متنفر و مستنکف ہو کر نکل گئے۔

ان عبارات خصوصاً تفسیر کبیر کی عبارت پڑھ کر ناظرین کو یقین ہوگا کہ خدا تعالیٰ پر غصہ کرنا کفر ہے اور اس سے انبیاء کی شان پاک اور ارفع ہے۔ لہذا امام رازی کی اس پہلی عبارت میں اور ایسا ہی درمنثور کی پہلی عبارت میں حضرت یونس کا خدا تعالیٰ پر غصہ کرنا مراد نہیں، بلکہ قوم پر غصہ مراد ہے۔

شائد یہاں سوال ہو کہ اس عبارت تفسیر کبیر میں اور ایسا ہی عبارت اول تفسیر درمنثور میں یہ بیان ہے کہ عذاب واقع ہو جانے کے بعد ان کو غضب ہوا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ غصہ عذاب اٹھ جانے پر تھا جو خدا کی طرف سے تھا نہ قوم پر کیونکہ عذاب اٹھا دینا ان کا کام نہ تھا،

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غصہ بھی قوم پر ہے، نہ خدا تعالیٰ پر۔ کیونکہ اس عذاب کے اٹھ جانے کا موجب قوم ہی کا فعل (بے موقع و بعد از وقت نضرع و استغفار ہے) حضرت یونس کو ان کے اس فعل پر (باوجودیکہ فسی نفسہ فعل نیک تھا) اسلئے غصہ آیا کہ وہ فعل بعد از وقت ہوا۔ انہوں نے غالباً یہ خیال کیا کہ میرے کہنے پر تو وہ قوم

توبہ استغفار کی طرف متوجہ نہ ہوئی اور جب میں نے بدست آویز قدیم اور عام سنت اللہ (نہ حکم جدید و خاص اعلام الہی) کے ان کے عذاب کو قطعی کہہ دیا اور پھر میں مایوس و غصہ ہو کر ان کے بیچ میں سے نکل گیا، تب انہوں نے ایمان و توبہ و استغفار کی طرف رجوع کیا۔ جس سے میرا وہ خیال و مقال غلط نکلا اور میں انکی نظروں میں جھوٹا بنا شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ غصہ قوم پر تھا، نہ خدا تعالیٰ پر، اور ہمارے اس جواب کی مزید توضیح قادیانی کی پانچویں بات کے جواب میں ہوگی۔

قادیانی کی دوسری بات کا جواب۔ اور اس میں جو پہلے قول کو ذکر کر کے اس میں اس عاجز محمد حسین کے دھوکہ کھانے کا دعویٰ کیا گیا ہے اس معممہ کی شرح یہ ہے کہ ابتلاء حضرت یونس کی نسبت علماء کے دو قول ہیں جو پہلے منقول ہو چکے۔ از انجملہ پہلا قول یہ ہے کہ حضرت یونس کا ابتلاء پہلے ہوا ہے اور وعدہ عذاب اس کے بعد۔ حضرت یونس نے جب ابتلاء سے نجات پائی تو وہ اس ظالم بادشاہ کے پاس گئے۔ پھر جب اس نے انکار کیا تو خدا نے یونس کی طرف وحی کی کہ ان لوگوں پر بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب نازل ہوگا۔ اس قول کی دست آویز سے خاکسار (محمد حسین) نے اپنی مجالس و وعظ میں بیان کیا تھا کہ یونس نے جس عذاب کی خبر دی تھی وہ شرطی تھا، قطعی نہ تھا۔ میرے اس قول کے جواب میں قادیانی نے فرمایا ہے: نادان شیخ نے اس قول کے کہنے میں دھوکہ کھایا ہے، مگر اس کلمہ کا مطلب مصداق مطلب درپطن شاعر ہے۔ شائد اس سے قادیانی کی مراد یہ ہو کہ یہ شرطی وعدہ عذاب اور موقع پر ہے۔ یعنی ظالم بادشاہ کو ڈرانے کے وقت ہوا تھا۔ اور ہم (یعنی قادیانی) جس عذاب کو قطعی کہتے ہیں اس کا اور موقع ہے یعنی وہ اہل نینوی کا عذاب تھا۔ پس اگر اس کلمہ سے قادیانی کا یہی مطلب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں تو آپ کو نادان نہیں کہتا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ اس قول اول کا مطلب سمجھنے میں آپ نے دھوکہ کھایا، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ آپ بڑے ہوشیار و چالاک ہیں۔ آپ نے بھی اس کا مطلب تو وہی سمجھا ہے جو اس خاکسار نے سمجھا ہے مگر دیدہ دانستہ آپ اس مطلب سے انکار کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو عملاً دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ نزول عذاب کی نسبت خدا کا وعدہ یا قول ایک ہی تھا اور وہ ایک ہی دفعہ فرمایا گیا تھا (گواس کا مورد نزول محل و موقع مختلف ہو) یعنی اس عذاب کا ڈراہل نینوی کو سنایا گیا ہو یا اس ظالم بادشاہ کو، وہ وعدہ یا قول ایک ہی تھا۔ اور ایک ہی اس کا مورد تھا یہ نہیں ہوا کہ وہ عذاب دو دفعہ آیا ہے، اہل

نبیوی کو جدا اور اس بادشاہ کی قوم پر جدا گانہ اور دوہی دفعہ وہ وعدہ ہوا۔ اور جب کہ وہ وعدہ یا قول ایک ہی دفعہ فرمایا گیا تھا اور اس کا مضمون قول اول مذکور میں شرطی بیان ہوا ہے کہ: اگر وہ ایمان نہ لائیں تب عذاب نازل ہوگا۔ تو پھر اس حکم و قول کو جس موقعہ پر کوئی تسلیم کرے گا اس کو اس کا شرطی ہونا ماننا پڑے گا۔ خواہ کوئی اس کو اہل نبیوی کے حق میں تسلیم کرے (جیسا کہ آپ مانتے ہیں) یا اس ظالم بادشاہ اور اس کی قوم کے حق میں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، خصوصاً اس حالت میں کہ اس کو اہل نبیوی کے حق میں تسلیم کرنے کی حالت میں اہل نبیوی کا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہم آثار عذاب دیکھیں گے تو ایمان لے آویں گے۔ اسی تفسیر کبیر کے اسی صفحہ ۱۸۸ میں منقول ہے اور اس کے جواب میں حضرت یونس سے یہ کہنا کہیں ثابت و منقول نہیں کہ،

اے نادانوں یہ عذاب تو قطعی ہے، خدا تعالیٰ نے اس کے قطعی وقوع کی خبر دی ہے۔ تم یہ بات کیوں کہتے ہو کہ ہم آثار دیکھ کر ایمان لے آویں گے،

حضرت یونسؑ کے یہ بات نہ کہنے اور اس معاملہ میں خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر نہ دینے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ عذاب اہل نبیوی کو سنایا گیا تھا تو بھی انہی الفاظ سے تھا جو اس قول اول میں بیان کئے گئے ہیں۔ نہ اور الفاظ جن میں خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر ہو۔ قادیانی نے یہ نہ سوچا کہ اس عبارت سے پہلے اسی صفحہ ۱۸۸ میں وعدہ عذاب کی وہ عبارت لکھی ہے جس میں شرط صریح موجود ہے۔ اس شرط کے ہوتے میرے دھوکے میں کون مسلمان آئے گا۔ اور کب کوئی مسلمان یقین کرے گا کہ جو وعدہ عذاب خدا کی طرف سے دیا گیا تھا وہ قطعی تھا۔

☆ قادیانی کی تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے سفید جھوٹ بولا ہے۔ اور اپنے مریدوں کو یہ بتایا ہے کہ مفسرین نے بلا اختلاف اسی دوسرے قول کو پسند و اختیار کیا ہے جس کو آپ نے اختیار کیا ہے۔ اور یہی قول اجلہ صحابہ و تابعین سے مروی ہے حالانکہ یہ بات محض جھوٹ اور خلاف واقع ہے۔ ناظرین کو ہمارے بیان سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی اسی پہلے قول پر ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور اس قول کو سبھی اہل تفاسیر نے ذکر کیا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک حضرت ابن عباس معتبر مفسر نہیں، یا وہ قول تفسیر معالم و تفسیر کبیر وغیرہ میں بیان کر کے اس کو آیت قرآن سے مدلل نہیں کیا؟

قادیانی کی چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ آپ کا اس آیت وعدہ میں رات کی طرف رجوع کرنا عین اس بات کا اقبال کرنا ہے کہ حضرت یونس کی خبر عذاب کے قطعی ہونے پر آپ کے پاس کوئی طمانیت بخش دلیل نہیں۔ اس لئے آپ نے اس کی تائید اس آیت وعدہ میں رات سے نکالنی چاہی۔ مگر ہم نے پہلے ہی یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس آیت میں صرف تیس رات کا وعدہ ہونا پھر اس کا خلاف ہونا ثابت نہیں ہوتا، لہذا یہ وار بھی آپ کا خالی گیا۔

قادیانی کی پانچویں بات کا جواب اور لفظ لا محالہ اور تفسیر کی دوسری عبارت کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ و عبارت ہمارے اس دعویٰ پر دلیل ہے کہ وعدہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی نہ ہوا تھا، نہ آپ کے اس دعویٰ کی کہ وہ وعدہ قطعی تھا، کیونکہ اگر خدا کی طرف سے وعدہ عذاب قطعی الفاظ کے ساتھ ہوتا تو اس سے حضرت یونس کو یقین کامل پیدا ہوتا، نہ صرف ظن جس کو اس عبارت میں فظن انہ لا محالہ نازل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ حضرت یونس نے ظن اور گمان کیا کہ وہ عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے۔ اس لفظ ظن سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ وعدہ عذاب جو خدا کی طرف سے ہوا تھا وہ قطعی الفاظ سے نہ تھا۔ حضرت یونس نے اپنے ظن سے اس کو قطعی سمجھ لیا تھا۔ اور اس ظن کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے جو ہم نے پہلے اجمالی جواب میں پھر تفصیلی جواب میں پہلی عبارت تفسیر کبیر کی تشریح میں کہی ہے کہ جب حضرت یونس کو قوم نے یہ جواب دیا کہ ہم عذاب کے آثار دیکھ کر ایمان لے آئیں گے تو انہوں نے اس قدیم سنت اللہ کے دست آویز سے کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان قبول نہیں کیا جاتا، یہ سمجھ لیا اور گمان کیا کہ یہ عذاب قطعی ہے اور ٹلنے والا نہیں ہے۔ اور اس خیال و گمان کی وجہ سے وہ اس قوم پر خفا ہو کر ان میں سے نکل گئے۔ اس قدیم سنت اللہ کا ثبوت قرآن کی اس آیت میں ہے

افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلہم۔ کانوا اکثر منہم و اشد قوۃ و آثاراً فی الارض فما اغنی عنہم ما کانوا یکسبون۔ فلما جاء تہم رسلہم بالبینات فرحوا بما عندہم من العلم و حاق بہم ما کانوا بہ یستہزئون۔ فلما رثوا بأسنا قالوا آ منا باللہ و حدہ و کفرنا بما کنا بہ مشرکین۔ فلم یک ینفعہم ایمانہم

لما راؤوا بأسنا. سنّت اللہ التي قد خلت في عباده. و خسرها لك الكافرون. (سورہ مو من۔ ع ۹) کیا یہ لوگ زمین میں پھر کر پہلے لوگوں کا حال (ان کے کھنڈروں سے) نہیں دیکھتے۔ جو ان سے (شار میں) زیادہ تر اور قوت میں سخت تر اور زمین میں نشان (تصرفات عمارات وغیرہ) میں بڑھ کرتے، پھر ان کا کمایا ان کے کام نہ آیا۔ جب رسول ان کے پاس نشان لے کر آئے تو وہ اپنے معلومات پر خوش ہوئے۔ اور ان کو عذاب نے گھیر لیا جس سے وہ ٹھٹھہ کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو بولے ہم اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور جن کو اللہ کا شریک بتاتے تھے ان سے منکر ہوئے۔ پر وہ ایمان ان کے کام نہ آیا۔ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا۔ اللہ کی یہی سنت ہے جو (تمام گذشتہ) بندوں میں گزر چکی ہے۔ تب منکر نقصان میں پڑ گئے۔

اپنی اسی سنت کے موافق خدا تعالیٰ نے فرعون سے معاملہ کیا۔ جب وہ عذاب دیکھ کر ایمان لایا جس کا اس آیت میں ذکر ہے جس میں یہ بیان ہے کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا میں ایمان لایا کہ بجز اس معبود کے جس کو بنی اسرائیل مانتے ہیں کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اللہ نے فرمایا کیا اب ایمان لاتا ہے۔ اور اس سے پہلے تو مفسدوں سے رہا۔ پس آج ہم تیری لاش کو زمین پر ڈالیں گے تاکہ تو پیچھلے لوگوں کے لئے ایک نشان (عبرت) ہو۔

حتى اذا دركه الغرق قال آمنت انه لا اله الا الله الذي آمنت به بنو اسرائيل و انا من المسلمين. آ لآن و قد عصيت قبل و كنت من المفسدين. فاليوم ننجيك ببدنك لتكون لمن خلفك آية و ان كثيراً من الناس عن آياتنا لغافلون (يونس۔ ع ۹)

اور چونکہ حضرت یونس اللہ تعالیٰ کے نبی تھے لہذا وہ اس سنت اللہ سے بے خبر نہ تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سنن و احکام کی تبلیغ و اطلاع کرنے پر مامور تھے۔ لہذا ان کی نسبت یہی اعتقاد کرنا واجب بات سے ہے کہ انہوں نے اسی سنت اللہ کی نظر سے اور قوم کے سردست و دم نقد ایمان لانے سے انکار اور عذاب دیکھ کر ایمان لانے کے اقرار سے وہ گمان کیا، اور سمجھ لیا کہ عذاب دیکھنے کے بعد اس قوم کا ایمان قبول نہ ہوگا اور وہ عذاب ضرور نازل ہوگا۔ اور اسی خیال سے غصہ کھا کر قوم کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ اور پھر عذاب رفع ہو جانے سے ان

کو یہ خوف پیدا ہو گیا کہ میں اس قوم میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا۔ میرا قول تو ان کے سامنے یہ تھا کہ وہ عذاب بحکم قدیم سنت اللہ ایمان لانے سے نہ ٹلے گا اور واقع میں ٹل گیا۔ اور خدا کی اس سنت قدیم میں ایک مستثنیٰ پیدا اور لاحق ہو گیا۔ لہذا ان کو اس قوم پر دوبارہ رنج ہوا اور غصہ آیا کہ کیوں انہوں نے مجھے جھوٹا کرایا اور خود مجھے جھوٹا کہنا چاہا تھا۔ اسی خیال اور رنج سے انہوں نے اس قوم کی طرف آنے سے انکار کیا۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ یونسؑ کو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب قوم نہ دیا گیا تھا بلکہ انہوں نے قوم کے انکار اور خدا کی قدیم سنت سے قطعیت عذاب کا ظن کیا تھا اور اگر حضرت یونسؑ کو خدا کی طرف سے عذاب کا قطعی وعدہ دیا جاتا تو پھر ان کو اس عذاب کا صرف ظن نہ ہوتا بلکہ یقین ہوتا۔ اور نہ وہ عذاب ایمان لانے سے ٹلتا۔ بلکہ اس قوم کو ویسا ہی ہلاک کیا جاتا جیسا کہ اگلی قومیں باوجود ایمان لانے کے ہلاک کی گئیں۔ اور جیسا کہ فرعون لا الہ الا اللہ کہتا ہلاک کیا گیا تھا۔ اور نہ اس قدیم سنت اللہ سے اس قوم کو مستثنیٰ کیا جاتا۔ اور یہ امر نصوص قرآنیہ سے ثابت و معلوم اور اکثر کے نزدیک مسلم ہے کہ یونسؑ کی قوم پر عذاب شروع ہو گیا تھا، اور پھر وہ ایمان لانے سے اٹھایا گیا۔ اور اس امر میں یونسؑ کی قوم تمام امتوں کے حکم سے مخصوص و مستثنیٰ ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اصل عذاب نہ آیا تھا صرف اس کی علامات و نشان آئے تھے۔ مگر اس کو ظاہر قول خداوندی (کہ قوم یونسؑ کی ایمان لائی تو ہم نے عذاب کو کھول دیا یعنی اٹھا دیا) رد کرتا ہے اور صاف بتاتا ہے کہ عذاب آچکا تھا، پھر اٹھالیا اور کھولا گیا۔ عذاب نہ آیا تھا تو کھولا کس کو؟

تفسیر معالم التنزیل میں کہا ہے: اختلفوا فی انہم هل رثوا العذاب عیاناً ام لا۔ فقال بعضهم رثوا دلیل العذاب و الاكثرون علی انہم رثوا العذاب عیاناً بدلیل قوله كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا والكشف يكون بعد الوقوع او اذا قرب (معالم التنزیل - ص ۴۴۰) کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ قوم نے اصل عذاب کو دیکھا تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ صرف عذاب کی علامت دیکھی تھی۔ مگر اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ بعینہ عذاب دیکھا تھا۔ اس کی دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ ہم نے ان سے عذاب کھول دیا۔ اور کھولنا یا اٹھانا تب متصور ہے جب کہ عذاب واقع ہو چکے یا قریب الوقوع ہو۔

اور تفسیر فتح البیان میں کہا ہے: قال ابن جریر خصّ قوم یونس من بین الامم بان یتب علیہم من بعد معاینة العذاب و حکى ذالک عن جماعة من المفسرین و قال الزجاج انه لم یقع العذاب انما رثوا علامة العذاب ... عن ابن عباس ان العذاب کان هبط علی قوم یونس لم یکن بینہم و بینہ الا ثلثی میل فلما دعوا کشف اللہ عنہم - و قال قتاده قدر میل و قال غامت السماء فیما اسود - هائلا یدخن دخانا شدیداً فہبط حتی غشى مدينتہم و اسودت اسطحہم فتا بوا و اخلصوا نیتہم فرحمہم اللہ و کشف ما نزل بہم من العذاب بعد ما اظلمہم - (فتح البیان) کہ ابن جریر نے کہا ہے حضرت یونس کی قوم دیگر امتوں سے اس امر میں مخصوص ہوئی ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعد ان کا عذاب اٹھایا گیا۔ یہ قول جماعت مفسرین کا ہے۔ زجاج کہتا ہے کہ عذاب نہیں دیکھا تھا۔ صرف اس کی علامت دیکھی تھی۔ اس قول کو صاحب فتح البیان نے پسند کیا ہے مگر یہ اس بیان کے برخلاف ہے جو اس کے بعد ابن عباسؓ وغیرہ سے اس نے نقل کیا ہے کہ عذاب میل یا دو ٹکٹ میل کے قریب آ گیا تھا۔ اور آسمان سے سخت سیاہ ہولناک دھواں اتر پڑا جس سے اس کی چھتیں کالی ہو گئیں پھر انہوں نے توبہ کی اور نیک نیت کی تو اللہ نے ان پر رحم کیا اور اس عذاب کو کھول دیا، بعد اس کے کہ وہ ان کے سر آچکا تھا۔

اخرج احمد فی الزهد عن ابن عباس ان العذاب هبط علی قوم یونس حتی لم تکن بینہم و بینہ الا قدر ثلثی میل فلما دعوا کشف اللہ عنہم و اخرج احمد و فلان و فلان عن سعید بن جبیر قال غشى قوم یونس العذاب کما غشى القبر فی الثوب اذا دخل فیہ صاحبہ و مطرت السماء دماً و اخرج ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ عن قتاده فلو لا كانت قرية آمنت یقول لم یکن هذا فی الامم قبل قوم یونس لم ینفع قرية کفرت ثم آمنت حین عاینت العذاب الا قوم یونس فاستثنی قوم یونس کشف عنہم العذاب بعد ما تدلی علیہم لم یکن بینہم و بینہ الا میل۔ (در منثور)

ابن عباس کی روایت مذکور تفسیر درمنثور میں منقول ہے اور تفسیر درمنثور میں مجاہد سے منقول ہے کہ قوم یونس کو عذاب نے ڈھانک لیا جیسا کہ قبر کو کپڑے سے ڈھانک لیا جاتا ہے۔ جب اس میں مردہ داخل کیا جاتا ہے۔ اور آسمان نے خون برسایا اور تفسیر درمنثور میں قتادہ سے منقول ہے کہ جو معاملہ حضرت یونس کی قوم سے ہوا یہ پہلے کسی امت سے نہیں ہوا۔ کسی بستی کو عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان نے نفع نہیں دیا۔ حضرت یونس کی قوم تمام قوموں سے اس امر میں مستثنی ہوئی ہے۔ ان کا عذاب قریب آجانے کے بعد اٹھایا گیا۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ حضرت یونس کی قوم پر جو رحم ہوا اس میں قدیم سنت الہی میں ایک استثناء تخصیص واقع ہوئی جس کا حضرت یونس کو پہلے علم نہ دیا گیا تھا۔ اور اسی واسطے انہوں نے باوجودیکہ ان کو شرطی طور پر عذاب آنے کی خبر دی گئی تھی، قوم کا یہ جواب سن کر کہ ہم عذاب کو دیکھ کر ایمان لائیں گے، یہ خیال اور ظن کر لیا تھا کہ بس اب عذاب ضرور نازل ہوگا کیونکہ عذاب دیکھنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوا۔ خدا نے ان کو ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ عذاب قطعی ہے۔ اگر خدا ایسا فرماتا تو حضرت یونس کو اس کا یقین ہو جاتا صرف ظن نہ ہوتا۔ جیسا کہ اس عبارت متمسکہ قادیانی میں کہا گیا ہے۔ لہذا یہ عبارت ہمارے خیال کی مؤید اور ہماری دلیل ہوئی، نہ قادیانی کے خیال کی مؤید اور اس کی دلیل۔

قادیانی کی چھٹی بات اور فخریہ الزام کا جواب اور تفسیر درمنثور کی پہلی عبارت متمسکہ قادیانی کے لفظ کذب اور اس کے متعلق فقرہ کی تشریح۔

اس فخریہ الزام کا جواب تو قادیانی ہی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے
بولو قادیانی، جی! اب کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ یونس نے وعدہ ہلاکت کو خدا کے فرمان سے قطعی نہ سمجھا تھا، بلکہ قوم کے سردست ایمان لانے سے انکار اور اس شرطی ایمان کے اقرار سے کہ ہم عذاب دیکھیں گے تب ایمان لائیں گے، اور خدا کی سنت قدیمہ کی دست آویز سے کہ بعد معائنہ عذاب، ایمان قبول نہیں کیا جاتا، اس کا ظن کیا تھا۔

لفظ کذب اور اس کے متعلق فقرہ کی تشریح آپ کی پہلی اور پانچویں بات کے جواب میں ہو چکی ہے اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ حضرت یونس نے اپنے اسی قول سے جو قوم کے انکار سے اور خدا کی سنت

قدیر کی دست آویز سے سمجھ کر انہوں نے فرمایا، اپنے آپ کو قوم کی نظروں میں جھوٹا قرار دیا تھا۔ نہ یہ کہ خدا کی طرف سے وعدہ خلافی ہونے کے سبب خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہا ہو۔ یہاں صرف یہ تشریح ضروری ہے کہ جو قادیانی لفظ کذب بت کو بصیغہ مجہول لکھا ہے اور اس کا ترجمہ بھی ایسا ہی کیا ہے جس سے خدا کی طرف کذب اور وعدہ خلافی کی نسبت ہو۔ چنانچہ قادیانی نے کہا ہے کہ: قطعاً وعدہ کیوں خلاف واقع نکلا۔ مجھ پر کیوں ایسی وحی نازل ہوئی جس کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی، یہ قادیانی کا حضرت یونس اور خدا تعالیٰ پر افتراء ہے۔ اس کتاب میں اس لفظ کو بصیغہ مجہول ضبط نہیں کیا گیا تاکہ اس کے معنی یہ ہوں کہ مجھ سے اس وحی و پیش گوئی میں جھوٹ بولا گیا۔ اور واقع میں بھی یہ لفظ بصیغہ مجہول معلوم نہیں ہوتا، بلکہ یہ لفظ بصیغہ معروف کذب بت معلوم ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اپنے خیال اور ظن سے (جس کی تشریح اوپر گذری ہے) ان لوگوں کو جھوٹ کہا تھا کہ تمہارا ایمان قبول نہ ہوگا۔ اور یہ عذاب نہ ملے گا۔

ہمارے اس دعویٰ پر کہ یہ لفظ بصیغہ معروف معلوم ہوتا ہے نہ بصیغہ مجہول، دو دلیلیں اسی کتاب میں موجود ہیں۔ ایک تو وہی۔ دوسری روایت و عبارت جس کو قادیانی نے درمنثور سے نقل کیا ہے۔ اس میں لفظ لا ارجع الیہم کذا با جو فاعل کا صیغہ ہے اور وہ لفظ حضرت یونس نے اپنے حق میں بولا ہے لہذا وہ لفظ صاف بتاتا ہے کہ کذب کا فاعل انہوں نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے (اور یہ لفظ معروف ہے) نہ خدا تعالیٰ کو جو کہ بصورت مجہول ہونے اس لفظ کا فاعل لم یسم بنتا ہے۔

دوسری دلیل اس کتاب کی ایک اور روایت ہے جس کو اس میں بروایت ابن مردویہ، ابن مسعود سے نقل کیا ہے اور اس کے اخیر میں حضرت یونس سے یہ قول نقل کیا گیا ہے فقال لا ارجع الی قوم قد کذبتم و انطلق مغاضباً یعنی مرا غماً یعنی یونس نے فرمایا اب میں ایسی قوم کی طرف پھر کرنے جاؤں گا جس کو میں اپنے خیال و ظن سے (جس کی تشریح ہو چکی ہے) جھوٹ کہہ چکا ہوں کہ عذاب ضرور آئے گا۔ یہ کہہ کر وہ غصہ ہو کر یعنی بے زار ہو کر چلے گئے۔

اب قادیانی کو چاہیے کہ شرم اور حیا اختیار کر کے اس لفظ کذب بت (بصیغہ مجہول) کو اور اس عبارت کو اپنے مدعا کے برخلاف سمجھ کر واپس لے یا کچھ کھا کر مر جائے۔

قادیانی کی ساتویں بات اور فخریہ الزام کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے کہ اب فرمائیے قادیانی جی! ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے۔ ہم نے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ تو نے (باوجودیکہ ان کو بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب کا ڈر سنایا گیا تھا اور انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہہ بھی دیا تھا کہ ہم عذاب دیکھیں گے تب ایمان لائیں گے) اس لئے اضطراب کیا اور ایسی دردناک صورت بنائی کہ حضرت یونس نے اپنے ظن سے (جس کی تشریح ہو چکی) نہ وحی الہی سے ان کو ڈرا دیا تھا۔ کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اور حضرت یونس بھی (باوجودیکہ ان کو وحی الہی نے یہ خبر دی تھی کہ عذاب شرعی ہے اور بحالت عدم ایمان قوم ہے قطعی اور بہر حال) اس لئے قوم کی تکذیب سے ڈر کر ان کی طرف جانے سے انکاری ہوئے کہ وہ اپنے کسی ظن (جس کی تشریح ہو چکی ہے) نہ وحی الہی سے اس عذاب کو قطعی ٹھہرا چکے تھے اور قوم کو کہہ چکے تھے کہ تمہارے ایمان لانے یہ عذاب نہ ٹلے گا۔

قادیانی کی آٹھویں بات کا جواب اور عبارت کتاب یونس کی تشریح۔

اس کتاب کے کسی فقرہ اور کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو وعدہ حضرت یونس کو عذاب قوم کا دیا گیا تھا، وہ قطعی تھا، بلکہ اس کے باب ۳ کی دوسری آیت میں حضرت یونس کا یہ کہنا کہ: کیا میرا مقولہ نہ تھا جس وقت میں ہنوز وطن میں تھا اس لئے میں آگے سے ترسیس کو بھاگا کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے جو غصہ کرنے میں دھیما اور نہایت مہربان ہے۔

صاف بتا رہا ہے کہ حضرت یونس کو پہلے ہی سے اس امر کا علم تھا کہ خدا رحیم و کریم ہے وہ اس قوم کو عذاب نہ کرے گا اور جو وعدہ عذاب وہ دے گا وہ قطعی وعدہ نہ ہوگا۔ اور اسی خیال سے اور اسی خوف سے وہ رسالت کے بوجھ سے بھاگ گئے اور اس کی وجہ سے وہ مچھلی کے پیٹ میں قید و مبتلا ہوئے۔ اگر وہ خدا کے وعدہ کو قطعی سمجھتے تو وہ پہلے سے یہ اندیشہ اس کے عدم وقوع کا کر کے ترسیس کو نہ بھاگتے۔ اس خیال عدم وقوع عذاب موعود سے ان کا بھاگنا صاف بتاتا ہے کہ وہ اس وعدہ عذاب کو قطعی اور اس کے وقوع کو یقینی نہ سمجھتے تھے۔

آپ کے ان الفاظ سے یہ بات سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے قادیانی نے باب ۴ کی آیات کا انتخاب کیا تو آیت ۲ کا یہ فقرہ نقل نہ کیا۔ اور اس نقل میں سرقہ کا ارتکاب کیا اور ناظرین کو دھوکہ دیا۔

اس آیت کے اخیر میں جو حضرت یونس سے یہ فقرہ منقول ہے کہ: خدا چھپتا کے اپنے کو بدی سے باز

رکھتا ہے۔

ایسا ہی باب ۳ کی آیات نمبر ۱۰ میں جس کو قادیانی نے نقل کیا ہے، خدا کے پچھتانا کا لفظ ہے۔ شاید قادیانی نے اس سے اس وعدہ کا قطعی ہونا نکالا ہے مگر اس کی یہ دھوکہ دہی ہے۔

اول تو بائبل کے اس قسم کے مضمون یا الفاظ ان عیسائیوں کیلئے حجت و سند ہو سکتے ہیں جو بائبل کو جمع الفاظ و مطالب سے الہامی مانتے ہیں، یا قادیانی کیلئے حجت ہوں گے جو عیسائیوں کا چھوٹا بھائی بنا ہوا ہے۔ مسلمان تو (بگم منطوق واجب الوثوق آنحضرت کے کہ لا تصدقوا اهل الكتاب و لا تکذبوا ہم، نہ تو اہل کتاب کی ہر ایک بات میں تصدیق کرو نہ تکذیب) ان کتابوں کی ایسی باتوں پر جن کی تصدیق قرآن و حدیث میں نہیں ہے، یقین نہیں کرتے۔ اور اگر بطور فرض مجال اس لفظ کو صحیح اور تحریف سے محفوظ مان لیا جاوے تو پھر اس لفظ پچھتانا کے وہ معنی مراد نہ سمجھے جاویں گے جو انسانوں میں پائے جاتے ہیں کہ پہلے ایک بات کہیں، پھر اس میں غلطی دیکھ کر اس پر نادم ہو کر برخلاف اس کے کہیں۔ ان معنی کو خدا کو پچھتانا والا سمجھنا، اسے غلط فہم اور خطا کار انسان کی مانند جاننا ہے، جس سے اسکی شان پاک اور ارفع ہے۔ بلکہ اس کے معنی صرف بنظر لوازم نہ بحسب حقیقت (جس کا علم بجز خدا کسی کو نہیں) یہ سمجھنے چاہئیں کہ پہلے ایک حالت (مثلاً بدی) کی نظر سے ایک حکم دینا، پھر دوسری حالت (بیکسی) کی نظر سے دوسرا حکم دینا جو صورت و پیرایہ میں اسی انسانی پچھتانا کی ہم شکل ہے اور حقیقت اور معنی میں اس سے جدا گانہ۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کا غصہ ہونا، رحم کرنا وغیرہ صفات میں (جو لوازم و آثار ہیں) انسانی صفات کے مشابہ ہیں اور درحقیقت وہ انسانی صفات کی مانند اور مثل نہیں ہیں۔ قادیانی نے اگر پچھتانا کے وہی انسانی پچھتاوہ کے معنی سمجھ کر اس سے نکالا کہ پہلے خدا نے قوم کے مابعد ایمان لانے سے بے خبر ہونے کی وجہ سے وعدہ قطعی عذاب کا کیا، پھر جب وہ لوگ ایمان لے آئے تو خدا تعالیٰ کو اس کا پتہ لگا اور علم ہوا تو اس کو پہلے وعدہ پرفسوس ہوا، اور اس کو نادم ہو کر اپنے وعدہ کو بدلنا پڑا تو اس (قادیانی) کے برابر دنیا میں کوئی احمق اور خدا کا منکر نہیں۔ کیا وہ خدا کے غضب کے بھی یہ معنی سمجھتا ہے جو انسانوں میں پیدا ہوتا ہے کہ خون میں جوش آجاتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور حواس میں تغیر ہو جاتا ہے؟ اور خدا کے رحم کے بھی یہی معنی سمجھتا ہے کہ اس کے دل میں گدگدی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے؟ ایسا ہی اس کا اعتقاد ہے تو پہلے وہ خدا

اور اس کی صفات پر ایمان صحیح کرے، پھر بائبل کی اس آیت پر ہاتھ مارے۔ اور اگر قادیانی اس کتاب کے ان الفاظ سے کہ

یونہ اس سے ناخوش اور نیٹ رنجیدہ ہوا۔ اور خدا سے دعا مانگی کہ میری جان مجھ سے لے لے کیونکہ میرے جینے سے مرنا بہتر ہے۔

قطعت وعدہ عذاب نکالتا ہے تو یہ بھی اس کی حماقت یاد دہو کہ وہی ہے۔ کیا وہ اس کلام کے یہ معنی سمجھتا ہے کہ حضرت یونس عذاب ٹل جانے سے خدا پر غصہ اور رنجیدہ ہو گئے؟ اور اسی معنی کے ساتھ وہ اس کلام کو پاک نوشتہ کہتا ہے اور پھر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟

ہم بحوالہ تفسیر کبیر وغیرہ ثابت کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر غصہ کرنا کافروں کا کام ہے، نہ مسلمانوں کا۔ چہ جائے کہ انبیاء کا۔ ہجو خلقت کو ہدایت کرنے اور کفر سے بچانے کیلئے آئے ہیں۔ لہذا اس کلام کے معنی (اگر اس کو الہامی اور تحریف سے محفوظ تسلیم کر لیا جائے) وہی ہیں جو قرآن کے لفظ مغاضب اور دونوں پہلی روایات (تفسیر کبیر و درمنثور) کی شرح میں بیان ہو چکے ہیں کہ آپ قوم سے رنجیدہ ہوئے ہیں کہ وہ کیوں بچ گئے جو میرا کہنا نہیں مانتے تھے۔ اور اسی رنج میں وہ کلمہ بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا۔ اس رنجیدہ ہونے اور اس پر وہ کلمہ کہنے کی نظیر حضرت یونس کا درخت رینڈی کے خشک ہو جانے پر رنجیدہ ہونا اور بعینہا وہی کلمہ کہنا جو اس کتاب کے باب ۴ آیت ۸، ۹ میں موجود ہے اور وہ صفحہ ۸۱ رسالہ میں منقول ہے جس سے کوئی احمق سے احمق بھی نہیں نکالتا کہ رنجیدہ ہونا خدا پر تھا اور اس پر موت کی آرزو کرنا خدا کی وعدہ خلافی کے سبب تھا۔ بلکہ یہ رنجیدگی ایسی ہے جیسے ہر ایک بشر کو نعمت کے فوت ہونے یا کسی مصیبت کے پیش آنے سے ہوتی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں غم و افسوس و ملال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے کلمات کے سبب نیک لوگوں پر یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ خدا پر خفا ہو گئے ہیں۔ ان پر ایسا گمان انہی لوگوں کا کام ہے جن کا خود خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان و اعتقاد نہیں ہوتا۔

قادیانی کی نویں (نہم) بات اور الزام کا جواب اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔

اب اے قادیانی جی! ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب کے الفاظ و فقرات کی تشریح سے کیا ثابت ہو گیا کہ حضرت یونس نے اس وعدہ اور خبر عذاب کو جو خدا کی طرف سے ان کو ملی تھی، قطعی نہ سمجھا تھا۔ بلکہ شرطی

اور ایمان سے ٹل جانے والی سمجھا تھا۔ اور ان کا خدا کی نسبت چچھتا نے کا لفظ استعمال کرنا (اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے) ان معنی سے نہیں ہوا جن سے اس وعدہ کا قطعی ہونا ثابت ہو، اور آپ کا رنجیدہ ہونا خدا پر نہ تھا۔ اور نہ موت کی آرزو کرنا خدا کی وعدہ خلافی کے گمان سے تھا۔ مگر آپ میں کچھ شرم ہو تو آپ اب بھی مان جائیں کہ ہم نے کتاب یونہی کا حوالہ غلطی سے دیا ہے اور اس سے ہمارا مطلب ثابت نہیں ہوتا

قادیانی کی دسویں بات کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔

قادیانی جی! اب تو ہر ایک پہلو سے آپ قابو میں آگئے۔ آپ کی ہر ایک بات کے متعدد جوابات دندان شکن دیئے گئے جن میں آپ کو چون چرا کرنے گنجائش نہیں۔ اور اگر آپ گنجائش سمجھتے ہیں تو جواب دیں اور دو ہزار روپے انعام لیں جس کا وعدہ ہم جدا گانہ اشتہار میں دینے کو تیار ہیں۔

اس دسویں بات کے اخیر میں آپ نے خاکسار سے قسم کھانے کی درخواست کی ہے۔ (مولانا بلاوی فرماتے ہیں کہ) اس کی اجابت و قبولیت تفصیل کے ساتھ اس مضمون میں ہوگی جو اشتہار مضمون عذر عدم وفات شوہر ثانی زوجہ فرضی قادیانی کے جواب میں شائع کیا جائے گا۔ اس مقام میں اس درخواست کی ایک بات نوٹس لینے اور ناظرین کو توجہ دلانے کے قابل ہے کہ اس درخواست میں پہلے آپ نے ہمارے قسم کھانے پر مستعدی ظاہر کرنے کو طبع مال اور لالچ کی وجہ سے قرار دیا اور اخیر میں اس کو بے ایمانی ٹھہرایا ہے جس سے آپ نے یقین دلایا ہے کہ جو شخص آپ کے مقابلہ میں قسم کھانے کو مستعد ہوگا اس کو آپ پہلے قسم کھانے سے لالچی بنا کر اس قسم سے ہٹا دیں گے اور جب وہ اپنی صداقت پر جرأت کر کے قسم کھالے گا تب آپ اس کو بے ایمان کہہ کر یہ طعن کریں گے کہ بے ایمان جھوٹی قسم کھا گیا ہے۔ اس سے اہل انصاف یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آپ کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص (کسی قسم کی دین یا دنیا میں عزت و حیثیت رکھنے والا) قسم کھانے سے انکار کرے تو حق بجانب اسکے ہے اور مسٹر عبداللہ آتھم جو آپ کے چار ہزار روپے دینے پر بھی قسم نہیں کھاتا تو اس کی ایک وجہ (علاوہ ممانعت مذہبی کے جس کا وہ مدعی ہے) یہ بھی ہے کہ وہ دنیا میں آپ سے زیادہ عزت و حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کا گزارہ تو اسی گدائی اور کہانت کی کمائی پر ہے جو آپ جھوٹے مسیح اور جھوٹے مہدی بن کر کما رہے ہیں اور وہ اس وقت پنشن یاب ہونے کی حالت میں بھی ایک ہزار روپے ماہوار کے قریب آمدنی رکھتا ہے۔ لہذا وہ اس دنیاوی عزت کے لحاظ

سے بھی قسم کھانا قبول نہیں کرتا اور آپ سے لالچی و بے ایمان کہلانا نہیں چاہتا۔ وہ قسم کھانے کو مستعد ہوگا تو آپ اس کو ضرور لالچی کہیں گے اور جب وہ قسم کھا جائے گا تب آپ اس کو بے ایمان بتائیں گے۔ اور ایسے لوگ مالدار اور ذی عزت دنیا میں بہت ملیں گے جو ہزاروں کا نقصان قبول کرتے ہیں مگر سچے ہو کر بھی قسم نہیں کھاتے اور بے ایمان معترضین کی اس تہمت سے ڈرتے ہیں کہ فلاں شخص جھوٹی قسم کھا گیا۔

عبداللہ اہتم کے قسم کھانے کی یہی وجہ ہم نے اپنی کسی مجلس وعظ میں بیان کی تھی جس کو آپ نے اپنے اشتہار چار ہزار میں نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے کہ ایسا روپہ جو بغیر میل نفس کے ہو، لالچ نہیں۔ مگر آپ کی اس بدنامی اور اتہام لالچ و بے ایمانی سے جو (خاکسار محمد حسین کے ارادہ قسم کھانے پر آپ سے ظاہر ہوئی ہے) وہ جواب رد ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ گو واقعہ میں سچی قسم کھانا اور اس ذریعہ سے مال حاصل کرنا لالچ نہیں مگر آپ اس کو ضرور لالچ بنا دیں گے۔ مگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ خاکسار آپ کی دھمکی اور تہمت لالچ و بے ایمانی سے نہ ڈرے گا اور آپ کے مقابلہ میں ضرور قسم کھائے گا اور اس تہمت سے آپ کی زبان بندی یوں کرے گا کہ اس قسم کے عوض میں آپ سے مال دنیا کا طالب نہ ہوگا بلکہ اس چیز کا طالب ہوگا جس کو کوئی بے ایمان بھی طمع دنیاوی نہ کہہ سکے گا

....

تفہیم حق پر تبصرہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ بیان بالا سے مرزا غلام احمد قادیانی کے اشتہار چار ہزار کے ان دلائل کا جو وعید (وعدہ عذاب) کے ٹل جانے پر اس نے پیش کئے ہیں، جواب ہو گیا۔ ذیل میں اس کے ایک حواری کے رسالہ کے اس قسم کے دلائل کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ ان کے جملہ دلائل کا جواب یک جا ادا ہو اور طالب تحقیق کو پراگندگی نہ ہو۔

قادیانی کے ایک سیالکوٹی مرید نے ایک رسالہ تفہیم حق میں گیارہ آیتیں پیش کی ہیں جن سے بزعم خود قادیانی کا دعویٰ ثابت کرنا چاہا ہے۔

از انجملہ چھ آیات تو وہی یا ان کے مضمون کی آیات ہیں جن کو قادیانی نے پیش کیا اور ہم نے اس کا

جواب دیدیا۔ پانچ اور ہیں جن کا جواب اس مقام میں مناسب ہے۔

اول۔ جو اس رسالہ میں بھی نمبر اول ہے، وہ آیت ہے جس میں یہ بیان ہے کہ ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے لوگوں کو فقیری اور بیماری میں پکڑا تا کہ وہ لوگ عاجزی کریں و ما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها بالبا ساء و الضراء لعلهم یضرعون۔

دوسری وہ آیت جو اس رسالہ میں نمبر ۸ ہے اور اس میں بیان ہے کہ مکہ والوں نے کہا اے رب ہمارا عذاب (قحط) اٹھا دے، ہم ایمان لائیں گے تو خدا نے فرمایا کہ ہم یہ عذاب اٹھادیں گے مگر تم کفر میں عود کرو گے بنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون۔ قليلاً انکم عائدون۔

تیسری وہ آیت جو اس رسالہ میں نمبر ۱۰ ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا کہ خدا سے دعا مانگ وہ ہمارا عذاب اٹھاوے تو ہم ایمان لائیں گے اور جب عذاب اٹھایا گیا تو پھر انہوں نے وہی کفر کیا۔ قالوا یا موسیٰ ادع لنا ربك بما عهد عندك لئن كشفت عنا الرجز لنؤمننّ

مگر اس سیالکوٹی مرید نے اتنا سوچا کہ قادیانی کا دعویٰ تو موعود عذاب کے ٹل جانے کا ہے اور ان آیات میں جن عذابوں کے تضرع اور دعا و ایمان سے ٹل جانے کا ذکر ہے وہ عذاب نہ تو موت و ہلاکت کے عذاب ہیں اور نہ موعود و موقت الزمان۔ پھر ان آیات سے اس کا استدلال کرنا اپنی حماقت کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے عذاب ما دون الہلاک قطعی موعود و موقت الزمان نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ تو بہ و استغفار سے (اگرچہ عارضی و جھوٹی ہو) ٹل جاتے ہیں بلکہ تمہاری پہلی متمسک بہا آیت میں صاف بیان ہے کہ یہ عذاب اسی واسطے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگ ان عذابوں سے ڈر کر عاجزی کریں اور وہ عذاب ٹلیں۔ لفظ لعلهم یضرعون کو پڑھو اور اس کے معنی کسی اہل علم سے پوچھ لو۔

چوتھی آیت و ما کان اللہ معذبہم و ہم یستغفرون۔ یہ اس کے رسالہ میں نمبر ۷ پر ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ خدا اس حالت میں عذاب نہیں بھیجتا جب کہ لوگ خدا سے بخشش مانگتے ہوں۔ اس آیت کے تمسک سے بھی اس سیالکوٹی مرید نے اپنا جہل ظاہر کیا ہے اور اتنا سوچا کہ جس خیالی و فرضی استغفار نے آتھم کی موت کو ٹلا دیا وہ اس پیش گوئی کے وقت اور اس سے پہلے بھی آتھم میں موجود تھا، پھر اس استغفار

کے ساتھ عذاب موت کا ڈر کیوں سنایا گیا۔ قادیانی کے احق ملہم (معلم المملکت) کو اتنی خبر نہیں کہ ایسا استغفار تو تمام پادری اور خاص کر عبداللہ آتھم اکثر اوقات اور خاص کر نمازوں میں کرتے رہے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوا کہ جب پیش گوئی کا وقت ٹلنے لگا تھا اسی وقت وہ استغفار اس سے وقوع میں آیا۔

پانچویں آیت وہ ہے جو اس رسالہ تفہیم الحق میں نمبر ۹ ہے اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم۔ اس میں یہ بیان ہے کہ جنگ احزاب میں دشمن تلے اوپر سے آپڑے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ پر برے گمان کرنے لگ گئے۔ اور منافق بول اٹھے کہ خدا اور رسول نے ہم سے دھوکہ کا وعدہ کیا تھا۔

اس سے اس حواری قادیانی نے یہ بات نکالی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے قطعی وعدوں کو ان کے وقت سے ٹلا کر دوسرے وقت پر ظاہر کیا کرتا ہے جس سے لوگوں میں برے گمان پیدا ہوتے ہیں۔ اس استدلال میں بھی اس نے اپنا جہل ظاہر کیا اور اتنا نہیں سمجھا کہ جس نصرت اور وعدہ کے ظہور میں توقف ہوا، اور اس سے کچھ لوگوں کو برا گمان پیدا ہوا، اس کا وقت ظہور خدا نے مقرر و موقت نہ کیا تھا۔ جن لوگوں کو برا گمان ہوا انہوں نے اس کی مدت قریب سمجھنے میں دھوکہ کھایا، خدا نے ان کو دھوکہ نہیں دیا اور نہ خود جھوٹ بولا ہے۔ اس آیت اور اس کے نظائر متنی نصر اللہ۔ و ظنوا انہم قد کذبوا کی تفسیر دو اہل سنت میں نکلا کر کسی عالم حدیث سے سن لو اور اپنے ایسے اعتقاد سے کہ خدا اپنے موقت وعدوں کو دوسرے وقت پر ٹلا دیا کرتا ہے، اور کسی قدر جھوٹ بھی بول لیا کرتا ہے، توبہ کرو۔

اس تفصیل سے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ جن آیات سے قادیانی اور اس کے گمراہ مرید موقت و موعود عذاب موت کے ٹل جانے پر استدلال کرتے ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس سے ان کا دعویٰ اور باطل اعتقاد ثابت ہو۔ ان آیات کی تفسیر میں قادیانی اور اس کے مریدوں نے دجالیت سے کام لیا ہے اور آیا قرآن میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

قطععی موعود عذاب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ بیان بالا قادیانی کے دعویٰ: کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطععی موعود ٹل جایا کرتا ہے،، اور اس کے دلائل کا رد و ابطال ہے۔ اب ہم اس کا معارضہ کر کے اس کے مقابلہ میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ عذاب موعود قطععی جس میں موت و ہلاکت کی وعید ہو، نہ کسی قدر ڈر جانے سے ٹلتا ہے، نہ پورے ایمان لانے سے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے وعید (عذاب کی خبر) میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ مرزا قادیانی اور اس کے اتباع مفتری و ملعون ہیں جو خدا تعالیٰ کا اپنے وعید میں جھوٹا ہونا تجویز کرتے ہیں۔

کسی قدر ڈر جانے سے عذاب موعود کے نہ ٹلنے پر یہ دلیل ہے کہ خوفناک خبر سنا کر کسی قدر ڈر جانا ایک طبعی اور فطرتی اور قدرتی امر ہے۔ گو منجر کے صدق کا سننے والے کو یقین نہ ہو۔ یہ خوف صرف احتمال صدق سے پیدا ہو جاتا ہے گو آخر کو قائم نہ رہے۔ مثلاً

۱۔ کوئی طبیب کسی کو کہہ دے کہ تو فلاں مرض کے سبب اتنے دنوں کے بعد مر جائے گا تو سننے والے کو کیسا ہی صاحب حوصلہ ہو، اور اس طبیب کا پورا معتقد بھی نہ ہو، تب بھی ایسی بات سن کر اول وہ ضرور ڈر جائے گا کہ شاید حکم

گاہ باشد کہ کود کے نادان بغلط بر ہدف زند تیرے

اس کی تشخیص درست ہو۔ گو وہ آخر سنبھل جائے اور اس طبیب کا کاذب یا غیر ماہر ہونا ثابت ہونے پر اس خوف کو دور کرے۔

۲۔ کوئی رمال یا جوتشی یا نجومی کسی کو اگر یہ کہہ دے کہ اتنے دنوں میں تیری جان یا مال کو کوئی نقصان پہنچے گا تو سننے والے کو مطلق علم نجوم یا رمل یا جوتش کا منکر ہو یا خاص کر اس شخص کے نجومی جوتشی ہونے کا انکاری ہو، ایک دفعہ تو ضرور خائف و متردد ہو جائے گا اور یہ کہے گا کہ شاید علم نجوم و جوتش و رمل واقعی علوم ہوں۔ یا اس شخص میں ان علوم کا حصہ ہو۔ گو آخر وہ ان علوم کی نفی یا اس شخص میں ان علوم کے پائے نہ جانے پر دلائل قائم کر کے

سنجھل جائے اور بے فکر ہو جائے۔

۳۔ جس شخص کو کوئی جھوٹا جانتا ہو، وہ اگر اس کو یکا یک خبر دے کہ فلاں شخص تیرے مار ڈالنے کی فکر میں ہے۔ اس کی یہ خبر سن کر سننے والے کو ضرور خوف پیدا ہوگا۔ اور وہ یہ کہے گا کہ شاید یہ شخص بحکم ان الكذوب قد یصدق اس خبر میں سچا ہو، گو آخر بعد تحقیقات اس کے جھوٹ کا یقین کر کے بے فکر ہو جائے۔

۴۔ جو لوگ نئی روش نئے علوم کے دلدادہ ہو کر جنوں اور شیاطین سے منکر ہیں ان میں سے اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ فلاں مکان میں جن رہتا ہے اور اس کے ایسے ایسے افعال و حرکات مشاہدہ میں آچکے ہیں تو وہ تنہا خصوصاً رات کے وقت اس مکان میں جائے گا تو اس کے دل میں کسی قدر خوف و دھڑک ضرور پیدا ہوگا، گو آخر کو وہ سنجھل جائے۔

۵۔ مسلمان ہندوؤں کو اور ہندو مسلمانوں کو گمراہ جانتے ہیں، مگر بعض لوگ ایک فریق کے دوسرے فریق کے فقیروں اور عالموں سے ضرور ڈرتے ہیں۔ اور ان کی بددعا سے بچتے ہیں۔ اور ان کی دعا اور جھاڑ پھونک کے طالب ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کو بالیقین حق و نجات پر نہیں سمجھتے۔

۶۔ قوم فرعون، حضرت موسیٰ کو نبی برحق نہ جانتے بلکہ جادوگر کہتے تھے، مگر ساتھ ہی اس وہ ان عذابوں کو جو ان پر وارد ہوتے، موسیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ سمجھ کر ڈرتے بھی تھے اور کہتے تھے ایہا الساحر ادع لنا ربك بما عهد عندك... اوسا حرتو خدا سے دعا مانگ کہ وہ عذاب اٹھاوے۔ تب ہم ایمان لے آویں گے۔

۷۔ مکہ کے کافر آنحضرت ﷺ کو نبی برحق نہ مانتے مگر ان پر قحط آیا تو وہ اس سے ڈر کر آنحضرت ﷺ سے دعا کے ماتحتی ہوئے (ان دونوں مثالوں کو قادیانی نے بھی تسلیم کیا ہے اور ان سے غلط نتیجہ نکالا ہے)

ان تمثیلات سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ایک خوفناک خبر سنا کر کسی قدر ڈر جانا ایک طبعی اور فطرتی امر ہے جس سے کوئی صاحب فطرت سلیمہ انکار نہیں کر سکتا۔ اس قاعدہ سے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ اقوام عاد اور شمود پر خدا کا عذاب آیا، وہ اس عذاب کی خبر سن کر ضرور کسی قدر ڈر گئے ہوں گے۔ مع ہذا وہ عذاب ان سے نہیں ملا اور وہ لوگ ہلاک کئے گئے۔ اس تجویز کی مؤید قرآن کی وہ آیت ہے جس میں عام اقوام کا حال بیان ہوا ہے:

حتیٰ اذا اخذنا متر فيهم بالعذاب اذا هم يجثرون - لا تجثروا اليوم انكم منا لا تنصرون (مؤمنون - ع ۴) کہ ان پر خدا کا عذاب آیا تو وہ ڈر گئے اور چلا اٹھے۔ اس سے وہ عذاب نہ ٹلا۔ اور خاص کر وہ حالات شاہد و مؤید ہیں جو مفسرین نے قصہ عاد و ثمود میں بیان کئے ہیں۔ قوم عاد کے حالات میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اس قوم نے حضرت ہود نبی کو نہ مانا تو ان پر خدا تعالیٰ نے تین برس قحط کو مسلط کر دیا۔ پس ان کے وکیل قیل بن عنز و غیرہ دعا بارش کیلئے مکہ شریف پہنچے۔ جب خاص حرم میں دعا کرنے لگے تو قیل بولا کہ اے ہمارے خدا ہود سچا ہے تو ہمارے لئے بارش نازل فرما۔ اس وقت تین بدلیاں نمودار ہوئیں۔ سفید سرخ اور سیاہ۔ اور آسمان سے آواز آئی کہ اے قیل جس بدلی کو تو پسند کرتا ہے، پسند کر لے۔ اس نے سیاہ بدلی کو پسند کیا تو خدا نے اسی بدلی کو قوم عاد کی بستیاں کی طرف متوجہ کیا۔ ان لوگوں نے اس بدلی کو دیکھا تو خوش ہوئے اور بولے یہ مینہ آیا۔ مگر درحقیقت وہ آندھی تھی جو آٹھ دن ان پر مسلط رہی اور اس نے اس قوم کے گھروں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ سب سے پہلے اس آندھی کو ایک عورت نے دیکھا تو وہ دیکھ کر چلا اٹھی اور بے ہوش ہو گئی۔ جب وہ ہوش میں آئی تو لوگوں نے سب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اس آندھی میں آگ دیکھی ہے جس کو کئی آدمی کھینچے ہوئے ہیں۔ سو دیکھو قیل کی دعا میں نہ کسی قدر، بلکہ اس سے بڑھ کر خوف و انابت موجود تھی۔ ایسا ہی اس عورت میں پرلے درجے کا خوف پیدا ہو گیا تھا مگر چونکہ عذاب کا وعدہ ہو چکا تھا لہذا وہ اس خوف و انابت سے نہ ٹلا۔

و قال قیل بن عنز حین دعا یا اظنا ان کان ہود صادقاً فاسقنا قد ہلکنا فانشاء اللہ سحاب ثلثا بیضاء و حمراء و سوداء ثم ناداه مناد من السحاب یا قیل اختر لنفسک و قومک من ہذہ السحاب ما شئت فقال اخترت السحابۃ السوداء فانہا اکثر السحاب ماء و ساق اللہ السحابۃ السوداء التی اختارہا قیل بما فیہا من النقمۃ الی عاد حتی خرجت علیہم من ولد لہم یقال لہ المغیہ فلما رأ وھا استبشروا قالوا ہذا عارض ممطرنا یقول اللہ تعالیٰ بل هو ما استعجلتم بریح فیہا عذاب الیم فدمر کل شیء بامر ربہا ای ہلک کل شیء بہ و کان اول من ابصروا فیہا و عرف انها ریح

یہ لکھ امرتہ من عاد یقال لها مہد فلما اتینت ما فیہا صاحت ثم صعقت فلما افاضت قالوا لها ما ذارت قالت رأیت ریحاً فیہا کشب النار امامہا رجال یقودونہا فسخرها اللہ علیہم سبع لیلال وثمانیۃ ایام حسوما فلم تدع من عاد احداً الاہلک (معالم ص ۳۴۴)

اور قوم ثمود کے حالات میں مفسرین نے کہا ہے کہ جب انہوں نے اونٹنی کو کاٹ دیا تو حضرت صالح نے ان کو کہہ دیا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا اور اس کی علامت یہ فرمائی کہ جمعرات کے دن تمہارے منہ زرد ہو جائیں، جمعہ کو سرخ، ہفتہ کے دن سیاہ۔ پھر عذاب نازل ہوگا۔ جب جمعرات کا دن آیا تو ان کے منہ زرد ہو گئے اور ان کو عذاب کا یقین ہو گیا اور انہوں نے جان لیا کہ صالح نے سچ کہا تھا۔ دوسرے دن ان کے منہ سرخ ہو گئے پھر وہ چلائے اور رونے لگے اور پہچان گئے کہ عذاب آئے گا اور سب کے سب بول اٹھے کہ دو دن گذر گئے اب عذاب آئے گا۔ تیسرا دن ہوا تو ان کے منہ کالے ہو گئے اور سب کے سب چلا اٹھے کہ بس اب عذاب آ گیا اور ہفتہ کے دن سب نے کفن پہن لئے اور زمین پر گر گئے اور ہلاک ہو گئے۔

وقال لهم صالح انتهکتُم حرمة اللہ فابشروا بعذاب اللہ و نقتہ قالوا و ہم یہزئون بہ و متی ذالک یا صالح و ما آية ذالک فقال لهم صالح حین قالوا ذالک تصبحون غدایة یوم مونس و و جوہکم مصفرة ثم تصبحون یوم العروبة و جوہکم محمرة ثم تصبحون یوم شیاء و و جوہکم مسودة ثم یصبحکم العذاب فاصبحوا یوم الخمیس و و جوہم مصفرة کا نما طلبت ... صغیرہم کبیرہم و انثام فایقنوا بالعذاب و عرفوا ان صالحاً صدقہم فلما ایسوا صاحبوا با جمعہم الا و قد مضی یوم من الاجل فلما اصبحوا الیوم الثانی اذا و جوہم محمرة کانما خضبت بالدماء فصاحوا و ... و بکوا و عرفوا انه العذاب فلما ایسوا صاحبوا با جمعہم الا و قد مضی یوم ان من الاجل و یحضرکم العذاب فلما اصبحوا الیوم الثالث اذا و جوہم مسودة کانما طلیت بالقار فصاحوا جمیعاً الا قد حضرکم العذاب فلما

كان ليلة الاحد خرج صالح من بين اظهرهم و من اسلم معه الى الشام فنزل رملة فلسطين فلما اصبح القوم تكفنوا و تحنطوا و القوا انفسهم بالا رض (معالم ص ۳۶۶ دیکھو اس قوم نے بھی عذاب کے آنے سے پیشتر پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن اس کی علامات دیکھ کر کیسا خوف کیا تھا مگر چونکہ وعدہ عذاب ہو چکا تھا لہذا یہ خوف ان کے کام نہ آیا اور وہ عذاب نہ ملا۔

ایمان لانے سے قطعی موعود عذاب کے نہ ٹلنے پر دلیل وہ نص قرآن ہے جس میں بیان ہے کہ فرعون ڈوبنے لگا تو بولا میں اس خدا پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں سے ہوں (مگر خدا نے اس منظور کیا) فلما ادركه الغرق قال آمنت انه لا اله الا الذي آمنت به بنو اسرا ئيل و انا من المسلمين - آ لآن و قد عصيت قبل و كنت من المفسدين - فاليوم ننجيك ببذ نك لتكون لمن خلفك آية (یونس - ع ۹)

اور دوسری جگہ فرمایا کہ فرعون اور اس کے پیرو صبح و شام آگ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن کہا جائے گا آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو،

النار يعر ضون عليها غدوًا و عشیًا - و يوم تقوم الساعة - ادخلوا آل فرعون اشدّ العذاب - (مو من - ع ۵)

اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ قطعی موعود عذاب پورا ایمان لانے سے بھی نہیں ملتا۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ قوم یونس کا عذاب جو ایمان لانے سے ٹل گیا وہ قطعی موعود نہ تھا بلکہ شرطی مشروط بہ عدم ایمان تھا۔ اس واسطے وہ ایمان لانے سے ٹل گیا۔

بعض علماء نے یہ فارق بیان کیا ہے کہ فرعون کا ایمان عذاب آنے کے بعد تھا اس لئے نہیں ملا، اور قوم یونس کا ایمان عذاب آنے سے پہلے تھا، اس لئے ٹل گیا۔ مگر یہ فارق لائق لحاظ نہیں ہے۔ اولاً نص قرآن کشفنا عنهم عذاب الخزی کہہ رہی ہے کہ قوم یونس پر بھی عذاب آ گیا تھا اور آثار ظاہر ہو گئے۔ تب ہی خدا تعالیٰ نے کشفنا (یعنی عذاب کو ہم نے کھول دیا) فرمایا۔ ثانیاً قطعی موعود کے نہ ٹلنے کی وجہ وعدہ الہی میں لزوم کذب ہے۔ سو جیسا عذاب آنے کے بعد ہے ایسا ہی آجانے سے پیشتر ہے۔ لہذا کوئی وجہ

نہیں کہ عذاب آنے سے پیشتر ایمان ہو، تو خدا کے وعدہ میں لزوم کذب جائز ہو۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ قادیانی کا یہ دعویٰ کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود ٹل جاتا ہے، دروغ بے فروغ ہے اور اس دروغ پر یہ دروغ کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود کا ٹل جانا قرآن سے ثابت ہے، قادیانی کی بے ایمانی اور بے حیائی ہے۔ پھر اس بے حیائی کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ عبد اللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا اس لئے اس کی موت کا موعود عذاب ٹلایا گیا، روز روشن کورات بتانا اور اپنے معتقدوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر کورات ہونے کا اعتراف کرنا ہے۔

اس کے دلیرانہ دعویٰ کے جواب میں مسلمان اہل بصیرت یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی قدر ڈر جانا تو درکنار رہا، اگر عبد اللہ آتھم صاف لفظوں میں کلمہ شہادت پڑھتا اور اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله کہہ دیتا (جس پر وہ اب قائم نہیں رہا اور صاف کہہ رہا ہے کہ میں اسلام کو سچا نہیں جانتا، نہ اس وقت پیش گوئی میں کبھی اس کو سچا جانا ہے) تو بھی اس کا وہ عذاب ہرگز نہ ٹلایا جاتا، اگر وہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا۔ وہ قادیانی کا اپنا یا اس کے ملہم شیطان کا ڈھکوسلہ تھا اس واسطے باوجود عدم تحقق رجوع حق، یعنی ایمان کامل، وہ عذاب ٹل گیا اور اس پیش گوئی کا کذب ظاہر ہوا۔

اس مقام تک قادیانی کی دوسری بات کا جواب ہے جو عذر سوم کی تائید میں اس نے کہی تھی اور اس کے ضمن میں حضرت یونس کی قوم سے عذاب ٹل جانے پر بحث ہوئی۔ اب عذر سوم کے بقیہ مؤیدات کا (جو اس سے منقول ہیں) جواب دیا جاتا ہے۔

آتھم سے قسم کا قادیانی مطالبہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں کہ عذر سوم کی تائید میں ثالثاً قادیانی نے کہا ہے کہ: عبد اللہ آتھم کا میری پیش گوئی سے کسی قدر ڈر جانا اس کے شہر بشہر بھاگے پھرنے سے ثابت ہے، وہ اگر نہیں ڈرا تو اب قسم کھائے اور ہزار روپہ انعام لے اگر ایک سال کے عرصہ میں نہ مر جائے۔

قادیانی کی اس بات سے عبداللہ آتھم کا واقعی ڈر جانا اور اس ڈر کی وجہ سے موت سے بچ جانا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس سے قادیانی کا دجال اور، دھوکہ باز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کلام سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ مزید ایک سال اس کا دام تو زیر بچھارے۔

قادیانی نے یہ محض حیلہ بنایا ہے اور درحقیقت نہ عبداللہ آتھم کی نقل مکانی سے اس کا ڈر جانا ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف ڈر جانے سے پیش گوئی کا سچا ہونا۔ ممکن ہے کہ آتھم کا شہر بشہر پھرنا اس کی پیشگوئی کے قدرتی اور غیر اختیاری اثر سے ڈر کر نہ ہو، بلکہ وہ قادیانی کی اختیاری تدابیر و اسباب ہلاکت کے خوف سے ہو۔ کیونکہ آتھم امرتسر میں پیشن پانے کے بعد عوام الناس کے طور پر قیام پذیر تھا، وہاں اس کا حاکمانہ رعب نہ تھا۔ لودھانہ میں وہ اس لئے پناہ گزین ہوا کہ وہاں اس کا ایک داماد مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ جج کی حکومت اور رعب داب رکھتا تھا۔ وہاں جب قادیانی کے مخفی اسباب و تدابیر ہلاکت کا اس نے مشاہدہ کیا تو وہاں سے فیروز پور میں اپنے دوسرے داماد مسٹر میا داس، اسٹرا اسٹنٹ کمشنر کے یہاں وہ پناہ گزین ہوا یہاں تک کہ میعاد پیشگوئی ختم ہوگئی۔ چنانچہ اس امر کا آتھم اور اس کے عیسائی بھائیوں نے خود اظہار کیا ہے اور مستہر کر دیا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کے قدرتی اثر سے نہیں ڈرا، اور نہ اس نے اسلامی عظمت کو اپنے دل میں دخل دیا ہے بلکہ وہ قادیانی کی اختیاری تدابیر و اسباب ہلاکت سے ڈر کر بھاگتا پھرا۔

اخبار وفادار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء میں آتھم کا ایک خط بالفاظ ذیل منقول ہے

میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱، ۸۲ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی موت کی پیشینگوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گزرا ہے آپ کو معلوم ہے۔ اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اسلئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں، جب انہوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا، اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سوتا ویل کریں، کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہر پہلے بھی عیسائی تھا اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم مر گیا ہے، نہیں آوے گا

اور جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا بڑا آدمی بنا ہوا ہے، انگریز بڑے حکمت والے ہیں، بڑے آدمی میں کل لگا دی ہے۔ ایسی ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے۔ میں راضی و خوشی تندرست ہوں اور ویسے ایک دن مرنا تو ضرور ہی ہے، زندگی موت رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے۔ اور جو کوئی چاہے پیشگوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں، سب مرجائیں گے

اخبار نور افشاں لودہانہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں درج ہے: اس مقام پر اس بات کا ذکر کرنا خالی از لطف نہ ہوگا کہ امرتسر میں ڈپٹی (آتھم) صاحب کے ہلاک کرنے کیلئے تین دفعہ حملے کئے گئے چونکہ ان کا امرتسر میں رہنا باعث اندیشہ تھا اسلئے ڈپٹی صاحب ۳۰ اپریل کو امرتسر سے جنڈیالہ تشریف لے گئے اور وہاں سے لودہانہ کو چلے گئے۔ جہاں ایک شخص برچھی سے ڈپٹی صاحب کا کام تمام کرنا چاہتا تھا۔ لودہانہ میں کچھ دن رہ کر ڈپٹی صاحب فیروز پور میں رونق افروز ہوئے۔ اس جگہ ان پر چار حملے ہوئے۔ بندوق سے دو دفعہ گولی چلی۔ ایک دفعہ ایک شخص گنڈا سا لئے ہوئے نظر آیا۔ دو دفعہ تین تین آدمی رات کے وقت قریب کے کھیتوں میں چھپے ہوئے معلوم ہوئے جو پولیس کے تعاقب کرنے پر مفرور ہو گئے۔ اور انہیں میں سے ایک دفعہ رات کے وقت ۳ آدمی کوٹھی کا دروازہ توڑ رہے تھے چونکہ ایسے وقت میں زیادہ حفاظت کی ضرورت تھی (جو پیشگوئی کا آخری روز تھا) اسلئے ڈاکٹر کلارک صاحب ۵ ستمبر ۱۸۹۴ کو امرتسر سے فیروز پور تشریف لے گئے۔ رات کے وقت حسب معمول پولیس کا پہرہ رہا۔

اس کے بعد اسی پرچہ نور افشاں میں آتھم کے امرتسر پہنچنے کا حال یوں بیان ہوا: بعد ازاں ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب نے محفل میں کھڑے ہو کر اپنا حال سنایا۔ کہ میرے لئے البتہ یہ امتحان آیا تھا اور میرا خیال تھا کہ شانہ میں مارا ہی جاؤں گا، لیکن تس پر بھی کلیسا خداوند کی کلام کو یاد رکھے جو موسیٰ کی معرفت ہوا کہ اگر کوئی تمہارے درمیان جھوٹا نبی آوے، اور نشان مقرر کرے اور اس کے کہنے کے بموجب ہو تو خبردار تم اس کے پیچھے نہ جانا، کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزما تا ہے۔ اور یہ جو مہینے گذرے ہیں انکی بابت انہوں نے فرمایا کہ میں نے فقط دو باتیں دیکھیں جن سے میری تسلی رہی یعنی خداوند روح القدس کا سہارا اور خداوند یسوع مسیح کا خون۔ یہ

کہہ کر بے اختیار ان کے آنسو نکل پڑے۔ نیز جماعت کے بھی آنسو بہے۔

قادیانی چونکہ ایسا دلیر ہے کہ عقل اور حیا دونوں سے اکیلا مقابلہ کر رہا ہے لہذا اس نے عبداللہ آتھم کے اس بات کہنے کو کہ میں مارا جاتا اور اس پر رو دینے کو اپنے دعویٰ کی دلیل بنا لیا اور یہ مشہر کر دیا کہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر یہ کلمہ بولا اور اس پر رو پڑا۔ اس کے رد و جواب میں اور نیز قادیانی کی درخواست و طمع وہی انعام کے جواب میں آتھم کو یہ مشہر کرنا پڑا کہ میں تیری پیش گوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا، بلکہ تیرے ناجائز وسائل و تدابیر سے ڈرتا پھر اور قسم کھانا اور مال کا لالچ کرنا میرے مذہب میں منع ہے۔ چنانچہ نور افشاں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۲ء میں عبداللہ آتھم کا یہ خط مشہر ہوا ہے:

بخدمت مکرم ام ڈیٹر صاحب نور افشاں۔ بعد نیاز تصدیعہ یہ ہے کہ فتح اسلام اور مختصر تقریر مرزا صاحب قادیانی کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ میں کچھ بھی عظمت اسلام سے جناب کی نبوت اولین میں نجات کیلئے مدد نہیں لی۔ ہاں البتہ میں جناب کے خونی فرشتوں سے ڈر کر چھپتا رہا ہوں۔ خصوصاً چار مہینے آخری آپ کے ۱۵ ماہ کی نبوت میں نہ اسلام کی عظمت الہامی سے اور نہ اسلامی توحید کی تعظیم سے اور تثلیث میں کچھ تزلزل ہو کر (ابنیت والوہیت میرے نزدیک وہی صحیح ہے جو بوقت مباحثہ میں نے شرح کی تھی) باقی رہی یہ بات کہ میں پہلے جناب کے ساتھ کوئی شرط یا قسم باندھی نہیں اور نہ آئندہ باندھوں گا اور نہ آپ کے روپوں کا مجھے کچھ لالچ ہے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بے ہودگی کی ہے اور جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں اس کے شامل میں نہیں یہ بھی جناب مرزا صاحب کو معلوم ہو کہ قریب ستر برس کی تو عمر میری ہے۔ پھر آئندہ سال بڑھانا جناب کے کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا جناب کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مارنے کا نہیں ملا جو ایک سال کی مہلت اور طلب ہوتی ہے۔ مرزا صاحب سچے خدا سے ڈرو، میں تو موت کیلئے تیار ہی بیٹھا ہوں مگر آپ کو بھی مرنا ہے۔ میں آپ سے بدلہ کچھ نہیں چاہتا۔ مگر خدا سے آپ کی خیر و عافیت کی دعا مانگتا ہوں۔

عبداللہ آتھم فیروز پور۔ محررہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۲ء

اس مضمون کا ایک خط عبداللہ آتھم کا بنام ملا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زلی لاہور میں چھپ کر مشہر ہوا ہے اور اصل خط دستخطی خاص مسٹر آتھم کا ہم نے بمقام لاہور دیکھا ہے۔ اس کی نقل بھی اس مقام میں

مناسب ہے۔ ڈپٹی عبداللہ صاحب کا خط۔ آمدہ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۴ء

جناب محسن بندہ جناب مولانا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زئی لاہور۔ تسلیم

آپ کے خط کے جواب میں قلمی ہے کہ میں اپنے ایمان مسیحی کی بابت مفصل اخبار نور افشان وغیرہ میں اشتہار دے چکا ہوں کہ میں سچے دل سے عیسائی، جس طرح تھا اب تک اپنے ایمان پر قائم ہوں۔ اور ہرگز اسلام کی طرف ذرا بھی مائل نہیں ہوا، نہ ظاہر، نہ باطن میں۔ تو اب فرمائیے کہ اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہوں۔ جو آدمی کچھ بھی عقل رکھتا ہے اس سے صاف جان سکتا ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا شرط لگانا کہ آتھم قسم کھا کر یہ بات کہہ دے۔ سو صاحب من! میرے مذہب میں تو قسم کھانا منع ہے۔ متی کی انجیل میں صاف لکھا ہے کہ تم ہرگز قسم مت کھاؤ۔ ہاں کی ہاں۔ اور نہ کی نہ ہونی چاہیے اور ہزار دہزار کی شرط لگانا تو ایک طرح کی جوا بازی ہے۔ میرے خیال اور میرے مذہب میں اس طرح کا لالچ بھی منع ہے۔ مرزا صاحب کی مرضی جو چاہیں سو کہتے جائیں۔ میں تو پہلے بھی یہ دعا مانگتا تھا اور اب بھی دعا مانگتا ہوں کہ یا خدا تعالیٰ، تو مرزا صاحب قادیانی پر رحم کر۔ اور اس کو ہدایت کر کہ راہ راست پر آوے۔ اور اس کو صحت اور تندرستی جسمی اور دماغی بخش۔ آمین۔ اس سے زیادہ سب کچھ فضول ہے اور میں ایک ضعیف العمر آدمی ہوں قریب ستر سال کی عمر کا ہوں۔ آخر کہاں تک جوؤں گا کون جانتا ہے کہ کب خدا تعالیٰ بلا لے۔ زیادہ نیاز۔

آپ کا مشکور بندہ عبداللہ آتھم پنشنری ایکسٹرا اسٹنٹ کمشنر از مقام فیروز پور

مسٹر آتھم کے اس بیان پر کہ وہ اس پیش گوئی کی قدرتی تاثیر سے نہیں بلکہ قادیانی کے اختیاری اسباب و تدابیر ہلاکت سے ڈر کر نقل مکانی کرتے رہے، ہم ایک ایسی دلیل پیش کرتے ہیں جس سے کسی شخص کو (اگر وہ ادنیٰ فہم و انصاف بھی رکھتا ہوگا) شک نہ ہوگا۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ عبداللہ آتھم ایک مذہبی آدمی ہے اور وہ اپنے مذہب کی کتابوں کی رو سے خدا کی سلطنت اور قدرت ہر جگہ مساوی سمجھتا ہے۔ پس اگر اس پیشگوئی کو خدا کی طرف سے سمجھتا اور خدا کے مواخذہ سے ڈرتا تو وہ اس خوف سے نقل مکانی ہرگز نہ کرتا کیونکہ وہ خوب یقین رکھتا تھا کہ خدا کی پکڑ ہر جگہ مساوی ہے۔ اس کو نہ مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ جج لودھانہ کا رعب روک سکتا ہے، نہ مسٹر میا داس اکسٹرا اسٹنٹ فیروز پور کا رعب۔ لہذا اس کی اس نقل مکانی سے صاف ثابت ہے کہ وہ اس پیشگوئی کو

خدا کی طرف سے نہ سمجھا تھا۔ اور اس کے قدرتی اثر اور خدا کے مواخذہ سے ہرگز نہ ڈرا تھا۔ بلکہ وہ قادیانی کے اختیاری وسائل و مخفی تدابیر سے ڈر کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا رہا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں: لیجئے جناب قادیانی صاحب! یہ نقل مکانی عبداللہ آتھم کی قدرتی مواخذہ سے نہ ڈرنے پر دلیل ہوئی اور آپ کی دلیل الٰہی آپ پر پڑی۔

اختیاری وسائل و تدابیر ہلاکت سے خوف کے جواب میں مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ انوار کے صفحہ ۱۰ میں ایک نوٹ کے ضمن میں لکھا ہے کہ میں کسی جگہ بادشاہ نہ تھا، چال چلن کے رو سے خوزیز اور ڈاکو نہ تھا، پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی، اگر یہ حق کا خوف نہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعتقاداً و علماً تمہارے ڈاکو خوزیز ہونے میں کیا شک ہے۔ جب تم اپنی کتاب و ساوس کے صفحہ ۶۰ میں صاف لکھ چکے ہو کہ کافر کا مال اور جان اس کی ملک نہیں رہتی، خدا جس کے ہاتھ سے چاہے تلف کر دے۔ اب اگر عملاً ڈاکو ہونے میں یعنی اس مسئلہ کو عمل میں لانے اور لوٹ مار شروع کرنے میں کسر ہے، تو جمعیت کی کسر ہے۔ اور یہ بات مسلم کل ہے کہ عمل اور چال چلن ہمیشہ اعتقاد کے تابع ہوتا ہے۔ آپ کا اعتقاد ثابت و معلوم ہو گیا تو اب عمل میں بجز جمعیت کیا کسر رہی؟

ہم تھوڑی دیر کیلئے بطور فرض مجال یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسٹر آتھم آپ کی پیشگوئی کی قدرتی تاثیر سے ڈر کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور اس پیشگوئی میں وہ آپ کو نجومی یا جفری یا جوتشی یا مسمریز سٹ سمجھ کر یا (اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں) آپ کو لہم مان کر اس پیشگوئی کے قدرتی اثر سے ڈر گیا اور اس ڈر سے شہر بشر پھرا، بلکہ کسی وقت منہ سے اظہار ایمان بھی اس نے کر دیا۔ پھر اس فرض پر یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اس پیشگوئی کا (اگر وہ خدا کی طرف سے تھی) پورا ہونا اور اس کا مرجع ضروری تھا۔ اولاً اسلئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ موت کا عذاب موعود ڈرنے سے نہیں ٹلا کرتا (جیسا کہ قوم عاد و ثمود اور ہر قوم سے جس پر عذاب آیا اور وہ چلانے سے نہیں ٹلا) نہ وہ ایمان لانے سے ٹلتا ہے (جیسا کہ فرعون سے جو ایمان لایا تھا وہ عذاب نہیں ٹلا)۔ ثانیاً اسلئے کہ اگر اس عذاب کی شرط عدم رجوع بحق کی نظر سے اس کو شرطی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کا وقوع ضروری تھا کیونکہ اس شرط کا تحقق ہو گیا اور عبداللہ آتھم نے رجوع بحق نہیں کیا، یعنی وہ پورا اور سچا مسلمان نہیں ہوا صرف پیشگوئی سے ڈر کر ظاہری اسلام لایا جو شرعاً

صحیح نہ تھا۔ بلکہ وہ اسلام عارضی، جھوٹا تھا جس کا عارضی اور جھوٹا ہونا اس کی تحریرات مابعد سے (جو منقول ہوئیں) ثابت ہو گیا ہے۔ اگر وہ الہام اور وعدہ عذاب موت خدا کی طرف سے ہوتا، جو عالم الغیب تھا اور آتھم کی حالت بعد سے واقف تھا، تو ایسے عارضی اور جھوٹے ایمان کو قبول نہ کرتا، اور اس کو موت کے عذاب سے نہ بچاتا اور ضرور مار ڈالتا۔

از آنجا کہ آتھم باوجود تحقیق شرط عذاب زندہ رہا، لہذا باوجود تسلیم و فرض اس امر کے کہ وہ اس پیشگوئی سے ڈر گیا، یا وہ کسی وقت ایمان لایا تھا، عذاب موت کا واقعہ نہ ہونا اور اس کا مارا نہ جانا، اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ الہام خدا کی طرف سے نہ تھا بلکہ قادیانی کا من گھڑت ڈھکوسلہ یا اسکے ہم (معلم المملکت) کا وسوسہ تھا جو جھوٹا نکلا اور اس نے قادیانی کو جھوٹا کیا اور تمام جہان کی لعنتوں کا مورد بنایا۔ لہذا اب اس جھوٹ کو بچ بنانے کیلئے قادیانی کا ان باتوں کو زبان پر لانا، اور آتھم کا ڈر جانا یا خفیہ ایمان لانا تجویز کرنا اور در صورت انکار آتھم، اس کو قسم دینا اور اس پر وعدہ انعام کرنا، حیلہ سازی کی باتیں ہیں۔

مزید اس قادیانی نے اس قسم پر پہلے ایک ہزار روپہ انعام تجویز کیا جس سے آتھم نے انکار کیا تو پھر دو ہزار کا اشتہار دیا۔ اس سے بھی اس نے انکار کیا تو تین ہزار کا اشتہار دیا۔ اب چار ہزار کا اشتہار چھپو ادا کیا ہے۔ اور آئندہ دس ہزار تک اشتہار دینے کا بھی اس کا ارادہ سنا جاتا ہے۔ عقل مند بخوبی جانتے ہیں کہ جس شخص نے ایک ہزار روپہ لے کر قسم کھانے سے بدست آویز ایک حکم مذہب کے انکار کیا ہے، وہ دو ہزار یا تین ہزار یا دس ہزار روپہ لے کر بھی قسم نہ کھائے گا۔ اور اس امر کا قادیانی کو یہ یقین ہو گیا ہے تب ہی وہ تعداد بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اس سے احمقوں کو فریب میں لاتا ہے۔

مزید یہ کہ قادیانی نے اس دھوکہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنے مریدوں کو اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۶ میں یہ کہا ہے کہ کیا میں پاگل ہو گیا ہوں، دیوانہ ہوں، کہ اگر قطعی طور پر یہ مجھے علم نہیں دیا گیا تو یوں ہی تین ہزار برباد کرنے کو تیار ہو گیا ہوں؟

اس دھوکے کا ازالہ یہ ہے کہ قادیانی صاحب آپ کو پاگل یا دیوانہ کون کہتا ہے؟ آپ بڑے ہوشیار، عیار ہیں اور اس انعام میں بڑھتے جانا آپ کی اس ہوشیاری پر مبنی ہے۔ آپ کو قطعی طور پر علم و یقین ہے کہ آتھم

اپنے مذہب کی مخالفت کی وجہ سے ہرگز قسم نہ کھائے گا اور وہ دن کبھی نہ آئے گا جس میں آپ کا ایک پیسہ ہاتھ سے نکلے۔ پھر آپ بلا خوف کیوں تعداد میں بڑھتے نہ جاویں اور کیوں احمقوں کو دام میں نہ لائیں؟ مزید براں قادیانی نے اس دھوکہ پر ایک پیش گوئی کا ڈھکوسلہ بنا لیا، جس سے اپنے مریدوں کے پاؤں میں ایک اور رسہ یا آہنی کڑا ڈالنا چاہا ہے۔ اس نے آہٹم کے قسم سے انکار کرنے پر اشتہار دو ہزار و چار ہزار میں یہ الہامی پیش گوئی کی ہے کہ وہ قسم نہ کھائے گا اور قادیانی کے مقابلہ میں کبھی نہ آئے گا۔ بنا بریں اس کے مرید اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی الہامی نہیں اور آہٹم کے قسم نہ کھانے کی خدا نے قادیانی کو خبر نہیں دی، تو وہ قسم کھا کر اس پیشگوئی میں قادیانی کو کیوں جھوٹا نہیں کرتا؟

اس ڈھکوسلہ کا جواب ترکی بترکی عیسائیوں نے ایسا دیدیا ہے جس نے اس پیشگوئی کے الہام کی قلعی کھول دی ہے۔ اس مقام میں اسی جواب کا نقل کر دینا کافی و وانی ہے۔ ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک نے نیشنل پریس امرتسر میں اشتہار چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اشتہار

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں محمدی ہوں اور علمائے اسلام کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفر کا فتویٰ لگا کر اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب مجمع عام میں ایک لقمہ خنزیر کے گوشت کا سبھوں کے سامنے کھا کر کہیں کہ میں مسلمان ہوں تو ہم یقین کریں گے کہ علمائے اسلام کا فتویٰ غلط اور یہ درحقیقت مسلمان ہیں اور اگر مرزا صاحب یہ نہیں کر سکتے تو وہ مسٹر آہٹم صاحب کو بھی قسم کھانے سے معذور سمجھیں کیونکہ جیسے قرآن کے حکم سے وہ سو نہیں کھا سکتے، اسی طرح آہٹم صاحب انجیل کے حکم سے قسم نہیں کھا سکتے۔ جب تک کہ کسی حاکم سے قسم پر مجبور نہ کرائے جائیں، عیسائی کو قسم کھانا جائز نہیں۔

اگر آہٹم صاحب قسم کھاتے تو ثابت کر دیتے کہ میرا عمل انجیل پر نہیں ہے، پس مرزا صاحب کو لازم ہے کہ ہماری اس دعوت کو قبول کر کے اس شرط کے بموجب اپنے تئیں محمدی ثابت کریں ورنہ بار بار قسم کے

اشتہار آتھم صاحب کے نام دینے بند کریں۔

اور مرزا صاحب گویا الہام سے یہ بھی کہتے ہیں کہ آتھم صاحب ہرگز قسم نہ کھائیں گے۔ سو معلوم ہو کہ اگرچہ ہمیں الہام نہیں ہوتا اور جبریل ہمارے پاس نہیں آتا، تو بھی ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ہر گز خنزیر کا گوشت کھا کر اپنے تئیں مسلمان ثابت نہ کر سکیں گے۔

الراقم۔ ڈاکٹر ایچ ایم کلارک۔ ایم ڈی میڈیکل مشنری امرتسر۔

عیسائیوں کے قسم سے انکار و عذر کے جواب میں قادیانی نے اشتہار چار ہزار میں طولانی بحث کی ہے اور اس میں کہا ہے کہ عہد عتیق میں قسم کھانے کا حکم ہے اور اس پر کتاب یرمیاہ اور زبور کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ عہد جدید میں بھی قسم کھانا ثابت ہے۔ اور اس پر پولس اور پطرس کا قسم کھانا انجیل متی و اعمال سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ پادری لوگ عدالتوں میں بلائے جاتے ہیں، تو قسمیں کھاتے ہیں، اور انگریزی سلطنت کے کل معتمد عہدہ دار اور پارلیمنٹ کے ممبر یہاں تک کہ گورنر جنرل سب حلف اٹھانے کے بعد اپنے عہدوں پر مامور کئے جاتے ہیں۔ پھر کہا: کیا یہ سب کے سب انجیل پر ایمان رکھنے سے بے نصیب تھے اور صرف ایک عبد اللہ آتھم ہی سچے عیسائی ہیں جو قسم کھانے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

اس کا جواب معلوم نہیں عیسائیوں نے کیا دیا ہے (یا آئندہ دیں گے) مگر ہم اسلامی طرز و اصول پر اس کا جواب دیتے ہیں اور مسلمانوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ جو ثبوت جو آتھم کا قادیانی نے پیش کیا ہے وہ اسلامی اصول پر کافی ثبوت نہیں ہے۔

عہد عتیق میں جو قسم کھانے کا حکم ہے اس کو تو بحسب اعتقاد مسیحیوں کے حضرت مسیح نے اپنے اس قول سے منسوخ کر دیا ہے جو انجیل متی کے باب ۵ میں ہے کہ

(۳۳)۔ پھر سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ تو جھوٹی قسم نہ کھا، بلکہ اپنی قسمیں خداوند کے لئے پوری کرو۔

(۳۴)۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں ہرگز قسم نہ کھانا۔ نہ تو آسمان کی، کیونکہ وہ خدا کا تخت کا۔ (۳۵)۔ نہ زمین کی کیونکہ

وہ اس کے پاؤں کی چوکی ہے اور نہ یروشلم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے (۳۶)۔ اور نہ اپنے سر کی قسم کھا

کیونکہ تو ایک بال کو سفید یا کالا نہیں کر سکتا۔ (۳۷)۔ پر تماری گفتگو میں ہاں کی ہاں اور نہیں کی نہیں ہو کیونکہ جو

اس سے زیادہ ہے، سو برائی سے ہوتا ہے۔

Again, ye have heard that it hath been said by them of old time, "Thou shalt not forswear thyself, but shalt perform unto the lord thine oaths;

But I say unto you, "Swear not at all; neither by heaven; for it is God's throne;

Nor by the Earth; for it is his foot-stool; neither by Jerusalem; for it is the city of the great king.

Neither shalt thou swear by thy head, because thou canst make one hair white or black.

But let your communication be, Yea, yea; Nay, nay; for whatsoever is more than those cometh of evil. (Matthew 5: 33-37)

رہا عہد جدید میں پولوس یا پطرس کا قسم کھانا، سو اسلامی اصول کی رو سے اس حکم مسیح کو نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ غیر نبی کا قول یا فعل، نبی کے حکم کا نسخ نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت مسیح کا فعل قسم ثابت ہو تو وہ بھی ان کے قول کا نسخ نہیں ہو سکتا۔

اب رہا انگریزی عدالتوں اور پارلیمنٹ میں قسم کا مروج ہونا اور ان میں پادریوں اور عہدہ داروں کا قسم کھانا، سو عیسائی مذہب کا حکم نہیں بن سکتا۔ اور ان کا فعل و عمل عیسائی مذہب کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ انگریزی سلطنت و عدالت اور دیگر عیسائی قوموں کی سلطنت کے آئین و قانون میں اور کون سا امر ہے جو احکام توریت یا انجیل کے مطابق ہے، اور اس کو کوئی محمدی یا اور منصف، عیسائی مذہب کہہ سکتا ہے؟ جملہ عیسائی سلطنتوں اور تمام عیسائیوں اور پادریوں نے احکام توریت و انجیل کو بالائے طاق رکھ دیا ہوا ہے۔ اور ان کے نزدیک عیسائی ہونے کے لئے مسیح کے خون و کفارہ پر ایمان رکھنا کافی و وافی ہے۔ یہ بات ان کے ہادی پولوس نے تعلیم کی ہے اور احکام شریعت سے آزادی عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ عبرانیوں کے خط باب ۷ میں پولوس مقدس Saint Paul فرماتے ہیں

(۱۸)۔ پس اگر قانون اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا، اٹھ گیا۔ (۱۹) کیونکہ شریعت نے کچھ

کار نہ کیا مگر ایک بہتر امید درمیان میں داخل ہوئی جس کے وسیلے ہم خدا کے حضور پہنچتے ہیں۔

For there is verily a disannulling of the commandment going before for the weakness and unprofitableness thereof.

For the law made nothing perfect, but the bringing in of a better hope did; by thw which we draw nigh unto God. (Hebrews 7:18-19)

بناء علیہ عیسائی سلطنتوں کے قانون و آئین اور عیسائیوں کے افعال و اعمال جو توریت انجیل کے مخالف ہیں، عیسائی مذہب قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ جو شخص اس قانون و عمل کو عیسائی مذہب قرار دے اور اس سے قسم یا اور کسی حکم کا مذہب عیسائی ہونا ثابت کرے، وہ احمق ہے یا دھوکہ باز۔

مزید یہ کہ کہ عبداللہ آتھم کے ڈر جانے اور ایمان لانے اور اس پر قسم کھانے سے انکار کرنے پر مرزا قادیانی نے ایک اور ٹکریا اور اپنے مریدوں کو دھوکہ دیا اور کہا کہ یہ باتیں آتھم کے منہ سے بطور مدعا علیہ ہونے کے نکل رہی ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ وہ بطور گواہ یہ باتیں کہیں اور اس پر قسم کھائیں اور خدا کے عذاب موت کے مستحق ہوں، کیونکہ مدعا علیہ خواہ کتنا جھوٹ بولے اس پر عدالت میں مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی گواہ بن کر جھوٹ بولے تو وہ حلف دروغی میں پکڑا جاتا ہے۔ اس کا جواب آتھم اور اس کے عیسائی بھائیوں نے تو یہ دیا کہ

آپ حاکم مجاز ہیں تو مجھے عدالت میں طلب کریں اور مجھ سے جبراً قسم لیں۔ ہم تو آپ کو حاکم مجاز نہیں سمجھتے۔ اور اپنے مذہب کی رو سے قسم کھانا جائز نہیں سمجھتے۔

اسلامی اصول پر اس کا جواب یہ ہے: اس قول میں قادیانی نے خدا تعالیٰ کو عیسائی بنایا ہے اور عیسائی حکومت کے قانون کا پابند ٹھہرایا ہے، اور یہ جتایا ہے کہ خدا بہ پابندی مذہب عیسائی مدعا علیہ کو جھوٹ کی سزا نہیں دے سکتا اس لئے اس کو گواہ بنا کر قسم دلوا کر حلف دروغی کی سزا میں معذب بعداب موت کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ سراسر اس کا دھوکہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے حکم و شریعت میں (جو اسلام میں مقرر ہیں) جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم کھانے میں گواہ اور مدعا علیہ بلکہ مدعی سب برابر ہیں بناء علیہ آتھم اگر مدعا علیہ ہونے کی حیثیت سے جھوٹ بولے یا اس پر قسم کھائے تو ویسا ہی لائق سزا ہوگا جیسا کہ ایک گواہ کی حیثیت سے جھوٹ بولے یا اس پر قسم کھا

لے۔ قسم تو وہ گواہ کی حیثیت سے بھی نہیں کھائے گا جیسا کہ مدعا علیہ بن کر نہیں کھاتا۔ پس اگر وہ واقع میں جھوٹا ہے اور خدا تعالیٰ بقول قادیانی اس کو سزا موت دینا چاہتا ہے تو پھر اس میں کیوں توقف کر رہا ہے اور کیوں اس امر کا منتظر ہے کہ وہ بطور گواہ جھوٹ بولے اور جھوٹی قسم کھائے اور اس پر حلف دروغی کی دفعہ قائم ہووے، تب اس کو سزا موت دے۔ کیا وہ اپنے اس حکم و شریعت کو جو اسلام میں مقرر کر چکا ہے منسوخ کرنا چاہتا ہے اور اب وہ آئین قانون حکومت انگریزی کا تابع ہو گیا ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

قادیانی اس امر کو تسلیم کر لے تو اس کو مناسب ہے کہ عبداللہ آتھم کے مدعا علیہ ہو کر جھوٹ بولنے پر ہی اس کو جھوٹ کی سزا موت دلوادے۔ مگر اس کی سزا کی میعاد ایک سال مقرر نہ کر اوے بلکہ گھنٹوں یا دنوں یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کے ہفتوں کی میعاد مقرر کرادے۔ قادیانی نے ایسا نہ کیا اور ہمارے اس جواب کو سن کر بھی قانون انگریزی کی دفعہ قائم ہونے کا منتظر رہا تو اسکے مریدوں کو (اگر وہ کچھ عقل رکھتے ہیں) یہ سمجھنا چاہیے کہ قادیانی اس بات بتانے میں کہ خدا اس پر عذاب بھیجے میں قانون انگریزی کی دفعہ قائم ہونے کے انتظار میں ہے، خدا تعالیٰ پر افتراء کرتا ہے۔

اور اگر قادیانی نے میعاد سزایک مہینے کے ہفتوں سے زیادہ مقرر کی تو پھر وہ انہی اعتراضات کا تختہ مشق ہوگی جو پہلی مدت موت آتھم پر کئے گئے تھے اور جن کی نظر سے قادیانی کے ملہم (معلم الملکوت) کو وہ موت منسوخ کرنی پڑی تھی۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس بیان بابرہان سے ناظرین کو بخوبی روشن و ثابت ہوگا کہ قادیانی نے جو قول سوم میں کہا ہے اس سے اولاً یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ آتھم اس کی پیشگوئی سے ڈر گیا۔ اور اگر ڈر جانا تسلیم بھی کیا جائے تو اس سے عذاب موعود موت کا ٹل جانا جائز نہیں ہو سکتا۔ اور ڈر جانے سے انکار پر آتھم کا قسم کھانا کوئی وجہ اور ضرورت نہیں رکھتا اس بیان میں آتھم کو جھوٹا فرض کرنے اور اس کے خوف بلکہ عارضی ایمان کو مان لینے پر بھی قادیانی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس صورت کذب آتھم میں اس پیشگوئی کا پورا ہونا اور اس کا مارا جانا ضروری تھا۔ اور اگر اس میں قادیانی کے فرضی ملہم یا جعلی خدا (عبداللہ آتھم کی حالت ما بعد سے ناواقف و بے علم) سے غلطی ہوئی ہے تو وہ اب آتھم کو گھنٹوں یا دنوں یا چند ہفتوں میں مار دے اور اس

کی قسم کا منتظر نہ ہو۔ ورنہ اس کے علم، قدرت کو بٹھ لگے گا اور اس پر پیروی عیسائی حکومت کا الزام عائد ہوگا (جس سے خداوند عالم قادر و عالم الغیب پاک و منزہ ہے)

عذر سوم کی تائید میں جو ارباعاً قادیانی نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ موت کا پہلو مجروح و تختہ مشق اعتراضات ہو گیا ہے، تب اس نے اس کو بدل دیا ہے۔ اس سے ثابت و متیقن ہوتا ہے کہ قادیانی دہریہ ہے۔ وہ اس خدا تعالیٰ کو نہیں مانتا جس کو اسلام اور جملہ مذاہب سماوی نے عالم الغیب و قادر مطلق تسلیم کیا ہوا ہے، بلکہ کسی ایسی ذات بے برکات، عجز آب کو خدا جانتا ہے جو نہ علم رکھتا ہے، نہ قدرت نہ عقل نہ فہم جس سے وہ نفع و نقصان کا موازنہ کر سکے جو حقیقی خدا کو نہ ماننے اور دہریہ ہو جانے کے مساوی ہے۔ پس اگر واقعی قادیانی کا اعتقاد یہی ہے جو اس کے اس قول سے مفہوم ہوتا ہے تو پھر اس سے کسی مسئلہ شرعی میں مسلمانوں کو بحث کرنا مناسب نہیں۔ وہ سب مسائل کو چھوڑ کر پہلے اس مسئلہ میں بحث کرے کہ خدا تعالیٰ کو کن صفات سے ماننا چاہیے۔ اور اگر اس کا دلی اعتقاد یہ نہیں جو اس قول سے مفہوم ہوتا ہے اور وہ خدا کو قادر و عالم الغیب مانتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس قول کو واپس لے اور یہ خیال کرے کہ خدا کی شان اس بے ضبطی و بے عقلی سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہ ایک واقعہ (موت آتھم) کی نسبت اپنے حظیرۃ القدس اور دفتر قضا و قدر میں ایک تجویز مقرر کر کے ایک وقت اور تاریخ معین پر اس کے وقوع کی خبر دیدے، پھر جب اس واقعہ کے وقوع کی نسبت لوگوں کے اعتراضات سنے اور اس واقعہ کے وقوع کو تختہ مشق اعتراضات ہونا دیکھ لے، تب اس واقعہ کے وقوع کی خبر کو منسوخ کر دے، مگر اس نسخ کو اپنے حظیرۃ الغیب میں چھپائے رکھے، یا قادیانی کے دل و دماغ میں اس کو چھپا رکھے۔ اور اس واقعہ کی مدت وقوع تک اس کو اور کوئی بشر نہ سنے۔ اور جب وہ واقعہ وقوع میں نہ آوے اور اس کی تاریخ وقوع گذر جائے، تب اس نسخ کا اظہار کرے یا اظہار کا حکم دے۔ پھر جب اس نسخ پر اعتراضات کا اندیشہ پیدا ہو کہ یہ محض حیلہ بنایا گیا ہے تو اس کے جواب میں اپنی تصدیق کیلئے پھر اسی واقعہ کے وقوع کی خبر کو دلیل ٹھہرا کر پیش کرے اور یہ کہے کہ اگر تم نہیں مانتے اور ہمارے اس نسخ پر اعتراض کرتے ہو، تو پھر ہم وہ واقعہ وقوع میں لائیں گے اور اس شخص (آتھم) کو اتنی ہی مدت (ایک سال) میں مار دیں گے، اور یہ نہ سوچے کہ اس خبر کے وقوع پر وہی اعتراضات ہوں گے جن سے بھاگ کر ہم نے اس خبر کو منسوخ کیا تھا۔ اور ہم اس

مثل کے مصداق بن جائیں گے فرّ من المطر و قام تحت المیزاب (بین سے بھاگا اور پرنا لے کے نیچے جا کھڑا ہوا)...

ان باتوں کو سوچ کر قادیانی اس قول اور الہام کے دعویٰ کو واپس نہ لے تو یقین ہوگا کہ وہ دہریہ ہے، خدا کو صفات کمال سے نہیں مانتا اور خدا کو بے ضابطی، بے عقلی، کم فہمی و غلطی کے نقائص سے پاک نہیں سمجھتا۔ مرزا قادیانی خود تو علوم اسلامی سے جاہل ہی ہے وہ خدا کو بھی اس مسئلہ سے ناواقف سمجھتا ہے جو اسلام میں مقرر ہے کہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے، اخبار میں اس کا وقوع ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ اس سے مخبر صادق کا کذب لازم آتا ہے۔ لہذا مخبر صادق اپنی کسی خبر کے وقوع کو کبھی نہیں بدلتا اور جس امر کے وقوع کی وہ خبر دے چکا ہو اس کو اعتراضات کے خوف سے (خواہ کس قدر ہوں) ملنتوی نہیں کرتا۔

قادیانی اگر اپنے فرضی خدا کو ایسا ہی سمجھتا ہے اور ان نقائص سے اس کو پاک نہیں سمجھتا تو کم سے کم اس کو لوگوں کے عام خیال کا پاس و لحاظ ضروری تھا۔ اگر یہ ڈھکوسلہ بنا کر اس کو خدا کے ذمہ لگانا ہی تھا تو وہ پاس و لحاظ اس عام خیال کے اتنا تو ضرور کرتا کہ اس کو ۴ ستمبر ۱۸۹۲ء (جو آخری تاریخ میعاد وفات عبداللہ آتھم تھی، نہ کہ ۵ ستمبر ۱۸۹۲ء جس کو قادیانی نے اپنی حماقت سے آخری تاریخ بنایا ہوا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس تاریخ سے کوئی مہینہ شمار کیا جاتا ہے اس تاریخ سے ایک دن پہلے اس مہینے کا اختتام ہوتا ہے اور جس مہینے سے کوئی سال شروع ہوتا ہے، اس مہینے سے ایک مہینہ پہلے اس سال کا اختتام ہوتا ہے۔ بناء علیہ آتھم کی میعاد وفات پندرہ ماہ کی ۵ جون ۱۸۹۳ء سے، جو پہلا دن الہام قادیانی کا تھا، شروع ہوئی تھی۔ تو چاہیے کہ اس سال کا اختتام ۴ جون ۱۸۹۲ء کو ہو، اور ۱۵ ماہ کا اختتام ۴ ستمبر ۱۸۹۲ء کو ہو) سے پیشتر مشہور کر دیتا۔

اس صورت میں بھی گو ہمارے اعتراضات مذکورہ (۱۔ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کو منسوخ نہیں کرتے۔ ۲۔ اور نسخ اخبار میں جاری نہیں ہوتا۔ ۳۔ اور پہلے ایسا وعدہ ہی کیوں کیا تھا جو مورد اعتراض ہونا تھا۔ کیا اس کو ان اعتراضات کا علم پہلے سے نہ ہوا تھا۔ ۴۔ پھر دوبارہ اسی امر محل اعتراضات وفات آتھم کو کیوں اس نے پیش کیا) تو واقع ہوتے، مگر لوگ یہ اعتراض تو نہ کرتے جو اب کر رہے ہیں کہ میعاد پیشگوئی گزر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی، تب یہ بات بنائی گئی ہے۔ یہ بات اگر خدا کی طرف سے تھی تو انقضائے میعاد سے پہلے کیوں مشہور نہ کی گئی؟

یہ اعتراض ایک طرف سے نہیں بلکہ جمہور خلافت کی طرف سے (جس میں مسلمان ہندو عیسائی سب داخل ہیں) ہو رہا ہے، اور یہ امر قادیانی کو معلوم ہے، چنانچہ اس نے اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۸ کے فٹ نوٹ میں اس

کو نقل کیا اور کہا ہے: بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام پندرہ مہینے کے اندر کیوں شائع نہ کیا۔

مگر قادیانی نے اس کا کوئی جواب نہیں، صرف اس قدر کہہ دیا ہے:

سو واضح ہو کہ پندرہ مہینے کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا۔ پھر جب کہ الہام نے اپنی صداقت کا پورا

ثبوت دیدیا تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے۔

اور کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں اس سوال کا جواب کوئی نہیں دیا۔ اور عدم اشاعت الہام قبل از

انقضاء مدت کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ صرف اس کے ثبوت کا دعویٰ بلا دلیل کر دیا اور نہ ماننے والوں کو بے

ایمان کہہ دیا ہے۔

ہم اس مقام میں اس اعتراض کو چند اشخاص مختلف مذاہب سے نقل کر کے بتاتے ہیں کہ یہ اعتراض

بعض کی طرف سے نہیں (جیسا کہ قادیانی نے کہا) بلکہ جمہور کی جانب سے ہے۔ اور قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ آپ

نے اس کا کیا جواب دیا اور کہاں دیا؟ اور کس تاریخ آپ کو یہ الہام ہوا تھا اور کس شخص کو آپ نے سنایا تھا؟

اخبار نور علی نور کے پرچہ ۱۶ ربیع الاول میں اس کا سنی مسلمان اڈیٹر لکھتا ہے (جس کو مرزا قادیانی کے چھپے

حواری دوسرے اڈیٹر نے اپنے سکوت کے ساتھ تسلیم کیا ہے)۔

۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک تو یہ دعویٰ کہ جب تک عبداللہ آتھم نہ مرے، سورج غروب نہ ہوگا۔ جب عبداللہ

آتھم ۵ ستمبر تک نہ مرا اور سارے جہان نے تمہیں لعنت اور ملامت کی تو یہ الہام ہوا کہ عبداللہ آتھم نے اپنے دل

میں کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ اگر ۵ ستمبر سے پہلے مشتہر کر دیتے کہ وہ دل میں مسلمان ہو گیا، اب نہ

مرے گا تو ایک بات بھی تھی

آخر میں سوال و جواب کے طور پر موت کے پہلو بدلنے کا عذر ایسا ہے کہ بس آپ کے خدا کی خدائی

ظاہر ہو گئی۔ جب آپ کے خدا نے دیکھا کہ موت کا پہلو تختہ مشق اعتراضات ہو گیا۔ تو ناچار دوسرا پہلو اختیار کیا

۔ مگر تمہارے خدا کو اتنی عقل بھی نہ تھی کہ موت پہلو میں تو صرف بعض مخالفوں کے اعتراض ہوتے اور ہزار ہا

انسان مخالف آپ کے مطیع اور تابع دار ہو جاتے اور مرید علم الیقین سے عین الیقین کے درجہ کو پہنچتے۔ برخلاف

دوسرے پہلو کے جو تمہارے خدا نے اختیار کیا، تم کو سارا جہان موافق و مخالف سب لعنت اور ملامت کرتا ہے۔

مینہ سے بھاگ کر پرنا لہ کے نیچے پناہ لینا تمہارے فرضی خدا کا کام کا ہے نہ علام الغیب کا۔

☆ ایک اور اسلامی اخبار (پیسہ اخبار) لکھتا ہے: پچھلے ہفتہ میں مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کے غلط نکلنے کی خبر چھاپ چکے ہیں۔ اگر اتفاقاً مرزا صاحب کی پیش گوئی صحیح بھی ہو جاتی تو بہت سے خوش اعتقادوں اور عام لوگوں کے بہکنے کا اندیشہ تھا۔ مرزا صاحب بجائے اس کے کہ پیشین گوئی کے غلط نکلنے پر اقرار نہ امت کرتے کہ یہ کام خدا ہی کے سپرد ہے۔ انہوں نے ایک اشتہار چھاپ کر دعویٰ کیا ہے کہ حقیقت میں انہیں ہی فتح ہوئی ہے۔ وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عبد اللہ آتھم صاحب نے کسی وقت دل میں اسلام کی صداقت تسلیم کی ہو گی اس لئے ان کے الہام کی شرط کے مطابق خدا نے انہیں نہیں مارا۔ کیا مرزا صاحب کا خدا اتنا بھی عالم الغیب نہیں تھا کہ وہ انہیں پہلے ہی نتیجہ سے مطلع کر دیتا؟ اس کے علاوہ دوسرا الہام مرزا صاحب کو ایسے آخری وقت میں ہوا جب کہ ساری دنیا پر ان کی قلعی کھل گئی۔ اگر وہ ۵ ستمبر سے دس روز پہلے بھی وہ ایسا مشتہر کر دیتے تو ایک بات تھی۔ عذر گناہ بدتر از گناہ کے مثال مرزا صاحب کے آخری اشتہار سے بہتر کہیں نہیں ملی۔ اور ہمیں سخت افسوس ہے کہ ایسے لائق آدمی ایسی بے ہودہ دلیلوں کی آڑ میں پناہ لیں

عیسائیوں کے نور افشاں نے پرچہ ۲۸ ستمبر ۱۸۹۴ء میں پادری جی ایل ٹھا کر اس سے نقل کیا ہے:-

کم ترین نے نور افشاں مطبوعہ ۱۔ اگست میں مضمون الہام الہی اور الہام اور وحی کے آخر میں اپنی دورانہدیشی سے یہ لکھا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جو آپ کی پیش گوئی کی تاریخ بڑھ جائے اور اگر ایسا ہوا کرے تو مسٹر آتھم کیا، جس کو چاہیں تاریخوں ہی سے مار سکتے ہیں۔ اب مرزا قادیانی نے اپنے اس اشتہار کی رو سے جس کی کیفیت سنار ہا ہوں کمترین کی دورانہدیشی کی تکمیل کردی اور ایک سال کی زیادہ تاریخ بڑھانے کے لئے مسٹر آتھم صاحب سے درخواست کی ہے۔ اگر مرزا صاحب کو سچ مچ الہام ہوا تھا تو اس الہام کی خدا کو زیادہ فکر ہونی چاہیے تھی اور لازم تھا کہ جب ہم نے اندیشہ از یاد تاریخ کا ظاہر کیا تھا تو مرزا صاحب بھی ترمیم الہام ۵ ستمبر) (۱۸۹۴ء) سے پہلے مشتہر کر دیتے لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ بہتر ہے کہ مرزا صاحب اب الہام کی عادت چھوڑ دیں اور سچے دل سے توبہ کریں۔ خداوند ایسوں کو قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہے اور ان کے مریدوں کو چاہیے کہ مرزا صاحب کی اس نئی ترمیم الہام کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ اور اب مرزا صاحب کا پیچھا چھوڑیں۔ جو کچھ ہو چکا

سوکانی ہے۔

ہندوؤں کا اخبار کوہ نور لکھتا ہے:

جیسا کہ ہم گذشتہ ہفتہ کے اخبار میں لکھ چکے ہیں، ہمیں پوری امید تھی کہ مرزا صاحب اس پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے پر ضرور کوئی نہ کوئی تاویل فرمائیں گے۔

ہمارا یہ خیال صحیح نکلا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے فتح اسلام کے نام سے ایک اشتہار شتہر کیا ہے۔ جس میں وہ ایک تازہ الہام کے بموجب یوں تاویل فرماتے ہیں۔

اب ہمیں خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے بتلایا کہ آتھم صاحب نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم و غم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی۔ یہ ایک نہایت بے ہودہ اور لچر تاویل ہے۔ اگر مرزا صاحب ملہم صادق ہوتے تو ان کو میعاد مذکور کے اندر ہی یعنی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء سے پہلے ظاہر کر دینا چاہیے تھا کہ عبداللہ آتھم نہیں مرے گا۔ اب کہ پیش گوئی غلط ثابت ہو چکی اور چاروں طرف سے لعن طعن کی بوچھاڑ ہوئی تو پھر ان کو یہ الہام ہوا جو مشتے بعد از جنگ کے مصداق ہے۔ اس، کسی قدر، کے لفظ نے اور بھی جان ڈال دی ہے۔

ایسا ہی بہت سے اخبارات میں شائع ہوا ہے، انہی معترضین کے سلسلہ میں لدھیانہ کے مسلمانوں نے مرزا قادیانی پر اشتہار ۱۶ ستمبر میں یہ اعتراض کیا ہے کہ: نئے مسیحیو! جائے غور ہے۔ خدا نے تو تمہارے مسیح کو آتھم کے رجوع حق کی اطلاع دیدی اور وہ علانیہ اپنے اقرار کفر اور تثلیث پر اپنے حال و قال اور چال سے قادیانی کی تکذیب کر رہا اور قادیانی کہتا ہے کہ نہیں یہ دل میں راجع بحق ہے۔

عیسائی، قادیانی کو اسی بات پر مفتری کہہ رہے ہیں اور آتھم اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اسی بنا پر اسلام کو عیب لگا رہے ہیں۔ یقین جانو کہ یہ اطلاع خدا نے ہرگز نہیں دی۔ قادیانی کے مرشد ابلیس علیہ اللعنة نے سبق پڑھایا ہے کہ چل بچا اب یہ پہلو پلٹ جا، جہان میں احمق بہت ہیں، پھر بھی تیرا حال خالی نہ رہے گا۔

(اور پھر قادیانی کے اس قول کو کہ اگر آتھم مر جاتا تو لوگ کہتے مرزا جادو کرنا بھی جانتا ہے، اس لئے خدا تعالیٰ نے آتھم کا دل حق کی طرف پھیر کر موت سے بچالیا، نقل کر کے اس کے جواب میں کہا ہے): چور کی داڑھی میں تنکا معلوم ہوتا ہے کہ ان پندرہ

مہینوں میں ایسی ہی کاروائیاں کی ہیں، جب کوئی عمل نہ چلا تو رجوع بحق بطور خفیہ کا ڈھکوسلہ بنا لیا۔

اس جواب کو دیکھ کر قادیانی نے اشتہار تین ہزار میں تہذیب و شرافت کے جامہ سے باہر ہو کر منشی سعد اللہ لدھیانوی کو ان الفاظ سے خطاب کیا: ہاں اے ہندو زادہ اب ثابت ہو گیا کہ ضرورتاً حلال زادہ ہے۔ ہماری اس شرط پر (کہ) کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے تکذیب نہ کرے، خوب ہی تو نے عمل کیا۔ آفریں آفرین! سچ کہہ یہ ڈھکوسلہ اب بنا لیا یا الہام میں پہلے ہی سے شرط تھی۔

اس کے جواب میں قادیانی کو اگر منشی سعد اللہ یوں کہیں: تیرے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ تو بے شک حلال زادہ ہے اور دھوکہ دینا اور روز روشن میں اپنے اتباع کی آنکھوں میں خاک ڈال کر دن کو رات بتانا تجھ پر ہی ختم ہے بے شک یہ شرط تو، تو نے پہلے ہی الہام میں رکھ لی تھی تاکہ عبداللہ آتھم کے فوت نہ ہونے پر تو خواہ مخواہ اس شرط کو متحقق بنا کر اپنی دروغ گوئی کو سچا کر لے۔ مگر اگر تو حلال زادہ ہے تو یہ بتا اور سچ کہہ کہ اس شرط کا تحقق میعاد گذر جانے سے پہلے ہوا تھا یا پیچھے؟ اگر پہلے ہوا تھا تو، تو نے اس کا اظہار پہلے ہی کیا تھا اور ۵ تاریخ ستمبر سے پہلے کسی ایک آدمی کو کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ شرط عدم وفات وقوع میں آگئی ہے۔ اس لئے اب موت عبداللہ آتھم بھی وقوع میں نہ آئے گی۔ بلکہ برخلاف اس کے پانچ تاریخ ستمبر کی شام تک تو موت کا منتظر رہا۔ اور تو اور تمام تیرے پیرو حاضرین قادیان اس امر کے منتظر رہے کہ اب موت کی تاریخ آتی ہے اور آج آفتاب غروب نہ ہوگا جب تک آتھم مرنے جائے گا۔ مگر شام کے قریب اس مضمون کا تاریخ پانچ گیا کہ آتھم زندہ ہے۔ تب تو نے یہ ڈھکوسلہ لوگوں کو سنایا۔ اب اگر تو حلال زادہ ہے تو کچھ شرم کر کے کہہ کہ ڈھکوسلہ اب بنایا گیا ہے یا پہلے سے الہام میں درج تھا۔ ارے احق! الہام میں صرف شرط درج تھی، نہ اس کا وقوع۔ اور یہ ڈھکوسلہ عدم وقوع شرط موت انقضائے مدت موت کے بعد بنایا گیا تھا، نہ قبل ازاں۔

تو معلوم نہیں قادیانی صاحب اس کا کیا جواب دیں گے۔ اس جواب کے طالب و منتظر سعدی لودھانوی ہی نہیں ہیں بلکہ سب لوگ مسلمان، ہندو، عیسائی وغیرہ ہیں جو قادیانی کے اس عذر کو بعد از وقت سمجھتے ہیں اور اس کو ڈھکوسلہ قرار دے چکے ہیں۔ امید ہے آپ ان سب کے جواب میں یہی کہیں گے کہ تم سب حرام زادے ہو۔ چنانچہ آپ اپنے متعدد اشتہارات میں کہہ چکے ہیں۔ مگر از روئے انصاف یہ اس سوال کا جواب

نہیں ہے۔ گالیاں آپ ایک نہیں ہزار دے لیں، مگر اس کے ساتھ اس سوال کا جواب ضرور دیں۔ بلکہ اگر آپ کو یہ الہام میعاد گذر جانے سے پہلے ہو چکا تھا کہ آتھم دل سے مسلمان ہو گیا تھا اس لئے نہیں مرے گا، تو آپ نے اس کو میعاد گذر نے سے پہلے کیوں شائع نہ کیا؟ اس کا شیوع نہ ہو سکا تھا، نہ سہمی، اپنے خاص لوگوں کو (جو تا ریخ اخیر کے قریب آپ سے ملے اور قادیان میں حاضر تھے اور وہ آپ سے مستفسر ہوئے تھے کہ آتھم کی موت ہوگی یا اس میں کوئی تاویل ہوگی) کہا ہوتا کہ وہ دل سے مسلمان ہو گیا ہے لہذا اب اس کی موت کا وقوع نہ ہوگا۔

قادیانی کے اپنے جملہ مخالفین عیسائیوں، ہندوؤں، مسلمانوں و از انجملہ شیخ سعد اللہ دہانوی کو حلال زادہ کہنے پر ہم قادیانی کو کوئی الزام نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بدزبانی و دشنام دہی اس کی طینت کا ایک جزء ہے۔ براہین احمدیہ میں اس نے اس طینت کا اظہار کیا تو ہم نے ریویو براہین احمدیہ میں اس کو اس بدگوئی سے روکا۔ مگر چونکہ اپنی طینت کوئی شخص نہیں بدل سکتا، لہذا اس روکنے کا اثر برعکس یہ نکلا کہ رسالہ شحہ حق کے صفحہ ۱۹ میں اس نے اپنے مخالفین کو ایسی گالیاں دیں جیسے بازاری لوگ آپس میں دیا کرتے ہیں۔ اور جب سے آپ مسیح موعود بنے ہیں تب سے حرامی، حرام زادہ، بے ایمان تو آپ کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔

ہم نے ایک خاص دخل یاب بارگاہ قادیانی سے سنا ہے کہ وہ اپنے اتباع کو ان گالیوں کا یہ فائدہ سنا تا رہتا ہے کہ یہ داروئے تلخ یا ایک مسہل کا نسخہ ہے جس سے ان لوگوں کے دل کے بخار نکل آتے ہیں، جن کو یہ گالیاں دی جاتی ہیں۔ اگر مرزائی اکابرین کو بھی مرزا قادیانی نے یہ فائدہ سنا کر ان گالیوں کے سننے پر خوش اور اپنا تابع یا حامی کر رکھا ہے تو وہ اپنے خداداد فہم اور ایمان سے کام لے کر یہ خیال فرمائیں کہ اس نسخہ کو قادیانی نے رجسٹری تو نہیں کرایا ہوا کہ اور کوئی اس کو استعمال میں نہ لاسکے، بلکہ یہ تو ایسا عام نسخہ ہے کہ ہر کوئی اس کو استعمال میں لاسکتا ہے۔ دور نہ جائیے اپنے مخاطب خاص شیخ سعد اللہ ہی کو دیکھ لیجئے۔ مرزا قادیانی نے ان کے حق میں یہ نسخہ استعمال کیا اور ان کو ان الفاظ سے یاد کیا تو انہوں نے اپنی نظم ملحقہ مضمون حملہ آسمانی دربارہ شکست قادیانی میں (جو مایہ کوئلہ کے مسلمانوں کی طرف سے شائع ہوا ہے) اس کو بھی حلال زادہ بنایا ہے اور ایک تاریخی ثبوت اس امر کا دے دیا ہے۔ اب فرمائیے کہ اس نسخہ کا فائدہ قادیانی تک کہاں محدود و مخصوص رہا۔ اب لوگ یہ بات مرزا قادیانی کو کہیں اور اگر آپ لوگوں کی اس نصیحت پر بھی وہ گالی گلوچ سے باز نہ آوے تو آپ لوگ اس سے اپنا

تعلق قطع کریں۔

شیخ سعد اللہ کو جوان مردی کے ساتھ مشرف باسلام ہونے اور اپنے ہندو راجپوت ماں باپ زوجہ وغیرہ اقرباء کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونے پر قادیانی کا اس کو ہندو زادہ کہنا بھی ان اصحاب اور دیگر اہل انصاف کے نوٹس لینے کے لائق ہے۔

تائید عذر رسوم میں جو خامساً قادیانی نے کہا ہے کہ اگر آتھم مرجاتا تو اس نشان کو دیکھ کر ہمارے پاک اور شریفوں کی جماعت میں ناپاک اور کمینہ لوگ داخل ہو جاتے۔ یہ عجیب مکر ہے جس سے اس کے دجال ہونے کا پورا ثبوت ملتا ہے جس پر درویش دلیلیں ہیں

اول۔ یہ کہ جو مذہب خدا کی طرف سے ہو وہ دریا کے مثل ہونا چاہیے کہ اس میں ناپاک داخل ہو کر پاک ہو جائیں اور جو مذہب ناپاک کے چھونے سے ناپاک ہو جائے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔ قادیانی کا مذہب اور جماعت اگر ایسی ہے کہ ناپاکوں کے ملنے سے ناپاک ہو جاتی ہے، تو وہ قادیانی کے اپنے اقبال سے خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ پھر قادیانی کا ایسے مذہب کو خدا کی طرف سے ٹھہرانا اور لوگوں کو اس کی طرف بلانا دجالیت نہیں تو پھر دجالیت کس کا نام ہے؟

دوسری دلیل یہ کہ اگر شرافت اور کمینگی سے آپکی مراد دنیاوی اصطلاح کی شرافت و کمینگی ہے جس میں بعض قوموں اور بعض پیشوں کی نظر سے لوگوں کو شریف یا کمینہ سمجھا جاتا ہے، تو مرزا قادیانی کا اپنی جماعت کو شریف کہنا ایک دھوکہ ہے۔ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اور شرم و حیا سے کام لے کر فرماویں کہ کیا ان کی جماعت میں ایسی اقوام اور پیشوں کے لوگ داخل نہیں؟ آپ اس سے انکار کریں گے تو ہم بشرط اجازت و در خواست آپ کے ان لوگوں کی فہرست شائع کریں گے جو ان اقوام اور پیشوں کے لوگ آپ کی جماعت کے رکن رکین اور آپ کے دستور یار و ہمین ہیں۔

اگر شرافت سے خدا و رسول و دین و اسلام کی اصطلاح میں شرافت و کمینگی مراد ہے (انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم) جس کی رو سے شریف وہ ہے جو متقی و پرہیزگار ہے اور کمینہ وہ جو بدکار ہے، تو بھی قادیانی کا اپنی جماعت کو شریف کہنا صریح جھوٹ ہے۔ وہ اپنے گھر کی خبر لے کر اور اپنی جماعت کے حالات ٹٹول کر یہ بتا

دیں کہ کیا ان کی جماعت کے اکثر لوگ (قطع نظر ان عقائد باطلہ کفریہ کے جو آپ نے ان کو سکھائے ہیں) عام اصول اخلاق کی نظر سے بد معاش و بد کردار نہیں ہیں؟ کیا ان کے بعض خواص جھوٹ نہیں بولتے؟ زنا، شراب و مال مردم خوری، دعا بازی سے متہم نہیں ہیں؟ اس سے انکار کریں گے تو ہم بشرط درخواست و اجازت ایسے لوگوں کی فہرست شائع کریں گے جن کے جھوٹ بولنے پر تحریری شہادتیں موجود ہیں۔ اور تو برکنار رہے خود بدولت پر سیڈنٹ جماعت جھوٹ بولنے میں ایسے یکتا ہیں کہ دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ علیٰ ہذا القیاس ان کے خلیفہ اول (بھیروی)، دوم (امروہی)، سوم و چہارم و پنجم (سیالکوٹی) اس جھوٹ بولنے میں ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ بعض لوگ بیگانی عورتوں کے اغوا کے جرم میں متہم ہو کر عدالت میں جا چکے ہیں۔ بعض لوگ اسلامی انجمنوں کے وکیل بن کر وصولی چندہ کے لئے باہر جاتے ہیں تو اس مال کو زنا میں خرچ کرتے ہیں اور اس سے شرابیں پیتے ہیں۔ ایک بڑے خلیفہ قادیانی ان کی تصانیف ہر وقت بغل میں رکھتے ہیں، جو ان عورتوں کو پڑھاتے پڑھاتے ان سے مبتلا و متہم ہو گئے۔ ان کی بھابھ نے دیکھ کر ان کو منع کیا تو اس کو ایسا ضرب شدید سے مارا کہ وہ قریب بہلاکت پہنچ گئی۔ جب اس کے شوہر سے خوف نالش ہوا تو اسے پیسے دے کر راضی کیا۔ وہ بے چارہ اپنی غربی کے سبب اس سے راضی ہو گیا۔ اس قسم کی کاروائیاں اس جماعت میں اور بہت ہیں، جن کی تفصیل آپ کی درخواست پر ہوگی۔ اس بیان سے ہمارا مقصود کسی پر ذاتی حملہ نہیں ہے، اور نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کسی کا نام نہیں لیا، بلکہ اس سے مقصود عام لوگوں کی اصلاح ہے اور اس امر کا اظہار ہے اور ہوگا کہ یہ جماعت بلحاظ اخلاق اکثر ممبران و ارکان ایسی ناپاک جماعت ہے کہ اس سے ہر ایک مسلمان کو بچنا اور اس سے الگ رہنا ضروریات ایمان و اسلام سے ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ ان دلائل سے ثابت ہے کہ مرزا کا دعویٰ: عبد اللہ آتھم اس لئے نہیں مرا کہ اس کو دیکھ کر عام لوگ آپ کی شریف جماعت میں داخل نہ ہوں، ایک مکر ہے اور وہ کسی معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔ دنیاوی شرافت کا ادعا ہے تو وہ اکثر حصہ جماعت سے مفقود ہے اور اگر اخلاقی شرافت کا دعویٰ ہے تو بھی اکثر سے مفقود ہے۔

عذر سوم کی تائید میں جو سادہ سادہ آپ نے کہا ہے کہ: معجزات انبیاء بھی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عام فہم

نہ ہوں، اور ان کو دیکھ کر عام لوگ جن میں رضيع و کمینہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، داخل اتباع نہ ہوں۔
 اس میں آپ نے اپنے مخفی کفر کا اظہار کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ کسی عام فہم معجزہ (آنحضرت ﷺ کے شق القمر، حضرت موسیٰ کے من و سلویٰ، فلق حجر، ید بیضاء، عصا کے سانپ ہونے اور حضرت صالح کی ناقہ اور حضرت ابراہیم پر آگ سرد ہو جانے و امثال ذالک) کے دل سے قائل نہیں، کیونکہ یہ معجزات ایسے عام فہم ہیں کہ ان کو عوام سمجھ سکتے ہیں اور سمجھ گئے، اور صد ہا عوام ان معجزات انبیاء کو دیکھ کر تابع انبیاء ہو گئے جن کو آپ جیسے متکبرین کمینہ سمجھتے رہے اور ان کی نظر سے انبیاء کو کہتے رہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تیرے پیرو وہی لوگ ہیں جو ہمارے بادی الرائے میں کمینہ ہیں و ما نراک اتبعک الا الذین ہم ارا ذلنا بادی الرائے اور انبیاء جواب میں یہ کہتے رہے کہ ہم ان لوگوں کے حق میں جن کو تم حقیر جانتے ہو نہیں کہتے کہ خدا ان کو نیکی و ایمان و ثواب نہ دے گا و لا اقول للذین تزدری اعینکم یؤتیہم اللہ خیراً صحیح بخاری میں ان کی نسبت ابن عباسؓ کی تقریر سے ثابت ہے کہ انبیاء کے پیرو (ابتداء میں) وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو لوگ کمینہ سمجھتے ہیں اشرف الناس اتبعوه ام ضعفاء ہم فذکر ت ان ضعفاء ہم اتبعوه و کذا لک اتباع الرسل - بخاری - مگر آپ (قادیانی) کے اس قول سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک یہ معجزات عام فہم اپنے ظاہری معنی سے وقوع میں نہیں آئے۔ ان کے بھی آپ کے نزدیک کوئی تاویلی و تحریفی معنی ہیں جیسا کہ معجزات مسیح احیا موتی و خلق طیور، ابراء ابرص و اکمہ کے تحریفی معنی آپ نے بیان کئے ہیں۔ اور اس قول سے آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ شق القمر کے ثبوت میں جو آپ نے سرمہ چشم آرہے میں دلائل لکھے ہیں، ان پر آپ کا دلی یقین و ایمان نہیں ہے۔ وہ تقریریں و دلیلیں آپ نے منافقانہ طور پر اپنے دلی اعتقاد کے برخلاف صرف میدان مناظرہ جیتنے کو بیان کئے ہیں۔ دل سے آپ معجزہ شق القمر کو (جس کو عام لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں) نہیں مانتے اور جو عام لوگ ایسے ظاہر ہر معجزات کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے ان کو آپ مسلمانوں میں داخل ہونے کے لائق نہیں سمجھتے۔ آپ کے نزدیک پیغمبر خدا ﷺ نے غلطی کی (معاذ اللہ - نقل کفر نباشد) کہ ایسے عام لوگوں (بلال، صہیب عمار وغیرہ) کو مسلمانوں میں شمار کر لیا۔ بلکہ آپ کے نزدیک خود خدا تعالیٰ نے غلطی کی (تعالی اللہ عما یقول الظالمون) عام فہم معجزات انبیاء کے ہاتھ پر ظاہر کئے جن کو دیکھ کر عام لوگ داخل اسلام ہو گئے۔

قادیانی نے معجزہ کے عام فہم نہ ہونے کی ضرورت پر ایک دلیل قائم کی ہے جس میں نادان مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ہم اس دلیل کا جواب دے کر اس دھوکہ کو اٹھانا اور ان مسلمانوں کو اس کے دام سے نکالنا چاہتے ہیں۔ و با لله التوفیق

اس کی دلیل یہ ہے کہ معجزہ ایسا عام فہم ہو تو پھر ایمان بالغیب نہیں رہتا۔ ایسا بدیہی امر مشاہدہ میں آگیا تو ایمان بالغیب کہاں رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک معجزہ کے سمجھ میں آجانے اور بدیہی ہونے سے اور اس کا مشاہدہ ہو جانے سے وہ تمام امور غیبیہ جن پر ایمان بالغیب مطلوب ہوتا ہے (جیسے خدا کی ذات و صفات دوزخ و بہشت اور ان کے احوال و احوال اور حساب و کتاب) سب کے سب ظاہر عیاں نہیں ہو جاتے اور مشاہدہ میں نہیں آجاتے۔ ایمان کو جو بالغیب کہا گیا ہے تو انہی امور کی نسبت کہا گیا ہے جو معجزہ دیکھنے کے بعد بھی غیب ہی رہتے ہیں۔ معجزہ میں جو امر مشاہدہ کرایا جاتا ہے وہ ایک ایسا امر ہے جو ان امور غیبیہ سے جداگانہ ہوتا ہے اور اس کو انہی امور غیبیہ پر ایمان لانے اور یقین دلانے کیلئے مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اس کا مشاہدہ ہونے سے وہ سب امور غیبیہ مشاہدہ میں نہیں آجاتے۔

تائید عذر سوم میں سابقاً قادیانی نے ان مسلمانوں کو جو اس کو شکست یافتہ کہہ چکے ہیں، نیم عیسائی کہہ کر ان پر لے دے کی ہے۔ اس کا جواب تو اس کے قول ہشتم کے جواب کے ضمن میں ایک مستقل مضمون، حرامزادہ، میں دیا جائے گا۔ اس مقام میں اس کی دلیل کا مغالطہ ظاہر کیا جاتا ہے جو اس قول ہفتم میں اس نے بیان کی ہے۔ وہ دلیل یہ ہے کہ اگرچہ میں تمہارے نزدیک کافر و مرتد تھا، مگر عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت کا مدعی بنا تھا۔ اور اسی اسلام کی تصدیق و تائید میں وہ پیشگوئی کی تھی، اس میں مجھے تم نے جھوٹا کہا تو گویا اسلام کو جھوٹا کہا۔ پھر اس کی تمثیل میں یہ مثال بیان کی کہ اگرچہ ہوا چہرہ ایسا چہرہ اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے تو خدا اس کے چوہڑے ہونے کو نہ دیکھے گا بلکہ اس کی جانب اسلامی کا لحاظ کر کے عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کو فتح دے گا، اسکے چوہڑے ہونے کے لحاظ سے عیسائیوں کو فتح نہ دے گا۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ بے شک تیرا دعویٰ اظہار حمایت اسلام کا تھا اور یہ پیشگوئی بھی بظاہر

اسلام کی تائید کیلئے تو نے پیش کی ہے مگر درحقیقت نہ تیرا دعویٰ حمایت اسلام سچا اور مطابق واقع تھا اور نہ اس پیش گوئی سے اس اسلام کی تائید تجھے مد نظر تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں اور مسلمان اس کو اسلام سمجھتے ہیں، بلکہ جس اسلام کا تو مدعی ہے وہ اسلام کفر کے برابر ہے، جس میں خدا کی صفات سے انکار، رسول پر نزول ملائکہ وحی سے انکار، معجزات انبیاء سے انکار، اعتقادات اسلامی سے انکار ہے۔ اسی خانہ ساز اسلام کی تائید اور تصدیق کیلئے تو نے پیش گوئی کی تھی۔ لہذا اس میں تجھے جھوٹا کہنا اسلام کو جھوٹا کہنا نہ ہوا۔ بلکہ اس کفر کو جھوٹا کہنا ہوا جس کو تو اسلام کے نام سے دنیا میں پھیلا نا اور ٹیٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا ہے۔ اس سے تیری تمثیل کا جواب ادا ہوا۔

اب مزید تشریح کیلئے اس کا جواب ترکی بترکی دیا جاتا ہے کہ اگر چہ ہڑایا چمار بظاہر اسلام کا نام لے کر عیسائیوں کا یا اور کسی کا مقابلہ کرے اور درحقیقت وہ اس ذریعہ سے اپنے دین لال بیگی کو مدد پہنچانا چاہتا ہو اور اس کا مقصود یہ ہو کہ اسلام کا نام سن کر لوگ میرے دام میں آجائیں گے، تو میں ان کو لال بیگی بناؤں گا۔ تو خدا تعالیٰ جو دل کے بھید جانتا ہے اور الفاظ اور ظاہری بیان پر کسی کا دھوکہ نہیں کھاتا، اس کو اس مقابلہ میں (گو عیسائیوں یا اور مخالفین اسلام سے ہو) ذلیل کرے گا، ہرگز ہرگز فتح یاب نہ کرے گا اور ساتھ ہی اس کے اسکے مقابلہ میں مخالفین اسلام کو بھی ذلیل کریگا، جیسا کہ قادیانی کے مباحثہ میں ہوا۔ قادیانی کو بھی خدا نے ذلیل کیا اور عیسائیوں کو بھی، جن سے اس مباحثہ میں کچھ بن نہ پڑا (ہمارا رپو ب مباحثہ دیکھو اور فریقین کی ذلت کا معائنہ و مشاہدہ کرو۔ محمد حسین)

تائید عذر سوم میں جو تاسعاً اس نے اپنے دام سے نکلنے والوں کو دھمکی دی ہے وہ فضول یا تحصیل حاصل ہے جو لوگ اس کے دام میں ایسے پھنس چکے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی دن کو رات کہے تو وہ لوگ ستارے دکھانے کو تیار ہو جاتے ہیں وہ تو اس کے دام سے نکلنے کے نہیں جب تک کہ اس کی پوری کساد بازاری نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ دھوکہ میں آکر اس کے دام میں پھنس گئے تھے، ان میں سے بہت سے نکل گئے اور اب اس کو جھوٹا اور بے حیا کہتے ہیں۔ اور رہے سہے آئندہ وقتاً فوقتاً نکلنے جاویں گے۔ جوں جوں اس کی دھوکہ بازیاں حیلہ سازیاں دیکھیں گے۔ لہذا اس کی یہ دھمکی اس فریق کے حق میں فضول اور لاج حاصل ہے اور پہلے فریق کے حق میں تحصیل حاصل۔

اشتہار ایک ہزار مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء اور رسالہ انوار ۲۱ صفحہ ۱ کے بعد قادیانی نے تین مزید اشتہار (ایک

دو ہزار کا، ایک تین ہزار کا، ایک چار ہزار کا) شائع کئے ہیں۔ اور رسالہ انوار ۲۱ صفحہ کو بڑھا کر ۵۲ صفحہ میں دوبارہ شائع کیا۔ ان سب اشتہارات و رسالہ مکررہ میں جوئی باتیں اصل مقاصد اشتہار ایک ہزار و رسالہ اول کے متعلق قادیانی نے کہی ہیں، ان کے جوابات ہم ادا کر چکے ہیں۔ یہاں بعض زائد باتوں کا جواب دیا جاتا ہے اور بعض باتوں کو صرف ناظرین کی توجہ و انصاف کیلئے ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ باتیں محتاج و متقاضی جواب نہیں صرف ناظرین کی توجہ چاہتی ہیں۔

از انجملہ یہ کہ اس اشتہار کے صفحہ ۴ میں آپ نے مسٹر آتھم کے اس خط اور عہد (جو قادیانی کے رسالہ جیتہ اردو سے اشاعت السنۃ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۴۴ منقول ہے، کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ اگر قادیانی کوئی نشان دکھائے گا تو میں جہاں تک ہو سکے گا اپنی غلطی کی اصلاح کرونگا اور مسلمان ہو جاؤں گا) کو ذکر کر کے اس سے ایک عمدہ نتیجہ نکالا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس خط سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ (عبداللہ آتھم) ہرگز تثلیث اور مسیح کے خون اور کفارہ پر مطمئن نہیں کیونکہ ایسا شخص جو اپنے مسیحی عقائد پر دل سے مطمئن ہو وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لاسکتا کہ بعض نشانوں کے دیکھنے سے ان عقائد کو ترک کر دے گا۔

قادیانی کے اس نتیجہ سے دو نتیجے بطور خاص نکلتے ہیں۔ اول یہ کہ قادیانی کو عقائد اسلامی پر اطمینان نہیں ولہذا وہ درحقیقت مسلمان نہیں کیونکہ یہی بات جس سے قادیانی نے آتھم کا عقائد مذہب عیسائی پر بے اطمینان ہونا نکالا ہے قادیانی خود اپنے منہ سے کہہ چکا ہے کہ: اگر عیسائی اس کو بالمقابلہ نشان آسمانی دکھائیں گے تو وہ مذہب اسلام ترک کر کے عیسائی ہو جائے گا۔

اس کا یہ اقرار اسی رسالہ جیتہ سے اسی نمبر ۹ جلد ۱۵۔ اشاعت السنۃ کے صفحہ ۲۴۳ میں منقول ہے۔ لہذا از روئے انصاف قادیانی کے اس اقرار سے بھی وہی نتیجہ نکالنا لازم ہے، جو اس نے آتھم کے عہد و اقرار سے نکالا ہے، کہ قادیانی اسلامی عقائد پر مطمئن نہیں ہے کیونکہ (بقول قادیانی) جو شخص اپنے سچے عقائد پر دل سے مطمئن ہوتا ہے وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لاسکتا کہ میں بعض نشانوں کے دیکھنے سے اپنے ان عقائد کو ترک کر دوں گا اگر یہ نتیجہ لازمی ہے تو اس سے وہ ہمارا دعویٰ کہ: قادیانی زندیق، دہریہ ہے اور وہ درحقیقت اسلام بلکہ کسی اور مذہب آسمانی کا قائل و پابند و مصدق نہیں ہے۔ اور وہ اسلام کے دعویٰ اور اس کی زبانی تائید سے

صرف مسلمانوں کو دام میں لانا اور ان کا مال لوٹ کر کھانا چاہتا ہے،، ثابت و مدلل و مبرہن ہوا۔

دوسرا نتیجہ اس کے نتیجہ سے یہ نکلتا ہے کہ قادیانی کی پیش گوئی موت آتھم نے آتھم پر کوئی اثر نہیں کیا اور وہ عقائد مذہب عیسائی میں اس کی پیشگوئی سے ڈر کر مذہب یا منزل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ پہلے ہی سے ان عقائد میں متزلزل تھا۔ چنانچہ قادیانی نے اس نتیجہ و بیان میں تسلیم کیا ہے اور اس کے سیا لکوٹی مریدوں نے بھی اس اشتہار مطبوعہ پنجاب پریس سیا لکوٹی میں جنور افشان ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے مندرجہ نوٹس عیسائیوں کے جواب میں انہوں نے شائع کیا ہے، اس کو تسلیم کیا ہے۔

تیسرا نتیجہ اس نتیجہ سے یہ نکلتا ہے کہ اب جو قادیانی اشتہارات میں یہ کہہ رہا ہے کہ: آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر عیسائی عقائد میں متزلزل ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ڈرتا تو قسم کھا کر کہہ دے کہ میں درحقیقت مسیح کی اہنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہوں اور اس میں کبھی ایک ذرہ متزلزل نہیں ہوا۔ اور اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو مجھے ذلت کے ساتھ ایک سال کے اندر موت آوے،

یہ محض قادیانی کی دھوکہ دہی ہے۔ ورنہ اسے بشہادت اس نتیجہ کے جو اس نے آتھم کے خط اور عہد سے نکالا ہے، خوب یقین ہے کہ آتھم پہلے ہی سے ان عقائد میں متزلزل ہے اور اس پر میری پیشگوئی کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور آتھم کا قسم کھانے پر مستعد نہ ہونا بھی اسی وجہ سے ہے کہ پہلے ہی سے متزلزل ہے اور اس تزلزل کی وجہ سے وہ کبھی قسم نہ کھائے گا۔ خواہ کتنے ہزار کا اشتہار دیا جاوے۔ مگر میرے احمق مرید اس بات کو نہیں سمجھتے اور نہ سمجھیں گے۔ چلو ان کو اسی دام میں لاؤ کہ وہ پیشگوئی کے اثر سے اپنے عقائد میں متزلزل ہو گیا ہے، اسی وجہ سے قسم نہیں کھاتا۔ اور اس پر ہزاروں کے اشتہار جاری کرتے جاؤ۔ دینی تو کوڑی بھی نہیں پڑے گی۔

قادیانی کے دام افتادہ واقعی ایسی عقل کے آدمی ہیں کہ وہ قادیانی کے اس فریب کو نہیں سمجھتے۔ باوجود دیکھ اس کی تحریرات و اشتہارات میں اس کا اعتراف پڑھ چکے ہیں کہ وہ پہلے ہی سے عقائد عیسائی میں متزلزل تھا۔ پھر اتنا نہیں سوچتے کہ پھر اس پیش گوئی کا اس پر اس کا اثر کیا ہوا۔ نہیں ہوا تو پھر کیوں ہزاروں کے اشتہار دے کر اس پر زور دیا جاتا ہے کہ تم قسم کھاؤ کہ میں کبھی تثلیث الوہیت و اہنیت کے اعتقاد میں ایک ذرہ متزلزل نہیں ہوا۔

وازا نجلہ یہ ہے کہ جو اس اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۰ میں بجواب اعتراض: اگر پادری رائٹ کے مر جانے سے ڈاکٹر کلارک ہاویہ میں پڑ گیا ہے تو پھر کیا آپ کے کئی مریدوں کے عیسائی ہونے سے آپ ہاویہ میں نہ پڑے۔

مرزا غلام احمد نے کہا ہے کہ: وہ لوگ منافقانہ طور پر سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے تھے ان لوگوں کا بد چلن ہونا معلوم کر کے میں نے انکو اپنے مکان سے نکال دیا اور بیعت کے سلسلہ سے خارج کر دیا تھا۔
پھر کہا کہ قادیان میں آؤ اور اس کا ثبوت لو۔۔۔

اور کیسا آسان طریق ثبوت کا بتایا ہے کہ معترض دہلی میں رہتا ہو تو ثبوت لینے قادیان میں آوے۔ پھر آپ اس کے سامنے اپنے مریدوں اور خادموں سے کہلوادیں گے کہ ہاں واقعی اس کو مکان سے نکالا گیا تھا۔ اے صاحب! اپنے اس ثبوت کی جگہ بذریعہ اشتہار (جو آپ کا رات دن کا شعار اور ہر وقت کا ہتھیار ہے) کیوں شائع نہ کر دیا کہ فلاں فلاں بد چلن ہیں، منافقانہ طور پر بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اب ہم نے ان کا بد چلن ہونا معلوم کر کے سلسلہ بیعت سے خارج کر دیا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے لائق بیٹے کو عاق کرنا، اور عاجزہ اور عمر رسیدہ بیوی کو طلاق دینا صرف اس قدر گناہ کے بدلے کہ وہ آپ کی خیالی زوجہ دختر احمد بیگ کا دوسرے سے نکاح ہو جانے پر راضی و مساعی تھے، بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا تھا۔ اور کئی بار اپنی زوجہ کا حاملہ ہونا مشتہر کر دیا جو عام رسم شرافت کے خلاف ہے۔

وازا نجلہ یہ ہے کہ قادیانی نے اسی اشتہار کے صفحہ ۶ میں کسی کا اعتراض:

آئندہ قسم کھا جانے پر آتھم کی موت کیلئے ایک سال کی میعاد کیا ضرورت تھی؟

نقل کر کے اس کے جواب میں ایک بات یہ کہی ہے کہ یہ میعاد الہام سے مقرر ہو چکی ہے، اس میں چون و چرا کرنا نہایت بے جا اور گستاخی ہے۔ پھر صفحہ ۷ میں دوسری بات یہ کہی ہے کہ اگر آتھم یہ اقرار کر لیں کہ مسیح ابن اللہ انہیں ایک سال تک نہیں بچا سکتا ہے تو ہم اس اقرار کے بعد تین ہی دن منظور کر لیں گے۔ یہ دوسری بات مرزا قادیانی نے اشتہار دو ہزار میں بھی صفحہ ۴ لکھی ہے۔

ناظرین! یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی مکذب ہیں۔ پہلی بات میں صاف تصریح ہے کہ یہ تحدید

تعمین الہامی ہے، اس میں تبدیلی ممکن نہیں بلکہ تبدیلی کی درخواست کرنا گستاخی ہے، لہذا وہ دوسری بات کی مذب ہے۔ اور صاف بتاتی ہے کہ ایک سال کی جگہ تین دن مقرر کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری بات میں مرزا قادیانی نے جو اس تبدیلی کا وعدہ کیا ہے تو اس میں جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا ہے۔ اس میں صاف کہا گیا ہے کہ آہٹم کے اقرار مذکور پر اس میعاد یک سال کا تین دن سے بدل جانا ممکن ہے اور اس تبدیلی کیلئے مرزا قادیانی کو اختیار حاصل ہے۔ لہذا وہ پہلی بات کی مذب ہے اور صاف بتاتی ہے کہ وہ تحدید و تعین الہامی نہیں ہے۔ الہامی ہوتی تو اس میں تبدیلی ممکن نہ ہوتی۔ اور یہ تعارض و مخالف دونوں باتوں کا اس بات پر دلیل ہے کہ ان میں الہام کا دخل نہیں ہے۔

پہلی بات کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات آپ کی وہ شخص مان لے گا جو آپ کو ملہم اور آپ کی اس تحدید میعاد کو الہامی مان چکا ہو۔ ایسا شخص آپ پر اعتراض ہی کیوں کرے گا؟ اور جو معترض ہو وہ تو آپ کو ملہم اور آپ کی کلام کو الہام نہیں مانتا، بلکہ آپ کو دجال کذاب اور آپ کے الہام کو شیطانی جان کر یہ اعتراض کرتا ہے۔ پھر کیا اس کے جواب میں آپ کا اس بات کو پیش کرنا صحیح ہے؟ ہرگز نہیں، آپ میں کچھ بھی شرم ہوتی تو اس کے جواب میں آپ کی طرف سے یہ بات پیش نہ کی جاتی۔

دوسری بات سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ قسم کھانے والے کی تحدید میعاد ایک سال کی حتمی نہیں ہے، اس کا بدل دینا آپ کے اختیار میں ہے۔ اس سے ہم کو حق پیدا ہو گیا ہے کہ جو قسم ہم آپ کی درخواست پر کھانا چاہتے ہیں اس کی میعاد سزا بصورت ناراستی تین دن ہی مقرر کرادیں۔

وازا نجلہ یہ ہے کہ اسی اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۲۱ میں قادیانی نے دعویٰ: خوف اور ایمان لانے کے وقت کافروں سے دنیوی عذاب ٹل جایا کرتا ہے، پیش کر کے اس کی تمثیل و تائید میں قریب الغرق کشتیوں کے دعا و عاجزی سے بچ جانے اور مکہ کے کافروں سے عذاب جھوٹے وعدہ ایمان پڑل جانے کو ذکر کر کے اس پر ہم سے حلفی شہادت کی درخواست کی ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قریب الغرق کشتی والے کافروں سے غرق ہونے کا عذاب اور مکہ والے کافروں سے قحط کا عذاب بے شک تضرع و وعدہ ایمان سے ٹلا یا گیا، مگر یہ عذاب قطعی موعود نہ تھا۔ لہذا ایسے نظائر کو قادیانی کا پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ اور جو عذاب خدا کی

طرف سے قطعی موعود ہوا ہے اور اس میں ہلاکت کا وعدہ دیا گیا گیا ہے وہ کبھی نہیں ٹلا۔ اس پر ہم قسم کھانے کو حاضر و مستعد ہیں۔ مگر پہلے قادیانی وعدہ کرے کہ در صورت ہماری قسم کے ناراست ہونے کے، جو اثر اس کا ہم پر پڑے گا وہ تین ہی دن میں ظاہر ہوگا جیسا کہ قادیانی نے آتھم سے بھی وہ وعدہ کیا ہے۔ اور قادیانی یہ بھی بتا دے کہ دعا کا اثر کیا ہوگا، اور وعدہ کرے کہ در صورت ظاہر نہ ہونے اس اثر کے وہ ہماری تجویز کردہ سزا کو منظور کرے گا۔ اس منظوری کے بعد ہم اس کیلئے سزا مناسب تجویز کریں گے۔

وازا جملہ یہ ہے کہ اسی اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۲-۱۵ میں اور نیز اشتہار چار ہزار کے صفحہ ۱-۲ میں قادیانی نے اپنے مخلص مریدوں کی رائے: از روئے انصاف قسم کھانا عبد اللہ آتھم پر واجب نہیں، کے جواب میں کہا ہے کہ ایام پیشگوئی میں ڈر جانے کا آتھم نے اقرار کیا ہے۔ اس میں اس کو عذر ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ ڈر جانا پیشگوئی کے اثر سے نہ تھا، بلکہ تمہارے فرستادہ قاتلوں سے تھا جنہوں نے کئی دفعہ مجھ پر حملہ کیا۔ لہذا اس کا بار ثبوت آتھم پر ہے کہ وہ پیشگوئی سے نہیں ڈرا، بلکہ قاتلوں سے ڈرا ہے۔ جیسے اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت بے جا کرتا ہوا پکڑا جائے اور وہ اس امر کا اقراری ہو جاوے کہ میں اس گھر میں بلا اجازت داخل ہوا، مگر اس کے ساتھ یہ عذر کرے کہ میں صرف ہتھ پینے کیلئے آگ لینے گیا تھا تو وہ صرف اتنی بات کہہ دینے سے جرم مداخلت سے بری نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس پر اس بات کا بار ثبوت ہے کہ وہ چور نہیں، بدچلن نہیں صرف آگ لینے گیا تھا، نہ کسی اور بدنیت سے۔ اس بات کو کسی جج یا بیروٹری سے پوچھو گے تو یہی قانونی جواب پاؤ گے۔

ناظرین! یہاں قادیانی نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ مسلمان، پھر مہدی موعود، مسیح مسعود، مجدد و محدث وغیرہ کہلا کر اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے صرف قانونی شہادت کو پیش کیا اور جج و بیروٹری کا حوالہ دیا، کسی آیت قرآن یا حدیث یا قول مذہب کو پیش نہ کیا جس سے اس کا دعویٰ ثابت ہوتا کہ آتھم اس کی پیشگوئی سے ڈر گیا تھا۔ اسلام میں تو بار ثبوت مدعی پر ہوتا ہے، نہ مدعا علیہ پر۔ جو لوگ اس کو مسلمان اور مسیح مہدی سمجھتے ہیں ان پر افسوس ہے کہ وہ اس کی ایسی باتوں پر بھی اس کو شرمندہ نہیں کرتے اور اس کو فریبی جان کر اس سے دست بردار نہیں ہوتے۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ مہدی مسیح ہو کر آیت وحدیث کی بجائے انگریزی قانون پیش کرتا ہے۔ پھر یہ کیوں کر مہدی مسیح ہو سکتا ہے۔

دوسرا یہ دھوکہ ہے کہ یہ نظیر بھی اس کے دعویٰ کے مطابق نہیں ہے کیونکہ آتھم کا یہ اقرار و اظہار کہ میں قادیانی کے قاتلوں سے ڈر گیا تھا، اس شخص کے اقرار کی مانند نہیں جس نے کسی کے گھر میں بلا اجازت گھس جانے کا اقرار اور پھر عذر کیا ہو کہ میں تو ہتھ کیلئے آگ لینے گیا تھا۔ یہ شخص اس جرم استغاثہ یعنی بلا اجازت دوسرے گھر میں گھس جانے کا اقراری ہو کر اس جرم کو ایک فعل جائز بنا تا ہے اور نیت جائز سے اسکو جرم کی حد سے خارج کرتا ہے۔ اسلئے اس پر اس فعل کے جائز اور نیک نیت ہونے کا ثبوت دینا قانوناً ضروری ہے۔ بخلاف آتھم کہ وہ اپنے فعل (ڈرنے کے اقرار) میں قادیانی کے دعویٰ خوف کا معترف نہیں ہوا، یعنی ویسے ڈرنے کا اقراری نہیں ہوا جس کو الہام یا پیشگوئی سے تعلق ہو، بلکہ وہ اس سے مغائر بلکہ تباہن خوف یعنی قادیانی کے فرستادہ قاتلوں سے ڈرنے کا اقراری ہوا ہے۔ لہذا اس خوف کے اقرار میں قادیانی کے دعویٰ خوف کا اقرار پایا نہیں جاتا۔ اور نہ اس دعویٰ کے خلاف کا بار ثبوت قانوناً آتھم پر ہے۔ ہاں اگر قادیانی، آتھم پر زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کرے اور یہ کہے کہ اس نے مجھے ناحق قاتل اور خونخو بنایا ہے تو اس وقت بار ثبوت اس امر کا (کہ جو لوگ آتھم کو مارنے کیلئے کئی دفعہ حملہ آور ہوئے تھے، وہ قادیانی کے فرستادہ تھے) آتھم پر ہوگا۔ قادیانی کے دعویٰ (کہ آتھم میری پیشگوئی کے نبی اثر سے ڈرا) کا ثبوت تو قادیانی پر ہے، نہ عبداللہ آتھم پر جس نے قادیانی کے دعویٰ کے برخلاف اور قسم کے ڈرنے کا اعتراف کیا ہے (یعین اس خوف کا جس کا قادیانی کو دعویٰ ہے یا اس کی جزء یا اس کے ماتحت شاخ کا)۔ ناظرین! آپ جس جج یا جیو سٹرس سے پوچھیں گے یہی قانونی جواب پائیں گے اور اس بات پر ایمان لائیں گے کہ اس نظیر کو پیش کرنے میں قادیانی نے دھوکہ دیا ہے اور یہ شخص بڑا ہی دھوکہ باز ہے۔

اس دھوکے کے بعد اشتہار چار ہزار میں قادیانی نے قسم کے متعلق عیسائیوں سے مذہبی بحث کی ہے اس کے متعلق جو مناسب تھا، ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔

وازا نجلہ یہ کہ اشتہار چار ہزار کے صفحہ ۲ کے حاشیہ دوم کے اخیر سطر میں لکھا ہے کہ ان (آتھم) کے حق میں موت کی پیشگوئی ان کی درخواست پر کی تھی نہ خود بخود، کیونکہ انہوں نے الہامی نشان مانگا تھا۔

اس قول سے قادیانی نے ہمارے اس بیان کی تصدیق کی جو اشاعت السنہ نمبر ۹ جلد ۱۶ میں ہو چکی ہے کہ یہ پیشگوئی جو قادیانی نے ایک طالب نشان (آتھم) کو نشان دکھانے کیلئے کی ہے، درحقیقت اس کیلئے نشان

نہیں ہو سکتی۔ بے شک آہتم نے قادیانی سے آسمانی نشان اور معجزہ طلب کیا تھا اور اس کے دیکھنے کے بعد ایمان لانے اور مسلمان ہونے کا وعدہ بھی اس نے کیا تھا، مگر یہ سوال نہ کیا تھا کہ بتاؤ میری موت کب ہوگی۔ بلکہ اس کے برخلاف ایسے نشان کا سوال کیا تھا جس کو وہ زندہ رہ کر دیکھ سکے، اور اس کو دیکھ کر ایمان لاوے۔ ایسے شخص کو یہ کہنا کہ تو ایمان لے آ، ورنہ تو مارا جائے گا، تخویف مجرمانہ ہے۔ طالب نشان کیلئے اسی کی موت نشان ہو تو وہ اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہے اور اس کیلئے وہ نشان کیونکر ہو سکتا ہے؟ کیا مرنے کے بعد وہ اس کو دیکھ سکتا ہے اور اس پر ایمان لا سکتا ہے؟

رسالہ انوار کے صفحہ ۵۲ میں تو مرزا قادیانی نے بہت عجیب گل کھلائے ہیں مگر یہاں ان کی صرف چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

از انجملہ ایک یہ ہے جو اس کے صفحہ ۲۶ کے حاشیہ میں بجواب سوال منشی سعد اللہ (اگر پادری رائٹ کی موت کے سبب ڈاکٹر کلارک ہادیہ میں پڑے تو حکیم نور الدین کے ایک ہی لڑکے کے فوت ہوجانے کے سبب تم اور تمہارے حواری نور الدین ہادیہ میں نہ پڑے؟) کہا ہے کہ مولوی نور الدین کا بچہ نادان شیر خوار تھا، وہ فریق کے لفظ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حاشیہ در حاشیہ میں کہا ہے کہ اس تحریر کے بعد مجھ (قادیانی) پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ مولوی نور الدین کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے، جو انہیں کا ہے۔ میں نے حکیم صاحب کو کہا کہ خدا نے بعوض (متوفی) محمد احمد آپ کو یہ لڑکا دیا ہے۔ پھر میرے دل میں یہ آیت گزری ما ننسخ من آية او ننسها نأت بخیر منها او مثلها اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا کی طرف سے اس کا (سعدی کا) جواب ہے۔

منشی سعد اللہ سعدی کے سوال کے جواب میں جو کچھ قادیانی نے کہا ہے وہ محض مغالطہ ہے۔ سعدی نے یہ نہ کہا تھا کہ بچہ بھی فریق میں داخل ہے اور اس کا مرجانا اس کیلئے ہادیہ ہوا ہے۔ انہوں نے تو یہ اعتراض کیا تھا کہ جیسے رائٹ کا مرجانا ڈاکٹر کلارک کیلئے غم و الم کے سبب ہادیہ بنایا گیا ہے، ویسا ہی اس بچہ شیر خوار کا مرجانا حکیم نور الدین کے غم و الم کا باعث ہوا، اور ان کے ذریعہ سے آپ کے غم و الم کا باعث ہوا۔ اور اس سبب سے آپ دونوں کو ہادیہ نصیب ہوا۔ اب بتاؤ اس اعتراض کے جواب میں قادیانی کا یہ کہنا کہ بچہ داخل فریق نہ تھا، دھوکہ اور مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟

از انجملہ یہ ہے جو اس رسالہ کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ میں سعد اللہ کے اعتراض (اگر مباحثہ کے بعد دو چار پادری بیمار ہو گئے ہیں تو تم بھی تو اکثر بیمار رہتے ہو) کے جواب میں کہا ہے کہ اگر اس عرصہ میں، میں بیمار رہا تو تمام عربی کتابیں کس نے لکھی ہیں؟

ناظرین! کیا یہ امر ممکن بلکہ واقع نہیں ہوا کہ کتاب کوئی لکھے اور نام کسی اور کا ہو؟ قادیانی صاحب کی عربی نویسی تب لائق تسلیم ہے جب وہ کسی مجلس میں مخالفین کے سامنے بیٹھ کر عربی لکھیں۔ اس بات کی طرف انہیں بلایا گیا، تب بھی انہوں نے حوصلہ نہ پایا، جس سے عام یقین ہو گیا ہے کہ وہ عربی ان کی نہیں، پرائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے رعنا لاہوری اخبار درۃ الاسلام کے نمبر ۲ جلد اول میں یوں رقم طراز ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے الہام شیطانی

پہلے ہم مرزا صاحب کی پیش گوئی (اس رسالہ کے صفحہ میں) متعلق بہ عبداللہ آتھم پر کچھ لکھ چکے جس میں وہ کذاب ثابت ہو چکا ہے۔ چونکہ ہم جھوٹے ٹوکے تک پہنچانا چاہتے ہیں اس واسطے ہم اس کے رسالہ عربی کے متعلق بھی کچھ لکھتے ہیں۔ تاکہ خود مرزا صاحب اور ان کے پیرووں کا جو دعویٰ ہے کہ یہ کتاب ایک معجزہ اور الہامی ہے، اس سے باز آئیں۔ اس پر بھی مرزا صاحب اور ان کے پیروگر ایسی خرافات سے باز نہ آئیں اور انہیں ادعاء لایعنی پر قائم رہنا چاہیں تو پھر مرد میدان بن کر آئیں اور ہمارے حکم کی تعمیل کر کے ہماری اس تحریر کو غلط ثابت کر دکھائیں۔ نہیں تو ہم کیا بکل دنیا یہ سمجھے گی کہ مرزا صاحب نے ہمارے راست ہونے پر مہر کر دی۔ اور ہماری کل تحریر کو مان لیا اور اپنے عجز و کم علمی کے مقرر ہوئے۔ یہ کہنا بھی شائد کارآمد ہوگا کہ اگر مرزا صاحب ہماری تحریر کے موافق لاہور آئے تو اسکے کل اخراجات سفر معہ اس کے دو چار حواریوں کے خرچ کے ہم کفیل ہوں گے اور مکان وغیرہ کی اور ہر ایک طرح کی مرزا صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو آسائش دیں گے۔

اب ہم رسالہ عربی کے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔ جو رسائل عربی کہ مرزا صاحب کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں وہ دراصل مرزا صاحب کے لکھے ہوئے نہیں بلکہ مولوی محمد سعید صاحب طرابلسی کے ہیں (حکیم نور الدین صاحب بھیروی پر بھی اکثروں کا خیال ہے کہ یہ رسالہ ان کی جودت طبع کا نمونہ ہے مگر ہم بوثوق کہتے ہیں کہ حکیم صاحب کا لکھا ہوا نہیں، بلکہ محمد سعید طرابلسی کا لکھا ہوا ہے) اور جس پر مرزا صاحب بڑے غرور سے اترا رہے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ: ابلہ

گفت و احمق باور کرد، اس کے حواری اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ مرزا کی تحریر ہے۔ اس غیر کی تحریر پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی کسے باشد اس طرز کی عربی عبارت میں کسی مضمون پر کوئی رسالہ لکھے تو اس کو اس قدر انعام دیا جائے گا..... ہمیں اس امر سے کوئی بحث نہیں کہ یہ رسالہ محمد سعید صاحب طرابلسی کا یا مولوی حکیم نور الدین صاحب کا لکھا ہوا ہے، یا مرزا صاحب کا۔ چونکہ ہمیں عرصہ سے مرزا صاحب کا مبلغ علم عربی (شاداب علم لدنی انہیں حاصل ہوا ہو تو وہ علیحدہ بات ہے۔ اگر فی الواقعہ مرزا صاحب کو علم لدنی حاصل ہو گیا ہے تو ان پر واجب ہے کہ بہت جلد اس بدظنی کو جو عام لوگوں کو مرزا صاحب پر ہے، دور کریں۔ اور ہماری خواہش کے مطابق کار بند ہوں اور لاہور آ کر مجمع عام میں ایک دو ورق عربی عبارت کا لکھ دیں) معلوم ہے۔ اس واسطے ہم بڑے دعوے سے یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب عام مجمع میں جس کا انتظام (مرزا صاحب اور ان کے ہمراہیان کے اخراجات و آسائش و حفظ ادب وغیرہ) بخوبی کیا جائے گا۔ صرف دو ورقہ معمولی تقطیع ۲۰-۲۶ کی عبارت عربی (جس کا اردو مضمون اسی وقت مرزا صاحب کے سامنے پیش کیا جائے گا) اپنی خاص دستخطی تحریر فرمادیں۔ پھر اس دو ورقہ کو علمائے ذیل کی خدمت میں پیش کر کے رائے طلب کی جاوے گی کہ آیا مرزا صاحب نے یہ عبارت درست تحریر فرمائی ہے یا غلط (اس کے بعد مرزا صاحب نے علماء کے نام درج اخبار کئے ہیں۔ اس کے بعد کہا ہے) ہمیں امید قوی ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کو بھی ایسے فضلاء کے منصف مقرر کرنے میں انکار نہ ہوگا۔ ہمارے خیال مرزا صاحب پر فرض ہے کہ وہ اس بات کو فی الفور منظور کر کے مجمع عام میں صرف دو ورقہ عربی عبارت کا تحریر فرمادیں اور کل پبلک کی بدظنی سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنے علم کا جھنڈا لہرا کر دکھلا دیں کہ فی الواقعہ یہ رسالہ تیرا ہی لکھا ہوا ہے نہ کسی اور کا۔ ہم بڑے دعویٰ سے یہ تحریر کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کبھی بھی مجمع عام میں تشریف نہیں لائیں گے اور نہ انہیں اس قدر علم عربی میں ملکہ ہی حاصل ہے کہ بلا تہجک مجمع عام میں آسکیں۔ اور ان خیالات عامہ کا دفعیہ کر سکیں (بلکہ فارسی زبان میں بھی چنداں لیاقت نہیں رکھتے۔ البتہ اردو تحریر کے نشی ہیں نہ کہ عربی فارسی کے عالم)۔ مرزا صاحب کا اگر مجمع عام میں تشریف لا کر عام کی بدظنی سے اپنے آپ کو بچانے کا ارادہ کریں (گو اس بات کی ہمیں کبھی بھی امید نہیں ہو سکتی کہ مرزا صاحب مجمع عام میں تشریف لانے کا وعدہ فرمائیں یا تشریف لائیں کیونکہ ہمیں پہلے کئی دفعہ اس بات کا تجربہ دہلی، لودہ، ہانہ، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ کے مباحثہ میں ہو چکا ہے جہاں مرزا صاحب بمقابلہ مولانا خمد و مولانا محمد حسین محدث بنا لوی کے مجمع عام میں تشریف لانے میں لیت و لعل

کرتے رہے اور کبھی بھی مقابلہ میں نہ آئے) تو بایں پینے (ایم۔ ای۔ آر۔ رعنا معرفت منشی فخر الدین پریس لاہور) اطلاع دیں۔ تا کہ تاریخ و مقام مجمع تراضی طرفین مقرر کر کے اعلان عام جاری کیا جائے۔ اور جس پر مرزا صاحب کو اعتماد ہو اس کے پاس مرزا صاحب کے اخراجات سفر کی رقم جمع کرادی جائے تاکہ مرزا صاحب کو اس بات سے اطمینان رہے کہ دین کے ضائع ہونے کے ساتھ (جو کہ پہلے ہی ضائع ہو چکا ہوا ہے) دنیاوی نقصان بھی ان کو نہ ہوگا۔
والسلام علی من اتبع الهدی۔ ایم۔ ای۔ آر۔ رعنا۔ لاہور

اس تحریر کا قادیانی نے (جہاں تک ہم کو معلوم ہے) اب تک کوئی جواب نہیں دیا اور اس چیلنج (طلب مقابلہ) پر مقابلہ کرنا نہیں چاہا جس سے گویا تسلیم کر لیا کہ واقعی وہ تحریرات عربیہ غیر کی ہیں، یا بحد غیر لکھی گئی ہیں۔

وازا نجلہ یہ ہے جو اس رسالہ کے صفحہ ۲۹-۳۰-۳۷ میں خاندان صوفیہ و سادات سے مولوی عبد الجبار غزنوی اور صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ

اگر وہ آستھم کو قسم دینے کے بغیر قادیانی کو شکست یافتہ کہیں تو وہ حلال زادہ و نیک ذات نہیں۔ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس راہ کو اختیار نہ کرے۔ اگر وہ ولد الحرام نہیں ہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھتے ہی اس فیصلہ کیلئے کھڑے ہوں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کون اس فیصلہ کے لئے بلا توقف سعی کرتا ہے۔ اور کون ولد الحرام بننے پر راضی ہے۔۔

ناظرین! ان الفاظ کی نسبت جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ ہم مضمون حرام زادہ میں کہیں گے، اس مقام میں ہم آپ کو صرف اس سوال کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ کیا آپ لوگوں کے نزدیک ان الفاظ کے ساتھ قادیانی ایک ادنیٰ درجہ کا مہذب انسان یا مسلمان یا انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اور کبھی کسی شریف مہذب یا مسلمان یا انسان نے اپنی تجویز یا فیصلہ کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے کہ جو شخص اس کو نہ مانے وہ ولد الحرام یا حرام زادہ ہے۔ اس سوال کا جواب اگر آپ بشتق اثبات دیں تو ہم کو کم سے کم ایک شخص کی نشان دہی کریں۔ اور اگر جواب بشتق نفی دیں تو پھر بتادیں کہ ان الفاظ کے ساتھ قادیانی کو ہلم، ولی، مسیح، مہدی مان لینا کب زیبا ہے؟ ہمارے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ وہ اصحاب اربعہ ہیں جن کے نام پہلے ذکر ہو چکے ہیں (یعنی حافظ یوسف وغیرہ)۔

از انجملہ یہ ہے جو صفحہ ۳۸، ۳۹ رسالہ مذکور میں صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے مرزا قادیانی نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نکاح کو انعام الہی کیوں سمجھتے ہو؟ تمہارا بھائی فوت ہو گیا اور اس کی فرسودہ رائٹ تمہارے نکاح میں آئی۔ تمام عمر باکرہ نصیب نہ ہوئی، یہ کیا نعمت ہوئی (جس میں یہ تعریض و اشارہ بھی ہے کہ ہمارے پاس نوجوان باکرہ ہے) اور فرمایا ہے کہ اولاد کیلئے دن رات ہمت کرتے رہو، کوئی مردہ لڑکی بھی پیدا ہوئی تو کہنا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بشارت ملی ہے انا نبشّرک بغلام (یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں)۔ جس سے آپ نے جتایا ہے کہ ہماری دن رات کی محنت بار آور ہوگی۔

ناظرین! یہ الفاظ بھی آپ لوگوں کی توجہ کے لائق ہیں۔ کیا ولایت والہام کی علامت یہی ہے کہ باکرہ عورتوں پر فخر کریں؟ ولایت والہام کی علامت یہی ہے تو فحش گواہ باش کیوں بدنام ہیں۔ وہ تو پھر اول درجہ کے ولی و ملہم مانے جانے چاہئیں۔

یہ امر بھی توجہ کے لائق ہے کہ اس قول میں جو کچھ قادیانی نے کہا ہے اس میں کذب سے بھی کام لیا ہے۔ صوفی عبدالحق کا بھائی عبدالصمد مرحوم، مہابلہ قادیانی (۲۷ مئی ۱۸۹۳ء) سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ اس کا فوت ہونا قادیانی کے مہابلہ کا اثر نہیں ہے۔ اور صوفی عبدالحق کے نکاح میں صرف یہی رائٹ عورت نہیں آئی، وہ اس رائٹ سے پہلے دو باکرہ عورتیں نکاح میں لائے ہیں۔ قادیانی کو اس خصوصیت پر فخر تھا تو وہ جاتی رہی۔

از انجملہ یہ ہے جو اس رسالہ (انوار الاسلام) کے صفحہ ۱۳، ۳۲، ۳۳ میں آپ نے صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ تم سے جو ہم نے مہابلہ کیا، تو اس کے بعد چار باتیں ہمارے حق میں ایسی ظاہر ہوئی ہیں جن سے ہماری عزت ثابت ہوتی ہے۔ اور تمہاری ذلت۔ (وہ باتیں یہ ہیں) ۱۔ ہمارے لئے رمضان کے مہینے میں کسوف و خسوف جمع ہوئے۔ ۲۔ ہمارا لڑکا بیمار تھا وہ اچھا ہوا۔ ۳۔ عبداللہ آتھم کے متعلق ہماری پیش گوئی سچی نکلی۔ ۴۔ ہماری عربی کتابوں کا جواب کسی نے نہ لکھا۔ (مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ اس چوتھی بات پر وہ عیسائیوں کے مقابلہ میں بھی فخر کر چکا ہے اور اس جواب نہ لکھنے کو وہ ان کیلئے ہاویہ قرار دے چکا ہے)

پھر (قادیانی نے) کہا کہ اگر ان باتوں کی نسبت کوئی منصفانہ قسم کھا کر کہہ دے کہ ان باتوں سے ہماری عزت اور تمہاری ذلت نہیں ہوئی تو ہم تم کو پانچ سو روپے انعام دیں گے۔ ہم شیخ محمد حسین بٹالوی کو منصف کر

کے اس کے پاس روپے جمع کر دیتے ہیں۔ اس نے قسم کھا کر یہ تقریر کی کہ ان باتوں سے تم کو ذلت نہیں پہنچی، اور پھر اس قسم کے بعد ایک سال کے اندر اس پر کوئی بلا نہ آئی، تو پانچ سو روپے تمہارے ملک ہوگا۔ بشرطیکہ وہ ان باتوں کے ساتھ ان چار چار باتوں کو بھی ملا لے جو ہمارے مہدی ہونے کی علامات وقوع میں آئی ہیں۔ اور وہ رسالہ کے اخیر میں، صفحہ ۴۶ لغایت ۴۸ درج ہیں۔

۱۔ علامت و نشان مہدی یہ ہے کہ عام علماء اس کو کافر و دجال کہیں گے۔

۲۔ اس کے وقت میں کسوف و خسوف ماہ رمضان میں جمع ہوں گے۔

۳۔ مہدی کا نصاریٰ سے جھگڑا پڑ جائے گا۔ اس میں شیطان یہ آواز کرے گا کہ نصارے حق پر ہیں۔ مہدی کیلئے آسمان سے آواز آئے گی کہ مہدی کے لوگ حق پر ہیں۔

۴۔ مہدی کے وقت میں بہت سے مسلمان دجال سے مل جائیں گے۔

پھر (قادیانی نے) کہا ہے کہ ان باتوں کے علاوہ وہ اس سے بھی انکار کریں کہ مبالغہ کے بعد ایک سال کے اندر ہم نے عمدہ کتابیں تالیف کی ہیں۔ اور ان کتابوں کے چھپنے کیلئے ہزار ہا روپے آیا اور ہزار ہا لوگ ہماری جماعت میں داخل ہوئے۔ پس لازم ہوگا کہ شیخ محمد حسین اپنی قسم کے وقت ان سب باتوں کو جمع کر کے ان سے انکار کریں۔

مرزا قادیانی کو انعامی چیلنج

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں:

ناظرین! اس قول میں قادیانی نے صوفی عبدالحق غزنوی کو پانچ سو روپے انعام کا وعدہ تو دیا مگر اس کو اپنی دانست میں ایسی شرط (قسم خاکسار سے وابستہ اور مشروط کر دیا) جو نہ بحسب خیال قادیانی وقوع میں آوے اور نہ ایک پیسہ قادیانی کی گہرہ سے نکلے۔ اس شرط کو اسلئے اس نے ناقابل وقوع سمجھا کہ اس قسم میں بعض ایسے امور سے انکار شامل و داخل کر دیا جن سے نہ تو یہ خاکسار محمد حسین انکار کر سکے اور نہ اس انکار پر قسم کھا سکے۔ مثلاً قادیانی کے بیمار لڑکے کا شفا یاب ہونا، یا اس کا اس سال میں کئی کتابیں باعانت غیر تصنیف کرنا، اور ان کے

چھپنے کو یا قادیانی کی دیگر ضروریات کیلئے ہزار ہاروپہ کا اس کے پاس آنا، یا علماء وقت کا اس کو کافر کہنا وغیرہ، جس سے یوں ہی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چہ جائے اس انکار کے ساتھ قسم بھی ہو۔ (مولانا ٹالوی فرماتے ہیں کہ یہاں یہ کہنا قادیانی صاحب شائد بھول گئے تھے کہ ان باتوں کے ساتھ یہ بھی شیخ محمد حسین کہے اور اس پر قسم کھالے کہ اس عرصہ سال تک قادیانی نے کھانا نہیں کھایا، یا پانچ ماہ نہیں پھرا، سانس نہیں لیا) مگر اے حضرات یہ عاجز و خاکسار اس کے اس مکر و فریب کو بے کار کرنے کیلئے اس درخواست قسم و منصفی کو قبول کرنے کیلئے حاضر و مستعد ہے اور حق کو قادیانی فریب سے ممتاز کرنے کیلئے کہتا ہے کہ مجملہ ان امور کے جن پر آپ میری قسم چاہتے ہیں، جو امور وقوع میں آچکے ہیں (جیسے آ پ کے بیمار لڑکے کا شفا یاب ہونا، یا آپ کے پاس ہزار ہاروپہ کا آنا و علیٰ هذا القیاس) ان امور سے آپ کے بمقابلہ صوفی عبدالحق غزنوی عزت اور صوفی صاحب کی ذلت ثابت نہیں ہوتی۔ اور جو امور آپ کی عزت اور ان کی ذلت کے موجب ہو سکتے ہیں (جیسے آپ کیلئے خسوف و کسوف کا حسب مضمون پیش گوئی واقع ہونا، یا آتھم کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا صادق ہونا۔ علیٰ ہذا القیاس) ان میں ایک بھی وقوع میں نہیں آیا۔ ان دونوں مضمونوں پر خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے۔ اب تھیلی کا منہ کھولنے اور مبلغات صوفی صاحب کا حق، میرے پاس امانت رکھنے کو ارسال فرمائیے۔

جہاں تک قسم دینے کا آپ کا حق ہے وہاں تک یہ خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے اور جس امر سے انکار کرنے اور اس پر قسم کھانے سے خاکسار کو انکار ہے وہ واقع اور نفس الامر میں لائق انکار و قسم نہیں ہے۔ اس میں آپ کو شک ہو تو کسی منصف کی رائے سے اس کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ خاکسار اسی صورت میں قسم کھانا بشرح بالا منظور کرے گا کہ آپ مجھ پر جھوٹی قسم کھانے کا اثر تین دن کی مدت میں ظاہر کر دیں۔

☆ از انجملہ یہ ہے جو آپ نے مہدی ہونے کی علامات چہارگانہ مذکورہ رسالہ انوار بیان کر کے پہلے اپنے مکلفین علماء سے یہ سوال کیا ہے کہ بتلاؤ یہ باتیں پوری ہو گئی ہیں یا نہیں۔ پھر یہ سوال کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جن لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان کے زمانہ میں یہ چاروں باتیں پائی گئی ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں اور اس پر ایک ہزار روپہ انعام لیں۔ مگر اس انعام کیلئے یہ شرط لگادی ہے کہ مولوی محمد حسن لودھانوی اس فقیر کی تصدیق کر کے اس پر قسم کھالیں اور در صورت جھوٹی ہونے قسم کے اپنے لئے قہر و عذاب کے نزول کی دعا کریں۔ پھر کہا ہے کہ اس عذاب کیلئے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے۔ مولوی محمد حسن قسم کھائیں تو اس کے ثمرات دیکھیں۔

اس قول میں بھی قادیانی ویسا ہی دھوکہ دیتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے قول میں تجویز کیا مگر اس کو ایسی شرط سے مشروط کر دیا کہ وہ کسی صورت میں وقوع میں نہیں آئیں گے اور نہ ایک کوڑی آپ کی گرہ سے کھلے گی۔ از انجملہ ایک شرط ایسی نظیروں کا پیش کرنا ہے جو نہ قادیانی کے وقت موجود ہوئے ہیں نہ اس سے پیشتر وقوع میں آئے ہیں۔ اور نہ آئندہ ان کے وقوع کا کسی مسلمان کو یقین ہے۔

دوسری شرط مولوی محمد حسن لدھیانوی کی ایسی غیر واقع و غیر متوقع نظائر کے موجود ہونے پر قسم ہے، جس کے عدم وقوع کے بابت قادیانی کو دو وجہ سے یقین ہے۔

اول۔ یہ ایسی نظیر نہ کہیں موجود ہوئی اور نہ ہوگی۔ لہذا مولوی محمد حسن صاحب کا ان کے وقوع کی نسبت قسم کھانا بھی غیر متوقع الوقوع ہے۔

دوم۔ یہ کہ اگر کسی نے میری طرح ایسی بناوٹی نظیریں بنا کر دکھا بھی دیں، تو بھی مولوی محمد حسن اس کی تصدیق پر قسم نہ کھائیں گے کیونکہ اولاً وہ عقل مند و سمجھ دار ہیں، وہ ایسی بناوٹی نظیروں پر یقین نہ لائیں گے۔ ثانیاً وہ بڑے اہل مروت ہیں۔ وہ دو شخصوں کے مقابلہ میں ایک کی طرف ہو کر دوسرے کو ذلیل کرنا نہیں چاہتے۔

ان وجوہات سے کوئی نظیر پیش نہ ہوگی اور نہ ان کی قسم وقوع میں آئے گی اور نہ مجھے کوڑی دینی پڑے گی اور ہینگ پھٹکر لگائے بغیر میری بات صحیح سمجھی جائے گی کہ میں واقعی مہدی موعود ہوں جس کیلئے یہ چاروں علامات بلا معارضہ پائی جاتی ہیں جس کو میں نے موجود واقع بنا کر دکھایا ہے۔

از انجملہ ایک حافظ صاحب ہیں، انہوں نے ہم کو انہی دنوں جب خسوف کسوف ہوا تھا، اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ اب تو خدا نے مرزا قادیانی کی تصدیق کیلئے خسوف کسوف کو جمع کیا ہے، اب تو اس کو مہدی موعود مان لو۔

مگر خدا نے اس خاکسار کو کفریات قادیانی کی بیخ کنی اور اس کے مکاید کی پردہ دری کیلئے مامور و موفق کیا ہے۔ لہذا یہ عاجز باوجود عدم تحقق شرط قادیانی اور بلا طلب انعام ایک ہزار روپیہ جو ان شرط کے تحقق پر موقوف ہے اور غیر کے اختیار میں ہے، اس کے دعویٰ مہدی ہونے کے رد میں اور اسکے سوال کے جواب میں کہتا ہے کہ مہدی کی جو چار علامتیں (جس عنوان سے اور جس مضمون کی) قادیانی نے بتائی اور اپنے اوپر لگائی ہیں، یہ کسی آیت قرآن یا حدیث صحیح میں مہدی موعود کیلئے وارد نہیں۔ اور جو علامات مہدی موعود کی حدیثوں میں ہیں (خواہ وہ احادیث صحیح

ہیں یا غیصیح، مرسل، منقطع) اس قادیانی میں پائی نہیں جاتیں۔ اس پر خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے مگر اسکی شرط وہی ہے کہ جو اثر ناراستی مجھ پر ظاہر ہو وہ تین ہی دن میں ہو اور اس اثر کے ظاہر نہ ہونیکے بعد مجھے قادیانی کے حق میں سزا کا اختیار ملے جو میں چاہوں۔

از انجملہ یہ ہے جو مرزا قادیانی نے رسالہ انوار کے صفحہ ۴۵ میں اپنی عربی کتابوں کے جواب نہ لکھے جانے کو ایک قسم کی لعنت قرار دے کر کہا ہے کہ درحقیقت یہ لعنت کچھ تھوڑی نہیں، بلکہ ایک ہزار لعنت ہے کہ اگر زنجیروں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ان کی لمبائی دکھلائی جائے تو ایک بڑا رسہ بنتا ہے جو تمام مکفرین کے گلے میں ڈالنے کیلئے کافی ہوگا اور اس سے اس رسالہ کے صفحہ ۸، ۹، ۱۶ میں یہی بات اس نے عیسائیوں کو کہی ہے اور ان کی طرف سے رسالہ کا جواب نہ لکھے جانے کو ہاویہ و لعنت بنا کر ان کے گلے میں ڈالی ہے۔

مگر اے ناظرین! آپ لوگ، بخوبی جان چکے ہیں کہ اس قسم کی لعنت قادیانی اور اس کے اتباع کے گلے میں ایسی پڑی ہوئی ہے کہ اس میں آپ اپنی زبان سے تمام جہانوں کے ملعونوں سے سبقت لے گئے ہیں۔ اگر کسی کے کہنے سے دوسرے پر لعنت پڑ جاتی ہے تو قادیانی صاحب اس رسالہ انوار کے صفحہ ۵۰ وغیرہ میں خود مان چکے ہیں کہ اس پر چاروں طرف سے لعنتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ اور اگر کسی کی بات یا کتاب کا جواب نہ لکھنا لعنت یا ہاویہ ہے تو قادیانی صاحب مدت سے اس میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اشاعت السنہ چار سال سے قادیانی کے رد و جواب میں رسائل و مضامین شائع کر رہا ہے اور بعض مضامین کے جواب پر وعدہ انعام صد ہا روپے دے چکا ہے (دیکھو ج ۱۴ اشاعت السنہ کا صفحہ ۷۵، ۷۷، ۸۰ جن میں چار سو روپے انعام کا وعدہ کیا ہے اور جلد ۱۵ کا صفحہ ۱۵۸ وغیرہ جن میں چھ سو روپے انعام کا وعدہ ہے) مگر قادیانی نے کسی مضمون کا جواب نہیں دیا۔ لہذا وہ اپنی تجویز سے لعنت کا مستحق و مورد ہو چکا ہے۔ ہاں اشاعت السنہ کی طرف سے یہ کسر رہ گئی تھی کہ اس نے جواب نہ لکھنے پر اپنی طرف سے لعنت کا انعام اس کو نہیں دیا۔ سواب دیا جاتا ہے کہ اگر قادیانی ان مضامین کا جواب نہ دے تو اس پر دس ہزار لعنت ہے۔ یہ انعام خاکسار کی طرف سے ہے۔

یہ صلہ و انعام مضامین سابقہ کے علاوہ اس تازہ مضمون پر بھی ہے جو خدا تعالیٰ کے وعدہ کے نہ ٹلنے اور حضرت یونس کی قوم کے عذاب کے قطعی نہ ہونے کے متعلق لکھا گیا ہے۔ اور اس مضمون کو کمزور و غلط ثابت

کرنے پر دو ہزار روپہ انعام کا وعدہ بھی دیا گیا ہے

قادیانی کے جملہ اشتہارات و تحریرات کی زائد باتوں کا جواب پورا ہوا۔

(ماہنامہ اشاعت السنۃ جلد ۱۶ ملخصاً)

اب قادیانی کے قول، ہشتم رسالہ انوار صفحہ ۳۰ کا جواب دیا جاتا ہے جس کا عنوان حلال زادہ ہے۔

حلال زادہ

حرام زادہ کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: کیا جھوٹ بولنے سے یا کسی مسئلہ میں غلطی یا کوئی گناہ کرنے سے یا کسی کی بات یا شرط نہ ماننے سے انسان حرام زادہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے؟

جواب: جب سے مذہب، تہذیب اور انسانیت کا بنیادی پتھر رکھا گیا ہے کسی اہل مذہب یا مہذب انسان کے خواب و خیال میں بھی یہ مسئلہ نہ آیا ہوگا کہ انسان جھوٹ بولنے یا اور گناہ کرنے یا غلطی کا مرتکب ہونے یا کسی کا خلاف کرنے اور اپنے مخالف کی بات یا کوئی شرط (جائز یا ناجائز) کو نہ ماننے سے حرام زادہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ہاں بازاری شہدے، یا بے تمیز بچے، آپس میں مخاطب کرتے ہیں تو وہ ایسے کلمات زبان پر لاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں کہ جو ہماری بات نہ مانے وہ حرام کا ہے، یا جو ہمارے ساتھ نہ دوڑے یا نہ کھیلے وہ اپنے باپ کا نہیں۔ مگر عاقل انسانوں کے نزدیک یہ لوگ اچھے انسانوں میں شمار نہیں کئے جاتے اور ان کے ایسے اقوال اور افعال بہیمی سیرت کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں، اور وہ لوگ بہائم یا نیم وحشی۔

مدعیان تہذیب سے صرف مرزا غلام احمد قادیانی اب نظر آیا ہے جس نے اپنی الہامی ڈکشنری (لغت

کی کتاب) سے یہ لغت نکالا اور اسکی دست آویز سے کہا ہے: کہ جو شخص جھوٹ بولے یا غلطی کرے یا اس (قادیانی) کی شرط اور بات کو نہ مانے، وہ حرامی یا حرام زادہ ہے۔

اور اس الہامی لغت کے استعمال کو اس نے ایسا وسیع کیا ہے کہ گویا یہ لفظ اس کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔ ہم اس امر کے ثبوت کیلئے اس کی الہامی ڈکشنری سے چند حوالے نقل کرتے ہیں جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ نادر لغت آپ ہی کی ایجاد ہے، اور اسی پر آپ کی بول چال الہامی محاورہ کی بنیاد ہے۔

۱۔ آپ اپنی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۳۹۲ میں فرماتے ہیں: جو شخص متقی اور حلال زادہ ہوتا ہے وہ جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل الزام نہیں لگاتا۔

اس عبارت کا مفہوم ہم وزن منطوق یہ ہے کہ جو شخص کسی اپنے بھائی پر بے تحقیق الزام لگا دے وہ آپ کی الہامی لغت میں حرام زادہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے ساتھ قادیانی نے ایک تقریر متعلق مسئلہ جہاد ملحق کر کے چھپوانی ہے۔ اس میں گورنمنٹ کو یہ بتایا ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ سے آپ جہاد کو جائز نہیں سمجھتے۔ پھر اپنی اس تقریر کے

صفحہ ۳ میں کہا ہے: محسن کی بدخواہی کرنا (انگریزی حکومت سے جہاد کو جائز کہنا) ایک حرامی اور بدکار کا کام ہے

۳۔ آپ فتح اسلام کے بارہ میں مختصر تقریر مطبوعہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتے ہیں: اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسوں والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اس کیلئے طریق

یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ (آہتم) صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں۔ اس کی فطرت میں خلل ہے۔ یہ نہایت صفائی کا فیصلہ اور کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔

۴۔ آپ نے اپنے اسیشتہار تین ہزار مطبوعہ ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں منشی سعد اللہ دہانوی کو (جنہوں نے اس کی شرط مذکور خلاف کیا تھا) مخاطب کر کے فرمایا ہے: ہاں اے ہندو زادہ! اب ثابت ہو گیا ہے کہ ضرورتاً حلال

زادہ ہے، ہماری اس شرط پر کہ کوئی آہتم کو قسم دینے سے پہلے ہماری تکذیب نہ کرے، خوب ہی تو نے عمل کیا

۵۔ آپ اپنے رسالہ انوار کے صفحہ ۲۴ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی مولویوں میں سے

سمجھے کہ عبداللہ آتھم کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت نہیں تو اگر اس بات میں سچا اور حلال زادہ ہے تو عبداللہ آتھم کو حلف پر آمادہ کرے۔

۶۔ اور اس رسالہ کے صفحہ ۲۹ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: پھر بھی اگر کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا۔

۷۔ اور اس رسالہ کے صفحہ ۳۰ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: جو شخص اس فیصلہ (قسم) کے برخلاف بکواس کرے گا اور ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے، اور حلال زادہ نہیں ہے۔

۸۔ پھر اسی صفحہ میں مرزا قادیانی صاحب فرماتے ہیں: حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

۹۔ اس رسالہ کے صفحہ ۳۱ میں اس شخص کے حق میں جو آپ کے فیصلہ مذکور کو نہ مانے، فرماتے ہیں: یک خطا، دو خطا، سوئم مادر بختا۔

۱۰۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں: اگر وہ ولد الحرام نہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھ کر فیصلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

۱۱۔ پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں: اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے کون بلا تو قف اس فیصلہ (قسم) کے لئے سعی کرتا ہے، اور کون ولد الحرام بننے پر راضی ہوتا ہے۔

یہ تازہ الہامی تصنیفات قادیانی کے حوالہ جات ہیں۔ اب ایک دو حوالے پرانی الہامی تصانیف مرزا قادیانی سے نقل کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ الہام قادیانی کو قدیم سے ہو رہا ہے اور یہ الہامی محاورہ اس کا قدیمی محاورہ ہے۔

۱۲۔ رسالہ شحہ حق مطبوعہ ۱۸۸۷ء کے صفحہ ۵۰ میں آپ ایک آریہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب وہ امتحان کیلئے پابندی شرائط متذکرہ بالا ہمارے ساتھ آویں۔

۱۳۔ اور اسی رسالہ شحہ حق کے صفحہ ۶۰ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں

وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی۔

اس مضمون کے اور اس الہامی لغت نادر اور محاورہ شریفہ کے متضمن آپ کی الہامی ڈکشنری کے حوالہ جات اور بہت ہیں جن سب کی تفصیل سے تطویل متصور ہے۔ ان حوالہ جات سبزہ گانہ سے ناظرین کو ثابِت ہوگا کہ قادیانی کی الہامی ڈکشنری میں اس پاکیزہ لغت کے یہ شریفانہ معنی بیان ہوئے ہیں۔ اور قادیانی کا یہ شریفانہ والہامی محاورہ اور نکیہ کلام ہے جس سے وہ ہر شخص کو جو اس کی بات نہ مانے یا شرط کے خلاف کرے یا اس کے نزدیک خطایا غلطی کرتا ہو، حرامی یا حرام زادہ کہہ دیتا ہے۔

مگر عام اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام اور جملہ اہل تہذیب اور کاقدہ انام جو انسان کہلاتے ہیں، قادیانی کی اس ڈکشنری کو مستند نہیں مانتے۔ اور اس لغت اور محاورہ سے وہ اتفاق نہیں رکھتے۔ اور وہ یہ تحقیق و اعتقاد رکھتے اور کہتے ہیں کہ حرام زادہ یا حلال زادہ ہونا ایک فطرتی اور قدرتی امر ہے۔ جو شخص واقع میں حرام زادہ ہو، وہ نیک عمل کرنے یا اچھی صفت پیدا کرنے سے حلال زادہ نہیں بن جاتا۔ اور جو شخص واقع میں حلال زادہ ہو وہ برافعل کرنے یا بری خصلت اختیار کرنے سے حرام زادہ نہیں ہو جاتا۔

اور واقعی معیار حلال زادہ ہونے کا وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جو بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ (اسلامی طور پر اس کا نکاح ہوا ہو، خواہ عیسائی طور پر یا کسی اور مذہب کے طور پر) یا مملوکہ (وہ خرید سے مملوکہ ہو، یا بیہ سے، یا اور جائزہ وجہ سے) سے پیدا ہو، وہ حلال زادہ کہلاتا ہے۔ پھر وہ خواہ کتنا جھوٹ بولے، یا اور گناہ شرک کفر وغیرہ کا مرتکب ہو، یا وہ اور کسی اور کا تو درکنار، اپنے باپ کا خلاف کرے، دین و دنیا میں باپ کا مخالف بن جائے، کافر باپ کا بیٹا مسلمان ہو جائے، یا مسلمان کا بیٹا کافر بن جائے، وہ حرام زادہ نہیں کہلاتا۔

۱۔ دیکھو انبیاء میں سے حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ آذر کے (جو بے شہادت نص قرآن کا فردیت پرست تھا) مخالف رہے۔ وہ باپ کو کہتے آئے کہ باپ تو میرا پیرو ہو جا، مجھے خدا نے وہ علم دیا ہے جو تجھے نہیں دیا۔ ان کا باپ کہتا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے نفرت کرتا ہے؟ اگر باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کروں گا۔

یا اَبْتِ اِنِّیْ قَدْ جِئْتَنِیْ مِنْ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَأْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْ اِھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا۔ یا اَبْتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطَانَ۔ اِنَّ الشَّیْطَانَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا۔ یا اَبْتِ اِنِّیْ اِخَافُ اَنْ یَّمْسَکَ عَذَابَ

من الرحمن فتكون للشيطان ولياً۔ قال اراغب انت عن آلہتی یا ابراہیم۔ لئن لم تنته لا رجمک و ہجرنی ملیاً۔ (مریم - ع ۳)۔

اے بابا مجھے خدا کی طرف سے علم پہنچا ہے جو تجھے نہیں پہنچا، پس تو میری تابعداری کر، میں تجھے سیدھی راہ کی ہدایت کروں گا۔ اے میرے بابا تو شیطان کی عبادت نہ کر بے شک شیطان، رحمن کا بے فرمان ہے۔ اے میرے بابا مجھے خوف ہے کہ تجھے خدائے رحمان سے کوئی عذاب نہ پہنچ جائے پھر تو بھی شیطان کا قریبی ہو جائے۔ اس نے کہا اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے روگردان ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور مجھ سے دور ہو جا۔

۲۔ حضرت نوح کا بیٹا کافر تھا اور اپنے باپ کا سخت مخالف رہا۔ جب طوفان آیا تو حضرت نوح نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ

و نادى نوح ابنه و كان فى معزل يا بنى اركب معنا و لا تكن مع الكافرين۔ قال سآوى الى جبل يعصمنى من الماء۔ رب ان ابنى من اهلى و ان وعدك الحق و انت احکم الحاکمین۔ قال انه ليس من اهلك۔ انه عمل غير صالح۔ (ہود - ع ۴) وہ بولا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا۔ اور کشتی پر سوار نہ ہوا۔ پھر حضرت نوح نے خدا کی جناب میں عرض کیا کہ میرا بیٹا میرا اہل ہے (جن کی نجات کا تو نے وعدہ دیا ہے) خدا تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ وہ تیرا بیٹا نہیں، حرام زادہ ہے۔ بلکہ فرمایا وہ تیرا اہل یعنی تابع و پیرو نہیں ہے۔ وہ بد عمل ہے۔

اس سخت مخالفت کے ساتھ بھی حضرت ابراہیم اپنے باپ کے بیٹے کہلائے۔ اور نوح کا بیٹا ان کا بیٹا۔ اور کوئی ناپاک لفظ و خطاب کا مستحق نہ ہوا۔ جس کا مستحق ان کو قادیانی کا ناپاک محاورہ بناتا ہے۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کے جلیل الشان اصحاب جو مولودنی الاسلام نہ تھے۔ ان میں اکثر اپنے والد کے مذہب کے مخالف تھے۔ یہ حضرات مشرف باسلام ہو گئے اور وہ کافر رہے۔

۴۔ پھر مسلمان جماعت صحابہ و تابعین و آئمہ دین صدامسائل فروری میں باہم متخالف رہے مگر کسی نے اس اختلاف و خلاف کے سبب ان پر اس الہامی لقب قادیانی کا اطلاق جائز نہیں رکھا جو قادیانی ان کے حق

میں تجویز کر رہا ہے۔

۵۔ اپنے خاندان کو قادیانی دیکھ لے۔ اس کے اجداد خصوصاً مرزا گل محمد و مرزا عطا محمد بحسب ادعا قادیانی (ازالہ ابامص ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۳۱، وغیرہ) مسلمانوں کے قاضی و ولی متقی تھے مگر اس کا بیٹا اور قادیانی کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ جس کو میں نے بھی دیکھا ہے۔ اور اس کے دیکھنے والے بہت سے لوگ اس وقت زندہ ہیں، عملاً و اعتقاداً اپنے ان آباء و اجداد کا مخالف تھا۔ وہ صرف حکیمانہ مذہب رکھتا تھا۔ اگر کچھ میلان مذہب کی طرف تھا تو تشیع کی طرف تھا۔ اور اس پیرانہ سالی میں جس میں، میں نے اس کو دیکھا ہے اس کو نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ارکان شرعی کا التزام نہ تھا۔ ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب کا حال ہم نہیں لکھتے۔ یہ خود قادیانی سے یا اس کے اور دوستوں سے پوچھنا چاہیے۔ پھر کیا اس مخالفت طریق آبائی کے ساتھ مرزا غلام مرتضیٰ ان کا بیٹا تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ اور اس مکروہ خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۶۔ اس کے بعد اپنے آپ کو قادیانی دیکھے۔ کیا اس کے آباء و اجداد اعلیٰ مرزا گل محمد و مرزا عطا محمد کا بھی یہی مذہب و اعتقاد تھا جو قادیانی نے ظاہر کیا۔ کیا اس کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح موعود یہی ہے جو میرے نطفے سے پیدا ہوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ قادیانی کے اور کفریات ہیں جن کا اس کے آباء و اجداد سے کوئی قائل نہ تھا۔ ومع ہذا قادیانی اپنے باپ کا بیٹا اور حلال زادہ کہلاتا ہے۔ اس کا خلاف اس کے خیال میں کبھی نہیں آتا۔

۷۔ اپنے بعد وہ اپنے بیٹوں کو دیکھے۔ اس کا بیٹا مرزا سلطان احمد اس کا کیسا مخالف ہے، حتیٰ کہ اس مخالفت کے سبب اس نے اس کو عاق بھی کر دیا ہوا ہے۔ اور اس مضمون کا اشتہار دے دیا ہوا ہے۔ ومعہذا وہ اس کو بیٹا اور حلال زادہ ضرور سمجھتا ہے۔ اس لفظ مکروہ کا اس پر اطلاق نہیں کرتا۔

ان تمثیلات ہفتگانہ سے صاف اور یقینی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کا بیٹا ہے وہ کسی اختلاف سے اور کسی گناہ سے اور کسی غلطی سے حرام زادہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو جاتا۔ ایسا ہی وہ واقع میں حرام زادہ ہونے کا معیار بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کی منکوحہ (بشرح مذکور) یا کسی کی مملوکہ (بہ تفصیل مذکور) متولد نہیں ہے وہ حرام زادہ کہلاتا ہے۔ پھر وہ خواہ کتنا ہی واقعی راست گفتار، نیک کردار و پرہیزگار بن

جائے۔ یاد عاے مجدد و محدث اور خدا کا ملہم و مخاطب کہلائے، اور باوجود ختم ہو جانے نبوت کے پیغمبری کا دعویٰ کرے۔ اور آدم۔ عیسیٰ۔ احمد وغیرہ نبی (علی نبینا و علیہم السلام) بن بیٹھے۔ اور چند خزان بے تمیز اس کی تصدیق بھی کر دیں، تو ان واقعی یا دعائی کمالات و محاسن کے ساتھ بھی حرامزادہ کا حرامزادہ ہی رہتا ہے۔ ان عارضی (واقعی ہوں خواہ دعائی) خوبیوں سے حلال زادہ مجدد و محدث نبی ملہم آدم عیسیٰ نہیں بن جاتا۔ سائب نے کہا ہے

بہ نماء بصاحب نظرے گو ہر خود را عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

ایک اور بزرگ نے کہا ہے

خرے عیسیٰ اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خرباش

اور وہ سب کا دیانی کی ڈکٹشری کے مقابلہ میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اگر یہ معنی اس لفظ کے جو کا دیانی نے الہامی ڈکٹشری سے نکال کر بیان کئے ہیں صحیح مانے جائیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ سب سے پہلے اس الہامی محاورہ کے محل استعمال اور اس پاک لفظ اور مقدس لغت کے مصداق کا دیانی صاحب اور اس کے تمام حواری اور پیرو اور اس محاورہ کو صحیح سمجھنے والے اور اس استعمال کا دیانی کو پسند کرنے والے ہوں۔ کیونکہ جھوٹ بولنے میں کا دیانی اور وہ لوگ مسلم کل ہیں۔ کسی کی بات نہ ماننا یا کسی کا خلاف کرنا ان میں ایسا پایا جاتا ہے جس کا ان کو خود بھی اعتراف ہے۔ اور خاص کر اس کا یہ الہامی محاورہ اور اس معنی سے اس پاکیزہ لفظ کو استعمال کرنا یا اس کے استعمال کو جائز سمجھنا ایک ایسا خلافی فعل ہے جس میں کوئی انسان مہذب اہل مذہب ان کا موافق نہیں ہے۔ پھر وہ اس محاورہ لغت کی شہادت سے خود اس کے مصداق کیوں نہ ہوں۔

قاد دیانی کے کذب کی تفصیل

خود قادیانی صاحب، خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے میں مسلم کا فہ اہل اسلام ہیں۔ جو قدیم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کا یہ دعویٰ کہ مجھے الہام ہوتا ہے، اور فلاں آیت مجھ پر نازل ہوئی ہے، خدا تعالیٰ پر افتراء ہے۔ اور اس کے یہ دعویٰ کہ میں نبی ہوں، میں ہی مسیح موعود ہوں، میں ہی وہ احمد ہوں جس کی شہادت حضرت عیسیٰ نے دی اور اس کی آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں

حکایت ہوئی ہے وغیرہ، سب کے سب خدا تعالیٰ پر افتراء ہیں۔

ایسے اس کے اور دعویٰ درج ذیل ہیں۔ ۱۔ لیلۃ القدر سے رات مراد نہیں بلکہ ایک تاریکی کا زمانہ مراد ہے۔ ۲۔ اور آنے والے مسیح سے مثیل مسیح اس کی ذات مراد ہے۔ ۳۔ دمشق سے (جہاں مسیح کا نزول ہوگا) موضع قادیان مراد ہے۔ ۴۔ محل نزول مسیح منارہ شرقی سے اس کی مسجد قادیان کا منارہ مراد ہے۔ ۵۔ دجال سے عیسائی پادری مراد ہیں۔ ۶۔ دجال کے گدھے سے ریل گاڑی مراد ہے۔ ۷۔ یا جوج ماجوج سے انگریز و روس مراد ہیں۔ ۸۔ قیامت سے پہلے اوٹوں کے بے کار ہونے سے ریل جاری ہونے کے سبب بار برداری میں ان کا کام نہ آنا مراد ہے۔ ۹۔ قیامت کے دن صحیفوں کے کھلنے سے اس وقت چٹھی رسالوں کا چٹھیا اور تار خبریں بانٹے پھرنا مراد ہے۔ ۱۰۔ اس دن روحوں کو جسموں کے ساتھ ملائے جانے سے اس وقت کی کمیٹیاں مراد ہیں۔ ۱۱۔ اس دن پہاڑوں کے چلائے جانے اور ۱۲۔ دریاؤں کے جاری ہونے سے اس وقت انگریزوں کا پہاڑوں کو کاٹ کر سڑکیں نکالنا اور دریاؤں سے نہریں نکالنا۔ وغیرہ مراد ہے (جو اس کے رسائل ازالہ اوہام، توضیح مرام، فتح اسلام، شہادۃ القرآن وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں) ان کو تمام اہل اسلام خدا و رسول پر افتراء جانتے ہیں۔

لوگوں پر افتراء کرنا اور عام جھوٹ بولنا بھی مرزا قادیانی کا عام اہل اسلام میں مسلم ہے اور اشاعت السنۃ جلد ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱،

کیا اس کا یہ جھوٹ نہیں جو کتاب دافع الوسوس کے صفحہ ۶۰۴ میں بولا اور خاکسار کے حق میں چالیس روز کا میعادی مندرالہام شائع کیا؟

اگر ان جھوٹوں میں سے کوئی جھوٹ صحیح ہو سکتا تھا تو کیوں ہمارے ان الزاموں کے جواب میں اس نے سکوت اختیار کیا؟

الزام اول کے ثبوت میں جوہم نے ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی چٹھی اشاعت السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ میں مشتہر کی، اس کا جواب کیوں نہ دیا؟

الزام نمبر ۲ کے ثبوت میں جوہم نے اس کا یہ محاورہ اور شریفانہ اصول پیش کر کے اس کو ملزم کیا تھا، اس کا جواب کیوں نہ دیا؟

الزام نمبر ۳ کے ثبوت میں جوہم نے قادیانی کے سفر حج کا خرچ اپنے ذمہ لے کر حرمین میں اس کو لے جا کر اسکے عقائد و مقالات کا فیصلہ کرانا چاہا تھا، اسکو کیوں قبول نہ کیا؟

الزام نمبر ۴ کے ثبوت میں جس فہرست اہل رجوع کا ہم نے مطالبہ کیا تھا، اس کو کیوں پیش نہ کیا؟ الزام نمبر ۵ کی تائید میں جوہم نے اپنی ترقی دنیوی کا حال کہا تھا، کیوں اس نے جواب نہ دیا؟

اس کے اتباع کا خدا و رسول پر افتراء کرنا اور عام جھوٹ بولنا بھی اس تفصیل سے ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ان سب افتراءوں کا افتراء ہونا دلائل سے ثابت و مدلل دیکھ کر ان کو قبول کرتے ہیں۔ اور عام لوگوں میں ان کو رواج دیتے ہیں۔ اور بحکم اس قاعدہ مسلمہ کہ جھوٹ کا رواج دینے والے بھی جھوٹا ہے، وہ سب جھوٹے ہیں۔

علاوہ برائے قادیانی اکابر خلفاء اور اخص حواریوں کے جھوٹ بھی اشاعت السنہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ حکیم نور الدین بھیروی نے مباحثہ لاہور سے جان چھوڑنے کیلئے جھوٹ کہا کہ ہم کو لودہانہ میں ایک شب کیلئے جا کر وہاں سے جموں چلا جانا ضروری ہے ورنہ مسلمانوں کا حرج عظیم ہوگا، جس کے بعد آپ لودہانہ چلے گئے۔ وہاں پانچ روز قیام کیا۔ جو اشاعت السنہ نمبر ۲ جلد ۱۳ میں ثابت کیا گیا ہے (خود مزانیوں کو بھی اس کا اقرار ہے، دیکھو تاریخ احمدیت جلد ۴ ص ۱۳۱ میں لکھا ہے کہ ۱۳۔ اپریل کو نور الدین صبح چار بجے سے شام چار بجے تک نزول لاہور رہ کر رات کی گاڑی سے لدھیانہ

گئے جہاں ۱۸۔ اپریل تک قیام فرمایا، پھر ۱۹۔ اپریل کو لاہور آئے اور لاہور سے جموں پہنچ گئے۔ بہا) اور منشی محمد احسن امر وہی نے واقعہ مباحثہ بٹالہ کی نسبت تین جھوٹ بولے۔

۱۔ آپ (خاکسار محمد حسین کو لکھتے ہیں) بلا اجازت لاہور چلے گئے۔

۲۔ جس پر میر ممتاز علی منصف نے کہا کہ ہم کو اب منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہی۔

۳۔ آپ مباحثہ شروع کر کے چلے گئے۔

ہم نے یہ تینوں جھوٹ اشاعت السنۃ نمبر ۵ ج ۱۴، صفحہ نمبر ۲۰۹ ثابت کئے ہیں۔

اور ایڈیٹر رسالہ الحق نے کئی جھوٹ بولے۔ مثلاً اس کا کہنا کہ: ۱۔ مسٹر ویب صاحب کو قادیانی کی بدولت اسلام نصیب ہوا ہے۔ ۲۔ قادیانی کے مخالفین ذلت و مسکنت میں مبتلا ہیں۔ ۳۔ مدراس کے یوروشین نو مسلم جماعت کی طرف سے مسٹر حامد سنو وغیرہ کا ڈیپوٹیشن قادیانی کے پاس آنے والا ہے۔

ہم نے نمبر اول و دوم جھوٹ، اشاعت السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں ثابت کئے ہیں۔ اور نمبر تین کا ثبوت بعد یوں ہوا کہ مسٹر حامد سنو کئی مہینے لاہور میں رہے اور انجمن حمایت اسلام کے مدرس رہے۔ اور، باوجودیکہ حواریان قادیانی نے ان کو قادیان پہنچنے کی بہت ترغیب دلائی، وہ قادیان کی طرف منہ کر کے تھوکتے بھی نہیں تھے۔

اور حامد سیالکوٹی کے کئی جھوٹ (جن میں بعض خاکسار کے حق میں افتراء ہیں، بعض مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودھا ندو غیرہ مسلمانوں پر افتراء ہیں) اشاعت السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں ثابت کئے جا چکے ہیں۔

عام اہل اسلام سے اس گروہ کے پیروان کی مخالفت عیاں ہے محتاج بیان نہیں۔ قادیانی کے عقائد کہ انجملہ مشتملہ نمونہ از خردار بیان ہو چکے ہیں) ایسے عقائد ہیں جن میں وہ کافہ اہل اسلام کا مخالف ہے۔ اور خاص کر اس مقولہ یا محاورہ الہامیہ میں کہ: جو شخص جھوٹ بولے، یا غلطی کرے۔ یا قادیانی کی بات یا شرط نہ مانے وہ حلال زادہ نہیں،۔ تو سارے جہان کے مخالف ہیں۔

پھر اس مخالفت عام اہل اسلام اور اس کذب و افتراء کے ساتھ یہ حضرت اس پاک خطاب سے مخاطب اور اس مقدس لفظ کے مورد نہ ہوں۔ اور برخلاف اس کے، سب کے سب حلال زادے کہلائیں۔ اور

تمام اہل اسلام صرف قادیانی کے خیالی جھوٹ بولنے میں یا کسی مسئلہ میں غلطی کرنے سے یا قادیانی کا کسی بات یا شرط میں خلاف کرنے سے حرام زادے متصور ہوں۔ اس کی کوئی وجہ و جیہ ہے تو قادیانی صاحب بیان فرمادیں۔ اور اس الہامی ڈکشنری کی شرح تصنیف کریں جس میں اس وجہ کی تفصیل و دلیل ہو۔

اور اگر قادیانی کوئی دلیل فارق (جو قادیانی اور اس کے اتباع کو باوجود جھوٹ بولنے اور تمام جہان کا خلاف کرنے کے حلال زادہ قرار دے، اور تمام مسلمانوں کو کسی غلطی یا جھوٹ یا خلاف قادیانی کے سبب حرام زادہ بنا دے) بیان نہ کریں گے تو عام مسلمان یہ سمجھ جائیں گے کہ آپ کا یہ محاورہ الہامی نہیں بلکہ شیطانی ہے۔ اور آپ باوصف دعوی نبوت والہام و مجددیت و مسیحائیت عام بازار یوں کی طرح لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور اس وجہ سے آپ نبی، مجدد، محدث تو کجا مسلمان یا مہذب انسان بھی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بہائم سیرت، وحشی صفت ہیں جو جوش کے وقت اپنے اختیار میں نہیں رہتے۔ اس صورت میں ان کی طرف سے یہ شعر صائب کا آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اور اسی پر یہ مضمون ختم ہوتا ہے

دہن خوش بدشام میا لا صائب۔ لیکن زر قلب بہر کس کہ دہی باز آید

(ماہنامہ اشاعت السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۱۷۶ تا ۱۷۸)

سلطان محمد کی موت و حیات

مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی نامی ایک خاتون سے اپنے نکاح کی پیش گوئی فرمائی لیکن اس خاتون کا نکاح سلطان محمد نامی ایک شخص سے ہونے لگا تو آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ سلطان محمد عرصہ نکاح سے ڈھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ سلطان محمد کا محمدی سے نکاح ہو گیا اور اللہ نے اس کی زندگی بھی دراز فرمادی تو مرزا صاحب نے تاویلات و عنذرات کا پٹارہ کھول لیا۔ اس پر شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے، فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی، کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ تحریر فرمایا جسے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

مرزا سلطان محمد ہم سے آشفتنہ نہ ہوں اور یہ اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہماری منکوحہ (محمدی بیگم بنت احمد بیگ ہوشیار پوری) کو قادیانی کی زوجہ بنایا اور قادیانی کو اس کا شوہر اول ٹھہرا کر ہم کو شوہر ثانی قرار دیا۔ (مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ) یہ جرأت ہم نے نہیں کی، یہ گستاخی قادیانی ہی سے ہوئی ہے ہم تو صرف ناقل ہیں نقل کفر، کفر نباشد آپ نے بھی سنا ہوگا۔ ہاں آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ قادیانی نے ہماری منکوحہ (محمدی بیگم) کو اپنی زوجہ کب اور کہاں بنایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو دفعہ اس نے یہ جرأت کی ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۸۸۸ء میں بضمن اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور دوسری مرتبہ ۱۸۹۱ء میں بضمن فیصلہ آسمانی

اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں قادیانی نے آپ کی اہلیہ کی نسبت یہ الہام گھڑ کر شائع کیا تھا فسیکفیکہم اللہ ویردھا الیک جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تجھ سے ٹھٹھا کرنے والوں کو خود سنبھال لے گا اور اس عورت کو تیری طرف پھیرا دے گا، واپس لائے گا۔ عربی کے لفظ رد یا اس کے ترجمہ پھر لانے، یا واپس لانے، کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ ایک چیز پہلے کسی کے پاس ہو، پھر جدا ہونے کے بعد اس کے پاس آ جاوے۔ عربی کے الفاظ قرآن میں ایسے بہت ہیں جن کے یہی معنی ہیں آیات لردا ذک الی معاد۔

انا رادوه اليك - فردد ناه الى امه کے معنی کسی سے پوچھیں یا مترجم قرآن میں ان کے معنی دیکھ لیں
- اردو میں اس مضمون کا یہ شعر پڑھو

جا کے گلزار سے صیاد پھر آیا الٹا کیا نصیب ہے تیرا بلبل شیدا الٹا
جس سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں کہ صیاد پہلے اس باغ میں تھا جس میں وہ پھر آیا۔

فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر کے حاشیہ میں مرزا قادیانی نے آپ کی زوجہ عقیقہ کی نسبت یہ الہام گھڑا اور
شائع کیا ہے۔ - یستللو نك احقّ هو۔ قل ای و ربی انہ لحقّ و ما انتم بمعجزین۔ زوّجنا کھا
لا مبدّل لکلماتی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ نکاح یا پیشگوئی متعلق نکاح حق
ہے؟ تو کہہ دے بخدا وہ حق ہے، اور تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا۔
خدا کی بات کوئی بدلنے والا نہیں۔

اس میں قادیانی نے صاف تصریح سے کہہ دیا کہ اس عورت سے اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح کر دیا ہوا
ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت زینبؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر
دیا تھا اور قرآن میں اس کو نقل فرمایا۔ لہذا پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا نکاح حضرت زینبؓ سے خود نہیں پڑھا، بلکہ
خدا کے پڑھے ہوئے نکاح کو کافی سمجھا۔ پس اگر بحسب ادعاء قادیانی، آپ کی زوجہ سے خدا تعالیٰ نے اس کا
نکاح کر دیا ہوا ہے تو پھر اس کے خیال میں آپ کی منکوحہ کے زوجہ قادیانی ہونے میں کیا کسر رہی؟ کیا خدا تعالیٰ
کا پڑھا ہوا نکاح، ملاً وقاضی کے پڑھے ہوئے نکاح سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہیں۔

ہم نے قادیانی کے اسی قول و ادعاء کی نظر سے اس محمدی بیگم کا پہلا شوہر قادیانی کو اور دوسرا آپ
(یعنی سلطان محمد) کو کہا ہے۔ اس پر آپ کو آشفنگی ہو تو آپ قادیانی پر مؤاخذہ کریں کہ وہ کیوں آپ کی زوجہ کو اپنی
زوجہ قرار دیتا ہے، خاکسار کو ناقل سمجھ کر معاف رکھیں۔

قادیانی کے اتباع کو اگر یہ جوش آوے کہ ایک عورت فراش غیر کو مرزا صاحب کی زوجہ بنا کر اس کیلئے
شوہر ثانی کیوں تجویز کیا؟ تو وہ بھی انہی حضرت (قادیانی) سے کہیں کہ اپنے ان الہامات میں اس عورت کو (جو
فراش غیر ہے) کیوں اپنی زوجہ بنایا، اور ان لوگوں سے ہم کو شرمندہ کرایا جو ہمیں کہتے ہیں کہ تمہارے مسیح کی زوجہ

دوسرے شوہر کے گھر میں بس رہی ہے۔

اس بیان کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں:

مرزا سلطان محمد بیگ (ساکن ہٹی علاقہ قصور، پنجاب) کی نسبت قادیانی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر وہ محمدی بیگم کو اپنے نکاح میں لائے گا تو تاریخ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں وہ فوت ہو جائے گا۔ اور اسکے مرنے کے بعد خدا اس خاتون کو میری طرف واپس لائے گا۔ پیشگوئی کی اصل عبارت اس کے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء سے نقل کی جاتی ہے:

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

(اس کے بعد قادیانی نے شروع اشتہار سے صفحہ ۴ تک اخبار نور افشان پر لے دے کی جس میں اس پیش گوئی کو شہوت پرستی قرار دیا گیا تھا۔ اس کے بعد صفحہ ۴ میں کہا ہے)

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشان میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگردہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمیشہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے، اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا باعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے نفا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمان بردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب حق ادا کیا۔

ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے، اور مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے، تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف لٹتی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبرہ کی ایک ہمیشہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے، نامبرہ کی ہمیشہ کے نام سرکاری کاغذات میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبرہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمیشہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپے قیمت کی ہے، اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمیشہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بغیر ہماری رضا مندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے تمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تاہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں۔ اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب باری میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا، جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مردّت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔ اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کیا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے کذبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستہزئون۔ فسیکفیکہم اللہ ویردہا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ۔ ان اللہ فعّال لما یرید۔ انت معی وانا معک۔ عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشان کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں، تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گواہوں میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بد بطنی کی راہ سے بد گوئی کرتے ہیں، اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بنا لوی بتاتے ہیں کہ اس کے بعد قادیانی نے اخبار نور افشاں کے اس اعتراض کا کہ: اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا تو اس کو پوشیدہ کیوں رکھا۔ اپنے خطوں میں اس کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کیوں کی، ایسا وہی جواب دیا ہے جو عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اخیر میں کہا ہے کہ) یہ پیشگوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی یعنی آٹھ یا نو برس کی تھی۔ تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بنا لوی فرماتے ہیں) از آنجا کہ پیش گوئی یا الہام صرف شیطانی القاء تھا اور اس وجہ سے قادیانی اس پیشگوئی کے مضمون اور وعدہ پر دل سے مطمئن نہ تھا اور خوب جانتا تھا کہ میں نے ایک شکار کیلئے جال پھیلا یا ہے، جو ہاتھ پاؤں مارنے کے بغیر دام میں آنا نہایت مشکل ہے، لہذا اس نے اس وعدہ پر صبر و سکوت اختیار نہ کیا۔ بلکہ بے قرار ہو کر ناجائز وسائل و تدبیروں کے درپے ہو گیا۔ پس پہلے تو اس نے مرزا احمد

بیگ (اپنی فرضی زوجہ کے والد) کو ڈرانا اور پھسلانا شروع کیا۔ اور کئی خط متضمن ترغیب و ترہیب کے ذریعہ سے اس کو دام میں لانا چاہا۔ اور جب وہ قابو میں نہ آیا تو پھر اس کی ہمشیرہ کو جو قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی خوش دامن تھی، ڈرانا اور پھسلانا چاہا اور اس کے نام ایک خط رجسٹری شدہ متضمن ترغیب و ترہیب روانہ کیا۔ وہ عورت بھی جوان مرد نکلی، تو پھر اس کے شوہر کے نام اسی مضمون کا خط لکھا جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ اس میں پہلے خطوں کی بھی تصدیق پائی جاتی ہے۔ لکھا ہے

مشرفی مرزا علی شیر بیگ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا۔ اور میں آپ کو ایک غریب مزاج اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو میں آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گذرے گا، مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا، دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسنا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ اور رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جاسیے، ذلیل کیا جاسیے، روسیاہ کیا جاسیے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر میں اس کا ہوں تو ضرور مجھے بچائے گا۔ اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑہ یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عاریا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو ایک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کیلئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کیلئے سب یک سو ہو گئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے، مگر یہ تو آزما یا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی لینا چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے رہے، میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا تعالیٰ بے نیاز ہے جس کو چاہے روسیاہ کرے۔ مگر اب تو وہ مجھے آگ میں

ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھا کہ پرانا رشتہ مت توڑو، خدا سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے؟ صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بیشک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں مانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کی خلاف مرضی نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپ کی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا، مگر کوئی جواب نہ دیا۔ اور بار بار کہا کہ اس سے ہمارا کیا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ ہم اس کیلئے اپنے خویشتوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا، کہیں مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں، اور خوار ہوں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہذا میں نے آپ کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ لیں تو پھر جیسا کہ آپ کا خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب محمدی (بیگم) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دیدے گا۔ اور اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لا وارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے۔ اور یہ ارادہ اس کا بند کرو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کیلئے کوشش کروں گا۔ اور میرا مال اس کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھالیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں۔ اور گھر کے لوگوں کو تائید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ورنہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کیلئے رشتہ ناتے توڑ دوں گا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بنا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب ناتے رشتے ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔

الراقم۔ خاکسار غلام احمد۔ لودیانہ اقبال گنج۔ ۲۷ مئی ۱۸۹۰ء۔

جب مرزا علی شیر بیگ بھی قابو میں نہ آئے تو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی پہلی بیوی اور اس کے

بچوں کو (جو مرزا احمد بیگ کے خیر خواہ و صلاح کار تھے) گھور نا اور ڈرانا شروع کیا۔ عاجز اور ضعیف العمر بیوی کو طلاق دینے کا ڈر سنایا اور بچوں کو عاق اور لا وارث کر دینے کا۔ اور ادھر فریق ثانی ناکح اور اس کے وارثوں کو دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا۔ مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کر دو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کر دیا جاوے گا۔ تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آؤ۔ اور اس کے وارثوں کو متعدد خطوں کے ذریعہ ڈرایا اور دھمکایا۔ مگر وہ لوگ بھی اپنے خیال پر قائم و مستحکم رہے۔ ان کے نام کے خطوط کو اس مقام میں نقل کرنے کی ہم گنجائش نہیں دیکھتے اور بجائے اس کے قادیانی کے اعتراف و اقرار تخویف (ڈرانے) و خطوط نو بیسی کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ آپ اپنے اشتہار چار ہزار کے نوٹ صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں:

احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے، ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا، کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا۔ بلکہ وہ سب گستاخی و استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر نا طہ کرنے پر راضی ہوئے۔

مگر چونکہ وہ الہام محض کذب تھا (اگر اس میں صدق کا دخل ہوتا تو قادیانی اس کو سچ بنانے کیلئے بیوی کو طلاق دینے اور بیٹوں کو عاق کرنے اور بہو کو بیٹے سے طلاق دلوانے جیسے مکروہات کا مرتکب نہ ہوتا) لہذا اس کا کوئی ناجائز حیلہ کارگر نہ ہوا۔ اور سات تاریخ اپریل ۱۸۹۲ء کو قادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح ثانی مرزا سلطان محمد سے ہو گیا۔

اس نکاح سے چار مہینے کے بعد مرزا احمد بیگ نے حسب مقتضائے قضا و قدر و تقاضا عمر رحلت کی تو قادیانی نے متعدد تحریرات میں دعویٰ کیا کہ اسکی موت میری پیش گوئی کا اثر ہے اور آئندہ سلطان محمد کیلئے بھی موت تیار ہے۔

ہر چند ہم نے قادیانی کی ان باتوں کا دندان شکن جواب دے دیا اور اس پر پچاسی سوالات جرح کر کے اس کو مجروح و نیم بطل بلکہ مردہ کر دیا۔ ان سوالات میں ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسی پیش گوئیاں نجومی و جبری، جوشی بھی کیا کرتے ہیں جو بعض اوقات سچی نکلتی ہیں۔ یہ پیش گوئی الہامی نہیں ہو سکتی۔ جواب میں مرزا قادیانی سے بجز سکوت کچھ بن نہ پڑا (جرح اور جواب جرح تحریک ختم نبوت کی چوتھی جلد میں نقل ہو چکی ہے۔ بہاء)۔ مگر

تھوڑے عرصہ بعد پھر سرک پڑا اور مرزا احمد بیگ کی موت کو اپنے الہام کا نتیجہ قرار دے کر اس سے مرزا سلطان محمد اور ان کے بھی خواہان اہل اسلام کو ڈرانے لگ گیا چنانچہ رسالہ شہادۃ القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ نمبر ۸۰ میں اس نے کہا ہے:

پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ فشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو بڑی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے تقریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالیٰ اس کی خاطر سے اسکے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:

- ۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔
- ۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔
- ۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تاروشادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔
- ۴۔ اور پھر وہ دختر کلاں تانکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔
- ۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالیٰ ہمیشہ آخر کار جھوٹوں کا منہ کالا کرتا ہے (گو ایک وقت تک ان کے چہرہ پر حمرة الخجل، ندامت کی سرخی، رہے) لہذا سات اپریل ۱۸۹۴ء سے اڑھائی سال کی مدت گذر گئی، مرزا سلطان محمد زندہ صبح و سالم خوش و خرم رہا۔ اور اس نکاح سے ان کو خدا نے ولد صالح بھی عطا کیا جس سے قادیانی کی دروغگوئی اور ذلت اور رسوائی اسلامی دنیا پر ظاہر ہوئی اور اسکی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر وہ اس ذلت اور رسوائی کو بھی شیر مادر کی طرح نوش فرما کر ہضم کر گیا۔ اور اس نوجوان کی عدم وفات پر اس نے ایسی راست بیانی کی جس نے جہان کے بے شرموں اور جھوٹوں کو مات کر دیا۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اس نے عنوان ذیل کی ایک تحریر شائع کی۔

مرزا احمد بیگ اور اسکے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی کی تھی، اسکی حقیقت

اس تحریر میں چونکہ قادیانی نے حسب عادت قدیم تطویل بلا طائل کی ہے اور پورے آٹھ صفحہ میں بیہودہ سرائی کی ہے لہذا ہم اس کی پوری عبارت کے نقل کرنے کی اس مقام میں گنجائش نہیں پاتے۔ صرف اس کا خلاصہ مطلب ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

۱۔ اس پیش گوئی کے دو حصے ہیں۔ پہلا اور بڑا مرزا احمد بیگ کی وفات تھی۔ دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد بیگ کی وفات۔

۲۔ پہلا حصہ پورا ہو گیا۔ جس کا اقرار صاحب اشاعت السنہ بھی کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگرچہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں، بلکہ نجوم یا رمل وغیرہ سے کی گئی تھی۔

۳۔ دوسرا حصہ گو میعاد میں پورا نہیں ہوا مگر بعد میعاد پورا ہوگا۔ میعاد میں پورا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بھی آہٹم کی طرح ڈر گیا تھا۔ بلکہ اس کے دل پر شدید خوف و حزن وارد ہوا تھا۔ اس لئے وعدہ عذاب موت کو خدا نے میعاد سے ٹلا دیا۔

۴۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر دو دلیلیں ہیں۔ ایک عقلی دوسری نقلی (روایتی)۔ عقلی یہ کہ جب ایک پیشگوئی میں دو شخصوں کے مرنے کی خبر دی جاوے، اور ان میں سے ایک شخص مطابق پیشگوئی فوت ہو جاوے تو اس سے دوسرے کا ڈر جانا لازمی امر ہے۔ بناء علیہ خبر پیشگوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کے مر جانے سے سلطان محمد بیگ ایسا ڈر گیا ہوگا کہ گویا وہ جیتا ہی مر گیا۔

نقلی (روایتی) دلیل یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد کے بزرگوں کی طرف سے ہمیں دو خط پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، جن میں انہوں نے اپنی توبہ و استغفار کا حال لکھا ہے۔
سوان تمام قرآن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

۵۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے سے اس عذاب موت کا ٹل جانا تو اس پیش گوئی میں بطور شرط مذکور نہ تھا۔ مگر یہ ربانی کتابوں کی تعلیم سے ثابت و معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ موقت و موعود عذاب موت کو لوگوں کے ڈر جانے سے اپنے وقت سے ٹلا دیا کرتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی قدیم سنت ہے۔ لہذا اگر کسی خبر و پیشگوئی میں اس کا ذکر بطور شرط نہ بھی ہو تو بھی خدا تعالیٰ اس کا لحاظ کرتا ہے اور اس کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

۶۔ اس سنت الہی سے مولوی عبدالبجبار امرتسری، اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ابو سعید محمد حسین واقف ہیں۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں مجھ (قادیانی) سے اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ سنیں اور صرف دو گھنٹے تک مجھے انکے بیان کرنے کی مہلت دیوں۔ پھر اگر ان کا یہ خیال ہوگا کہ یہ دعویٰ نصوص صریحہ سے ثابت نہیں اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں، وہ باطل ہیں تو ہم دوسرو پر انعام دیں گے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ وہ دلائل باطل ہیں اور خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خوف سے تاخیر ڈال دیتا ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین ہالوی فرماتے ہیں) یہ مرزا صاحب کے آٹھ صفحہ کے پورے مطالب کا خلاصہ ہے۔ اب اس پر ہمارے ریمارکس سنیں۔

نمبر اول میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس پیشگوئی کا بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی، یہ اس لئے فرمایا ہے کہ احمد بیگ مرچکا تھا۔ وہ نہ مرتا تو یہی چھوٹا حصہ ہو جاتا۔

مگر قادیانی کے اصل الہام اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۲ء اور اس کے خط مورخہ ۴ مئی ۱۸۹۲ء اور اس کے مضمون شہادت القرآن منقول ص ۱۸۷ کے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ بڑا حصہ اس الہام و پیش گوئی کا اور اصل مقصود الہام منکوحہ آسمانی قادیانی کا اس کے پاس واپس آنا ہے۔ موت مرزا احمد بیگ تو اس کا ایک چھوٹا حصہ اور ایک ذریعہ یازینہ ہے۔ اس کو بڑا حصہ قرار دینا مرزا قادیانی کا جھوٹ ہے۔

نمبر ۲ میں جو قادیانی نے کہا ہے کہ پہلے حصہ کے پورا ہونے کا صاحب اشاعت السنہ نے اعتراف کر لیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے۔ مرزا قادیانی سچا ہے تو بتا دے کہ اشاعت السنہ کا یہ اعتراف کس صفحہ میں مرقوم ہے۔ اشاعت السنہ صفحہ ۳۹ جلد ۱۵ نمبر ۲ میں تو اس کے وقوع سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔

نمبر ۳ میں جو قادیانی نے مرزا سلطان احمد بیگ کا ڈر جانا بیان کیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے۔ ہم نے ایک دوست (مشی محمد سعید نقشبند نویس راولپنڈی) کی معرفت مرزا سلطان محمد بیگ سے اس امر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں ڈر جانے سے انکار کیا۔ یہ سوال وجواب بالفاظ ذیل ہوئے۔

سوال۔ مرزا غلام احمد کے الہام سے آپ کے دل پر کیا اثر ہوا تھا؟ کیا آپ ڈر گئے تھے یا نہیں۔
جواب۔ مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں۔ خدا کا ہر وقت شکر گزار ہوں۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود۔

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ در صورت انکار خوف مرزا سلطان محمد بیگ سے قادیانی نے قسم کا مطالبہ بوعہ انعام ایک ہزار لغایت چہار ہزار کیوں نہیں کیا، جیسا کہ آتھم سے کیا تھا؟ اس کی وجہ ہم سے سنیں۔ قادیانی کو خوب یقین تھا کہ سلطان محمد مسلمان، پھر نوجوان، پھر انگریزی خواں، پھر پولیس والوں کا صحبتی اور متعلق ہے، وہ اپنے سچے انکار پر فوراً قسم کھا کر روپیہ وصول کرے گا۔ آتھم کی طرح بڈھا اور ضعیف القلب عیسائی نہیں کہ وہ سچی قسم سے بھی ڈر جائے گا۔

نمبر ۴۔ میں جو مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر عقلی دلیل بیان کی ہے وہ بھی محض دروغ و مغالطہ ہے۔ عقل مند انسان اگر کسی پیشگوئی کرنے والے کو جھوٹا جانتا ہے تو ایک بار نہیں ہزار بار اگر وہ کسی شخص کی موت کی نسبت پیش گوئی کرے، اور پھر وہ شخص فوت بھی ہو جاوے، تو وہ عقل مند اس موت کو پیش گوئی کا اثر

نہیں سمجھتا اور نہ اس سے ڈرتا ہے۔ بناء علیہ، مرزا احمد بیگ کی موت سے مرزا سلطان محمد کا ڈر جانا لازمی اور ضروری نہیں۔ اور جو نقلی (روایتی) دلیل بیان کی ہے۔ وہ ہرگز لائق اعتماد و قبول نہیں کیونکہ اس روایت کے راوی اور ان خطوں کے کاتب حکیم فضل الہی (متوطن کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ، ہتیم لاہور) سے خاکسار نے اپنے فرودگاہ لاہور میں بلا کر حال دریافت کیا تو انہوں نے چند اشخاص کے سامنے اقرار و اظہار کیا کہ: ان خطوط کا کاتب میں ہی ہوں۔

اور ان کی یہ روایت قادیانی کی تائید و تصدیق میں درج ذیل تین وجہ سے لائق اعتماد نہیں۔
 وجہ اول۔ کہ ان خطوں میں بقول قادیانی وحسب بیان حکیم صاحب مرزا سلطان محمد کا کوئی اعتراف قصور و توبہ درج نہیں۔ جو کچھ ہے ان کے بزرگوں کی طرف سے ہے۔ واز آنحالیکہ قصور نکاح ثانی زوجہ آسمانی قادیانی کا مرتکب اور اصل مباشر خود مرزا سلطان محمد بیگ ہیں، نہ ان کے بزرگ جو صرف معاون و مشیر ہیں۔ لہذا وہ اعتراف قصور و توبہ اصل مباشر کے انکار و اصرار کے مقابل کان لم یکن و ناقابل اعتبار ہے۔
 وجہ دوم یہ کہ مرزا سلطان محمد نے اپنی اس تحریر میں جو ہمارے سوالات کے جوابات میں انہوں نے ارسال کی ہے، اس سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کوئی خط منضمین توبہ و استغفار مرزا غلام احمد کے نام بھیجا ہو۔ لہذا ان خطوں کا اعتراف قصور و توبہ باوجودیکہ وہ غیر مباشر کا اعتراف ہے، اور غیر راقم کی قلم سے لکھا ہوا ہے، لائق اعتبار نہیں۔

وجہ سوم یہ کہ اس اعتراف توبہ کے ناقل و کاتب حکیم فضل الہی ہیں اور وہ مرزا قادیانی کے چھپے حواری (مددگار) اور ذوالوجہین (دورنہ) ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت میں وہ جب آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں قادیانی کا حواری نہیں ہوں، اور جب قادیانی کے حواریوں اور مریدوں سے خلوت کرتے ہیں تو ان کے ہم صفیر و مددگار بن جاتے ہیں۔ ان کی اس دوسری حالت پر سردست تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ ان کے خاص مذہبی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ہوتے ہیں اور ان کی بعض مذہبی مجلسیں انہی کے خاص اہتمام سے اور انہی کے خاص مکان پر ہوتی ہیں اس کی تصدیق چاہو تو حافظ فضل احمد مولانا بخش کا اشتہار مباحثہ جو حکیم صاحب ہی کے مکان کے پتہ سے جاری کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

دوسری دلیل یہ کہ وہ وقتاً فوقتاً قادیانی کے عقائد کفریہ کی تائید و تصدیق کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔
 دو دفعہ خاکسار کے فرو دگاہ پر آئے اور عقائد قادیانی کے حامی بنے۔ ایک دفعہ اس بات کا ثبوت لے کر آئے کہ
 جو قادیانی نے ملائکہ کو ارواح کو اکب قرار دیا ہے، یہ کفر نہیں۔ دوسری دفعہ اس امر کا ثبوت آپ نے پیش کیا کہ
 جو قادیانی نے آیت و مبشرآ برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو اپنے اوپر لگایا ہے، یہ کفر نہیں۔
 جب ہم نے ان باتوں کا کفر ہونا ان کے سامنے ثابت کیا۔ تو باوجودیکہ عاجز و لا جواب ہو گئے مگر پھر بھی ان
 باتوں میں قادیانی کی تائید کرنے سے باز نہ آئے۔ اور اس لا جواب ہونے کے بعد شیخ محی الدین واعظ انجمن
 حمایت اسلام کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ: جو قادیانی نے اپنے آپ کو مرسل یزدانی لکھا ہے اس کا ثبوت
 قرآن وحدیث میں موجود ہے اور اس کی تفصیل میں پورا مرزائی بن کر دکھادیا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے حواریوں اور اس کا مذہب پھیلانے والوں کو تبرعاً و احساناً
 بلا معاوضہ مالی مدد دیتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ (ساکن موضع بدولہی)
 قادیانی کی تائید میں برسربازار وعظ کہتا پھرتا تھا، اس کو حکیم صاحب نے علی رؤس الاشہاد دو روپہ دیئے تاکہ
 اور لوگ بھی ان کی تقلید کریں اور اس کو مالی مدد دیں۔

ان وجوہات ثلاثہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب، قادیانی کے حواری ہیں۔ لہذا ان کی روایت و
 شہادت قادیانی کی تائید میں مقبول نہیں۔

مرزا سلطان محمد کے خوف پر عقلی و نقلی دلیلیں بیان کر کے جو قادیانی نے کہا ہے: کہ ان تمام قرآن کو
 دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ و وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

یہ بھی محض جھوٹ ہے اور بناء فاسد علی الفاسد۔ آپ کو یہ یقین یا کم سے کم ظن غالب یا
 ادنیٰ درجہ کا وہم بھی اس کا گذرتا تو آپ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء سے پہلے اس مضمون کا اشتہار جاری کرتے۔ آپ
 اشتہار جاری کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ اپنی محبوبہ زوجہ کا حمل اور مینغوضہ زوجہ کی طلاق اور اولاد کو عاق کرنے
 کے اشتہار سے نہیں رک سکے۔ پس اگر ان کو کچھ بھی اشارہ عالم بالا سے ہوتا، یا آپ کا ملہم (معلم الملکوت) آپ کو
 القاء کرتا یا واقعہ میں آپ کو کوئی خط بزرگان سلطان محمد کی طرف سے ملتا تو آپ ضرور اس کا اشتہار کر دیتے۔

تاریخ وفات مرزا سلطان محمد گزگئی اور اس کی صحت کے ساتھ زندگی آپ کی شرمندگی کا موجب ہوئی، تب آپ نے اپنے ایک چھپے حواری (حکیم فضل الہی) کی مدد سے یہ ڈھکوسلہ بنا لیا۔
 نمبر ۵ میں جو آپ نے ڈر جانے سے الہی وعدہ عذاب کے ٹل جانے کو سنت قدیم خداوندی قرار دیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے جس کا کافی بیان اس جلد میں ہو چکا ہے۔

۶۔ قادیانیوں کو انعامی چیلنج

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ نمبر ۶ میں جو آپ نے ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قسم اس بیان پر چاہی ہے اس قسم کیلئے خاکسار جس تاریخ و جس مقام میں (جبر قادیان) آپ چاہیں، حاضر ہے۔ مگر اس پر انعام دوسوروپہ نہیں چاہتا، بلکہ بجائے دوسوروپہ کے آپکے مسلمان ہو جانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر کوئی اور انعام تجویز کیا جاوے گا جو از قسم مال نہ ہوگا۔ اس کا اظہار آپ کے عقائد کفریہ سے تائب ہونے سے انکار کے بعد کیا جائے گا۔
 قسم کے نادرست ہونے پر آپ مجھے کوئی ڈر سنانا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد تین دن مقرر کریں۔
 زیادہ میعاد مقرر کریں گے تو اس کو منظور نہ کیا جائے گا۔ اور کمی میعاد کا آپ کو اختیار بھی دیا گیا ہے چنانچہ پہلے معروض ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ اور اگر آپ درج بالا انعام و شرط سے میری قسم منظور نہ کریں تو بالمقابل قسم پیش کریں اور اس پر وہی دوسوروپہ جو آپ نے تجویز کئے ہیں، انعام لیں۔ مگر میں آپ کے ان حواریوں کی جن کو میں آپ کی مانند دہریہ و لاندہب جانتا ہوں، قسم ہرگز منظور نہ کرونگا (آپ اور وہ لوگ دوسوروپہ تو کجا، دوسوروپہ پر بھی قسم کھانے کو تیار ہو جائیں گے) بلکہ میں اولاً محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی قسم چاہتا ہوں۔ وہ انہی الفاظ سے، جو آپ مجھ سے کہلانا چاہتے ہیں، یہ کہیں اور اس پر قسم کھا جائیں کہ

میں (محمد علی) نے ان دلائل فریقین کو جو خدا تعالیٰ کے موعود و موقت عذاب کے ٹل جانے یا نہ ٹلنے کی بابت قادیانی کے اشتہارات اور اشاعت السنہ کے مضامین میں بیان ہوئے ہیں، غور و تعلق سے ملاحظہ کیا ہے۔ میرے ایمان و کانشنس conscience کی شہادت سے قادیانی کے دلائل غالب و راجح ہیں۔ اور اشاعت السنہ کے دلائل مرجوح و مغلوب ہیں۔ اور مجھے موازنہ دلائل سے یقین ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے موقت و موعود عذاب موت کو لوگوں کے سچے مسلمان ہو جانے سے، بلکہ جھوٹے ایمان لانے سے، بلکہ کافر رہ کر کسی قدر ڈر جانے سے، ٹلا دیا کرتا ہے۔

اس بیان میں اپنے دلی اعتقاد و کانشنس کے خلاف کرتا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھے ایسے دکھ و عذاب سے ہلاک کرے جو کسی جھوٹے پر نہ ہوا ہو۔

محمد علی خان بہ تسلیم کذب قادیانی اس قسم سے انکار کریں تو دوسرے درجہ پر حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دارنہر اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔

وہ بھی طرح انکار کر جائیں تو بدرجہ سوم منشی عبدالحق اکاؤنٹٹ لاہور قسم کھائیں۔

وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ چہارم منشی الہی بخش اکاؤنٹٹ لاہور قسم کھائیں۔

وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ پنجم سید فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر قسم کھائیں۔

یہ لوگ چونکہ عربی و دینی علوم میں دخل نہیں رکھتے لہذا ان میں سے ہر ایک کو عربی عبارات کا مطلب

سمجھنے کیلئے مہرا حسن امر وہی کو اپنے ساتھ شریک کرنا ضروری ہوگا۔ اور ان کو بھی ان کے ساتھ قسم کھانی پڑے گی

اگر یہ لوگ قادیانی کے پچھلے اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہوں اور ان کو ہمارے دلائل و جواب

کے مقابلہ میں کمزور سمجھیں تو وہ قادیانی سے درخواست کریں کہ وہ اپنے دعویٰ الہی وعدہ عذاب موت کے ٹل

جانے پر، دیگر قوی دلائل جو وہ دو گھنٹہ میں بیان کرنا چاہتے ہیں، قلم بند کر کے ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم سے

ان کا جواب لیں۔ پھر جاہلین کے دلائل کا موازنہ و مقابلہ کر کے اس کے دلائل کو غالب پائیں تو اسی تفصیل اور

اسی ترتیب سے قسم کھائیں اور قادیانی کو وہی انعام دلوائیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، مرزائی اکابرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر وہ دلائل وعدہ

عذاب موت کے ٹل جانے کے علاوہ قادیانی سے جملہ الزامات مندرجہ مضامین اربعہ ۱۔ اشاعت السنہ کی کیفیت سالانہ اور ایک غنیم دشمن اسلام (قادیانی) پر اسکی فتح یابی کا شکرانہ ۲۔ لعنت اللہ علی الکاذبین مع تکملہ ۳۔ حرامزادہ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب ۴۔ فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی، کا پورا جواب لکھوائیں۔ اور پھر اس کا جواب ہم سے لکھوا کر ان میں موازنہ و مقابلہ کر کے قادیانی کی جانب کو غالب اور اشاعت السنہ کو مغلوب سمجھیں، تو اس پر بھی اسی ترتیب سے اور اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔ اور اس کے صلہ میں دو ہزار روپہ انعام قادیانی کو دلوائیں۔ اس دو ہزار روپہ کی کفالت چاہیں تو ہمارا نیامکان (دیوان خانہ) مکفول کرائیں، جیسا کہ جواب براہین احمدیہ کے انعام میں اپنی زمین مکفول کراتے تھے

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ بات مرزا قادیانی نے نہ مانی اور جواب مضامین اربعہ مذکور کے لکھنے کی جرأت نہ کی اور اس کے موجودہ اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہونے کے سبب ان لوگوں نے قسم نہ کھائی تو عام مسلمان جان لیں کہ: خوف سے موعود عذاب موت ٹل جانے، کے دعویٰ پر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع مذکورین کو یقین و طمانیت نہیں ہے اور اس دعویٰ میں وہ ہٹ دھرمی کر رہے اور دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہے ہیں

نمبر ۷ میں آپ نے منکوحہ آسمانی کی واپسی کی پھر پیش گوئی کی ہے لیکن اس کی کوئی میعاد نہیں بتائی لہذا یہ پیش گوئی آپ کے کسی دعویٰ الہام یا مسیحائی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ایسی پیش گوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کر دے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح میں آوے گی، تو اس سے آپ اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے۔ لہذا مناسب ہے کہ اگر اس پیش گوئی سے آپ اپنا کوئی دعویٰ الہام یا مسیحائی و غیرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد مقرر کریں ورنہ اس کو ابھی ڈھانکے رکھیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی آخر میں لکھتے ہیں کہ ان تشریحات سے قادیانی کی راست بیانی اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے، اب داد انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ توفیق انصاف دے۔

(ماہنامہ اشاعت السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۱۷۹-۱۹۶)

مرزا قادیانی مجسٹریٹ کے حضور

۱۸۹۷ء میں عیسائیوں نے قادیانی کے خلاف الزام ارادہ قتل کا ایک مقدمہ دائر کیا۔ اس مقدمہ میں مرزا صاحب کی طرف مولوی فضل الدین پلیدر تھے جو خفی المسلک تھے اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی گو عدالت نے بطور گواہ کے طلب کیا تھا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مقدمہ ۱۸۹۷ء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات! فریق جنگ ایک تو سچے اور مردوں کو زندہ کرنے والے حضرت مسیح بن مریم کی پیرو عیسائی گورنمنٹ ہے جو بواسطہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلا راک میدان جنگ میں اتری تھی۔ دوسرا فریق جھوٹا اور خونی مسیح، زندوں کو مارنے والا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت ہے جو نئے عیسائی مرزائی کہلاتے ہیں اور وہ بڑی جمعیت اور ٹھاٹھ کے ساتھ پنجاب کے اکثر شہروں لاہور، گجرات، جہلم وغیرہ سے آ کر گورنمنٹ اور دیگر عیسائیوں کے مقابلہ کیلئے بٹالہ میں جمع ہوئے تھے۔

درحقیقت تو مقابلہ مقدمہ جوڈیشیل تھا مگر دجال قادیانی نے اپنے گروہ اور ناواقف مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی غرض سے اس کو مذہبی جنگ بنا لیا۔ اور اپنے ایک نائب کی قلم سے اس کا نام جنگ مقدس رکھ کر ایک پمفلٹ کی صورت میں اس کو چھاپنا شروع کر دیا۔ ان کی اصطلاح کی پیروی و اتباع سے ہم نے بھی اس کا نام جنگ مقدس رکھا اور نہ ہمارے نزدیک ایک جوڈیشیل مقدمہ ہے، نہ مذہبی جنگ۔

اس تعریف فریقین کو سن کر ناظرین جنہوں نے ہمارے مضمون، عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے، اشاعت السنہ جلد ۱۶ میں نہ دیکھا ہو تعجب سے یہ سوال کریں گے کہ اتباع قادیانی تو اس معنی سے عیسائی ہوئے کہ وہ جھوٹے عیسیٰ و خونی مسیح کی امت ہے، خود بدولت دجال صاحب جو فریق مخالف گورنمنٹ کے راس و رئیس ہیں کیونکر عیسائی کہلانے کے مستحق ہوئے۔ وہ تو خود عیسیٰ ہیں پھر وہ کیونکر عیسائی کہلا سکتے ہیں

اور اپنی ہی ذات کی طرف ان کی نسبت کیونکر جائز ہے؟

حضرات ان کے باوجود خود عیسیٰ ہونے کے عیسائی کہلانے کی وجہ ایک اور ہے جو ذیل میں معروض ہوتی ہے۔

حضرات! قادیانی اگرچہ درحقیقت کوئی مذہب نہیں رکھتا اور وہ لامذہب، باطنیہ، دہریہ ہے اور اس کا ایک مدت سے دعویٰ مسلمانی کرنا اور اسلام کی حمایت و نصرت میں مخالفین اسلام کے مقابلہ کا دم بھرنا محض دام تزویر ہے جس سے عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مسلمانوں کو پھنسانا اور ان سے ٹکے وصول کر کے عیش اڑانا اس کا مقصود ہے۔ مگر تاہم مذاہب مشہورہ سے اس کو کچھ نسبت و مناسبت ہے، تو صرف عیسائی مذہب سے ہے کیونکہ عیسائی مذہب میں حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانا جاتا ہے اور تثلیث و کفارہ کا اعتقاد اس مذہب کا جزء ہے۔ ایسا ہی دجال قادیانی اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے اور ایک معنی سے تثلیث پر (اس کو پاک کہہ کر) اور ایک قسم کے کفارہ پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اس کا رسالہ فتح اسلام، اور توضیح مرام ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو ہمارے اس بیان پر یقین لائیں گے۔ جن کو اس امر کا علم ہے کہ اہل اسلام سے سلف سے خلف تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں گذرا جس نے خدا کے کسی پیارے (نبی ہو یا فرشتہ) کو خدا کا بیٹا کہا ہو، یا تثلیث کو پاک بنا کر اور کفارہ کو تجویز کیا ہو۔ مسلمان کہلا کر یہ کام قادیانی ہی نے کیا ہے۔ اس لئے ہم نے اگر بطور تشبیہ و مماثلت اس کو عیسائی کہا ہے تو یہ اس کے حال پر ہماری کمال مہربانی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے پہلے جنگ مقدس میں جو ۱۸۹۳ء میں اس میں اور اس کے بڑے بھائیوں عیسائیوں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک و عبداللہ آتھم وغیرہ میں ہوئی تھی، اور حال کے جوڈیشیل (judicial) جنگ میں جس کو اس نے مقدس بنا لیا، عیسائی کہا ہے۔ اور ان جنگوں کو عیسائیوں کے باہمی جنگ سے قرار دیا ہے۔ امید ہے اس وجہ کو سن کر ناظرین داد دیں گے۔ انٹروڈکشن ہو چکا اب اصل مدعا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اس جنگ کی تفصیل بیان کرنا اور پھر کسی جانب کی تائید کرنا ہم کو پسند و منظور نہیں ہے کیونکہ نہ ہم کو کسی فریق سے مذہبی ہم دردی ہے، اور نہ اس کی وجہ سے طرف داری کا خیال ہے، اور نہ اصل واقعات کی نسبت ہم کو خارجی علم اور ذاتی واقفیت ہے، اور نہ عدالت میں بیانات و اظہارات فریقین پر ہم کو پورا بھروسہ و اعتماد ہے،

اس لئے ہم اس واقعہ کی نسبت پوری پوری رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ اور اسی وجہ سے اس کی پوری تفصیل بیان کرنا بھی فضول جانتے ہیں۔ ہاں اس کی مجمل کیفیت بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرت سرنے پولیس میں رپورٹ کی کہ ایک شخص عبدالحمید نامی قادیانی کی طرف سے میرے قتل یا نقصان کیلئے مامور ہو کر میرے پاس آیا تھا جس پر سرکار مدعی ہوئی اور ڈاکٹر کلارک سرکار کی طرف سے پیروکار اور قادیانی ملزم و مستغاث علیہ ٹھہرایا گیا۔ اور پہلے مجسٹریٹ امرتسر کی کچہری میں بذریعہ وارنٹ ضمانتی چالیس ہزار روپے اس کا حاضر ہونا تجویز ہوا۔ پھر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کی کچہری میں بذریعہ سمن طلب ہو کر بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور حاضر عدالت مجسٹریٹ ہوا۔ اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔ عبدالحمید مذکور نے دونوں مجسٹریٹوں (مجسٹریٹ امرتسر و مجسٹریٹ گورداسپور) کے سامنے بیان ڈاکٹر کلارک کی تائید کی۔ اور جب تک کہ وہ مشنری عیسائیوں کے ہاتھ میں رہا، اس پر پختہ و قائم رہا۔ جب وہ ڈسٹرکٹ پولیس گورداسپور کی تحویل میں گیا، تو وہ پھر اپنے بیان سے پھر گیا اور صاف بول اٹھا کہ مجھے عیسائیوں نے بہکایا اور سکھایا تھا کہ میں ایسا بیان کروں۔ جس پر مجسٹریٹ کو اشتباہ ہو گیا اور قادیانی الزام قتل سے بری کیا گیا۔

اس کے اس تبدیل بیان کی وجہ جو لوگ بیان کرتے ہیں ہم اس کو تحریر میں نہیں لاسکتے جو سننے کے شائق ہوں وہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں آئیں اور اس کی عام گلی کوچوں میں سن لیں۔ اسی نظر سے ہم ان بیانات کو مشتبہ کہتے ہیں اور انکی نسبت اپنی قلمی رائے کو ظاہر نہیں کر سکتے کہ فریقین میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ جس فریق نے جھوٹ بولا ہے وہ دنیا میں لعنت اور آخرت میں جہنم کا مستحق ہو گیا ہے۔ اور جو سچا ہے وہ دنیا میں آفرین اور آخرت میں اجر کا مستحق ہے۔

ہر چند مرزا قادیانی اس مقدمہ میں الزام قتل سے بری کیا گیا ہے مگر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اس کے مشن کو اس سے چھین لیا اور اس کی نبوت کو ختم کر دیا اور اس کے الہاموں کے مخرج پر آہنی میخ یا فولادی بولٹ کا ڈاٹ کا لگا کر الہامی گوئی کو بند کر دیا اور اس سے عہد لے لیا اور لکھوا لیا کہ وہ آئندہ فتنہ انگیز اور اشتعال خیز الفاظ (جن میں اس کے ڈرانے والے الہامات بھی داخل ہیں) تحریرات و مباحثات میں استعمال نہ کرے گا اور ان کی اشاعت عمل میں نہ لائے گا۔

یہ بات اس کے انحصار میں اور وکیلوں نے شائع کی ہے اور بعض اخبارات میں بھی مشہور ہو چکی ہے (اخبار جعفر زٹی لاہور ۲۸ ستمبر ۱۸۹۷ء میں عنوان، قادیانی کی پردہ دری، قائم کر کے لکھا ہے: مرزا قادیانی نے ڈپٹی کمشنر کے روبرو اقرار کر لیا ہے بلکہ دستخط کر دیئے ہیں کہ میں آئندہ کوئی پیش گوئی نہیں کرونگا اور کسی کو موت کا پیغام بھیج کر ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش نہیں کرونگا۔ اور کوئی ایسی تحریر میری طرف سے شائع نہ ہوگی)۔ جس سے اس کو پوری شکست ہوئی، اور اسکے مقابل عیسائیوں بلکہ محمدیوں اور دیگر مذاہب کے ان مخالفوں کو جن کو وہ ایسے الفاظ سے ڈرایا اور دھمکایا کرتا تھا، اس پر فتح حاصل ہوئی۔ وہ بے دست و پا ہو گیا ہے اور اس کو الہامی قبض لاحق ہے۔ مجسٹریٹ ضلع اس سے نبوت اور الہامات کو چھین کر اس کو یہ شکست فاش نہ دیتا تو وہ الزام قتل سے بری ہونے کے وقت سے اس وقت تک اپنے جملہ مخالفوں اور مخاطبوں کو صد ہا ڈرانے والے الہامات کو سنا کر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا اور ہزاروں نئے جانوروں (عقل کے اندھوں اور گائے کے پوروں) کا شکار کرتا اور میسوں رسالے اور صد ہا اشتہارات شائع کر دیتا۔ اس وقت تک جو وہ چپ ہے اور ایک آدھ دفعہ بولا ہے تو برعکس روش قدیم یہی بولا ہے کہ آئندہ میں کسی کے حق میں ڈرانے دھمکانے والے الہام شائع نہ کرونگا۔ اور کسی کی دل آزاری بھی نہ کرونگا۔ آئندہ میرے مرید بھی کسی کی دل آزاری نہ کریں، نرمی اور تہذیب سے کام لیں ورنہ وہ مجھ سے جدا ہو جائیں گے، تو اس کی وجہ وہی شکست فاش ہے جسکی جگہ وہ خدا ترسی و نرم دلی کو اختیار کرنا وجہ بیان کرتا ہے اور اس بیت کا مصداق بن گیا ہے:

زاهد نہ تاب داشت وصال پری رخاں کئے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

مگر اے حضرات ناظرین اس کی اور اس کے بعض اتباع کی جرأت و دلاوری و حیا و شیر بہادری کو دیکھو کہ وہ اس شکست کو فتح مشہور کر رہے ہیں۔ اور الزام قتل سے برأت کو فتح بنا بیٹھے ہیں اور ان کے مشن اور نبوت کے حکماً بند ہو جانے سے (جو ان کو ہزیمت حاصل ہوئی ہے) اس کو شیر مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے نوش کر گئے ہیں اور اس کا ڈکار بھی نہیں لیتے بلکہ برعکس یہ مشہور کر رہے ہیں کہ ڈرانے والے الہامات کی اشاعت کو ہم نے اپنی مرضی سے بند کر دیا ہے۔ عدالت مجسٹریٹ سے اس کی ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہوا۔ چنانچہ ان دروغ گوئیوں کے امام قادیانی نے اپنے اس اشتہار کے صفحہ ۹ میں جس کو ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اس نے چھاپ کر مشہور کیا ہے اور اس پر پریس کا نام (جس میں وہ اشتہار چھاپا ہے) درج نہیں کیا (یہ اشتہار مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد دوم کے صفحہ

۲۵۶ سے ۲۷۳ پر موجود ہے۔ بہاء) لکھا ہے کہ

چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا، اور اصل واقعات کو چھپایا، اس لئے آئندہ میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی اندازی پیش گوئی کی جاوے بلکہ آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہیگا کہ اگر کوئی ایسی اندازی پیش گوئی کیلئے درخواست کرے تو ان کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔
پھر اس کے حاشیہ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

بعض ہمارے مخالف جن کو افتراء اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے، لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیش گوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی۔ اور عذابی پیش گوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے، یعنی رضامندی لینے کے بعد پیش گوئی کرنا، اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی، جلد ۲-ص ۲۶۶)

لیکن جاننے والے جان گئے ہیں کہ آپ کی یہ خلوت نشینی و عزلت گزینی یعنی آئندہ اندازی پیشگوئی سے کت لسانی اور نرم زبانی کا وعدہ بلاجہ نہیں ہے۔ مجسٹریٹ ضلع آپ کو اس سے نہ روکتا تو آپ کبھی نہ رکتے۔ مجسٹریٹ صاحب کا آئندہ فتنہ انگیز و اشتعال خیز الفاظ سے جن میں اندازی پیش گوئیاں بھی داخل ہیں آپ سے عہد لے لینا آپ کے اعترافات و عبارات آئندہ سے روز روشن کی طرح کی عیاں ہے مگر بحکم آنکہ دروغ گور حافظہ نباشد آپ کو اپنی کلام کا مابعد و ماسبق کچھ یاد نہیں رہتا۔ لیجئے ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں اور آپ کی اصل عبارات نقل کرتے ہیں۔ اسی اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں صفحہ ۱۱، آپ فرماتے ہیں:

جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ استعمال کئے جائیں، میں اس پر کاربند رہنا چاہتا ہوں۔ اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اس طرز کے پابند رہیں اور ہر ایک سخت

اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۲ ص ۳۶۸)

پھر اس اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۱۳ میں آپ کہتے ہیں:

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کیلئے بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے، اس لئے حفظ امن کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے پابند ہوں۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۲ ص ۳۷۰)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اب ہم قادیانی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس عہد میں جو سخت الفاظ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ آپ نے بولا یہ اندازی پیش گوئی کو شامل و محیط ہے یا نہیں۔ ہے تو انہوں نے کیا افتراء کیا جنہوں نے کہا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آپ کو اندازی پیشگوئیوں سے منع کر دیا ہے۔ اور اگر وہ لفظ اندازی پیش گوئیوں کو شامل نہیں تو پھر آپ نے اندازی پیشگوئیوں کو کیوں بند کر رکھا ہے۔ آپ کو روک نہیں ہوئی، تو انفصال مقدمہ کی تاریخ سے اس وقت تک کوئی تو الہامی گولہ چلایا ہوتا۔ اگر آپ کی طبیعت اور عادت اس کو پسند نہیں کرتی، جیسا کہ صفحہ ۱۱، اشتہار مذکور میں آپ نے دعویٰ کیا ہے، تو پہلے یہ طبیعت اور عادت کہاں چلی گئی تھی۔ اور اگر اخلاق یا تہذیب مانع ہے جس کا آپ اس اشتہار کے صفحہ ۱۰، ۱۱ میں دعویٰ کرتے ہیں تو پہلے اس تہذیب و اخلاق کو کون لے گیا تھا۔ اور اگر قانون عدالت مانع ہے جن سے آپ اس اشتہار کے حاشیہ صفحہ ۹ میں ڈرتے ہیں تو پہلے وہ قانون کہاں تھا۔

ان سب مواعظ کے موجود ہونے کے ساتھ اپنی تمام الہامی زندگی اور پوری بیخبری عمر کو انہیں اندازی الہاموں میں صرف کیا ہے، تو آپ کا اس سے یکا یک رک جانا اور بذریعہ تحریرات بار بار عدالت اور گورنمنٹ سے عہد کرنا، اور اپنے مریدوں کو وہ عہد یاد دلانا صاف یقین دلاتا ہے کہ یہ روک مجسٹریٹ ضلع کے حکم اور اس عہد کا (جو اس کے سامنے آپ نے کیا ہے) نتیجہ ہے اور مجسٹریٹ ضلع آپ کے ملہم سے زبردست اور غالب نکلا جس نے آپ کے الہامات پر آئندہ کیلئے قفل یا ڈاٹ لگا دیا اور آپ کی نبوت کو آپ سے چھین لیا۔ اس سے اہل فہم و بصیرت نے یقین کر لیا ہے کہ آپ نے باوجود بربری ہو جانے کے الزام قتل سے اس جنگ میں شکست فاش کھائی ہے اور پھر آپ کا اس شکست کو فتح سے مشہور کرنا، آپ کی دلیری اور بہادری ہے جو آپ جیسے ملاموں کا ہی خاصہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: اب اس مقدمہ میں بعض مسلمانوں کی کشمکش و کشش و مجبورانہ شراکت کو بیان کیا جاتا ہے۔

پس واضح ہو کہ مجملہ ان مسلمانوں کے جن کو اس مقدمہ میں مجبوراً کشش ہوئی، ایک یہ خاکسار راقم مضمون (محمد حسین) ہے جس کو مجبوراً اس مقدمہ میں مجسٹریٹ کے حکم طلبی نے بطور گواہ شامل کیا۔

عدالت میں پیش ہونے سے پہلے ۱۰۔ اگست (۱۸۹۷ء) کو مرزا قادیانی کا ایک نائب و شاگرد (مگر جھوٹ بولنے اور اس پر مواخذہ دنیوی و اخروی کی شرم و خوف نہ رکھنے میں اس کا استاذ و مرشد) جس نے کیفیت مقدمہ کو بعنوان دوسرا جنگ مقدس چھاپا ہے، میری ہوا خوری کے وقت سڑک پر مجھے ملا اور بولا کہ اس مقدمہ میں ہمارے مرزا صاحب آپ کی شہادت پیش کرانے والے ہیں، اور یہ بھی کہا کہ سنا ہے فریق ثانی نے بھی آپ کو گواہ لکھوایا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے پاس اس وقت تک کوئی سمن نہیں آیا اور اگر عدالت نے مجھے طلب کیا تو مجھے شہادت دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا، کیونکہ جو بات میں اپنے رسالے میں لکھ چکا ہوں اس کے بیان میں اور حق کے اظہار میں کیا عذر ہے۔ پھر ۱۳۔ اگست ۱۸۹۷ء کے ۱۲ بجے تک نہ میرے پاس کوئی سمن آیا اور نہ مجھے کوئی پختہ خیال شہادت کا تھا۔ اس تاریخ کے ایک بجے کے قریب جب کہ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے تیار تھا میرے پاس ڈپٹی کمشنر کا چراسی آیا اور زبانی یہ پیغام لایا کہ ڈپٹی کمشنر آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں کوئی سمن یا خط نہ تھا، اس وجہ سے مجھے اس وقت تک معلوم نہ ہوا کہ فریقین میں سے، جو مجھے گواہ بنانا چاہتے تھے، کس کی طرف سے گواہ بنایا گیا ہوں اور کس نے مجھے طلب کرایا ہے۔ پیچھے کر معلوم ہوا کہ قادیانی ہی میرے طلب کرانے کے موجب و محرک ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس مقدمہ کو میرے ہی سر تھوپا تھا اور کہا تھا کہ یہ شخص میرا دشمن ہے، اسی نے ترغیب و مشورہ دے کر اور تجویز کر کے یہ مقدمہ ناحق مجھ پر قائم کرایا ہے۔ ڈاکٹر کلارک پیر و کار سرکار نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے مولوی محمد حسین کو ۱۸۹۵ء سے کبھی نہیں دیکھا، پھر ان کی ترغیب و تجویز کے کیا معنی اور ان سے مشورہ لینا کیونکر ممکن تھا۔ لہذا اس امر کے دریافت کرنے کے لئے عدالت نے مجھے بلایا۔ اس سے ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ مجھے عدالت میں کس نے بلوایا اور میں کس کا گواہ تھا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر میں چراسی کے ساتھ عدالت کے دروازہ پر پہنچا تو میں نے اپنا وزٹ کارڈ (ملاقاتی

ٹکٹ) ڈپٹی کمشنر کے پاس بھیجا گیا۔ صاحب نے اردلی کو حکم دیا کہ ان کو بٹھاؤ اور کرسی دو (یہ بات خاکسار محمد حسین کوڈا کٹر کلارک کے خط سے اور زبانی پیچھے کو معلوم ہوئی) اس وقت اردلی نے مجھے کرسی دے دی اور صرف یہ بات کہی کہ ہم نے آپ کا ٹکٹ دے دیا، صاحب نے کہا ہے کہ بٹھاؤ۔ جب ڈپٹی کمشنر پہلے گواہ کا اظہار لینے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ جب میں عدالت کے کمرہ میں داخل ہوا تو بلا توقف ایک منٹ کے میرا اظہار شروع ہوا۔ حسب ضابطہ عدالت نام ولدیت قومیت و عمر کے بعد سوالات شروع ہوئے:

۱۔ پہلا سوال مجھ سے یہ ہوا کہ آپ مرزا غلام احمد کو جانتے ہیں؟ میری طرف سے اس کا جواب تھا۔ ہاں میں جانتا ہوں اور خوب جانتا ہوں۔

سوال ۲۔ اس نے کوئی پیش گوئی کی ہے۔ جواب: ہاں بیس پچیس اشخاص کے حق میں پیش گوئیاں کی ہیں۔
سوال ۳۔ انجام آتھم کے صفحہ ۴۴ پر جو عبارت درج ہے کہ جھوٹ کی تیج کنی خدا کرے گا، اس کا کیا مطلب ہے۔ (ناظرین اس سوال سے ڈاکٹر کلارک صاحب کا یہ مقصود تھا کہ شاید میں ان کے اس دعویٰ کی تائید کروں گا کہ اس عبارت میں ان کے مارے جانے یا تیج کنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واز انجا کہ میرے خیال سے اس عبارت کا یہ مطلب نہ تھا لہذا میں نے ڈاکٹر کلارک کے مقصود کو پورا نہ کیا اور اپنے ایمان اور صداقت سے کام لے کر اس سوال کا جواب دجاں قادیانی کے حق میں مفید حسب ذیل دیا)

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہوگا۔ اس عبارت سے میں یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص ذاتی دشمنی مرزا کی کلارک سے ہے۔

سوال ۴۔ مرزا غلام احمد سے تمہاری موافقت ہے یا مخالفت۔

جواب۔ مرزا سے میری ذاتی کوئی مخالفت نہیں، ہاں مذہبی معاملات میں اس سے اتفاق نہیں۔

سوال ۵۔ کیا مرزا فتنہ انگیز آدمی ہے (یہ سوال ڈاکٹر کلارک نے کیا تھا)۔

جواب: بیشک وہ فتنہ انگیز آدمی ہے۔ اس نے ہندو اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں۔ یہ اس کی تعلیم کا اثر ہے۔ اس کی تعلیم یہ ہے جو آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۱ میں اس نے کی ہے کہ:

نافرمان انسان کی جان اور مال اس کے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں داخل ہو جاتی ہے پھر جس کے

ہاتھ سے خدا چاہے ان کو تلف کرادے،

اور اشتہار متعلق حسین کامی سفیر روم میں اس نے کہا ہے کہ: خدا تعالیٰ نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا، بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ،

عبارت آئینہ کمالات اور اس عبارت اشتہار کا مطلب یہ ہے کہ نافرمان انسان خصوصاً جو مرزا سے جدا ہے وہ کاٹے جانے کے لائق ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ اس کے پیرو اسکے مخالفوں کو کاٹنے کے لائق سمجھتے ہیں اور ان کے خون کے پیاسے ہیں۔

(عبارت آئینہ کمالات اس وقت پڑھ کر سنائی گئی اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم بھی عدالت میں پڑھی گئی مگر معلوم نہیں عدالت نے اظہارات میں کیوں عبارت آئینہ کمالات کا حوالہ صفحہ درج کیا اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم کا ذکر تک نہ کیا)۔

عبارت آئینہ کمالات کی قادیانی نے حسب عادت قدیمہ خود عدالت کے سامنے یہ تاویل کی ہے کہ یہ بات حضرت موسیٰ کی حمایت اور اس الزام سے ان کی برأت کے لئے لکھی گئی ہے جو ان پر لگایا جاتا ہے کہ وہ مصر سے نکلنے کے وقت فرعونوں کے زیورات و برتن لے نکلے تھے۔ اور قادیانی نے کہا کہ کیا پیغمبر حضرت موسیٰ کو اس الزام سے بری نہ کیا جاتا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے (جس کو نوجومسٹر صا حب مسکرائے)، یہ عبارت اس نے اپنے اوپر سے اس الزام کو اٹھانے کے لئے لکھی ہے جو اس پر ماہنامہ اشاعت السنہ نمبر ۱۵ جلد ۱۵ لگایا گیا ہے کہ کیا تم نے اللہ یا طوائف کے خبیث مال زنا کی کمائی کے دوسرو پئے نہیں لئے۔ اور کیا جو شخص ناجائز کمائی کھائے وہ خدا کا ملہم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس الزام کو اس نے آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۰ میں نقل کیا ہے اور پھر اس کے جواب میں یہ بات کہی ہے جو اس کتاب کے صفحہ ۶۰۱ سے نقل کی ہے۔

(عدالت نے اس سوال و جواب کو درج اظہارات نہ کیا اور صرف آئینہ کمالات کے صفحات ۶۰۰، ۶۰۱ کا حوالہ دیدیا)

(مولوی شمس الدین صاحب پلیڈر باوجودیکہ وہ کچے خفی کہلاتے ہیں قادیانی کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور بولے کہ اس عبارت سے یہ بات نہیں نکلتی کہ قادیانی اور اس کے پیرو اس کے مخالفوں کی جان و مال کو معصوم و محفوظ نہیں سمجھتے اور ان کو کاٹنے اور تلف کرنے کے لائق سمجھتے ہیں۔ اس عبارت کو نقل کیا جائے تاکہ دنیا اس کا فیصلہ کرے۔ ہم نے اس عبارت کو اس مقام میں اور صفحہ ۱۵۲ میں اسی غرض سے نقل کر دیا ہے صفحہ ۲۶۳ میں اس کے معنی کی تشریح بھی کر دی ہے۔ اب ہمارے خفی بھائی صاحب پلیڈر اس عبارت کی تشریح کسی اخبار میں کر کے دنیا کو سمجھا دیں کہ کیوں اس سے وہ بات نہیں نکلتی جو ہم نے کہی ہے۔ ہمارے دوست پلیڈر صاحب اس عبارت کے ایسے معنی کسی اخبار میں

کریں گے تو ہم ان کے شکر گزار ہوں گے)

سوال ۶۔ محمد یوں کے مذہبی خیالات سے آپ واقف ہیں؟

جواب: ہاں میں محمد یوں کے مختلف مذہبی خیالات سے واقف ہوں۔

سوال ۷۔ ڈاکٹر کلارک مرجائیں تو کیا مرزا کا اس سے فائدہ ہوگا؟

جواب: بے شک۔ ڈاکٹر کلارک مرجائیں تو بے شک مرزا کا اس سے فائدہ ہوگا۔ اس سے مرزا کی کرامت

ثابت ہوگی کیونکہ عبداللہ آتھم بعد میعاد مقررہ قادیانی فوت ہوا تو بھی مرزا نے اس کو اپنی کرامت جتایا اور انجام آتھم میں لکھ دیا ہے کہ وہ میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہوا ہے۔

(ناظرین! اس جواب میں لفظ کرامت مثل میں موجود ہے (جس کی نقل حسب ضابطہ سرکاری اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے) قادیانی کے نائب نے اپنی جنگ مقدس کے نمبر ۳۳ میں میرے اظہارات کو چھاپا تو اس میں لفظ کرامت

کو شراکت بنا لیا۔ باوجودیکہ اسی پرچہ نمبر ۳۳ میں سوال نمبر ۲۰ کے جواب میں اس نے میرا صریح یہ قول نقل کیا ہے

کہ میں مرزا کو لیکھ رام کا قاتل نہیں کہتا اور نہ اس کی سازش کا قائل ہوں، صرف نشان دہی کا ذمہ دار ٹھہراتا

ہوں، اس احمق نائب قادیانی کو یہ خیال نہ آیا کہ وہاں تو میں نے دعوی سازش کی نفی اس گواہ سے نقل کی ہے پھر

یہاں کرامت کا شراکت بنا لینا کیا فائدہ دے گا۔ اور مثل مشہور دروغ گورا حافظہ نباشد کو اپنے اوپر صادق

کر کے دکھادیا)۔

سوال ۸۔ آپ ڈاکٹر کلارک کو ملے تھے یا نہیں؟

جواب: ۱۸۹۵ء میں ڈاکٹر کلارک کو ملاتھا اس کے بعد کبھی نہیں ملا، بلکہ مجھے ان سے شکایت اور رنج ہے کہ ایک

خاص امر کے واسطے ان کو ۱۸۹۵ء میں ملاتھا اور انہوں نے میری ہمدردی نہ کی۔ اس کے ثبوت پر میرے پاس

چھٹیاں موجود ہیں جن کو میں عدالت میں پیش کر سکتا ہوں۔

سوال ۹۔ آپ کے بھائی ان سے ملے؟

جواب: میرے علم میں وہ بھی اس کو نہیں ملے۔

سوال ۱۰۔ لیکھ رام کے قتل کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔

جواب: اس بات میں بھی میں نے ۸۰ صفحہ کا ایک آرٹیکل لکھا ہے جو رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ایک تا تین میں درج ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لیکچر رام کے قتل کی نشان دہی کا مرزا قادیانی ذمہ دار ہے کیونکہ وہ بقول خود اللہ تعالیٰ کو سدو دفعہ بلاتا ہے تو خدا اس کا جواب دیتا ہے۔ پھر وہ خدا سے کیوں پوچھ نہیں دیتا کہ لیکچر رام کا قاتل کون ہے۔

سوال ۱۱: ڈاکٹر کلارک کے حق میں مرزانے سوائے اس پیش گوئی کے جو انجام آتھم کے صفحہ ۴۲ میں کی ہے، کوئی اور پیش گوئی بھی ہے۔

جواب: اس مضمون کی اور پیش گوئی نہیں کی۔ ہاں ایک اور مضمون کی پیش گوئی ڈاکٹر کلارک کی نسبت بشمول دیگر عیسائیوں کے کی ہے (مگر عدالت نے اسکی طرف توجہ نہ کی نہ ڈاکٹر کلارک نے اس کو سنا، لہذا پیش گوئی درج اظہارات نہ ہوئی) ذیل میں وہ سوالات اور ان کے جوابات درج ہوتے ہیں جو ہمارے دوست مولوی فضل الدین پلیڈر نے قادیانی دجال و لاندہب کی تائید کی غرض سے خاکسار پر کئے تھے۔

سوال ۱۲: بلحاظ مذہب آپ کون ہیں؟

جواب: میں سنی اہل حدیث ہوں۔

سوال ۱۳: کیا ان لوگوں میں سے جن کو پہلے وہابی کہا جاتا ہے؟

جواب: ہاں جن کو پہلے غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا۔

سوال ۱۴: وہابیوں کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان حنفی شیعہ وغیرہ ہیں یا نہیں؟

اس سوال پر میں نے اپنے دوست پلیڈر صاحب کو کہا کہ آپ کو جس حالت میں پہلے سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا وہ اہل حدیث ہیں، تو پھر آپ نے اس لفظ وہابی کو جو دل آزار سمجھا گیا ہے اور گورنمنٹ نے اس لفظ کو دل آزار تسلیم کر کے سرکاری کاغذات میں اس کے استعمال کی ممانعت کر دی ہے، دوبارہ کیوں بولا، آئندہ آپ یہ لفظ بولیں گے تو (صاحب مجسٹریٹ سنتے ہیں) میں آپ پر نالش کر دوں گا۔ میرے اس قول کی تائید میں مجسٹریٹ نے بھی ان کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا، تو آپ نے سوال کو بدل کر یہ سوال کیا کہ اہل حدیث کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان شیعہ و حنفی وغیرہ ہیں

یا نہیں۔ پھر بھی عدالت نے اس سوال کو نا منظور کیا اور مجھ سے جواب کا مطالبہ نہ کیا۔

(اس مقام میں ہم اپنے دوست پلیڈر صاحب کو دوستانہ نصیحت کرنے اور اس کی طرف ان کو توجہ دلانے کی غرض سے یہ کہنا ضروری جانتے ہیں کہ پلیڈر صاحب کو جب کبھی خوش قسمتی سے کسی مقدمہ میں اہل حدیث کے مقابلہ کا موقع ملتا ہے تو آپ بڑے شوق و ذوق سے حقیقت کا جوش دکھانے کے لئے اہل حدیث کو وہابی کے لفظ سے یا دفرمایا کرتے ہیں چنانچہ انارکلی لاہور کے مقدمہ مسجد متعلق چنگڑوں کے وقت بھی بار بار یہی لفظ آپ کے ہاں مبارک سے نکلتا تھا باوجودیکہ وہ بھی آفیشل موقع تھا، نہ پرائیویٹ۔ اس موقع پر وکیل صاحب کے الہدایت کو وہابی کہنے پر خاکسارن اور کل اعیان اہل حدیث کو کمال رنج پہنچا اور ان کی دل آزاری ہوئی جس پر بعض احباب نے ہم کو استغاثہ کی رغبت دلائی مگر ہم کو یہ شعر یاد آیا جس نے استغاثہ سے روک دیا تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی۔ لہذا ہم نے بجائے اس کے کہ عدالت کی طرف رجوع کریں وکیل کی اس دل آزاری اور رنج دہی کا اپیل ان ہی کے سامنے پیش کرنا، اور دوستانہ یرمارک کے ذریعہ آئندہ ان کو اس لفظ کے استعمال سے رک جانے کی سفارش کرنا مناسب اور کافی سمجھا۔ وکیل صاحب سے امید ہے کہ وہ آئندہ کسی آفیشل کاروائی میں اہل حدیث کو اس دل آزار لفظ وہابی سے یاد نہ فرمائیں گے۔ گورنمنٹ کے قانون و احکام کی تعمیل و تعظیم و کیلوں سے زیادہ ہونی چاہیے۔ وکیل ہی اس کا خلاف کریں گے تو اوروں سے اس کی تعمیل کیونکر ہوگی وکیل صاحب کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ نے استعمال وہابی بحق اہل حدیث دل آزار سمجھ کر حکماً بند کر دیا ہے)

سوال ۱۵: خون کے پیاسے ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب پہلے ادا ہو چکا۔

سوال ۱۶: براہین احمدیہ پر ریویو آپ کی تصنیف ہے اور اس میں ص ۷۰ تا ۱۸۸ کی عبارت جس پر حرف ٹی کا نشان ہے آپ کی عبارت ہے (یعنی جس میں مرزا غلام احمد کی طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن کیا گیا ہے، اور مرزا کے والد نے نذر میں سرکار انگریزی کو مدد دی تھی)۔

جواب: بے شک براہین احمدیہ پر ریویو میں نے لکھا اور اس کی عبارت زیر نشان حرف ٹی میری عبارت ہے۔ مگر میرا یہ خیال مرزا کی نسبت اس وقت تھا جب کہ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ اور جب سے یہ مہدی بن گیا ہے میرا خیال ان کی نسبت اچھا نہیں رہا جس کو میں اپنے رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۳ جلد ۱۸ میں، اور اس سے پہلے بارہا ظاہر کر چکا ہوں۔ پھر میں نے اپنے رسالہ مذکور اور اس کی عبارت کا جس میں میں نے خیال مذکور ظاہر کیا ہے حوالہ و نشان دیا اور وہ رسالہ شامل مثل کیا گیا۔ (مگر وکیل صاحب نے قادیانی کو گورنمنٹ کی مخالفت سے بری کرنے کی غرض سے میری اس تشریح کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے اس تشریح کا سوال نہیں کیا۔ اور اس وجہ سے میری وہ تشریح درج

اظہارات نہیں ہوئی)۔

سوال ۷۱۔ مرزا کی نسبت آپ نے کفر کا فتویٰ (جو جلد ۱۳۔ اشاعت السنہ میں درج ہے) اور اس پر حرف یو کا نشان ہے، لکھا ہے؟

جواب: وہ فتویٰ علمائے پنجاب و ہندوستان کا ہے۔ میں صرف اس کا جمع کرنے والا اور رسالہ کا ایڈیٹر ہوں اور میں خود بھی مرزا کو مسلمان نہیں جانتا، دہریہ سمجھتا ہوں۔

سوال ۱۸: مولوی غلام قادر حنفی آپ کو فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے؟

جواب: مولوی غلام قادر مجھے فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے۔ وہ جب بھی مجھے ملتے ہیں محبت سے ملتے ہیں سلام و مصافحہ کرتے ہیں۔

سوال ۱۹: آپ لوگوں کی تحریرات اور تعلیمات کی وجہ سے لوگوں میں تنازعات برپا نہیں ہوتے؟

جواب: تنازعات ہوتے ہیں مگر ایسے نہیں جن سے خون ہو۔ عدالت میں مقدمات بھی ہوتے ہیں مگر فروعی اور جزئی اختلافات کی وجہ سے، نہ اختلاف اصول مذہب کی وجہ سے جس سے ایک دوسرے کا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔

سوال ۲۰: آپ نے سلطان روم کی تائید میں کوئی کتاب لکھی ہے اور کیا مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے؟

جواب: میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی بلکہ ایک آرٹیکل لکھا ہے جو اشاعت السنہ جلد ۱۸ میں چھپا ہے۔

(وہ یہ ہے: امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کا مشورہ: ایک مدت سے (جب سے کہ آرمینیا، کریٹ، وغیرہ کا ہنگامہ برپا ہوا ہے) انگریزی اخبارات ولایت نے حضرت سلطان المعظم کی عالی جناب کی نسبت بے باکی اور دیدہ وخی سے بدگوئی اختیار کی ہوئی ہے اور یہ امر نہ صرف مسلمانوں کی دل آزاری اور رنجش کا موجب ہے بلکہ سلطنت برطانیہ کے لئے بھی محل خوف و اندیشہ ہے کیونکہ اس سے مسلمانان رعایا برٹش گورنمنٹ کے دلوں میں... یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بدگوئی میں برٹش گورنمنٹ خوش ہے تب ہی ان اخبار نویسوں کو جو اس کے ماتحت ہیں، اس بدگوئی سے منع نہیں کرتی۔ اس خیال سے ان کے دلوں میں گورنمنٹ کی اطاعت اور جان نثاری... میں کمی پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض اوقات مسلمانوں کی قلم یا زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جن سے رنجش کی بو آتی ہے۔ واز آنجا کہ ہم کو اولاً اپنے دین و مذہب اسلام سے کمال ہمدردی ہے اور اس کی نظر سے حضرت سلطان المعظم سے، پھر برٹش گورنمنٹ سے

ہمدردی ہے اور بلحاظ پولیٹیکل تعلقات کے اس سلطنت کے والی سے ہم دردی ہے۔ لہذا ہم اپنے برادران اعیان اہل اسلام کو اور ان کی پیکل کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کے جلسے کریں اور اس مضمون کے ریویژنیشن پاس کریں کہ وہ قومی حیثیت کے ساتھ اپنی گورنمنٹ کے حضور میں اس مضمون کے میوریل روانہ کریں کہ حضرت سلطان المعظم کو کل طبقات مذہب اسلامیہ بلحاظ مذہب اپنا خلیفہ جانتے ہیں اور اس وجہ سے ان کی توہین کو اپنے مذہب اسلام کی توہین سمجھتے ہیں۔ گورنمنٹ ان اخباروں کو اس بدگوائی و توہین سے روک دے اور اپنی مسلمان رعایا کے رنج رسیدہ دل کو خوش کرے، اور ان کے رنج و ملال کی تلافی کرے اور اپنی اس ارادت و عقیدت کی اطلاع حضرت سلطان المعظم کو بھی بذریعہ ایک جمہوری یادداشت سے دیں۔

بعض انگریزی اخباروں نے اور ان کی تقلید سے مسلمان مگر ناواقف و نادان اخبار نویسوں نے جو لکھ دیا ہے کہ حضرت سلطان المعظم کو بعض اسلامی فرقے اپنا خلیفہ نہیں سمجھتے یہ ان کی غلطی ہے جو غلطی پر مبنی ہے شائد سب سے اشاعت السنہ کی جلد ششم وغیرہ میں یہ مسئلہ تو بیان ہوا ہے کہ حضرت سلطان المعظم خلیفہ نہیں کیونکہ خلیفہ کا قریش سے ہونا ضروری ہے اور آپ ترک ہیں قریش نہیں مگر اس مسئلہ کے یہ معنی نہیں ہیں حضرت سلطان المعظم بلحاظ مذہب بھی مسلمانوں کے خلیفہ نہیں بلکہ اسکے معنی تو اسی جلد میں یہ بتائے گئے ہیں کہ وہ پولیٹیکل تعلقات اور ملکی امور میں مسلمانان ہند کے خلیفہ نہیں، یہ تعلق مسلمانان ہند کو برٹش گورنمنٹ سے ہے۔

پس اگر ان اخبار نویسوں نے اشاعت السنہ کے اس مسئلہ سے دھوکہ کھایا اور سمجھ لیا تھا کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی خلیفہ نہیں ہیں تو وہ اس خیال کو واپس لیں اور یقین کر لیں کہ اشاعت السنہ حضرت سلطان المعظم کو بلحاظ مذہب اپنا ویسا ہی خلیفہ جانتا ہے جیسے کہ عرب اور ترکی میں وہ خلیفہ تسلیم کئے جاتے ہیں، گو پولیٹیکل طور پر وہ ہندوستانیوں کے خلیفہ نہیں ہیں۔

اس معنی کی مزید تشریح ہم عنقریب ایک مستقل مضمون لکھ کر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالفعل ہم اس قدر لکھنا چاہتے ہیں کہ.... اس خلافت کے مذہبی حصہ کی نظر سے ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو ان سلطنتوں (ترکی افغانستان وغیرہ) کے والیوں سے تعلق ہے اور ان کی ہمدردی واجب ہے ان سب میں سے بڑھ کر حضرت سلطان المعظم ہیں جو کہ روئے زمین کے مسلمانوں کے متبرک معابد و مزارات اور ان کے شعائر مذہبی حج و عمرہ کے محافظ ہیں۔ ان سب امور کی نظر سے کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ ان کو اپنا خلیفہ و امیر و سردار نہ سمجھتا ہو اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف ایک اشتہار لکھا ہے جو، حسین کامی سفیر سلطان روم، کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ وہ اشتہار اس وقت پڑھا گیا اور عدالت کو جتایا گیا کہ مرزا سلطان کے مخالف ہے اور خاکسار موافق۔

(اس سوال سے اگر پلیڈر نے عدالت کو یہ جتنا چاہا ہے کہ یہ گواہ سلطان روم کا موافق ہے اور مرزا ان کا مخالف ہے اس وجہ سے مرزا کو لائل اور اس گواہ کو ڈس لائل (غیر وفادار) سمجھ کر مرزا کے حق میں اس کی شہادت قبول نہ کرنی چاہیے تو یہ امر دوستانہ شکایت اور کمال افسوس کا موجب ہے اور اس صورت میں تعجب سے کہا جاسکتا ہے کہ اس سوال میں پلیڈر صاحب نے اپنی حقیقت چھوڑ، اسلام کا بھی پاس نہ کیا اور سلطان روم کی ہمدردی کو ڈس لائلٹی ٹھہرا دیا اور فرط حیثیت قادیانی نے ان سے اپنی اس ہمدردی سلطان المعظم کو بھلا دیا جو جلسہ عام اہل اسلام یکم جون ۱۸۹۷ء میں ان سے سرزد ہوئی تھی جس کا ذکر اخبار چودھویں صدی کے پرچہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء میں ہے جس کی نقل یہ ہے:

روداد جلسہ ہمدردی سلطنت روم معتقدہ لاہور: یکم جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار، جنگ روم و یونان کے متعلق مسلمانوں کو مزودہ، کے عنوان سے منشی محمد ضیاء الدین خان صاحب .. مجنن ایجوکیشنل کلب لاہور کی طرف سے شائع ہوا اور اس روز شام ۶ بجے ... قریباً دو ہزار مسلمان .. جمع ہوئے جس میں اکثر رؤسائے عمائد اور علماء و فضلاء اور پیرسٹر و وکلاء وغیرہ بھی شریک تھے۔ ۶ بجے کاروائی جلسہ شروع ہوئی۔ پہلے مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے وعظ فرمایا اس کے بعد پیرسٹر کی تحریک اور منشی محرم علی چشتی کی تائید سے مولوی محمد فضل الدین پلیڈر و میونسپل کمشنر لاہور پر یڈینٹ قرار پائے۔ مولوی صاحب موصوف نے ایک مختصر اور جامع تقریر میں اس عقیدت و محبت کا جو کل مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت سلطان المعظم کے ساتھ ہے ذکر کیا اور مختصر طور پر جنگ کے واقعات بیان کئے اور مولوی صاحب مدوح نے ترکوں کے اس شفقت آمیز اور نیک سلوک کا جن کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جو انہوں نے ہزیمت خوردہ اور مفتوح یونانیوں سے کیا ہے، خاص طور پر ذکر فرمایا اور بڑے زور سے فرمایا کہ ہم کو اپنی مہربان گورنمنٹ کا تہ دل سے شکر یہ ادا کرنا چاہیے جس نے اپنی مہربانی سے ہمیں ایسی آزادی دی ہے کہ ہم اپنے مذہبی اور قومی فرائض کو بے آزادی تمام انجام دے سکتے ہیں اور جس کی وجہ سے آج ہم اپنے خلیفہ وقت کی فتح پر اظہار مسرت کے واسطے جمع ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب نے اپنی فاضلانہ تقریر میں ان نوجوانوں کا خاص طور پر ذکر کیا جنہوں نے اس جلسہ کا اشتہار وغیرہ دیا اور انتظام کیا ہے اور فرمایا کہ چونکہ وقت بہت کم ہے اسلئے جو صاحب ریزولیشن پیش کریں یا تائید کریں وہ اپنی تقریر میں بہت اختصار کو ملحوظ رکھیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب بیٹھ گئے اور مفصلہ ذیل ریزولیشن پاس ہوئے۔ اخیر پر ۳۱ گولے آتش بازی کے چلائے گئے اور شاہ ایران جو بیمار ہیں ان کی صحت و تندرستی کے واسطے دعا کی گئی۔ آخر پر تین چیزیں حضرت سلطان المعظم کے واسطے دیئے گئے اور تین حضور قیصر ہند کے واسے اور جلسہ برخاست ہوا۔ ریزولیشن اول: پیش کیا منشی محرم علی چشتی نے تائید کی منشی شمس الدین شائق مالک شمس الہند و اڈیٹر اینگلو وریکیولر پبلیشر نے: یہ جلسہ مسلمانان پنجاب کی طرف سے اعلیٰ حضرت خلیفہ المسلمین سلطان عبدالحمید خان ثانی کے ساتھ اس جنگ کے متعلق دلی ہمدردی ظاہر کرتا ہے جو اعلیٰ حضرت کو یونان کی زیادتی کے باعث مجبور کرنا پڑا۔ اور جو دلی عقیدت و محبت و ارادت مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت خلیفہ المسلمین کے ساتھ ہے اس کے لحاظ سے اس نمایاں فتح و نصرت پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے جو حضور مدوح کو یونانیوں کے مقابل حاصل ہوئی ہے اور یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس مضمون کی مبارک باد حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجی جائے۔ دوسرا ریزولیشن پیش کیا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اڈیٹر اشاعت السنہ نے اور تائید کی مولوی تاج الدین احمد مختار عدالت سکرٹری انجمن ... لاہور، نیر منشی محمد حفیظ نے۔ یہ جلسہ حضرت سلطان المعظم کی اس کاروائی کو نہایت قابل تحسین سمجھتا ہے کہ اس نے یونانیوں کے وحشیانہ سلوک کے انہوں نے حسب الحکم حضور ... یونانی ہزیمت خوردہ افواج اور قیدیوں، مفتوح شہروں کے باشندوں پوری پوری اسلامی احکام کے مطابق نرمی اور شفقت سے سلوک کیا اور اس طرح اسلام کی خوبیوں کا ایک زندہ نمونہ غیر اسلامی اقوام کے سامنے پیش کیا۔ تیسرا ریزولیشن منشی محمد شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے پیش کیا اور شیخ الہی بخش نے تائید کی جو قاضی ریزولیشن منشی عبدالرشید چشتی نے پیش کیا اور منشی اعجاز حسین بی اے نے تائید کی۔

مذکورہ بالا روداد کے باوصف پلیڈر کو یہ خیال نہ آیا کہ حضرت سلطان روم کی ہم دزدی برٹش گورنمنٹ کی ڈس لائٹھی کیونکر ہو

سکتی ہے۔ جس حالت میں ہم از خود بدولت یہ ہمدردی ایک جلسہ عام میں ظاہر کر چکے ہیں اور وہ اخباروں میں شائع ہو چکی ہے۔ کیا اس سوال کے وقت مولانا حمایت یا کسی کثیر نویس نے پلیڈر صاحب کا دلی خیال اور کاٹنشن ان سے چھین لیا اور اس بیت کا مصداق بنا دیا :

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب اندول بسوئے دیدہ شد

یا اس سوال سے ان کی غرض کوئی اور ہے)

سوال ۲۱۔ لیکھ رام کے قتل کی بابت جو کچھ آپ نے کہا ہے کہاں سے اخذ کیا ہے؟

جواب: لیکھ رام کے قتل کی بابت جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میں نے مرزا کی تحریروں سے اخذ کیا ہے میں مرزا کو لیکھ رام کا قاتل نہیں کہتا اس کی سازش کا مدعی نہیں، وہ نشان دہی کا ذمہ دار ہے (چنانچہ ایک پہلے سوال کے جواب میں کہا گیا)

سوال ۲۲۔ مرزا کے مریدوں کی تعداد کس قدر ہے۔

جواب: اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مرید و پیروان کی تعداد بموجب ایک فہرست کے تین سو تیرہ ہے ایک تحریر میں ۳۲۷۔

سوال ۲۳۔ سوائے ان مریدوں کے تمام مسلمان لوگ ہندوستان میں مرزا کے برخلاف ہیں تو یہ ان کو کیوں کر کاٹ سکتے ہیں؟

(اس سوال کو عدالت نے نامنظور کیا۔ تاہم میں نے اس وقت یہ جواب دیا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ کاٹ سکتے ہیں، صرف یہ کہا ہے کہ وہ کاٹنے کو جائز رکھتے ہیں۔ کاٹنا اس وقت ہو سکتا ہے جب جمیعت و شوکت ہو۔ یہ جواب اس لئے اظہارات میں درج نہیں ہوا کہ وہ سوال غیر متعلق سمجھ کر عدالت نے رد کر دیا تھا)۔

سوال ۲۴۔ عبد الحمید کو آپ نے دیکھا؟

جواب: میں نے ۸ (۹۱) اگست کو اس کو ایک عیسائی کے ساتھ دیکھا تھا اس سے میری بات چیت کوئی نہیں ہوئی

سوال ۲۵۔ ڈاکٹر کلارک کے مرنے سے مرزا کو فائدہ ہوگا؟

جواب: ڈاکٹر کلارک کے متعلق مرزا کی پیش گوئی ہو یا نہ ہو مرزا اس سے فائدہ اٹھائے گا کہ یہ میرا مخالف تھا اس لئے فوت ہو گیا جیسا کہ عبد اللہ آتھم کے مرجانے کا فائدہ اٹھایا تھا باوجودیکہ وہ اس کی میعاد مقررہ کے بعد فوت ہوا۔ ایسا ہی وہ میرے مرجانے سے فائدہ اٹھائیگا اور اپنی کرامت بنا لیاگا

سوال ۲۶- کیا آپ عیسائی مذہب کے برخلاف ہیں۔

جواب: میں عیسائی مذہب کے برخلاف ہوں، مگر نہ ایسا کہ صرف مخالفت مذہبی کی وجہ سے ان کو کاٹ ڈالنے کا فتویٰ دوں یا ان کی جان و مال کو تلف کرنے کو تجویز کروں۔ بلکہ میں اس مخالفت کی وجہ سے ان کے خیالات کو رد کرتا ہوں اور کرونگا ان کو وعظ کے ذریعے سے فہمائش کرونگا خواہ سو برس تک مخالف رہیں۔

(پلیڈر صاحب نے اس سوال سے اگر عیسائی مذہب کی مخالفت کو بھی ایک عیب موجب جرح ٹھہرا کر عیسائی مجسٹریٹ کو یہ جتنا ناچاہے کہ یہ شخص تمہارے مذہب کا مخالف ہے، اس کی شہادت کو وقعت نہ دینی چاہیے تو اس میں اپنے کائنات و اسلام اور اپنے خدا و ایمان کو، جو وہ رکھتے ہیں، خلاف کیا اور یہ نہ سوچا کہ میں تو بھی عیسائی مذہب کا مخالف ہوں اور میرے مذہب حنفی کے کل اشخاص عوام و خواص عیسائی مذہب کے مخالف ہیں۔ پھر میں عیسائیت کی مخالفت کو عیب کیوں ٹھہراتا ہوں۔ اور اگر اس سوال سے وکیل صاحب کی کوئی اور غرض ہے تو اس کو بیان کر کے ہم کو ممنون کریں اور اس احتمال اول الذکر کو دور کریں جو ظاہر اس کے سوال سے پیدا ہوتا ہے)۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو مجبوراً نہ کشش سے اس مقدمہ میں بحیثیت گواہ شامل ہو گئے ہیں دوسرے شخص بھی وکیل صاحب ہیں جن کو ان کے پیشہ وکالت اور غالباً فیس نے یا کسی اور وجہ نے مجبور کیا کہ وہ اس لامذہب کے وکیل وحامی بن گئے ورنہ ان کا مذہب حنفی اس وکالت و حمایت کی اجازت نہ دیتا تھا۔ پلیڈر صاحب کی اس وکالت سے بہت سے مسلمان ناراض اور شاکی ہوئے اور اب تک ہیں جن کے خیالات کا اظہار اخبار جعفرزٹلی لاہور ۲۸ ستمبر ۱۸۹۷ء میں ہوا ہے چنانچہ اس میں لکھا ہے:

اخیر میں ہم اپنے معزز دوست مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر سے دوستانہ لگ کر ناچاہتے ہیں کہ انہوں نے کیوں ایسے ملعون کی پیروی کی جس حالت میں کہ وہ خود اس کے خیالات کے مخالف اور پکے مسلمان ہیں ہم نے مانا کہ ان کا پیشہ ہی ایسا ہے کہ بعض اوقات انہیں مسلمانوں کے مخالف اور غیر اہل اسلام کی طرف سے عدالت میں پیش ہونا پڑتا ہے لیکن وہ اور معاملہ ہے اور وہ دنیا کے لوگ کہلاتے ہیں اور اسلام سے دشمنی نہیں رکھتے اور نہ وہ مقدمات مذہبی ہوتے ہیں۔ گویہ مقدمہ بھی مذہبی مقدمہ نہ تھا لیکن ایک دشمن اسلام کا مقدمہ ضرور تھا اس واسطے مولوی صاحب کو ایسے آدمی سے جیسا کہ ہمیں یقین ہے کوئی دلی ہمدردی نہیں ہم بہت خوش ہوتے اگر مولوی صاحب اپنے فائدہ کو چھوڑ کر ایک مخرب اسلام کو بچانے کی کوشش نہ کرتے۔

ان لوگوں کی ناراضی کی ایک وجہ تو یہی ہے جو اخبارزٹلی لاہور میں بیان ہوئی ہے کہ وہ مسلمان پھر

سنی حنفی ہو کر کیوں اس مرتد کے حامی اور وکیل بنے۔ دوسری وجہ وکیل صاحب کی وہ باتیں جو انکے اس خیال و اعتقاد کے مخالف اور حق کے برخلاف اس دجال کی حمایت میں ان کی زبان سے نکلے ہیں جن کی تشریح بعضمن بعض سوالات بالا ہو چکی ہے۔

وکالت کا جبر نقصان تو اب ممکن نہیں ہاں ان باتوں سے جو اختلاف پیدا ہوا اور مسلمانوں کو رنج پہنچا ہے اس کا جبر و کفارہ ممکن ہے (اگر وکیل صاحب توجہ کریں) اور وہ یوں ہو سکتا ہے کہ وکیل صاحب اب اسلامی اخباروں میں مشہر کر دیں کہ

۱۔ بے شک عبارت آئینہ کمالات سے قادیانی کا خوفناک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور

۲۔ ہندوستان کے اہل حدیث، وہابی نہیں ہیں۔ اور

۳۔ حضرت سلطان روم کی ہمدردی برٹش گورنمنٹ کی لائٹنی کے مخالف نہیں۔ یہ ہمدردی ہم خود کر چکے ہیں۔ اور
۴۔ عیسائی مذہب سے ہم کو اور کل اشخاص مسلمانوں کو مخالفت ہے مگر اس مخالفت کا کوئی خوفناک نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ خوفناک نتیجہ اسی مخالفت کا ہے جو قادیانی کو اپنے مخالفین سے ہے جس پر اس نے مخالفین کا کاٹا جانا اور ان کے جان و مال کو تلف کرنا تجویز کیا ہوا ہے۔

اور مجملہ ان مسلمانوں کے جو اس مقدمہ کی وجہ سے کشمکش میں مبتلا ہو گئے ہیں اکثر عوام ہیں جو نہ اسلام کے اصول و مسائل سے واقف ہیں اور نہ قادیانی کے خیالات و مقالات پر اطلاع رکھتے ہیں وہ اپنی اسی ناواقفی کی وجہ سے کبھی تو قادیانی کو ایک مسلمان سمجھ کر اور اس کے مقابل فریق کو عیسائی سمجھ کر ہماری شہادت پر اپنا افسوس اور رنج ظاہر کرتے ہیں اور کبھی ہمارے خادم الاسلام اور خیر خواہ اہل اسلام ہونے کے اعتقاد و خیال سے ہمارے فعل کے حامی اور مصدق ہو جاتے ہیں۔ ان حضرات کے رفع تذبذب اور تردد کی غرض سے ہم اس قدر کہنا ضروری جانتے ہیں کہ اول تو خاکسار اس شہادت کے لئے اختیار سے عدالت میں نہیں پہنچا۔ بلکہ عدالت کے اجبار سے جو درحقیقت قادیانی کی طرف سے ہوا تھا (چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے)، پیش ہوا تھا۔ اور اگر میں اپنے ارادہ اور اختیار سے پیش ہوتا تو بھی محل اعتراض نہ تھا کیونکہ قادیانی کو بظاہر مدعی اسلام ہے مگر درحقیقت وہ منکر اسلام و لا مذہب و زندق ہے جس کے کفر و ارتداد پر جمہور علمائے پنجاب و ہندوستان کا اتفاق

ہو چکا ہے چنانچہ فتویٰ مندرجہ جلد ۱۳، اشاعت السنہ اس پر شاہد ہے۔ اس فتویٰ میں اس کے کفر و ارتداد کی وجوہات کافی و مفصل بیان ہوئی ہیں۔ حضرات معترضین و مترددین ان وجوہات کو ملاحظہ فرمائیں تو یقین کریں گے اور ایمان لاویں گے کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہے بلکہ مرتد و لاندہب ہے جس کا ضرر بھی بحق اسلام ان مخالفین اسلام سے بڑھ کر ہے جو علانیہ مخالفت اسلام کے مدعی ہیں۔

اس مقام میں ہم اس فتویٰ کی طرف ناظرین کی توجہ دلانے کی غرض سے بطور مشتمل نمونہ خردوار اندکے از بسا اس کی بعض وجوہات کفر بیان کرتے ہیں:

۱۔ یہ زندیق و مرتد اپنے ازالہ اوہام میں نبوت و رسالت کا مدعی کا اور صاف لکھ چکا ہے کہ جس احمد رسول کی بشارت انجیل میں آئی ہے وہ میں ہوں، جو صرف احمد ہوں، نہ محمد رسول اللہ ﷺ جو احمد ہونے کے ساتھ محمد بھی کہلاتے ہیں۔

۲۔ اور یہ زندیق و مرتد اپنے ازالہ اوہام میں یہ کفر بکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ، دجال و خردجال، وادابہ الارض و ابن مریم و یاجوج ماجوج کی حقیقت کا حقیقہ نہیں جانتے تھے، جو میں جانتا اور بیان کر چکا ہوں۔

۳۔ اور یہ زندیق ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵، ۷ میں حضرت مسیح کے حق میں یہ الفاظ لکھ چکا ہے کہ ان کی تین نانیاں اور دادیاں کسبیاں تھیں۔ اور وہ جھوٹ بولتے تھے اور لوگوں کو گالیاں دیا کرتے تھے

۴۔ اور یہ زندیق اپنے ازالہ میں یہ کفر بک چکا ہے کہ ابن مریم کے مشہورہ معجزات مردوں کو زندہ کرنا اور مٹی سے جانور بنانا وغیرہ مسمریزم کا عمل تھا میں اس فعل کو مکروہ و قابل نفرت نہ سمجھتا تو اس فعل میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔
- وعلیٰ ہذا القیاس

اس کی ان باتوں کو سن کر اور اس کی ناپاک تصانیف میں ان کو ملاحظہ فرما کر ہر ایک مسلمان جو قرآن اور پہلی کتابوں پر اور آنحضرت ﷺ اور پہلے انبیاء پر یقین و ایمان رکھتا ہو، یقین کرے گا کہ یہ مرتد انبیاء کی سخت توہین کرنے والا ہے اور آنحضرت ﷺ پر رسالت ختم ہونے کا منکر ہے۔ اس کی ان باتوں کو سننے اور اسکی کتابوں میں دیکھ لینے کے بعد اس کو مسلمان سمجھنے والا خود مسلمان نہیں رہتا۔ اور یہ دجال اسلام کو ضرر پہنچانے میں یہودیوں نصرانیوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ کھلے دشمن اسلام ہیں جن کے ضرر سے ہر مسلمان بچ سکتا ہے اور

یہ چھپا دشمن اسلام ہے جس کے ضرر سے بچنا ناواقف مسلمانوں کے لئے سخت دشوار ہے۔ چنانچہ آیت

انہ یراکم هو و قبیلہ من حیث لاترو نہم۔ (اعراف۔ ع ۳) ، قال مالک بن دینار ان عدوآ یراک و لاتراہ لشدید المؤمنة الا من عصم اللہ۔ (معالم التنزیل) کہ شیطان اور اس کی جماعت تم کو وہاں سے دیکھ رہے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ مالک بن دینار نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جو دشمن دیکھے، اور تم اس کو نہ دیکھو، اس سے بچنا نہایت مشکل ہے۔

اور مجملہ ان مسلمانوں کے جو اس مقدمہ کے سبب کشمکش میں پڑے ہیں وہ لوگ بھی ہیں جو خاکسار کی شہادت کے متعلق دجال قادیانی کی مشہور کردہ یہ باتیں کہ اس کو عدالت میں کرسی نہیں ملی، اور پھر وہ خود بخود کرسی پر جا بیٹھا، تو پولیس نے کرسی چھین لی، پھر وہ کسی کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا، تو وہ بھی چادر والے نے اس کے نیچے سے کھینچ اور نکال لی، اور عدالت میں اس کی توہین ہوئی، اس سے قادیانی کی وہ پیش گوئی صادق ہوئی جو اس کے حق میں قادیانی نے کی تھی انسی مہین من اراد اھانتک وغیرہ سن کرتذب اور ترد میں پڑے ہوئے ہیں اور اب تک بذریعہ چٹھیات وزبانی سوالات خاکسار سے اس کی اصلیت و کیفیت پوچھ رہے ہیں۔

ان حضرات کے رفع تردد و کشمکش کے لئے خاکسار یہ بیان کرنا ضروری جانتا ہے کہ یہ سب بہتانات و ہذیانات اسی مرزا قادیانی کے من گھڑت ڈھکوسلے ہیں جو اس نے پہلے اپنے نابوں کے ذریعے پھر اپنی کتاب البریۃ میں مشتہر کرائے ہیں، جو از سر تا پا کذب و دروغ بے فروغ ہیں۔ خدا تعالیٰ ان باتوں کے گھڑنے والے اور ان کو شائع کرنے والوں سب پر لعنت کرتا ہے یلعنہم اللہ و یلعنہم اللہ اعنون۔ اور حقیقت الامران مفتریات کے برخلاف یہ ہے کہ جب خاکسار عدالت کے احاطہ میں پہنچا تو میں نے اپنا وزٹ کارڈ مجسٹریٹ کے پاس بھجوادیا۔ اس وقت دوسرے شخص کے اظہار ہو رہے تھے۔ اس لئے مجسٹریٹ نے اردلی کو حکم دیا کہ ان کو باہر کے کمرے میں کرسی دے کر بٹھاؤ (یہ بات مجھے اس وقت اردلی نے بتائی تھی اور اس کے بعد ڈاکٹر کلارک کی ایک چٹھی سے بھی معلوم ہوئی اور پھر جب دسمبر ۱۸۹۷ء میں بمقام امرتسر اور اپریل ۱۸۹۸ء میں بمقام ہٹالہ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے زبانی بھی کہی)۔

جب میں عدالت میں پیش ہوا تو حسب دستور عام (جو اظہارات کے وقت ہر شخص سے خواہ وہ کیسا ہی عالی رتبہ ہو برتا جاتا ہے، وہ اظہار کے وقت کھڑے ہو کر اظہار دیتا ہے اور ایسا ہی قادیانی کو تھوڑے ہی دنوں بعد جب وہ ملتان کی عدالت میں ناظم ہند کی شہادت میں گیا تھا، پیش آیا تھا) میں نے کھڑے ہو کر اظہار لکھوایا۔ پھر جب میں اظہار سے فارغ ہوا تو پہلے کی طرح کرسی پر آ بیٹھا۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت آ گیا تو میں نے اپنے بھائی صاحبوں سے نماز پڑھنے کیلئے فرس منگوایا۔ انہوں نے ایک شخص کا جو ان کا آشنا تھا کپڑے لے کر بھیج دیا۔ میں نے کرسی چھوڑ کر اس کپڑے پر نماز کو ادا کیا۔ بعد نماز میں اس خیال سے کہ میری کرسی کے پہلو میں حکیم نور الدین و شیخ رحمت اللہ (جو قادیانی کے پیر و ہوجانے سے پہلے ہمارے آشنا تھے) زمین پر درمی بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے، بنظر عام اصول اخلاق کرسی چھوڑ کر اسی کپڑے پر بیٹھا ہا۔ اتنے میں وہ شخص کپڑے کا مالک آیا اور بولا کہ میں اپنی جگہ کو جانے والا ہوں اس لئے اپنا کپڑا لینا چاہتا ہوں، تو میں نے کپڑا اسکو دے دیا۔ اور پھر مجبوراً اس اخلاقی اصول کا خلاف کر کے اسی کرسی پر جا بیٹھا۔ یہ امر دجال قادیانی کی پارٹی پر جو وہاں جمع تھے بڑا شاق گذر اور غالباً انہوں نے پولیس کے ایک سپاہی کو بھگایا تو وہ آ کر بولا کہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس رانا صاحب آئے ہیں ان کیلئے کرسی کی حاجت ہے آپ اجازت دیں تو میں یہ کرسی ان کے واسطے لے جاؤں۔ میں نے وہ کرسی چھوڑ دی اور تھوڑی دور اسی کرسی کے متصل دوسری کرسی پڑی تھی اس پر جا بیٹھا۔ پھر میں نے یہ خیال کیا کہ غالباً اس سپاہی نے وہ کرسی کسی مرزائی کی شرارت اور حرامزدگی سے مجھ سے لے لی ہے، وہ دوسری خود بخود چھوڑ دی اور ایک اور کپڑا منگا کر اس پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ نے سبکو رخصت کر دیا۔ کرسی کا اصلی حال ہے جس کو ان بے حیاؤں نے کچھ کا کچھ بنا لیا اور اپنی تحریرات کے ذریعہ جا بجا مشتہر کیا۔

حضرات ناظرین میں کہیں کا جاگیر دار نہیں، بڑا مالدار نہیں، سرکاری ملازم نہیں، بلکہ ایک گوشہ نشین قومی خادم ہوں تاہم عام مسلمانوں کا خادم اور فرقہ اہل حدیث کا ریپریزنٹیٹو (representative) سمجھ کر گورنر جنرل، لیفٹننٹ گورنر اور ان کے ماتحت حکام مجھے کرسی دیتے ہیں۔ اور ان کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو وہاں بھی کرسی ملتی ہے، پھر اگر عدالت میں بوقت اظہار مجھے کرسی نہ ملی (جو کسی کو بھی نہیں ملتی، اور خود قادیانی کو بھی عدالت ملتان میں نہیں ملی) تو اس میں کون سی توہین ہوئی جس کو قادیانی اور اس کے اتباع اس پر نمک مرچ

لگا کر اور بغلیں بجا کر شہرت دے رہے ہیں -

تو بین تو وہ ہے جو اس غلط تشہیر کے تھوڑے ہی دنوں بعد قادیانی کو نصیب ہوئی اور:

دید کی خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب راسخ کند

کی تصدیق ہوگئی۔ یہ قادیانی ملتان کی شہادت سے فارغ ہو کر لاہور پہنچا اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا، اور ملا محمد بخش مہتمم اخبار جعفر زٹلی اور منشی امام الدین نے اسے اس کے کفریات پر بحث کیلئے لاکارا، تو دم دبا کر بھاگ گیا اور اس کے بھاگنے پر شہر کے لڑکے اسکے پیچھے ہو لئے اور تالیاں بجاتے، اور وہ بھاگا، پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے چنانچہ پرچہ اخبار جعفر زٹلی لاہور میں کہا ہے۔

مرزا قادیانی لاہور میں: مرزا جی دورہ کرتے ہوئے ۲۹ - اکتوبر (۱۸۹۷ء) کو لاہور میں پہنچے۔ سنہری مسجد کے سامنے لکھی کے مکان پر اترے۔ ہر چند میں نے ان کو مباحثہ کے لئے کہا مگر وہ اپنی کرتوتوں سے مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دے سکے۔ بات یہ ہے کہ مرزا جی زیادہ تر زبانی جمع خرچ اپنے پیٹ کے لالچ سے ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تین کانے بھی نہیں رکھتے۔ غرض مرزا جی جیسے آئے تھے ویسے ہی بیک بنی و دو گوش گاڑی میں بیٹھ کر فوج چکر ہوئے۔ لاہور کے عام ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں نے آپ سے سخت نفرت ظاہر کی اور آپ کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ جب مرزا جی سوار ہوئے تو لڑکوں نے تالیاں پیٹیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ: مرزا کی بو... الخ

اب ہم قادیانی اور اس کے اتباع سے جو الہام (شیطانی) انسی مہین من اراد اھانتک کو بار بار پڑھتے تھے پوچھتے ہیں کہ یہ الہام کس کے حق میں ہوا تھا اور کس پر صادق آیا۔ وہ کچھ شرم و حیا کا شہہ رکھتے ہوں تو صاف الفاظ میں جواب دیں کہ وہ قادیانی کو اپنے ہی حق میں ہوا۔ اور برطبق: دست خود دہان خود، اسی پر صادق آیا۔

قصہ کرسی کے متعلق قادیانی کے اشتہارے مارچ ۱۸۹۸ء کا ذکر و جواب

قصہ کرسی کے متعلق مرزا قادیانی کے مفتریات مذکورہ اور اسی قسم کی اور چند جھوٹی باتیں اس کی کتاب البریہ میں مشہر ہوئیں تو ایک خط نمبر ۱۱۲ مورخہ ۲۸ فروری کے ذریعہ اس سے ان باتوں کے ثبوت پر شہادت طلب کی گئی اور کہا گیا کہ ایک مجلس میں بمقام لاہور یا بیٹالہ یا گورداسپور، مجملہ ان اشخاص کے جن کو وہ اپنا گواہ بناتا ہے دو یا تین شخصوں کی شہادت پیش کرے۔ اس کے جواب میں اس نے اشتہارے مارچ ۱۸۹۸ء جاری کیا جس میں ہماری بات و سوال کا تو ذکر تک نہ کیا اور بجواب اس کے لیکھا کہ میری گواہوں سے تم خود ہی شہادت طلب کر کے کسی جلسے میں پیش کرو یا مجھ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالاش کرو۔

ہر چند اس کا جواب نامعقول اور بلا صواب تھا کیونکہ کسی گواہ کی شہادت پیش کرنا اسی شخص کا کام ہے جو اس کو اپنا گواہ بناوے، نہ اس کے مقابل کا کام، اور نالاش کرنا بھی حق پر ہونے کا لازمہ نہیں۔ بہت شریف دنیا میں ایسے ہیں جو لوگوں سے مال و آبرو کا نقصان اٹھاتے ہیں پر عدالت کے دروازہ تک نہیں جاتے۔ تاہم خاکسار نے بعض لوگوں سے جن کا نام اشتہار میں درج کیا تھا بذریعہ خطوط اور بعض کو اپنے پاس بلا کر شہادت حاصل کی۔ اور وہ شہادت تحریری میرے پاس موجود ہے اور میری صلاح پختہ ہو گئی تھی کہ اسپر نالاش دائر کروں اور اسکوجیل خانہ کی سیر کراؤں۔ مگر مجھے حضرت علی مرتضیٰ کا وہ مشہور قصہ یاد آ گیا کہ آپ نے اپنے ایک دشمن کافر سے مقابلہ کیا تو اس کو نیچے گرا دیا۔ جب اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کو قتل کرنے لگے تو اس کم بخت نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا، تب آپ نے اس کو صاف چھوڑ دیا جس سے وہ متعجب ہوا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا جب تک تو نے مجھ پر تھوکا نہ تھا، میرا تجھ سے مقابلہ اور غصہ محض خدا کے لئے تھا، اور جب تو نے تھوکا تو مجھے اپنے بغض کی وجہ سے غصہ آ گیا، لہذا میں نے اس کا نافرمانی کرنا پسند نہ کیا اور تجھے چھوڑ دیا۔ آپ کا یہ فعل اس دشمن کافر کے اسلام کا باعث ہو گیا۔

اس قصہ کو خیال میں لا کر میں نے سوچا کہ اس سے پہلے تو اس قادیانی سے مقابلہ محض للہ اور صیاناۃ لدین اللہ تھا، اور اب کرسی کے قصہ میں اس دجال نے میری ذات پر حملہ کیا ہے تو مجھے اس سے اپنا ذاتی رنج

بھی پیدا ہو گیا ہے لہذا باقتداء حضرت علی مرتضیٰ اس سے درگزر کرنا مناسب ہے۔

یہی بات بعینہ (بلاذکر قصہ حضرت علیؑ) ڈاکٹر مارٹن کلارک نے کہی کہ مجھے قادیانی کی جھوٹی باتوں کے مقابلہ میں عدالت میں شہادت دینے سے کوئی عذر نہیں مگر اس مقدمہ کو جس میں آپ کا ذاتی تعلق ہو گیا ہے عدالت میں لے جانا آپ کی شان سے بعید ہے۔ مجھے ڈاکٹر صاحب کے اس قول سے زیادہ شرم آگئی کہ ایک شخص غیر مذہب اور قادیانی کا مخالف ہو کر مجھے یہ نصیحت کرتا ہے تو اب میرے لئے عدالت میں جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ بھی مجھے خیال آ گیا کہ لاہور میں اس دجال کے پیچھے تالیاں بجیں، لڑکوں نے اس کی گت بنائی اور اخبار جعفر زٹی میں ہمیشہ اس کی خدمت ہوتی رہتی ہے پھر یہ دجال ہو کر، کافر مرتد کہلا کر، صبر کرتا ہے اور نالاش کا نام نہیں لیتا تو ہم کو مسلمان اور مسلمانوں کے وکیل ہو کر صرف اس کی ذاتی بدگوئی کے سبب نالاش کی طرف متوجہ ہونا کب مناسب ہے۔ اور اگر قادیانی میرے اس اعراض کو اپنی حقانیت اور میرے ناحق ہونے پر دلیل بنا لے اور پھر وہ اشتہار کے ذریعہ سے نالاش کی درخواست کرے تو ناچار بنظر احقاق حق و ابطال باطل عدالت کی طرف رجوع کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ، اگر مخلص دوست اس امر کی اجازت و مشورہ بذریعہ تحریر دیں

(ماہنامہ اشاعت السنہ - جلد ۱۸ - ص ۲۵۲ - ۲۸۲)

قادیانی پیش گوئی بابت لیکھ رام کا بٹالوی تجزیہ

لیکھ رام ایک بد زبان پنڈت تھا، مرزا غلام احمد قادیانی سے اس کی بحث و جدال کا سلسلہ ایک عرصہ سے چل رہا تھا۔ مرزا صاحب اسے نشان دکھانے کے مدعی تھے اور وہ طالب نشان تھا۔ ایک دفعہ بغرض طلب نشان اس کے قادیان آ کر رہنے کی بات بھی چلی جو سرے نہ چڑھ سکی۔ پھر ایک روز وہ قتل ہو گیا تو مرزا صاحب نے اپنے الہامات کے تھیلے سے ایک پیش گوئی نکال کر اس واقعہ پر چسپاں کر دی کہ دیکھو یہ شخص میری پیش گوئی کے عین مطابق قتل ہوا ہے، اس لئے میں سچا الہامی ہوں۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا صاحب کو

چیلنج کیا کہ تم غلط کہتے ہو۔ اس کی موت کا تمہاری پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ادھر اتو ام غیر میں چونکہ مرزا صاحب خود کو ایک مسلمان کے طور پر پیش کرتے تھے اس لئے ہندوؤں نے لیکھ رام کے قتل کا الزام مسلمانوں پر لگایا۔ قاتل پکڑا نہ جاسکا اور ملکی صورت حال بہت کشیدہ ہو گئی۔ مولانا بٹالوی نے صورت حال کا تجزیہ فرمایا اور مرزا صاحب کی تردید اور ہندوؤں کی تنہیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپریل۔ مئی ۱۸۹۷ء میں الہامی قاتل کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ تحریر فرمایا جو اشاعت السنہ جلد ۱۸ میں شائع ہوا۔ اسے مناسب اڈیٹنگ کے بعد ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

لاہور اور دیگر بلاد پنجاب میں اس وقت ہندو اور مسلمانوں میں تفرقہ و فساد کا جوش موج زن ہے جس کی لہریں دن بدن ترقی پکڑتی جاتی ہیں۔ ہم اپنے مذہب اسلام کے حکم الدین نصیحة کی ہدایت سے اس کا سبب و علاج بیان کرنا چاہتے ہیں، گو ہم کو اس کی تعمیل و تاثیر کی امید کم ہے بلکہ مایوسی ہے۔ اس کو سن کر غالباً ہندو یہ کہیں گے کہ یہ سبب و علاج بیان کرنے والا مسلمانوں کا ایک مذہبی لیڈر ہے اور جو سبب اس جوش کا اس نے بیان کیا ہے اس میں ہندوؤں کی غلط فہمی اور زیادتی کا اظہار کیا ہے، اور جو علاج بتایا ہے اس میں زیادہ تر اسلام و مسلمانوں کا فائدہ سوچا ہے اور ہندوؤں کی خواہشوں اور منصوبوں کو دباننا چاہا ہے، اس لئے ہم اس کی بات کیوں سنیں؟ نادان و عوام مسلمان (جو نہ علم رکھتے ہیں نہ صحبت اہل علم جس سے وہ اسلام و ایمان کی حقیقت جان سکیں اور اس لئے وہ صرف غلام محمد و غلام احمد وغیرہ نام سن کر موسوم کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں) یہ کہیں گے کہ اس جوش کا سبب ایک مسلمان کی تحریرات (جو بغایت درشت الفاظ اور غلیظ سب و شتم سے بھرے ہوئے ہیں اور جن کا سلسلہ درشت زبانی میں روز بروز ترقی کر رہا ہے) اور الہامات (جن میں لوگوں کے قتل کی پیشگوئیاں ہیں) کو قرار دیا گیا ہے۔ اور جو علاج بتایا ہے اس میں بھی اس مسلمان کو تکلیف و نقصان پہنچنے کا ایک احتمال ہے، اس لئے ہم اس کو کیوں مانیں؟ حکومت یہ کہے گی کہ فریقین کے بڑے بڑے لیڈروں نے (جو حکومت کے معتبر اور مشیر ہیں) یہ باتیں نہیں کہیں، تم کون ہو کہ ہم تمہاری سنیں۔

اس مایوسی کے ساتھ ایک خوف بے امنی بھی مانع ہے کیونکہ کئی لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی پیٹ میں آ جاؤ اور قومی شہیدوں میں داخل کئے جاؤ۔ ادھر ہندو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے

فلاں فلاں لیڈروں کو جام شہادت پلائیں گے۔ اور تمام مسلمانوں کو آریہ ورت سے نکال دیں گے۔

ادھر کچھ لوگ بذریعہ اشتہارات وغیرہ تحریرات مشتہر کر رہے ہیں کہ جو شخص ہماری اس ظاہری کرامات کو نہ مانے گا اور ہر کہ شک آرد کا فرگرد، کا مصداق بن کر اس کا انکار ظاہر کرے گا اس کو بھی ہم پنڈت لیکھ رام کے پاس پہنچا دیں گے۔ الہامی قاتل کی اس دہمکی نے عوام و خواص کو ڈرا دیا ہے۔ (یہ دہمکی عام طور پر تو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویوں کو شامل کر کے خود قادیانی نے شائع کی۔ پھر ان کے خلفاء و میاں معراج الدین وغیرہ نے آسانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی۔ پھر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کر کے قادیانی کے حواری حکیم نور الدین نے ایک خط کے ذریعے سے جو مرزا قادیانی کے مرید میاں محمد صادق کلرک اکونٹ جنرل آفس اور میاں عبدالرحمن کلرک ریلوے میرے پاس لائے۔ وہ دہمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کیلئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھ رام کی طرح کسی پیش گوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرمائیں۔ آخر مرزا قادیانی نے بھی اشتہار متعلق لیکھ رام مطبوعہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں صاف لکھ دیا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، پھر ایک سال تک بچ گئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائیں، اس کا جواب اس مضمون میں آگے آتا ہے۔ محمد حسین)

ادھر ہندوؤں کی دہمکی سے عوام مسلمان تو ڈرے ہی تھے، تعجب ہے کہ ان سے بڑھ کر مرزا قادیانی ڈرے ہیں۔ چنانچہ اس ڈر کا اظہار آپ عریضہ اسمی گورنمنٹ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں کر کے گورنمنٹ سے التجا کرتے اور کہتے ہیں:

میرا باپ اور بھائی مفسدہ ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیوں کا مقابلہ کر چکے ہیں اور میں بذات خود سترہ برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کر رہا ہوں کہ بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں یہ مسئلہ شائع کر چکا ہے کہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور میں گورنمنٹ کی پلٹیکل خدمت و حمایت کیلئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں سے مقابلے میں نکلے گی اور گورنمنٹ کے متعلق مجھے یہ الہام ہوا ہے و ما کان اللہ لیعدبہم و انت فیہم و اینما تولوا فتّم و جہ اللہ یعنی جب تک تو گورنمنٹ کی عملداری میں ہے خدا گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ اور جدھر تیرا منہ ہوگا اسی طرف خدا کا منہ ہوگا۔ اور چونکہ میرا منہ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف ہے اور اس کے اقبال و شوکت کیلئے دعا میں مصروف ہے، کیونکہ مجھ کو جیسا گورنمنٹ کی سلطنت و وظل و حمایت میں امن ہے نہ مکہ میں ہے، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ کابل میں، نہ ایران میں۔ لہذا خدا کا منہ

بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے اور اس امر کی شہادت گورنمنٹ خود دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانے میں کس قدر فتوحات نصیب ہوئے ہیں... ان وجوہات سے گورنمنٹ میری جان کی حفاظت کرے اور میری حفاظت کے لئے قادیان میں جہاں اس وقت بجز چوکیداروں کے نہ کوئی تھانہ ہے نہ چوکی پولیس، پولیس متعین کرے جو میری جان کو ہندوؤں سے بچاوے۔ اور جن ہندوؤں نے مجھے ڈرایا اور دہمکایا ہے گورنمنٹ ان کی ضمانتیں اور چمکے لے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس التجا اور عجز والہاج کے وقت الہامی صاحب اپنے وہ سب الہامات کو بھول گئے جن کو وہ اس التجا سے سات روز پہلے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں اور کئی سال پہلے دیگر تحریرات میں شائع کر چکے تھے کہ:

جب مشکلات کے پہاڑ پر خدا تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا (یعنی تجھ ان سے بچالے گا)۔ اے عیسیٰ (مرزا غلام احمد) تجھے میں تیری اپنی موت سے ماروں گا اور جو ہندو تیرے ذلیل اور لعنتی موتوں کیلئے کوشش کر رہے ہیں ان سے تجھے بچالوں گا (قادیانی اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء) اور تجھے خدا تعالیٰ اسی (۸۰) برس کی عمر تک یا اس کے قریب تک زندہ رکھے گا (ازالہ ابہام۔ ص ۶۳۵) یعصمک اللہ من عنده و ان لم یعصمک الناس اور اگرچہ تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے بچائے گا۔ (براہین احمدیہ۔ ص ۵۱۰)

انا کفیناک المستہزئین (انجام آتھم۔ ص ۱۵) اور ہم تیرے لئے ٹھٹھا کرنے والوں کو سنبھالنے کے لئے کافی ہیں۔

سیہزم الجمع و یولون الدبر یا عبدی لا تخف انی اسمع و اری۔ (انجام آتھم۔ ص ۵۴) سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ دکھلائیگی اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔ یخوفونک من دونہ آئمة الکفر لا تخف انک انت الاعلیٰ۔ (انجام آتھم۔ ص ۵۹) تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں، مت ڈر، غلبہ تجھی کو ہے۔

قادیانی اس خوف اور دہشت کے وقت یہ خیال نہ کر سکا کہ جب مجھے خدا خاص طور پر بندوں سے

بچانے اور سلامت رکھنے کا وعدہ دے چکا ہے تو میں گورنمنٹ سے کیوں التجا کرتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے میری جان کو بچالے۔ جب آسمانی عدالت سے حفاظت کا یقین دلایا گیا ہے تو پھر کوئی ضرورت پیش آئی ہے کہ انگریزوں کے دروازہ پر سرگردانی و سرانگندگی کر رہا ہوں جس سے انجام آتھم کے صفحہ ۲۱ میں انکار کر چکا ہوں۔

پیسہ اخبار کا ایڈیٹر جو اس وقت اپنی وسعت و کثرت کی وجہ سے بڑا دلیر بہادر تھا، پرچہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء میں قادیانی سے ڈر کر التجا کرتا ہے کہ مجھے کچھ عرصہ زندہ رہنے دیجئے۔ اور میری نسبت کوئی پیش گوئی نہ کیجئے گا اور اس دھمکی کے خوف سے وہ پرچہ ۲۷ مارچ ۱۸۹۷ء میں قادیانی صاحب کے ایک نامعقول جواب کو جواب معقول کہہ کر اس کی تائید کرتا ہے۔

اسی طرح وہ اصحاب و احباب قادیانی کی دھمکی سے ڈر گئے ہیں جو اس خاکسار محمد حسین کو اس موقع پر کچھ بیان کرنے سے مانع ہوئے ہیں۔

یہ صورت خوف و بے امنی اور وہ حالت ناامیدی و مایوسی ہم کو اجازت نہ دیتی تھی کہ ہم اس جوش کے سبب اور علاج کے متعلق اپنی رائے ظاہر کریں۔ اور اپنی جان کو خطرہ میں اور اپنی رائے کو بے وقفی کے معرض میں ڈالیں۔ مگر حکم مذکور الدین النصیحة نے ہم کو اس سبب اور علاج کے بیان پر جرأت دلائی اور خوف بے امنی سے ہم کو اس آیت نے تسلی دی و ان یمسک اللہ بضر فلا کاشف له الا هو و ان یمسک بخیر فهو علی کل شیء قدیر و هو القاہر فوق عبادہ و هو الحکیم الخبیر اور اس مایوسی سے ہم کو اس عربی شعر نے روکا

فقل ما یفیض الوقت من غیر سامع

ففی الدھر من یرجی بہ الفوز ظافرا

علاوہ براں اس خیال نے بھی ہماری جرأت و حوصلہ کو بڑھایا کہ جو باتیں ہم کہنا چاہتے ہیں وہ ایسی حق ہیں کہ باوجودیکہ ان میں بادی الرأی اور اول استماع میں تلخی معلوم ہوگی جو حکم الحق مرّ حق کے لوازم سے ہے، مگر صبر و استقلال و تحمل و استکمال کے ساتھ سن لینے کے بعد امید ہے کہ وہ تینوں فریق (ہندوؤں، مسلمانوں، گورنمنٹ) کو بھلی اور شیریں معلوم ہوں گے اور: صبر تلخ است و لیکن بر شیریں دارد، والا نتیجہ پیدا کریں گے۔

انشاء اللہ۔ خصوصاً قادیانی صاحب کے حامیوں کو جو ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی حمایت کا خیال رکھتے ہیں کیونکہ ہماری تجویز سے اس کو انعام و اکرام کی امید ہے، نقصان کا احتمال اس صورت میں ہے کہ وہ ہماری تجویز کو نہ مانیں۔

اس امید و خیال سے ہم بتوفیق حق متعال کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جوش کا ایک سبب جو قدیم اور بعید سبب ہے ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک مدت مسلمانوں کی غلامی کر چکے ہیں اب ان کو غلام بنائیں۔ سلطان محمود غزنوی اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں کئی طرح کی ان سے تکلیفیں اٹھا چکے ہیں اب ہم کو موقعہ ہاتھ آیا ہے، ہم ان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ مغربی تعلیم اور اس کے ذریعہ سے دولت نے ان کو قوت دی تو اس خیال نے اور ترقی کی اور اس کی عملی تاثیر یوں ظاہر ہو رہی ہے کہ جس محکمہ میں ہندوؤں کا غلبہ یا دخل ہے وہاں حتی الوسع مسلمانوں کو داخل نہیں ہونے دیتے۔ اور جو پہلے سے داخل ہیں وہ اگر ماند شنبے مانند شنبے دیگر نمے مانند کے مصداق ہو رہے ہیں۔ اور جو مسلمان طمانیت کے ساتھ دخیل ہیں وہ اپنی حکمت عملی اور عقل مندی سے کام لے رہے ہیں۔ اس تاثیر کا ایک اثر نیشنل کانگریس کا قیام ہے جس کا جو نتیجہ ہندو اور مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہو رہا ہے، اور جو ہوگا و محتاج بیان نہیں ہے۔ اس سبب کا ازالہ اور اس سبب سے جو جوش ہندوؤں کے خون میں نیا پیدا ہو گیا ہے اس کا معالجہ ہمارے اختیار اور بیان سے باہر ہے۔ تاہم، ہم صرف انسانی اور ملکی ہم دردی کے تقاضا سے ہندو صاحبوں کی خدمت میں اس قدر عرض کرتے ہیں کہ اس وقت دولت آپکے ہاتھ ہے، مغربی تعلیم آپ کی قوم میں، اتفاق قومی آپ کی جماعتوں میں ہے۔ آپ اسی ترجیح اور بزرگی کو غنیمت سمجھیں اور ناجائز وسائل سے مسلمانوں کے زیر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ مذہبی جوش و خیال کو دل و دماغ سے نکال دیں۔ اور یہ بات بھی انصاف کر کے خیال میں لائیں کہ اگر کسی وقت بعض سلاطین اسلام سے ہندوؤں کے حق میں نامہر بانیاں ہوئی ہیں تو ان کے مقابلہ میں دیگر سلاطین اسلام سے ہندوؤں کے حق میں مہر بانیاں بھی تو ہوئی ہیں جو ان مہر بانیوں سے ہرگز کم نہ تھیں جو مسلمانوں پر ہوئیں تھیں۔

سلطان محمود غزنوی اور عالمگیر کی واقعی یا فرضی سختیاں یاد دلا کر آپ ہندوؤں کے خون میں جوش پیدا کرتے ہیں، اکبر بادشاہ کے عہد کی مہر بانیاں یاد میں کیوں نہیں لاتے جس کے دربار میں دیوان ٹوڈرل کی

ویسی ہی عزت تھی جیسے ابو الفضل یا فیضی کی۔ دور نہ جاؤ اس وقت کا بل جا کر دیکھ لو اس میں ہندو بھی ویسے ہی دیوان وار کان ہیں جیسے کہ مسلمان۔ پھر ان اہل اسلام کی مہربانیوں کو یک لخت فراموش کر کے کسی زمانہ کی سختیاں ہندوؤں کو یاد دلانا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے مقابلہ میں وہ جوش جو مسلمانوں میں ہندوؤں کے ایسے خیالات کے برملا اظہار سے پیدا ہوا ہے یا پیدا ہو سکتا ہے اس کا روکنا بھی علاج اور تدبیر سے باہر ہے۔ کون چاہتا ہے کہ میں آقا بن کر پھر غلام بنوں، یا افسر رہ کر ماتحتی قبول کروں۔ اسی خیال سے مسلمان بھی خدا خدا کر کے مغربی تعلیم میں مصروف ہوئے ہیں اور ان کی ترقی تعلیم کے وسائل سوچنے کیلئے ایجوکیشنل کانفرنس اور ان کے حقوق کی حفاظت کیلئے اینگلو اور نٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف انڈیا قائم ہوئی ہے۔

مسلمانوں کی خدمت میں ہم برادرانہ التماس کرنے کی زیادہ جرات کرتے ہیں اور اس کی قبولیت کی زیادہ امید رکھتے ہیں کہ آپ صاحبان ہندوؤں کے اس جوش مذہبی اور خیال انتقام کے مقابلے میں کوئی جوش مذہبی اور خیال انتقام دل و دماغ میں نہ آنے دیں۔ بلکہ صبر و تحمل اور استقلال سے کام لیں اور اپنی بہتری اور اصلاح کی تدبیر و رفتار کو استحکام کے ساتھ برابر جاری رکھیں۔ اور اگر ایسا حوصلہ اور ہمت نہیں رکھتے تو اپنے ملکی بھائیوں کی (جو تعلیم، دولت، اور قومی اتفاق میں تم سے بڑھ گئے ہیں) بالادستی قبول کر لیں۔ اس صورت سے غالباً کچھ دن آرام سے گزر جائیں گے ورنہ آئے دن مصیبتوں کا سامنا رہے گا۔ اور اگر بالادستی قبول کرنے سے عار ہے اور اپنے بزرگوں کے فاتح ہونے کا کوئی قصہ یا فسانہ یاد ہے اور آبائی عزت و غیرت کے خون کا تمہاری رگوں میں کچھ اثر ہے، تو مغربی تعلیم (جس کے واسطے گورنمنٹ نے ہندو اور مسلمانوں کیلئے یکساں وسائل بہم پہنچا دیئے ہیں) حاصل کر کے موجودہ فاتح قوم کی سلطنت کے ارکان بنیں اور دولت و ثروت اور حشمت و شوکت کے حصول میں تعلیم کے علاوہ تجارت و حرفت کے ذریعے کوشش کو حد کمال تک پہنچائیں اور اس کے ساتھ اپنے مذہب اور علوم مذہب میں بھی ترقی ترقی کریں، اور دوسرے مذاہب والوں سے ناجائز مزاحمت (جس کی تمہارا مذہب اجازت نہیں دیتا) کا خیال دل میں ہرگز نہ آنے دیں۔

ہماری ان گذارشات پر فریقین نے توجہ کی تو امید ہے کہ اس جوش کی کمی ہو جائے گی۔ مسلمان تو

پہلے ہی اپنی خستہ حالی کی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے (خدا کا شکر ہے کہ) چپ ہیں، اور ایسے وقت میں جب کہ ہندوؤں کے جوش کا دریا کناروں سے باہر ہو رہا ہے، وہ کسی خلاف قانون حرکت کے مرتکب نہیں ہوتے اور اپنے لیڈروں کی نصیحتوں پر (جو صبر و تحمل کے باب میں وہ ان کو کر رہے ہیں) کار بند ہیں۔ ہندو صاحبان بھی اگر حوصلہ و انصاف کو کام میں لائیں گے تو ہماری اس ناصحانہ التماس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ وہ سلطان محمود اور عالمگیر اور نگ زیب کی فرضی یا واقعی کہانیاں چھوڑ کر اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کی مہربانیوں کو پیش نظر رکھ کر مذہبی کدورت سے صاف سینہ ہو کر اپنے کام ترقی تعلیم و دولت میں (جس میں وہ مسلمانوں سے پہلے ہی بہت بڑھ گئے ہیں)، مصروف رہیں۔

دوسرا سبب (جو قریب اور جدید ہے) یہ ہے کہ مسلمانوں کی بد قسمتی و بد اقبالی کی وجہ سے ان میں قادیانی صاحب پیدا ہو گئے جنہوں نے پہلے تو اسلام کا وکیل بن کر مخالفین اسلام (نصاری، یہود، اور ہنود) سے مباحثہ و مناظرہ کا بیڑا اٹھایا اور ان کے مقابلہ میں ایک کتاب براہین احمدیہ نام تصنیف کر کے اس میں قرآن اور اسلام کی حقیقت پر تین سو دلائل عقلیہ قرآن ہی سے نکال کر درج کر دینے کا اشتہار دیا، اور اس اشتہار میں یہ درج کیا کہ مخالفین میں سے جو شخص اس کا جواب دے گا اس کو دس ہزار روپے انعام دوں گا۔ اس اشتہار کے ذریعہ مسلمانوں کو دام میں لا کر اور اپنا معتقد و مفتون بنا کر اور اس کتاب کی صرف چند جلدیں چھاپ کر خریداروں اور معاونوں میں باعتراف خود دس ہزار روپے پیشگی وصول کر کے خورد برد کر لیا۔ اور ان جلدوں میں ان تین سو دلائل میں سے (جن کے درج کرنے کا اظہار کیا تھا) ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی۔ صرف چند تمہیدی باتوں کو مختلف پیرایوں، نظم اور نثر میں اور نکرار کے ساتھ لکھ کر خریداروں کی تسلی کر دی۔ پھر جب یہ خیال آیا کہ اس کتاب کی ہفتیہ جلدوں کا تو خارج اور نفس الامری میں (بجز اپنے خیال کے) کہیں نام و نشان نہیں، اور ان تین سو دلائل کا تو اپنے خیال میں بھی وجود نہیں، لہذا کتاب کے ہفتیہ حصوں کا چھاپنا ناممکن ہے اور اس روپے کا جو اس کے عوض میں لیا گیا ہے، ہضم ہونا بھی مشکل ہے تو اس کتاب کی تیسری اور چوتھی جلد سے آپ نے الہام بازی شروع کر دی اور اپنے خریداروں اور معتقدوں کی توجہ عقلی دلائل کی طرف سے اپنے الہامات کے تماشے کی طرف منعطف فرمادی۔ نیز خریداروں کا دل بہلانے اور ان کے دماغ سے تین سو دلائل اور کتاب کے باقی حصوں کا خیال

اچھی طرح سے بھلا دینے کی غرض سے سرمہ چشم آریہ اور شہنہ حق وغیرہ (جن میں متفرق مسلون پر بحث کی گئی ہے) شائع کر دیئے۔ اور چند دوسرے رسالوں کی بذریعہ اشتہارات بشارت دیدی جن میں بہت سے الہاموں اور پیش گوئیوں کے درج کرنے کا وعدہ کیا۔

براہین کی ان جلدوں اور رسائل اور اشتہارات میں ہندوؤں کو کوسنا، ان کو بہو بیٹیوں کی گالیاں دینا (شہنہ حق کے صفحہ ۱۹ میں آپ آریہ کو کہتے ہیں کہ تم نے مجھ سے اپنی لڑکی کا رشتہ تو نہیں کرنا کہ میری جائداد کی تحقیق کرتے پھرتے ہو۔ ایسا ہی سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۲۹ میں آریہ کی لڑکیوں کا ذکر کروہ طور پر لائے ہیں) اور اپنے الہامات میں ان کو دھمکانا اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا۔ اس کے ڈرانے والے الہامات میں آپ کا وہ الہام بھی تھا جو مقتول لیکھرام کے متعلق اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں شائع و مشہر کیا تھا۔ یہ دونوں امر (ہندوؤں اور ان کے معبودوں کو برا کہنا اور الہامی قتل سے ان کو ڈرانا) ہندوؤں کے کمال اشتعال اور عداوت کے قریب اور قومی سبب ہو گئے (اس امر کا اعتراف قادیانی نے بھی کیا ہے۔ ان کا اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ امی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء ملاحظہ ہو)۔ پہلے تو ان کے زبان دراز مذہبی اور قومی وکیل پنڈت لیکھرام مقتول نے سال ہا سال دل کھول کر اسلام اور اس کے ہادی کو برا بھلا کہا۔ اور براہین احمدیہ کے مقابلہ اور جواب میں چند کتابیں (جو محض بدگوئی اور بدزبانی سے بھری ہوئی تھیں اور جن کا بہت سا حصہ متعصب عیسائیوں کی تحریروں سے انتساب کیا ہوا تھا) ادھر ادھر سے مواد جمع کر کے شائع کر دیں۔ اور اس کے ساتھ ہی عام مجلسوں میں تقریروں کے ذریعہ بھی ہادی اسلام ﷺ کو برا کہہ کر مسلمانوں کو رنج پہنچایا پھر جب وہ کسی سبب سے (جس کے تعین میں اہل الرائے کا اختلاف ہے) قتل کیا گیا تو ہندوؤں کو قادیانی صاحب کے الہام مذکور کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ انہوں نے اس کی دستاویز سے یہ یقین ظاہر و مشہر کر دیا کہ ہمارے قومی وکیل کو اسی شخص نے اپنے الہام کی تصدیق کی غرض سے قتل کروا دیا ہے۔ بعض ہندوؤں نے دیگر مسلمانوں کو بھی اس قتل کی سازش میں شریک کر دیا اور یہ کہا کہ ان کے مقدس فوجدراری میں جو پنڈت کو سزا ملی، اور اس سے ان مسلمانوں کو خوف حاصل ہوئی، تو ملاؤں سے فتویٰ لے کر اس کو قتل کروا دیا۔ وہ بھی اس قتل کی سازش و الزام سے مرزا کو بری نہیں کرتے اور فتویٰ قتل کے ساتھ اس کی پیشگوئی مذکور کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

قادیانی یہ پیش گوئی نہ بھی کرتا، اور ہندوؤں میں اس کی اس پیش گوئی کا ٹوٹس نہ لیا جاتا اور صرف ان مسلمانان اہل مقدمہ پر الزام قتل قائم کیا جاتا تو بھی اس کا رجوع اسی قادیانی کی طرف ہوتا۔ یعنی ترتیب واقعات یوں ہوتی:

ان مسلمانوں نے پنڈت مقتول (لیکھ رام) پر مقدمہ کیوں چلایا؟
اس پنڈت کی بدگوئی و توہین اسلام کی وجہ سے۔

پنڈت نے ایسی بدگوئی کیوں کی جس سے مقدمہ چلانے کی نوبت آئی؟

قادیانی کے ان کو اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے اور کمال اشتعال دلانے سے۔

اور جس حالت میں وہ اس بدگوئی اور اشتعال کے علاوہ لیکھ رام کے قتل ہو جانے کی پیش گوئی بھی کر چکا تھا اور تمام ہندوؤں کو اس پیش گوئی کا علم و خیال ہو گیا تو اس سے ان کو حق پیدا ہو گیا اور بہانہ ہاتھ آ گیا کہ یہ قتل اسی کا کام ہے گو اس میں بعض ہندوؤں نے دیگر مسلمانوں کو بھی شریک و معاون قرار دیا ہے۔ بلکہ اکثر ہندوؤں کا تو یہ خیال ہو گیا ہے کہ تمام مسلمان اس کام میں قادیانی کے مددگار یا کم سے کم ہمدرد اور متفق الرائے ہیں۔ اور اس خیال سے انہوں نے سبھی مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں ان کی ایذا رسانی کا خیال پختہ کر لیا ہے۔

ہندو ایڈووکیٹ وغیرہ اخبارات نے جو کچھ مسلمانوں کے برخلاف لکھا ہے وہ اسلامی اخباروں میں مشتہر ہو چکا ہے۔ ہم اس کے ذکر و اعادہ کو پسند نہیں کرتے اور جو عملی کاروائیاں زبردست ہندو، زیر دست مسلمانوں کی تباہی کے واسطے کر رہے ہیں ان کو بیان کر کے اپنے مسلمانوں کے رنج کو تازہ کرنا نہیں چاہتے۔ اس کے مقابلہ میں مسلمان جو تدبیریں سیلف ڈیفنس کے واسطے کر رہے ہیں، اور ان کی جو عملی کاروائی شروع ہو گئی اس میں ہم ان کے اس وجہ سے شکر گزار و ثنا خوان ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس میں کسی امر خلاف قانون کا ارتکاب نہیں کیا۔ اور نہ اپنے مذہبی رنج کو (جو انہیں پہنچایا گیا) پوٹیلکل ایجیٹیشن کا مخزن اور منبع بنایا۔ لیکن اس قدر برادرانہ و ناصحانہ التماس ضرور کریں گے کہ اس سے بہتر اور آسان تدبیر وہ ہے جو ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ ان کی تجاویز کے نتیجے سے مفید تر اور آسانی سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مگر ہم پہلے ہندوؤں کی

خدمت میں کچھ گزارش کر لیں، بعد میں انکی خدمت میں وہ تدبیر عرض کریں گے۔

ہندو صاحبان کے حد اعتدال سے بڑھے ہوئے جوش کو اعتدال میں لانے کیلئے ہم گزارش کرتے ہیں (اور وہی اس فساد کا جو اس جوش سے پیدا ہونے والا ہے، علاج ہے) کہ اول تو اس تعیین کودل و دماغ سے نکال دیں کہ پنڈت لیکھ رام کا قاتل کوئی مسلمان ہے اور اس یقین کے مقابلے میں اس احتمال کو بھی خیال میں لاویں کہ اس کا قاتل کوئی ہندو ہو، جس کی وجہ مذہبی یہ ہو سکتی ہے کہ اس پنڈت سے جیسے مسلمان آزار رسیدہ اور ناخوش تھے ویسے ہی ہندو بھی تھے۔ اور بقول اڈیٹر اخبار عام (جو ایک پنڈت ہے) وہ ہندوؤں کے بزرگوں کو بھی ویسا ہی پانی پی پی کر گالیاں دیتا تھا جیسے مسلمانوں کے بزرگوں کو۔ اس وجہ سے اس قتل کا شبہ و گمان جیسا کہ ایک کٹر مسلمان پر ہو سکتا ہے ویسا ہی ایک کٹر ہندو پر بھی۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس شبہ کیلئے مخصوص کیا جائے اور اس کی پرائیویٹ وجہ وہ ہے جو اخباروں میں مشہور ہو چکی ہے۔ اور اس وجہ کی نظر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ نے (جو نیوزل اخبار ہے اور ہندو مسلمانوں دونوں سے علیحدہ ریمارک کرتا ہے) کہ: ممکن ہے کہ آخر کار یہ ایک پرائیویٹ قتل ہو۔

اور گو ہندو صاحبان اس احتمال کو جگہ نہ دیں اور بلا دلیل اس احتمال اول پر اپنا یقین و ایمان قائم رکھیں کہ ضرور اس کو کسی مسلمان نے مارا ہے۔ اور الہامی قاتل (قادیانی) نے اس کو بہکا کر اس قتل کا مرتکب بنایا ہے تو پھر بھی ان کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ اس جرم قتل میں تمام مسلمانوں کو اس کا شریک و مددگار یا ہم درد و متفق الراء سمجھیں۔

کیا ان کو معلوم نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو قادیانی کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ وہ تو جمہوری رائے سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔ اور علماء ہندوستان و پنجاب، پشاور سے کلکتہ اور مدراس و بمبئی تک اس پر تکفیر کا فتویٰ لگا چکے ہیں۔ اور اس کی ایسی کاروائیوں سے کہ وہ ہندوؤں اور ان کے معبودوں اور اکابر مذہب کو گالیاں دیتا ہے وہ لوگ بھی ناراض ہیں جو ہنوز اس کو کافر نہیں کہتے بلکہ صرف گمراہ یا خطا کار قرار دیتے ہیں۔ اور اس دشنام دہی سے وہ اپنے ہادی کی تاکیدی ہدایتوں کو مانع پاتے ہیں۔ قرآن شریف میں خدا ارشاد فرماتا ہے: لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ

عدواً بغیر علم۔ (انعام - ع۔ ۱۲) کہ جن کو تمہارے مخالف خدا کے سوا پکارتے اور پوجتے ہیں، ان کو تم گالی نہ دو۔ وہ دشمنی سے اس کے بدلے و مقابلے میں خدا کو گالیاں دیں گے۔

بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے: عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الكبائر شتم الرجل والديه قالوا يا رسول الله وهل يشتم الرجل والديه قال نعم يسبّ ابا الرجل فيسبّ اياه و يسبّ امه فيسبّ امه - متفق عليه (مشکوٰۃ ص ۱۱۴)
آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالیاں دے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایسا بھی کوئی ہے جو اپنے والدین کو گالیاں دیتا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں کہ اس نے اس کے باپ کو گالی، وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اس نے اس کی ماں کو گالی دی وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

اور قادیانی کی ان پیش گوئیوں کو جو لوگوں کے مرنے کی نسبت وہ مشتہر کرتا ہے، بعض وہ لوگ بھی نہیں مانتے جو اس کے اتباع میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان پیش گوئیوں میں وہ اس کو خطا پر سمجھتے ہیں، گو اس کی اور باتوں کے دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بہر حال اس کے قتل کے الہاموں اور گالیوں کو تسلیم کرنے والے مسلمان بہت ہی کم ہیں۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ مقتول پنڈت کی گالیوں سے تمام مسلمان بہت تنگ دل و آزرده خاطر ہیں۔ اور ایسا مسلمان کوئی نہ ہوگا جس کے دل میں ان گالیوں کا سخت رنج نہ ہوگا۔ مگر اس رنج کو اس ذریعہ سے نکالنا کہ وہ اس کو قتل کر ڈالیں، یا اس قتل کی سازش میں شریک ہوں، یا اس سے اتفاق کریں وہ ہرگز پسند نہیں کرتے۔ اس پر روشن دلیل یہ ہے کہ گالیوں اور مذہبی توہین کے بدلے ایک غیر اسلامی سلطنت کے زیر حکومت رہ کر توہین کنندہ کے قتل کو وہ بحکم مذہب جائز نہیں سمجھتے، اور خلاف ورزی قانون سلطنت سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا وہ گناہ جانتے ہیں۔ اگر وہ اس امر کو جائز سمجھتے اور اس کی جرأت رکھتے تو اس پنڈت سے پہلے الہامی قاتل کا کام تمام کر چکے ہوتے، کیونکہ وہ شخص باوجود منافقانہ دعویٰ اسلام، آنحضرت ﷺ کی سخت توہین کر چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن بیٹھا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے حق میں حضرت عیسیٰ کی بشارت (کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا) کو آپ سے چھین کر اپنے اوپر لگا چکا ہے۔ اور مسیح کے معجزات کو

مسمریزم اور قابل نفرت کہہ کر ان کی سخت توہین کر چکا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے مذہب اور اعتقاد میں مسیح بھی ویسے ہی واجب التعظیم ہیں جیسے آنحضرت ﷺ اور دوسرے انبیاء۔ اور اس توہین کے علاوہ اس نے ان کو بر ملا گالیاں دیں اور لعنتیں کہی ہیں۔ اس پر بھی مسلمانوں نے صبر کیا اور اس پر صرف فتویٰ کفر لگا کر اپنی جماعت سے اس کو خارج کر دیا۔ اور بلحاظ خوف قانون گورنمنٹ اس کے قتل کا ارادہ نہ کیا۔ اس مثال کے جواب میں اگر ہندویہ کہیں کہ وہ بظاہر تو مسلمان کہلاتا ہے اور نام ہی اکثر کا مسلمانوں کو لحاظ ہوتا ہے اس لئے مارا نہیں گیا۔ تو ہم دوسری مثال پیش کرتے ہیں کہ پادری لوگ ہمیشہ گلی کوچوں میں مذہب اسلام کی توہین کرتے ہیں اور ہادی اسلام کو برا کہتے ہیں۔ مگر کسی نے نہ سنا ہوگا کہ کسی پادری کو کسی مسلمان نے گالیوں کے بدلے مار ڈالا ہے۔

تھوڑے دن گزرے ہیں کہ گڑگانوے کے ایک پادری نے آنحضرت ﷺ کی توہین میں ایک رسالہ اردو میں شائع کیا تھا۔ اس رسالے کو دیکھ کر کبھی مسلمانانِ دہلی اور قرب و جوار کو (جن کو اس قتل کے الزام میں شامل کیا جاتا ہے) جوش نہ آیا اور انہوں نے اس پادری کو قتل نہ کیا، بلکہ صرف ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ سے (جس میں یہ خاکسار تم مضمون بھی شامل تھا) سابق گورنر پنجاب کی خدمت میں اس شکایت کو پیش کیا جس پر انہوں نے صرف اس قدر مسلمانوں کی دل جوئی اور دادرسانی کی کہ اس رسالے کی اشاعت روک دی اور کوئی سزا اس پادری کو نہ دی۔ تب بھی مسلمانانِ دہلی وغیرہ نے پادری کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی۔ اس مثال سے (جس کے ماننے میں کسی کو عذر کی گنجائش نہیں) ہندوؤں کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ اپنے ہادیوں کے حق میں گالیاں سن کر بھی مسلمانوں کو صبر کی عادت ہے۔ اور ان کو مذہب کی طرف سے اجازت نہیں ہے کہ غیر اسلامی سلطنت کے ماتحت رہ کر وہ گالیوں کا انتقام قتل سے لیں کیونکہ اس سے ان کو اپنے قتل و ہلاکت کا خوف ہے جس سے ان کو یہ حکم اللہ تعالیٰ مانع ہے و لا تفلقوا باید یکم الی التہلکة (یعنی اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

مسلمانوں کے اس عمل و اعتقاد کو اور الہامی قاتل کی نسبت مسلمانوں کے خیالات مذکورہ بالا کو ہندو انصاف سے سوچیں گے اور اس میں غور و تامل کو کام میں لائیں گے تو وہ یقین کریں گے کہ اگر بالفرض والتسلیم ان کے مقتول کو الہامی قاتل نے قتل کر دیا ہے تو بھی مسلمانوں کو اس کے فعل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ مسلمان اس کے اس فعل میں (اگر وہ بقول وزعم ہندوؤں کے اس سے وقوع میں آیا ہے) شریک ہیں نہ معاون نہ ہم درد۔ اور اس

یقین سے امید ہے کہ وہ اپنے اس غلط خیال کو واپس لیں گے۔ اور بذریعہ ان ہی اخبارات کے جن میں وہ غلط خیال شائع کر چکے ہیں، عام مسلمانوں کی برائیت کا خیال ظاہر و مشتہر کریں گے۔ اور آئندہ مسلمانوں سے وہی برتاؤ رکھیں گے جو اس سے پہلے ان میں جاری تھا۔ اور دنیاوی امور میں ان سے وہی ساتھ رکھیں گے جو قدیم سے چولی دامن کا ساتھ چلا آتا ہے۔

مسلمانوں کی خدمت میں بادیہ التماس ہے کہ آسان تدبیر ہندوؤں کے ناجائز منصوبوں اور ان کے برے ارادوں سے بچنے کی (آپ کی موجودہ حالت کی نظر سے یہی ہے) کہ آپ اپنی اسلامی مجلسوں میں اس مضمون کی قراردادیں پاس کریں کہ قادیانی کی بدگوئی اور اس کے مضمون پیش گوئی سے ہم کو اتفاق نہیں۔ اور ان خیالات کی اخبارات میں اشاعت کریں۔ امید ہے اس سے ہندوؤں کے خیالات بدل جائیں گے اور ان کے برخلاف خیالات صلح پسندی کو وہ ظاہر کریں گے۔ وہ بھی یہ خوب جانتے ہیں کہ گو وہ مال و دولت و تعلیم و اتفاق میں مسلمانوں سے فائق ہیں مگر علیحدگی اور تفرقہ میں مسلمانوں ہی کا نقصان نہیں ہے بلکہ ہندوؤں کا بھی سخت نقصان ہے۔ ان کی تجارت کا بڑا دمار مسلمان ہی ہیں۔ وہ اپنے ہی کھاتوں اور روزمرہ کے گاہکوں کی طرف رجوع کریں گے، تو ہندوؤں کی نسبت زیادہ مسلمانوں کو اپنا خریدار پائیں گے۔ ہندو سو روپہ کی ماہوار آمدنی سے بمشکل بیس خرچ کریگا مسلمان کو بیس کی آمدنی ہوگی تو تیس خرچ کرے گا۔ ان کا روپہ خوراک اور پوشاک کے ذریعہ سے اکثر ہندوؤں ہی کی دکانوں میں جاتا ہے، ان کے اپنے گھروں میں کم رہتا ہے۔

اس سے بڑھ کر مفید تدبیر جس سے ہندوؤں کی آتش جوش پر دفعاً پانی پڑ جائے یہ ہے کہ مسلمان ہندوؤں کو لیکھ رام کے قاتل کا پتہ لگانے میں مدد دیں۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو الہامی صاحب کے معتقد و مرید ہیں، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بستہ عرض کریں کہ یا حضرت آپ کی پیش گوئی متعلق موت لیکھ رام کی وجہ سے ہندوؤں کو یہ غلط گمان پیدا ہو گیا ہے کہ وہ آپ کی سازش سے قتل کیا گیا ہے۔ اور اس خیال سے ہندو تمام مسلمانوں کے جانی دشمن ہو گئے ہیں۔ اور ان بے چاروں پر ایک آفت برپا ہے۔ چونکہ آپ ہم مریدوں کے اعتقاد میں مسلمانوں کے امام وقت اور خلیفہ اور مسیح موعود و مہدی مسعود ہیں، لہذا مسلمانوں کی دست گیری اور اس آفت عظیم سے ان کی جان بری آپ نہ کریں گے تو پھر دنیا

میں اور کون ہے جس سے یہ آفت دور ہو اور اس کی مدد سے ان کی جان بچ جائے۔ اب اللہ مسلمانوں پر رحم کریں اور اس مقتول اور اس کے وارثوں سے بھی انسانی ہم دردی کریں (جس کا آپ اکتوبر ۱۹ مارچ ۱۸۹۷ء میں وعدہ دے چکے ہیں) اور اپنے خداداد الہام اور وحی کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے (جس کو آپ سو فغہ پکارتے ہیں تو سو ہی دفعہ وہ آپ کو جواب دیتا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۸ میں آپ نے فرمایا ہوا ہے) دریافت کر کے اس قاتل کو (جس کو آپ اکتوبر ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء ناکارخونی کہہ چکے ہیں اور پھانسی اور بدتر سے بدتر سزا کے لائق قرار دے چکے ہیں) پتہ بتادیں تاکہ ہندو اس سے انتقام لیں، اور مسلمانوں کو اپنے غضب و عتاب سے رہائی بخشیں۔

اور اگر معتقدین و مریدین قادیانی یہ جرأت نہ کریں اور غالباً نہ کریں گے اور قادیانی کی شان کو اس سے ارفع سمجھیں گے کہ بلا الہامی اجازت ان کے حضور میں کسی کی سفارش کریں، اور یہ کہیں گے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (یعنی کسی کی جرأت و طاقت ہے کہ ان کے حضور میں بلا اذن حضور اقدس کے کسی کی سفارش کرے) تو بدرجہ دوم اہل اسلام قادیانی سے یہ درخواست کریں۔ جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اہل اسلام کے چند اعیان (جن کو قوم کی صلاح و فلاح و سود و بہبود کا خیال ہے اور وہ قومی کاموں کا حصہ لیتے ہیں اور ان کو الہامی صاحب سے معتقدانہ تعلق نہیں ہے) ان کی خدمت میں اتفاق کے ساتھ اس مضمون کی مراسلت بھیجیں کہ آپ مسلمان کہلاتے ہیں اور اکثر لوگوں (خصوصاً مشتعل ہندوؤں) میں مسلمان میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور آپ نے لیکھ رام کی موت کے متعلق ایک پیشگوئی کی تھی جس سے مسلمانوں کو یہ مضرت پہنچی ہے کہ اس وقت لیکھ رام خدا جانے کس سبب سے اور کس کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے، مگر ہندوؤں کو اس پیشگوئی کی وجہ سے یہ خیال ہو گیا ہے کہ اس قتل میں آپ کی، بلکہ تمام مسلمانوں کی سازش ہے۔ اور اس خیال سے وہ سب مسلمانوں کے دشمن جانی ہو گئے ہیں۔ اور جب تک ان کا یہ گمان غلط ثابت نہ ہو ان کو اس دشمنی کا کسی قدر موقعہ بھی ہے... لہذا آپ مسلمانوں پر رحم فرمائیں، اپنے الہام کا ٹیلی فون یا ٹیلی گراف لگا کر خدا تعالیٰ سے پوچھ کر بتادیں کہ قاتل کون ہے جس کے سبب سے تمام مسلمان بدنام ہو رہے ہیں۔ آپ کی توجہ سے قاتل کا پتہ لگ گیا تو تمام مسلمانوں کی جان اور مال و آبرو کو امن ہو جائے گا اور آپ کا الہامی ہونا منکروں میں بھی مسلم ہو جائے گا۔

اور اگر وہ لوگ بھی قادیانی سے اس مراسلت کی جرأت نہ کریں تو پھر بدرجہ سوم ہم ہندوؤں کی

خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ آپ ہیں بھی صاحب غرض و اہل حاجت۔ آپ اپنی غرض پوری کرنے کی طرف بھی توجہ کریں۔ اور آپ مسلمانوں پر رحم فرما کر ان کا پیچھا چھوڑ دیں۔ اور اس صورت سے (جو ہم مسلمانوں کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں) لیکھ رام کے قاتل کا پتہ قادیانی سے دریافت کریں۔

قادیانی کو لکھے جانے والا خط یا درخواست کا مضمون یہ ہونا چاہیے کہ آپ نے پرچہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴۲ کالم اول سطر ۷ ضمیمہ انیس ہند میرٹھ کا یہ قول کہ: ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کی وفات کی بابت پیش گوئی کی تھی، ورنہ ان حضرات کو کیا علم غیب تھا، نقل کر کے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ:

یہ تمام صاحب آپ اس بات کو تتبع لعب ٹھہراتے ہیں کہ کیا خدا نے اس شخص کو علم غیب دیا تھا اور کیا خدا سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ سو اس وقت ہم بطور نمونہ بعض اور پیش گوئیوں کو درج کرتے ہیں تاکہ ان نظائر کو دیکھ کر آریہ صاحبوں کی آنکھیں کھلیں۔ (پھر آپ نے ۹ پیش گوئیاں نقل کی ہیں) اور عریضہ اسی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں آپ نے کہا ہے:

بجز خدا کس کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیش گوئی کرے جس کی میعاد چھ سال تک محدود کر دی گئی ہے اور ساتھ ہی اس کے حملہ کے دن کی بھی تعیین کر دی گئی۔ اور وہ تاریخ بھی بتلائی گئی جس تاریخ کو یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ یعنی دوسری شوال ۶ مارچ ۱۸۹۷ء ہوتی ہے۔ اور موت کا دن مقرر کر دیا گیا۔ یعنی یہ کہ اس کی وفات کا دن یک شنبہ رات کا وقت ہوگا۔ اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کالفظ بھی ہے اور وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے۔ یعنی یہ کہ وہ چھ برس کے اندر فوت ہوگا۔ اور چھ مارچ کے دن میں۔ اور چھ بجے بعد دو پہر کے حملہ ہوگا۔ غرض تینوں صورتوں میں برابر چھ کا تعلق ہے۔ پس کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں کہ وہ سترہ برس پہلے یعنی اس وقت کہ جب لیکھ رام بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہوگا خبر دے دی بلکہ یہ خدا کا کام جو زمین و آسمان کو بنانے والہ اور عالم الغیب ہے،

اور اس عریضہ میں آپ خدا کا یہ الہام اپنے حق میں نقل کر چکے ہیں کہ جدھر تیرا منہ خدا کا اسی طرف منہ ہے (یعنی خدایتیری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے)

اور اس سے پہلے اشتہار ۱۵۔ مارچ میں لکھ چکے ہیں کہ جو شخص مجھے سازش قتل میں شریک سمجھتا ہے وہ قسم سے یہ بات کہے تو میں اس کیلئے بددعا کرونگا اور وہ ایک سال میں مر جائے گا۔ اور اشتہار ۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں اپنی اس قبولیت دعا پر ایسا بھروسہ کیا ہے کہ در صورت عدم قبولیت دس ہزار روپہہ جرمانہ دینا، اور اپنے لئے پھانسی کی سزا پانا بھی قبول کر لیا ہے۔ اور اس واقعہ سے پہلے عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں بھی آپ نے متعدد اشتہاروں میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر آتھم قسم سے کہدے کہ میں اس کی پیش گوئی سے نہیں ڈرتا تو وہ ایک سال میں مر جائے گا، نہ مرا تو میں چار ہزار تک اس کو جرمانہ دوں گا۔ اور ان دنوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۳۲-۳۳ میں بھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ آتھم کی پیشگوئی کے متعلق کوئی اور عیسائی قسم کھالے اور مقابلہ کر کے کہدے کہ وہ پوری نہیں ہوئی تو وہ بھی ایک سال کے اندر مر جائے گا۔ اور کتاب براہین کے صفحہ ۲۵۹ میں آپ یہ دعویٰ بھی کر چکے ہیں کہ اگر آپ کو خدا تعالیٰ سے سو مرتبہ سوال اور دعا کا اتفاق ہوتا ہے تو اس کا جواب بھی سو ہی مرتبہ صادر ہوتا ہے، اور اس کا متواتر تجربہ آپ کو ہو چکا ہے۔ اور کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۸-۶۹ میں آپ نے لکھا ہے کہ اہل کمال (یعنی اولیاء اللہ) جو مرتبہ لقاء اللہ کو پہنچ جاتے ہیں (جس میں آپ اپنے آپ کو داخل اور بہت سے سابق اولیاء اللہ سے بہتر سمجھتے ہیں اور اشتہار اردو انگریزی بیس ہزاری میں یہ دعویٰ کر چکے ہیں) تو ان کا لفظ کن (یعنی کسی کام کی نسبت یہ کہنا کہ ہو جا) تموج کی حالت میں خدا کے کن کی مانند خطا نہیں کرتا (یعنی جو وہ کہتے ہیں سو ہو جاتا ہے)۔ آپ کی ان تحریروں ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے حضور میں آپ کا بڑا قرب ہے، اور اس کے امور قضا و قدر میں آپ کو بڑا دخل ہے، اور جو بات آپ خدا کو کہتے ہیں، خدا کو وہ مان ہی لینی پڑتی ہے۔

اس دعویٰ میں اور ان بیانات میں (جو ہم ہندوؤں نے آپ کی کتابوں اور اشتہاروں سے نقل کئے ہیں) آپ سچے ہیں تو ہم پر رحم فرما کر خدا سے قاتل کا پتہ پوچھ دیں۔ اور اس کے قاتل ہونے کے دلائل و علامات بھی (جو خدا کے علم میں ہیں، اور وہ جہان کے عقلاء اور پیرسٹروں اور رجوں کے بیانات اور دلائل سے ضرور پرزور اور مدعا کے ثبوت ہوں گے) ارشاد کریں۔ اس صورت میں نہ ہم صرف آپ کو اور مسلمان بھائیوں کو اپنے غلط گمان سازش قتل سے بری کریں گے بلکہ اسکے ساتھ معقول انعام بھی دیں گے اور آپ کی کرامات کے سب لوگ قائل ہو جائیں گے۔

اس سوال کے جواب میں اگر قادیانی صاحب کہیں (اور غالباً یہی کہیں گے چنانچہ آپ کے رسالہ برکات الدعا

کے صفحہ آخر کا الہام حاشیہ اس پر گواہ ہے، جو آگے نقل ہوگا) کہ قاتل انسان نہ تھا بلکہ خدا کا فرشتہ تھا جو انسان کی صورت میں دکھائی دیتا تھا، تو اس کے جواب میں آپ سے اولاً یہ کہا جائے گا کہ اس صورت میں آپ نے اس قاتل کو نابکار خوئی اور بدتر سے بدتر سزا کے لائق کیوں کہا؟ پھر یہ درخواست کی جائے کہ آپ مہربانی کر کے اس فرشتہ کو جو آپ کے زیرِ کمان اور آپ کی تائید و خدمت کیلئے مامور تھا، حکم دیں یا خدا سے اس کو حکم دلوادیں کہ وہ اسی صورت میں (جس میں قتل کرنے آیا تھا) پھر ایک دفعہ ظاہر ہو اور ایک جماعت کو اپنا آپ دکھاوے۔ اس صورت میں بھی نہ صرف آپ یا آپ کے پیروان و الزام سازش قتل سے بری ہوں گے بلکہ آپ تمام دنیا میں خدا کے ملہم و مخاطب اور آخری زمانہ کے پیغمبر (جیسا کہ آپ کو دعویٰ ہے) تسلیم کئے جائیں گے۔ اور تمام خلقت حتیٰ کہ سلطنت کا رجوع آپ کی طرف ہو جائے گا۔

اور اگر اس سوال کے جواب میں قادیانی صاحب یہ عذر کریں کہ آخر میں بندہ ہوں خدا نہیں۔ میں خدا کی جناب میں قاتل کی نشان دہی کیلئے عرض کروں گا، وہ چاہے گا تو اس عرض کو منظور کرے گا اور چاہے گا تو نامنظور کرے گا۔ میرا اس پر کوئی زور تو نہیں ہے۔

تو اس کے جواب میں آپ (ہندو) لوگ کہیں کہ یہ جواب آپ کے ان بیانات و عبارات کے جو نقل کئے گئے ہیں، مخالف ہے۔ ان عبارات میں تو آپ نے خدا کو ایسا محکوم بنایا ہوا ہے کہ جدھر آپ کا منہ اسی طرف خدا کا منہ ہوتا ہے۔ آپ سو دفعہ بلاویں تو سو ہی دفعہ وہ بلیک پکارتا ہے۔ پھر وہ اس سوال نشان دہی قاتل کے جواب میں کیونکر آپ کا خلاف کر سکتا ہے؟ اور اگر قادیانی صاحب یہ کہیں کہ جب میں کسی منکر پیش گوئی کو (مسلمان ہو یا ہندو، ایک ہو خواہ سو) قتل کرنے یا مارنے کیلئے خدا تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ میرا سوال سن لیتا ہے اور جب قاتل کا پتہ بتانے (جس سے قصاص لیا جاسکتا ہے اور اس قصاص سے بحکم آیت و لکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب دوسروں کی زندگی متصور ہے) کی بابت سوال کروں تو وہ نہیں سنتا، اور مجھے خدا نے مارنے کیلئے بھیجا ہے جیسا کہ مجھ سے پہلے مسیح کو مردود کو زندہ کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ تو آپ (ہندو حضرات) اس پر یہ سوال پیش کریں کہ پھر آپ نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۸، اور آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۸-۶۹۔ اور عریضہ اسمی گورنمنٹ کے صفحہ اول کے بیانات والہامات میں یہ قید کیوں نہ لگا دی تھی تاکہ آپ سے قاتل کا پتہ لگانے کا سوال نہ کیا جاتا۔ اور نیز

آپ لوگوں کو مارنے ہی کے واسطے مامور اور خدا کی طرف سے منصور ہو کر آئے ہیں، تو پھر آپ تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کے خیال و اعتقاد میں آنے والے مسیح کو خونی مسیح کیوں کہتے ہیں۔ اس صورت میں تو خونی مسیح کا لقب آپ ہی کے لئے موزوں و مخصوص ہونا مناسب ہے۔

(اشتہار جوانی سردار راج اندر سنگھ مطبوعہ ۱۰۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں آپ فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے حق میں آیا ہے کہ، کافر اس کے دم سے مرے گئے، یعنی اس کی دعا سے ان پر عذاب نازل ہوگا۔ سواگر عذاب کی پیش گوئیاں بدنامی ہیں تو یہ بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصہ میں آگئی درکوائے نیک نامی مارا گذرنا داند گر تو نے پسندی تغیر کن قضا را

اس میں آپ نے کمال چالاکی کی ہے۔ اپنے خونی ہونے کے اعتراف کے ساتھ حضرت مسیح کو بھی خونی بنا لیا ہے۔ اور یہ ٹائٹل خدا کی تقدیر سے ان کے اور اپنے لئے ثابت کیا ہے اور اس میں مسلمانوں کو کوئی دھوکے دیئے ہیں۔ اول یہ کہ یہ خون اور قتل ہم دونوں کے کمالات سے ہے نہ عیب۔ دوم۔ یہ کہ ہم دونوں اسی کام کیلئے مخصوص و مامور ہو کر آئے ہیں کہ لوگوں کو قتل کریں۔

آپ کے اس اعتراف نے ہمارے اس سوال کو پکا کر دیا کہ پھر آپ مسلمانوں پر یہ طعن کیوں کرتے ہیں کہ وہ خونی مسیح کے منتظر اور معتقد ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ سے کسی کا خون کرنے اور کسی کو تلوار سے مار ڈالنے میں کچھ فرق ہے؟ ہرگز نہیں۔

دوسرا سوال اس اعتراف پر یہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم نے مردہ بھی تو زندہ کئے۔ اور لاعلاج بیمار اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی اچھے کئے۔ چنانچہ نص قرآن سے ثابت ہے لہذا وہ صرف خونی کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے اور آپ صرف مارتے ہیں، یا منکروں کو کوہڑی اندھے بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں لہذا خونی کیلئے آپ ہی مستحق ہیں۔ پھر آپ مسیح ابن مریم کو اپنے ساتھ کیونکر ملا سکتے ہیں اور خود ان کے نظیر کیونکر بن سکتے ہیں یہی آپ کے اس اعتراف میں دھوکے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

اول۔ یہ کہ آپ نے حضرت مسیح کے حق میں صرف یہ نوشتہ تو نقل کیا کہ: کافران کے دم سے مرے گئے، اور ان کا مردوں کو زندہ کرنا، اور لاعلاج بیماروں اور کوہڑیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا نظر انداز کیا۔ اور یہ جتنا کہ

اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔

دوسرا دھوکہ یہ کہ دم کی تفسیر بطور تحریف آپ نے دعا سے کی جو کسی حدیث یا روایت میں وارد نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تفسیر روایات حدیث میں ایسی صفات سے ہوئی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس سے سانس مراد ہے (جو خوش بودار ہوگی اور وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی) نہ دعا، جو نہ خوش بو رکھے، نہ کسی مسافت میں محدود ہو سکتی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں فلا یحلّ لکافر یجد ریح نفسہ الامات و نفسہ ینتہی حیث ینتہی طرفہ۔ (مسلم، ج ۲، ص ۹۷)۔

تیسرا دھوکہ یہ دیا کہ اپنے فعل قتل عام کو حضرت مسیح کے فعل خاص قتل کفار کے مماثل و مانند بتایا حالانکہ حضرت مسیح کے دم سے صرف کافر مرے گے۔ اور آپ کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی مارنے یا اندھا کو ہڑے کرنے کی فکر اور ادعاء میں ہیں۔ اور خاص کر اس عاجز خاکسار کو اشتہار ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں اس قتل سے ڈراتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں کہ تم اور تمہارے دوسرے مولوی بھائیوں کو بھی ہم کافر جانتے ہیں کیونکہ تم حضور ایں جانب کو کافر کہتے ہو۔ تو اس کے جواب میں عرض کیا جائے گا کہ میرے بھائی سبھی مولوی اور مشائخ تو آپ کو کافر نہیں کہتے۔ بعض آپ کی نسبت گمراہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بعض آپ کو صرف خطا کار ٹھہراتے ہیں۔ کئی مجنون کہتے ہیں۔ کئی مبتدع کا خطاب دیتے ہیں، چنانچہ فتویٰ تکفیر قادیانی جو اشاعت السنہ نمبر ۴ وغیرہ جلد ۱۳ میں درج ہو کر شائع ہوا، بہ تفصیل مصرح ہے۔ اور بعض حضرات ایسے ہیں کہ جنہوں نے آج تک آپ کے حق میں کچھ نہیں کہا سکوت محض اختیار کیا ہے (یہ صاحب چاڑاں والے سجادہ نشین مولوی صاحب ہیں جن کا تکفیر الہامی سے سکوت ضمیمہ انجام آختم میں قادیانی نے نقل کیا ہے) جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ بایں ہمہ آپ نے ہندوستان و پنجاب کے چورانوے علماء اور اڑتالیس مشائخ و سجادہ نشینوں کو اشتہار مباہلہ کے صفحہ ۶۶ میں مار ڈالنے یا بیمار کر دینے کی دھمکی دی ہے۔ کیا آپ یقین رکھتے تھے یا آپ رکھتے ہیں کہ وہ سب کے سب آپ کو کافر کہتے ہیں؟ امید نہیں کہ آپ ان سب کی نسبت اس یقین کا اظہار کریں، پھر آپ نے ان سب کو مار ڈالنے کی دھمکی دی، تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا فعل قتل ان لوگوں سے مخصوص نہیں جو آپ کو کافر کہتے ہوں اور اس وجہ

سے آپ ان کو کافر سمجھتے ہوں۔ بلکہ وہ ان سب مسلمانوں کو بھی شامل ہے جو آپ کے کسی الہام یا پیش گوئی کو نہ مانیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اپنے نفل قتل عام کو قتل حضرت مسیح خاص قتل کفار سے مشابہ کہنا دھوکہ و مغالطہ ہے)

ان سوالات کا جواب قادیانی صاحب کافی نہ دیں تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہندو (یا ان کی درخواست پر عدالت) ان سے کیا سلوک کرے کیونکہ یہ امر قانون سے متعلق ہے اور ہم قانون نہیں پڑھے۔

اور اگر ہندو صاحبان بھی اپنی دولت و روز افزوں ترقی کے غرور سے یا اپنے دوسرے منصوبوں اور تدبیروں (جو مسلمانوں کو زیر اور ذلیل کرنے کیلئے وہ کر چکے ہیں) کے بھروسہ پر ہماری اس تجویز کو نہ مانیں تو پھر بدرجہ چہارم ہم گورنمنٹ کی خدمت میں گزارش کریں۔ مگر کس عنوان اور صورت میں اور کس سبیل اور کس ذریعہ سے؟ اس کی بابت ہم سر دست کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اور ابھی ہم کو اولاً اتباع قادیانی کے جواب کا انتظار مناسب ہے۔ ثانیاً اشد مسلمانوں کے اعیان کے جواب کا۔ ثالثاً ہندوؤں کی مہربانی و توجہ کا۔ ہاں بالفعل ہم گورنمنٹ اور اس کے ماتحت عدالتوں سے اس قدر سفارش کرتے ہیں کہ وہ قانون سیاست و تعزیر کے متعلق اس سوال پر غور کریں کہ اگر مثلاً کوئی دودھ فروش دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرے، یا کوئی زرگر چاندی سونے میں کھوٹ ملا کر بیچتا ہو، یا کوئی حکیم کسی دوا میں زہر ملا کر لوگوں کو دیتا ہے یا کسی دوا میں ایسی چیز کی آمیزش کرتا ہے جس سے اسکی تاثیر کم ہو جاتی ہو، تو اس شخص کو پولیس بغیر استغاثہ یا باستغاثہ کے جا پکڑتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک شخص جھوٹے الہام (جس میں لوگوں کی تحریف مجرمانہ پائی جاتی ہو اور کسی شخص کی کسی خاص میعاد کے اندر مرجانے کی خبر ہو) از خود بنا کر شائع کرتا ہو، اور خود اس کے اقبال سے اس الہام کے اثر سے موت کا وقوع بھی ہو گیا ہو، اور اس کے انتقام میں لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچ رہی ہوں، لیکن گورنمنٹ یا اس کی ماتحت عدالت یا پولیس اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور اس کو ایسے خوفناک الہامات شائع کرنے سے نہیں روکتی۔ کیا انسان کا خون ایک پیسہ کے دودھ کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا؟ اور قانون شہادت کے متعلق وہ اس سوال پر غور کریں کہ ایک شخص ایک واقعہ قتل یا سرقہ کی نسبت قبل از وقوع ساری باتیں بتا دیتا ہے کہ فلاں وقت وہ قتل ہو گا یا سرقہ واقعہ ہو گا۔ اور فلاں ہتھیار یا آلہ نقب سے وہ وقوع میں آئے گا اور قاتل یا سارق کا اس وقت یہ لباس ہو گا

اور پھر باعتراف اس شخص کے ایسا ہی وقوع میں آ گیا تو پھر کیا عدالت کا فرض یا حق نہیں ہے کہ اس شخص سے قاتل یا چور کی سراغ رسانی کی بابت سوال کرے؟ اور اس کو گواہ بنا کر قتل یا سرقت کا ثبوت بہم پہنچا دے۔

ہم قانون پیشہ نہیں، مگر قانون کی کتابوں میں ایسی دفعات دیکھتے ہیں کہ از انجملہ بعض قادیانی کی ایسی پیش گوئیوں پر پوری منطبق ہوتی ہیں اور بعض کا اصل اصول منطبق ہوتا ہے اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ انتظامی طور پر ہی خود بخود یا کسی شخص یا جماعت کے توجہ دلانے پر زیادہ نہیں تو اتنا تو کرے کہ قادیانی سے پرائیویٹی یا ڈمی آفیشل چٹھی کے ذریعہ سے قاتل کا سراغ پوچھے۔ اور آئندہ ایسی پیشگوئی سے اس کو روک دے۔ یہ بات حکومت پر مخفی نہیں کہ یہ امر مذہب میں دست اندازی نہیں ہے اور نہ ہی حکومت کی نیوٹرلٹی کے مخالف ہے۔ قانون سیاست جو قادیانی کی ایسی پیشگوئیوں پر پورا منطبق ہوتا ہے دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند ہے اور قانون شہادت (جس کا اصل اصول ان پر منطبق ہوتا ہے) دفعہ ۱۳۲ ہے۔ ہم ان دفعات کی تشریح کر کے قادیانی پر ان کو منطبق کرتے ہیں۔

دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند کی یہ عبارت ہے کہ جو کوئی شخص بالارادہ کسی شخص سے کوئی ایسا امر کرادے یا اس کے کرانے کا اقدام کرے جس کا کرنا اس پر قانوناً واجب نہ ہو، یا کوئی ایسا امر کرادے یا اس کے کرانے کا اقدام کرے جس کا کرنا اس پر قانوناً واجب نہ ہو، یا کوئی ایسا امر ترک کرادے یا اس کے ترک کرانے کا اقدام کرے جس کے کرنے کا وہ قانوناً مستحق ہے، اس شخص کو یہ باور کرنے کی تحریک کرنی، اور اس تحریک کے اقدام کے ذریعہ سے کہ اگر وہ شخص اس امر کو نہ کرے گا جس کا کرنا اس شخص سے مجرم کو منظور ہے یا اگر اس امر کو ترک نہ کرے جس کا ترک کرنا اس شخص سے مجرم کو منظور ہے، تو مجرم کے اس فعل کے ذریعہ سے وہ شخص یا کوئی اور شخص جس سے وہ غرض رکھتا ہے مورد غضب الہی ہوگا، یا کیا جاوے گا، تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی فید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد ایک سال تک ہو سکتی ہے۔

تمثیلیں: الف۔ زید بکر کے دروازہ پر دھرنا دے۔ یہ بات باور کرانے کی نیت سے کہ ایسے بیٹھنے سے وہ بکر کو مورد غضب الہی کر دے گا تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا جس کی تعریف اس دفعہ میں کی گئی ہے۔

ب۔ زید بکر کو دھمکائے کہ اگر بکر فلاں فعل کو ترک نہ کرے گا تو زید اپنے اطفال میں سے کسی ایک

طفل کو مار ڈالے گا کہ یہ بات یاد کی جائے کہ اسے مار ڈالنے سے بکر مورد غضب الہی ہو جائے گا۔ تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا جس کی تعریف اس دفعہ میں کی گئی ہے

تطبیق۔ اس دفعہ کے مطابق قادیانی کے اس مضمون کی پیشگوئیوں پر کہ اگر فلاں شخص میری فلاں بات کو سچی نہ کہے گا یا اس کو جھوٹی کہنے کو ترک نہ کرے گا تو ایک سال کے اندر وہ مورد غضب الہی (سزا موت وغیرہ) ہوگا۔ ظاہر ہے وہ اپنے مخاطب کو دہرنادینے والے کی مانند دھمکاتے اور ڈراتے ہیں کہ اگر وہ ان کی تصدیق نہ کرے گا یا ان کی تکذیب کو نہ چھوڑے گا تو مورد عذاب ہوگا اور مارا جائے گا۔

کسی مقدس مذہبی واعظ اور روحانی اعلیٰ افسر کا اپنی قوم کو جو اس کا تقدس، اور اس کا روحانی افسر مانے ہوئے ہو، اپنے وعظ میں بلاغرض فائدہ دینا وی یہ کہنا کہ اگر تم مثلاً نماز نہ پڑھو گے یا زنا کو ترک نہ کرو گے تو تم کو آخرت میں عذاب ہوگا، یا دنیا میں تم پر اس عمل کی شامت سے خدا کی طرف سے کوئی وبال آئیگا، قادیانی کی دھمکی مذکور کی نظیر نہیں ہو سکتا۔ اولاً اسلئے کہ قادیانی کا تقدس اور روحانی افسر ہونا ان لوگوں میں مسلم نہیں جن کو آپ دھمکاتے ہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ آپ کی ان پیشگوئیوں میں جو ایک سال کا میعاد عذاب موت وغیرہ بیان کیا جاتا ہے، انسانی سازش کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔

قانون شہادت کی دفعہ ۱۳۲ کا منشاء یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق جس شخص کو کچھ علم ہو وہ عند الاستفسار شہادت دینے سے یہ عذر نہیں کر سکتا کہ اس کے بتانے سے میں مجرم ٹھہرایا جاؤں گا یا کسی قسم کی سزایا تاوان کا مستوجب ہوں گا۔

تطبیق۔ یہ علم متعلقات واقعہ عام ہے۔ قانون میں اس کی تخصیص رویت چشم سے یا سماع گوش سے نہیں ہوئی۔ و بناء علیہ جو شخص دعویٰ کرے کہ میرے پاس حواس ظاہری کے علاوہ مشاہدہ واقعات کا ایک اختیاری آلہ الہام کا ٹیلی گراف یا ٹیلی فون بھی ہے اور میں خدا سے سو دفعہ کوئی بات پوچھتا ہوں تو سو ہی دفعہ مجھے اس کا جواب مل جاتا ہے۔ اور فلاں واقعہ قتل کے وقت اور دن اور تاریخ اور آلہ قتل اور قاتل کی نوعیت کا کہ وہ کس قوم یا جماعت سے ہے مجھے علم ہے جس کو میں نے بتا دیا تھا یا آئندہ بتا سکتا ہوں، تو عدالت (اگر وہ اس کو اس دعویٰ میں سچا مان لے) اس سے یہ پوچھنے کا حق رکھتی ہے کہ وہ قاتل کا نام بھی بتا دے اور وہ یہ عذر نہیں کر سکتا کہ اس میں

مجھے مجرم ہونے کا اور مستوجب سزا ہونے کا اندیشہ ہے۔

وازاں جا کہ آپ کو اس اختیاری آلہ کا دعویٰ ہے اور واقعہ قتل لیکھ رام کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ میں تاریخ اور دن اور وقت اور نوعیت قاتل (کہ وہ صاحب وحی انسان ہے یا کوئی فرشتہ) سب کچھ بتا چکا ہوں۔ لہذا عدالت کا حق ہے کہ اگر وہ ان دعاوی میں آپ کو سچا جانتی ہے تو اس دفعہ کے اصل اصول کی نظر سے آپ سے اس قاتل کا پتہ پوچھے اور اگر وہ آپ کو ان دعاوی میں جھوٹا و فریبی جانتی ہے تو پھر اس کا یہ حق ہے کہ وہ آپ کو جھوٹ و دغا فریب کی سزا میں اصل اصول دفعہ ۲۷۲ لغایت ۲۷۵ تعزیرات ہند کا مورد بنا کر اس جھوٹ اور فریب سے جس کا اثر بد لوگوں کی جان و مال پر اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس دودھ یا دوا سے نہیں ہوتا جس میں غیر چیز کی آمیزش ہو، روک دے۔ اور اگر اس کو ایسے دعاوی میں پاگل جانتی ہے تو اس سے پاگلوں کے لائق سلوک کرے۔

ہندو اور مسلمانوں میں باہمی فساد و جوش کا سبب اور اس کا علاج ہم بتا چکے۔ اس میں فریقین غور کریں اور خاص کر مسلمانوں کے اخبار اس پر انصاف اور غور کی نگاہ ڈالیں۔ وہ انصاف کریں گے اور جوش مذہبی کو ایک طرف رکھ کر فکر و تامل سے کام لیں گے تو ہماری اس تدبیر و علاج کو اس سے بہتر پائیں گے جو علاج اور تدبیر وہ کر رہے، اور ہمارے اس جواب کو جو ہندوؤں کے الزام کا ہم نے دیا ہے، اپنے جواب سے (جو ترکی بتری وہ دے رہے ہیں) مفید تر خیال کریں گے۔

حضرات! آپ صاحبوں کا جواب ترکی بتری کو حق ہے اور انصاف کا اس میں خلاف نہیں ہوتا مگر یہ وقت استیفاء حق کا نہیں ہے، بلکہ یہ مصالحت کا وقت ہے جس میں کچھ اپنا حق چھوڑ دینا مصلحت ہے۔ آپ کا جواب ترکی بہ ترکی ہندوؤں کے جوش پر کیرو سین آئل ڈال رہا ہے اور یہ وقت اس جوش پر پانی ڈالنے کا ہے۔ جو اس جواب سے متصور ہے جو اس خاکسار نے دیا ہے۔ آئندہ آپ لوگوں کا اختیار ہے اس کو سن کر مانیں خواہ رد کریں۔

یہ اس مضمون کی تمدنی بحث ہے جس میں سبب فساد اور اسکے علاج کا بیان منظور تھا اب ہم اس میں مذہبی اور علمی بحث کرتے ہیں اور پیشگوئی متعلق قتل لیکھ رام اور اس کے متعلق الہامات و اشتہارات قادیانی پر

علمی اور مذہبی نظر ڈالتے ہیں۔ اس بحث کے تین حصے ہیں۔

حصہ اول تمام مسلمانوں اور قادیانی اور ان کے معتقدین کی توجہ کے لائق ہے۔ حصہ دوم و سوم مسلمانوں کے علاوہ حکومت کی توجہ کے بھی لائق ہے اور وہ ایک پوٹشل پہلو بھی رکھتے ہیں۔ حصہ اول میں تین سوالوں کا حل و جواب ہے۔

سوال اول یہ کہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور سچی نکلی یا جھوٹی ہوئی اور سراسر فریب ثابت ہوئی؟

سوال دوم یہ کہ اگر یہ پیش گوئی سچی ہوتی تو پھر کیا وہ الہامی مسلم ہوتی؟ اور اس کے بیان کرنے والے الہامی ثابت ہوتے؟

سوال سوم یہ کہ اگر یہ سچے اور الہامی ثابت ہوتے تو اس سے اسلام و مسلمانوں کی فتح اور فائدہ متصور ہوتا یا سراسر نقصان؟

پہلے سوال کا حل و جواب: ہم نے چھکڑیوں والے الہام کی نظر سے مرزا قادیانی کو اس معاملے میں لائق جواب دہی ٹھہرایا ہے، اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہم نے اس کی اس پیشگوئی کو صادق و درست مان لیا ہے کہ موت لیکھرام اسی پیشگوئی کا اثر ہے۔ ہم اس پیشگوئی کو محض لاف زنی اور اس کی نسبت دعویٰ وقوع و صدق کو قادیانی کی دروغ گوئی جانتے ہیں۔ اور ہمارے تحقیق و اعتقاد میں یہ پیشگوئی بھی آپ کی جھوٹی نکلی ہے جیسے کہ اس سے پہلے پیشگوئیاں متعلق تولد فرزند بشر عمائل، موت آتھم، موت شوہر ثانی منکو حہ قادیانی وغیرہ جھوٹی ہو چکی ہیں۔

قادیانی نے تو عجیب کتر بیونت کر کے اپنے مریدوں کو ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ پیشگوئی کمال صفائی سے سچی ہوئی ہے مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ کمال صفائی سے اپنا جھوٹا ہونا ظاہر کر رہی ہے۔ قادیانی نے اس کے صادق ہونے کیلئے یہ کاریگری اور چالاک کی ہے کہ اولاً اپنے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں ایک الہام سترہ برس کا اپنی الہامی کتاب براہین کے صفحہ ۲۴۱ سے نکال کر درج کیا جس کے الفاظ یہ ہیں الفتنہ ہہنا ینصرك رجال نوحی الیہم من السماء اور اس کا ترجمہ براہین میں کچھ نہ کیا۔ اسی اشتہار میں ان الفاظ سے ترجمہ کیا ہے کہ پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کی طرف سے فتنہ ہوگا... وہ لوگ تیری مدد کریں گے جن

کے دلوں پر ہم خود آسمان سے وحی نازل کریں گے۔

اور اس اشتہار میں یہ دعویٰ کیا کہ یہ پیش گوئی پنڈت لیکھ رام کی نسبت ہوئی تھی جو سترہ برس بعد ظہور میں آئی اور کہا کہ جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۶ میں عربی الہام ہے

لم یکن الذین کفروا من اهل الكتاب والمشرکین حتی تأتیهم البینة وہ بھی اسی قتل لیکھ رام کی بابت ہے۔

اور جو اس کے صفحہ ۵۲۲ میں فارسی الہام ہے: بخرام کہ وقت تو نزدیک رسیدہ و پائے محمدیان برمنار بلندتر محکم افتاد، وہ بھی اسی واقعہ کی نسبت ہے۔

اور جو اس کے صفحہ ۵۵۷ میں ہندی الہام ہوا ہے کہ: میں اپنی چکار دکھاؤں گا، وہ بھی اسی نشان قتل کی نسبت ہے۔

اور ثانیاً اسی اشتہار میں سرمہ چشم آریہ کے ایک کشف کو نقل کر کے اس کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ بھی لیکھ رام کے متعلق تھا۔ اور وہ گیارہ برس کے بعد اس کے قتل کے واقعہ ہونے سے صادق ہوا۔ چنانچہ کہا اور سرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہو گئے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا۔ وہ خون کپڑوں پر پڑا جواب تک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا وہی لیکھ رام کا خون تھا خدا کے آگے جھک جاؤ کہ وہ برتر و بے نیاز ہے۔

اور ثالثاً عرضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں ان الہامات سترہ سالہ کو دوبارہ نقل کر کے کہا ہے کہ اسی قتل لیکھ رام کی پیش گوئی کو غور سے دیکھنا چاہیے (عبارت پہلے نقل ہو چکی) اور اس الہام کی تائید میں اپنے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ مصرعہ نقل کیا ہے ستعرف یوم العید و العید اقرب مگر اس مصرعہ کا اور اس جھکریوں والے الہام کا پتہ نہیں بتایا کہ یہ الہام کہاں آپ نے بیان کئے ہیں۔

ان الہاموں کی بھرمار دیکھ کر قادیانی کے دام افتادہ بول اٹھے کہ نشہد انک رسول اللہ ہم گواہ ہیں کہ تو خدا کا ملہم و مخاطب ہے۔ ان کے علاوہ بعض مسلمان (مگر محض احمق اور جاہل جو نہ دنیا کی عقل رکھتے ہیں نہ دین سے خبردار ہیں) آپس میں کہنے لگ گئے ہیں کہ ہاں واقعی یہ شخص صاحب الہام معلوم ہوتا ہے جس کی ۱۷- اور ۱۱ برس

کی کہی ہوئی باتیں سچ نکلتی ہیں۔ ان میں سے کسی بھلے مانس نے عقل سے کام لے کر اتنا نہ کیا کہ وہ کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ اور اس عربی الہام عید اور چھکڑیوں والے الہام کی اصل عبارتیں دیکھ لیتے اور ان سے دعویٰ قادیانی کو مطابق کر کے اس کے صدق و کذب کا امتحان کر کے اس کی نسبت کوئی رائے ظاہر کرتے۔

خاکسار (محمد حسین) اس (قادیانی) کی کاریگری اور چالاکی کی حقیقت کھولتا ہے اور کس و ناکس کو ثابت کر دکھاتا ہے کہ اس نے جو کچھ ان تینوں مقام میں کہا ہے وہ جھوٹ ہے اور وہ لوگ بے عقل ہیں جو ان اقوال سے دھوکہ میں آکر اس پیشگوئی کو سچی سمجھ بیٹھے ہیں۔

مقام اول، میں جو آپ نے براہین صفحہ ۲۴۱ عربی الہام نقل کر کے اس کی نسبت دعویٰ کیا ہے کہ وہ لیکھ رام کی موت کی نسبت الہام تھا، محض کذب ہے۔ مقام مذکور براہین احمدیہ میں لیکھ رام یا اس کے قتل کا نہ صریح ذکر ہے نہ اشارہ۔ ایسا ہی براہین صفحہ ۵۰۶، ۵۲۲، ۵۵۷ میں آپ کے الہامات عربی و فارسی و ہندی میں لیکھ رام یا اس کے قتل کا نام نشان نہیں ہے۔ اور چونکہ وہ الہامات آپ کے من گھڑت ہیں، لہذا ان کے جو معنی آپ چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں اور جدھر چاہتے ہیں انکو کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ مگر سننے والوں کو مناسب نہیں ہے کہ ہر ایک دعویٰ کو بلا دلیل مان لیں، بلکہ لازم ہے کہ آپ سے ان دعویٰ کے وقت یہ سوال کریں کہ ان الہامات کے جو معنی آپ نے اب بتائے ہیں، یہ معنی آپ کے ملہم نے بوقت الہام مراد ٹھہرائے اور آپ کو بتا دیئے تھے یا یہ معنی اس نے اب گھڑ کر ان میں ڈالے اور آپ کو بتائے ہیں۔ اگر آپ یہ جواب دیں کہ یہ معنی پہلے ہی سے ملہم نے مراد ٹھہرائے اور آپ کو بتا دیئے تھے تو پھر وہ آپ سے اول یہ سوال کریں کہ پھر آپ نے یہ معنی اس وقت لوگوں کو کیوں نہ بتائے؟ اور براہین احمدیہ میں ان کے ترجمے کیوں درج نہ کئے جس سے آپ کی یہ پیشگوئی بڑی روشنی سے لوگوں پر ظاہر ہوتی اور آپ کی نبوت سب پر ثابت ہو جاتی۔

دوسرا یہ سوال کریں کہ اگر ان الہامات میں قتل لیکھ رام کی نسبت فیصلہ ہو چکا تھا تو پھر آپ نے ان الہامات سے بارہ برس کے بعد ۱۸۹۳ء میں لیکھ رام کی نسبت خدا کے قضا و قدر کی بابت وہ سوال کیوں کیا جس کے جواب میں آپ کو الہام ہوا عجل جسدا لہ خوار لہ نصب و عذاب (یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض سزا اور رنج اور عذاب مقرر ہے جو ضرور

اس کو بل کر رہے گا) جس کو آپ نے کتاب آئینہ کمالات کے اخیر میں نقل کیا ہے۔ اور اس الہام کے بعد آپ نے اس کی تعیین مدت کے بابت سوال کیا تو اس کے جواب میں آپ کو چھ سال کی میعاد موت کا الہام ہوا جو اس مقام میں آئینہ کمالات کے منقول ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے کہا ہے کہ

اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں۔

اور اگر آپ کے ملہم نے ان الہامات براہین میں وہ معنی پہلے ہی سے گھڑ کر ڈالے اور آپ کو بتا دیئے ہوتے تو آپ بارہ برس کے بعد لیکھ رام کی قضا و قدر کی بابت اس سے وہ سوال نہ کرتے اور نہ وہ جواب پاتے۔ ہاں تعیین مدت کے سوال کا آپ کو حق تھا، سو بھی اسی وقت ان الہامات کے ساتھ اور اس کے جواب میں ۱۷ برس کی میعاد (جب کہ آپ کے بقول لیکھ رام بارہ تیرہ برس کا تھا) مقرر کی جاتی اور اس سے وہ پیش گوئی کامل معجزہ متصور ہوتی۔ ان معنی کو آپ کے درج براہین نہ کرنے اور اس الہام سے بارہ برس بعد لیکھ رام کی نسبت اول سوال قضا و قدر کرنے، پھر وعدہ ملنے پر تعیین مدت کا سوال کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کے ملہم نے ان الہامات میں یہ معنی نہ ڈالے تھے اور نہ ان کو بتائے تھے۔

اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ یہ معنی ان الہامات کے میرے ملہم نے اب ہی ان میں ڈالے ہیں اور ابھی مجھے بتائے ہیں جب کہ لیکھ رام قتل ہوا اور اس سے اس کو موقعہ ہاتھ آ گیا کہ اس کے قتل کو ان الہامات کی مراد بتا کر ان الہامات کے وہ معنی گھڑ کر ان میں ڈال دے تو اس صورت وہ لوگ خود ہی خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ معنی کیا اعتبار رکھتے ہیں۔

نیز الہام صفحہ ۲۴۱ براہین کی نسبت آپ سے ایک سوال کریں کہ اس الہام صفحہ ۲۴۱ کی نسبت متن اشہارہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں تو آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ لیکھ رام کے قتل کی نسبت ہوا ہے اور اس کے حاشیہ میں اس الہام کو اول فتنہ بنا کر اس کو پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کے متعلق کر دیا۔ اور لیکھ رام کے متعلق تیسرے فتنہ کو قرار دیا جس کا ذکر براہین کے صفحہ ۵۵ میں ہے۔ یہ اختلاف واضطراب بھی اس الہام اور آپ کے ملہم کی دروغ گوئی پر دلیل ہے۔

مقام دوم میں جو آپ نے سرمہ چشم آریہ سے نقل کیا اور اس کی نسبت جو کچھ دعویٰ کیا ہے وہ بھی محض کذب و دروغ بے فروغ ہے۔ اس کشف سرمہ چشم آریہ میں بھی نہ لیکھ رام یا اس کے قتل کا صریح ذکر ہے نہ اشارہ۔ اور نہ یہ معنی اس الہام کے اس رسالہ میں درج ہوئے، اور نہ اس وقت آپ کے ملہم کو سوجھے۔ اور وہ معنی بعینہا ان ہی سوالات کے مورد ہیں جو الہامات مقام اول پر کئے گئے ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اس مقام میں اسی کشف کے اندر لیکھ رام کے خون کا نشان دکھانے کا دعویٰ کیا ہے، حالانکہ سرمہ چشم آریہ کی عبارت میں اس کو خدا کی مقدس دوات کی سرخ سیاہی کا نشان کہا گیا ہے۔ اصل عبارت سرمہ چشم آریہ یوں ہے جو اس کے صفحہ ۱۳۲ سے نقل کی جاتی ہے:

ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا۔ اور پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے (اور یاد رکھنا چاہیے کہ مکاشفات اور رؤیا صالح میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الہیہ انسان کی شکل پر متشکل ہو کر صاحب کشف کو نظر آ جاتی ہیں۔ اور مجازی طور پر وہ بھی خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادر مطلق ہے، اور یہ امر ارباب کشف میں شائع و متعارف و معلوم الحقیقت ہے، جس سے کوئی صاحب کشف انکار نہیں کر سکتا)۔ اس ذات بیچون و بیچگون کے آگے وہ کتاب قضا و قدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متشکل تھا اپنی قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا... (پھر) کتاب پر دستخط کر دیئے۔ اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہو گئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔ چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اس وقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے سرخی کے ان کی ٹوپی پر پڑے۔

اب اس کشف کو سن کر قادیانی کو ماننے والے مسلمان انصاف کریں۔ اور اس سے پوچھیں کہ سرمہ چشم آریہ میں مقدس دوات کی پاک چھینٹوں کا ذکر ہے، یا لیکھ رام کے ناپاک خون کا؟ آپ نے ایسا سفید جھوٹ کیوں بولا اور لیکھ رام کے خون کو قلم رحمانی کی سرخی کا مصداق کیوں بنا دیا؟ افسوس قادیانی کے اتباع میں سے کوئی سوچ اور سمجھ نہیں رکھتا اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا کہ آپ پہلے کیا کہہ چکے ہیں اور اب اس کو کیا بنا رہے

ہیں۔ شاید وہ ان سے یہ سوال کریں گے تو وہ یہ جواب دیں گے کہ علم کو اختیار ہے کہ اپنے الہام کے جو معنی چاہے بیان کرے۔ اپنے الہام کے جو معنی سمجھتا ہے وہ بحکم صاحب البیت ادری بما فیہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

اس کا جواب وہ ان کو یہ دیں کہ ہاں ہر شخص کو اپنی کلام کے معنی بیان کرنے کا اختیار حاصل ہے مگر وہی معنی جو اس کلام سے عرف مخاطبین میں حقیقتاً مجازاً مراد ہو سکیں اور اس کلام میں ایسے الفاظ پائے جائیں جو ان معنی پر عرف مخاطب میں دلالت کریں۔ نہ ایسے معنی اور ایسے الفاظ جو المعنی فی بطن الشاعر یعنی مطلبش در بطن شاعر کا مصداق ہوں، سو بھی ایسے کہ کلام آج کریں اور اس کا مطلب سترہ یا بارہ برس کے بعد آپ بتاویں جو پہلے بتائے ہوئے مطلب کا مخالف ہو۔ جیسے آپ سے وقوع میں آیا ہے کہ پہلے کشف دوازدہ سالہ کے وقت چھینٹا سرخی دوات اور قلم رحمانی کا بتایا گیا تھا اور جب لیکھ رام قتل ہوا تو وہی چھینٹا اس کا خون بن گیا۔ یہ کلام یا الہام کیا ہوا، موم کی ناک ہوئی جس کو جدھر چاہا پھر دیا۔ (ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۸ ص ۲۳۲ تا ۲۳۳)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے قادیانی کے خطاب میں لکھتے ہیں کہ تیسرے مقام میں آپ نے سب مقامات سے بڑھ کر دلیرانہ افتراء کیا ہے اور: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دار د کا نمونہ دکھایا ہے۔ عید کا دن یا عید کے قریب دن، اور چھٹی تاریخ مارچ کی اور چھٹا گھنٹہ اس دن کا اور یک شبہ نام اس دن کا قتل لیکھ رام کے متعلق سے الہام میں آپ نے کہیں نہیں بتایا، اور نہ اس کو قتل سے پہلے شائع و مشہر کیا۔ اس باب میں جو کچھ آپ نے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں کہا ہے (کہ ان قیود کے ساتھ میں نے اس پیشگوئی کا اظہار و اشتہار کیا تھا) جھوٹ ہے۔ ہم نے آپ کے جملہ اشتہارات جو اس باب میں آپ نے شائع کئے اور ان کے حوالے اشتہار ۹، ۱۲، ۱۵، ۲۲ مارچ وغیرہ میں دیئے ہیں یعنی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، ۳ فروری ۱۸۹۳ء جو آئینہ کمالات میں شائع ہوا ہے۔ الہام ٹائٹل تیج برکات الدعاء اور کرامات الصادقین وغیرہ کو دیکھا ان میں اس چھکر یوں والے اشتہار کا نام و نشان نہ پایا۔

ہم نے آپ کے حواریان لاہور سے اس کا پتہ پوچھا انہوں نے کوئی پتہ نہ بتایا۔ پھر آپ سے بذریعہ رجسٹری شدہ خط اس کا پتہ دریافت کیا تو آپ نے بھی (باوجودیکہ ہمارے خط کا جواب دیا مگر اس میں) اس

چھٹریوں والے الہام کا پتہ نہ بتایا۔ آپ اور آپکے حواریوں نے صرف یوم العید والے الہام کا پتہ کرامات
الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں یہ شعر بتایا

و بشر نی ربی و قال مبشراً ستعرف یوم العید و العید اقر ب
جس کے پہلے یہ شعر ہے (جس کے پہلے مصرع کی تقطیع درست نہیں)

الا اننی فی کل حرب غالب فکدنی بما زورت فالحق یغلب

اور ان دونوں شعروں کے لفظی معنی جو عرف متخاطب میں ہر کسی کی سمجھ میں آتے ہیں یہ ہیں

سن رکھ میں ہر ایک لڑائی میں غالب رہوں گا۔ تو میرے مقابلہ میں جو بات بنا چکا ہے اس کے
ساتھ مجھ سے مکر کر، حق غالب رہے گا۔ میرے خدا نے مجھے بشارت دی ہے اور یہ بات کہہ دی ہے کہ شتاب تو
عید کے دن کو پہچان لے گا اور وہ عید کا دن قریب آئیوا ہے۔

عید سے عید معروف مراد ہوتی ہے، یا کوئی ایسا خوشی کا امر جو دیر کے بعد آوے۔ لہذا اس شعر میں کسی
خوشی یا غلبہ کی بشارت ہے اور اس کے قریب آنے کی خبر ہے۔ ان اشعار سے کوئی شخص (جو ادنیٰ فہم و انصاف رکھتا ہے
) یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ ان میں عید کے دوسرے روز قتل لیکھ رام کے واقعہ ہونے کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ قادیانی
نے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں اس شعر کی تشریح کی ہے۔

اس سے بڑھ کر وہ تشریح ہے جو ہمارے خط کے جواب میں قادیانی نے کی ہے۔ اس مقام میں اس
خط کی نقل مناسب معلوم ہوتی ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

جناب مولوی صاحب۔ سلام

آپ کا کارڈ پہنچا۔ آپ نے جو شعر دریافت کیا ہے وہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں ہے۔ وہ دو
شعر ہیں۔ پہلا یہ ہے

الا اننی فی کل حرب غالب فکدنی بما زورت فالحق یغلب

اس شعر میں حق کے غالب ہونے کی پیشگوئی ہے اور دوسرے شعر میں اس کی تفصیل ہے کہ ایسا کب ہوگا۔ اور وہ
یہ ہے جو اس کے بعد کا شعر ہے

و بشرنی ربی و قال مبشراً ستعرف یوم العید و العید اقرب

دوسرا مصرع اس کا الہامی ہے جو لیکھ رام کے نشان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے معنی میں مجھے یہ تفہیم ہوئی ہے، جس کو اسی وقت میں نے اکثر لوگوں کو بتادیا، کہ لیکھ رام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔ اور یہ مصرع کہ ستعرف یوم العید و العید اقرب اس میں دو لفظ عید کے ہیں۔ پہلی عید سے مراد فتح ہے۔ اور دوسری عید سے مراد معمولی عید ہے جو ہمیشہ سال کے بعد آتی ہے۔ ما حاصل کلام یہ ہے کہ وہ یوم الفتح عید کے دن کے قریب واقع ہوگا۔ اور عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا۔ چونکہ یہ مصرع لیکھ رام کے حق میں کثرت سے شہرت پا گیا تھا اسلئے پرچہ ساچا وغیرہ پر چوں میں اس شعر کے مضمون کا ذکر ہے مگر انہوں نے غلطی سے بجائے اقرب من العید کے عین عید کا دن سمجھ لیا ہے۔ مگر اصل معنی یہ ہیں کہ مصرع میں و العید اقرب بطور حال کے واقعہ ہے، یعنی وہ یوم الفتح جس کا نام باعث فتح اسلام کے اور واقعی خوشی اہل ایمان کے یوم العید رکھا گیا ہے، اصلی عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا اور یہی مضمون جو مصرعہ و بشرنی ربی میں ہے یہی بشارت کرامات الصادقین کے ٹائٹل تیج والے صفحہ پر موجود ہے۔ عبارت یہ ہے و منها ما وعدنی ربی و استجاب دعائی فی ر جل مفسد عدو اللہ و رسولہ مسمی لیکھرام الفشاوری و اخبرنی انه من الہالکین۔ انه کان یسب نبی اللہ و یتکلم فی شانہ بکلمات خبیثۃ فدعوت علیہ فبشرنی ربی بموتہ فی ست سنة ان فی ذالک لآیۃ للطالبین۔ اور یہ فقرہ فبشرنی ربی۔ یہ اس مصرع کی ایک جزء ہے یعنی و بشرنی ربی و قال مبشراً مطلب یہ ہے کہ اس شعر کی اس جگہ پر تفسیر کر دی گئی و الحمد للہ علی ما فعل یہ میں نے محض اللہ آپ کی تفہیم کے لئے لکھ دیا ہے تاکہ آپ کو اصل واقعات سے مدد مل سکے۔ چونکہ آپ نے نیک نیتی اور اخلاص کا ذکر کیا ہے اس لئے مجھے یہ جرأت ہوئی کہ جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے ظاہر کر دیا۔

دوسری بات یہ بھی شاید آپ کو کسی وقت کام آوے کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے تین مرتبہ اطلاع دی ہے کہ محمد حسین کو رجوع دیا جائے گا اسلئے میں نے اس پیشگوئی کو اس رسالہ سراج منیر میں جواب چھپ رہا ہے، درج

کر دیا ہے۔ اور جہاں تک میری طاقت ہے میں دعا بھی کروں۔ مجھ کو اس بات سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے ایسا ارادہ فرمایا ہے و اللہ علیٰ کل شئیء قدير اس میں یہ بھی آپ کو لازم ہے کہ برکات الدعا کا ٹائٹل بیچ اور حاشیہ کا مضمون (ایک سطر یہاں سے پڑھی نہیں گئی تھی۔ وہ کاٹ کر آپ کے پاس واپس بھیجی گئی۔ آپ نے اس کی تصحیح کر کے اس کو واپس نہیں کیا۔ محمد حسین) اور ٹائٹل بیچ برکات سے نمونہ استجاب دعا بھی دیکھ لیں۔ چاہیں تو ایک پرچہ اس کا مجھے بھیج دیں۔ عبداللہ الصمد غلام احمد۔ ۲۔ اپریل ۱۸۹۷ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس خط کے آخری فقرہ الہامیہ کی تصدیق و تائید مولوی محمد احسن امر وہی بھوپالی بھی ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔ اس مقام میں ان کے خط کو نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

حضرت مولوی محمد حسین صاحب مہتمم اشاعت السنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کے روز عاجز نے معتبر ذرائع سے معلوم کیا ہے کہ جناب نے الہام جو دربارہ لیکھ رام حضرت اقدس مرزا صاحب کا تھا، آپ نے نیک نیتی سے تسلیم فرمایا ہے۔ اگر یہ خبر سچ ہے تو جزا کم اللہ فی الدارین خیراً۔ اور اگر صحیح نہیں ہے تو عاجز کی درخواست مکرر خدمت عالی میں یہ ہے کہ بالضرور اس الہام میں غور فرمایا جاوے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے عاجز سے بارہا یہ فرمایا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بالآخر بہ سبب اپنی علمی برکات کے پھر اسی ریویو سابق کی طرف رجوع فرماویں گے۔ یہ جملہ معترضہ جو، ان کو پیش آ گیا ہے وہ، ایک زلۃ الاقدام کی قسم سے ہے۔ والسلام خیر ختام۔ جواب طلب ضروری۔

راقم سید محمد احسن از امر وہ شاہ علی سرانے ضلع مراد آباد۔ ۶۔ اپریل ۱۸۹۷ء

(یہاں مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ آج ایک خط میرے ایک مخلص دوست اور عزیز بھائی حافظ بہادر دین ٹھیکیدار لاہور کا میرے پاس بٹالہ پہنچا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی کی جماعت نے لاہور میں اپنے پیر کے الہام مذکورہ کا وقوع بھی مشہور کر دیا ہے کہ ابو سعید محمد حسین نے لیکھ رام کی پیش گوئی کا صادق ہونا مان لیا ہے اور مرزا صاحب کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ دراصل سارے مرزائی اپنے پیر کی اس پیش گوئی کو سچ کر دکھانے کی ٹھانے ہوئے تھے۔ مولوی محمد احسن امر وہی اس مہم میں پیش پیش تھے۔ وہ کوئی موقع ہاتھ سے

جانے نہ دیتے تھے۔ مناظرات، مباحثات، خط و کتابت اور نجی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے اور بنا لوی صاحب کو مرزائی ہونے کی ترغیب دیتے رہتے۔ جناب مولانا احمد حسن شوکت اڈیشہ شہنشاہ ہند میرٹھ لکھتے ہیں: تمام مرزائیوں میں امروہی صاحب ایسے ہیں جیسے اندھوں میں واحد العین۔ ہمارے دل میں امروہی صاحب کی کچھ وقعت تھی مگر جب (ان کی) تحریریں دیکھیں اور خود ہم سے نکر ہوئی تو قلبی کھل گئی۔ ہم حلفاً کہتے ہیں کہ اس شخص کو نہ تحریر کا سلیقہ ہے نہ مناظرہ کا شعور۔ نہ طریق استدلال صحیح ہے۔ نہ صغریٰ کی خبر نہ کبرے کی، نہ نتیجہ کی۔ اگر کوئی خصم نقض وارد کرے تو اس کو خبر نہ ہوگی کہ صغریٰ پر نقض ہے یا کبرے پر۔۔۔ عبارت میں ایسی الجھن کہ جیسی کٹی ہوئی پیٹنگ کی ڈور۔ باریں ہمہ آپ دارالامان قادیان کے چھپتے پوت سپوت ہیں۔ جب تک آپ (قادیان) تشریف نہ لائیں (سوالات کے) جوابات ملتوی رہتے ہیں گویا آپ مرزائیوں کے عقل کل ہیں۔

۳۰۔ اپریل ۱۹۰۳ء کے الحکم قادیان میں آپ نے مولوی عبداللہ چکڑا لوی شیخ اہل قرآن پر خردجال بن کر دولتیاں جھاڑی ہیں مگر ساتھ ہی مولوی محمد حسین بنا لوی سے.. ستار ملانا چاہا ہے اور یاد دلا یا ہے کہ جب آپ نے رسالہ اشاعت السنہ جاری کیا تھا تو فدوی نے یوں مدد دی تھی۔ گویا بڑے احسان کا چھپرہ مولوی صاحب پر دھرا ہے اور لکھا ہے کہ اب بھی ہم اور تم دو نہیں۔ صرف بعض حدیثوں میں ہمارا آپ کا اختلاف ہے وہ رفع ہو جائے تو پھر وہی چہل پہل ہے... اور سنت رسول اللہ اور سنت صحابہ کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔ گویا محمد حسین صاحب اور کل اہل حدیث کو چھپتے کی طرح بھلا یا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ میں ایسا ہی اہل حدیث اور اہل سنت ہوں جیسا نواب مولوی صدیق حسن خان مرحوم کے زمانہ میں تھا جن کی بدولت بھوپال میں شکم سیرا تب ملتا تھا۔.. امروہی صاحب کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ مولوی محمد حسین صاحب ان چکنی چڑی باتوں پر پھسلنے والے نہیں: او خوب مے شناسد پیران پار سارا

امروہی خوب یاد رکھے کہ اس نے روغن قازل کر جو بمقابلہ اہل قرآن، اہل حدیث کو شمشے میں اتارنا چاہا ہے تو مرزا کو اہل قرآن جس قدر ملہ مرتد سمجھتے ہیں اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر اہل حدیث اس کو اکفر، والد، واضل اور مضل یقین کرتے ہیں۔ ہم بھی دیکھیں بنا لوی صاحب کیونکر امروہی کے دام میں پھنستے ہیں۔ (شہنشاہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۱۶۔ مئی ۱۹۰۳ء ص ۳۔ ۵)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں، قادیانی کے خط منقولہ بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ الہام یوم العید کی یہ تشریح اور معنی جو آپ اب بیان کر رہے ہیں اور شعر میں ڈال رہے ہیں، یہ معنی اس الہام کے وقت آپ کے ملہم کو نہ سوجھے اور نہ آپ کو اس نے سوجھائے تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس معنی کی مجھے یہ تفہیم ہوئی جس کو اسی وقت میں نے اکثر لوگوں کو بتلادیا کہ لیکھرام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔

اس میں یہ صاف اور صریح اقرار ہے کہ وہ معنی آپ نے عام لوگوں میں مشتہر نہیں کئے۔ اور کسی کتاب یا اشتہار کے ذریعہ پبلک میں شائع نہیں کئے تھے۔ یہی امر ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ اس وقت

آپ کو اور آپ کے ملہم کو یہ معنی نہ سوجھے تھے۔ سو جھتے تو ضرور بذریعہ اشتہاران کو شائع کرتے کیونکہ جب تک آپ کو آسمانی فرزند بشیر و عمانوئیل کے پیدا ہونے کی امید رہی تب تک آپ کی بی بی کو جب حمل ہوتا فوراً شائع کرتے۔ یہ معنی آپ کو اس وقت سوجھائے جاتے تو آپ اسکی دس ہزار کا پی چھپو کا تمام ملکوں میں شائع کرتے آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے اس وقت اکثر لوگوں کو بتلادیا تھا (یعنی زبانی کہہ دیا تھا) اول تو محض دروغ ہے۔ آپ اس بیان میں سچے ہیں تو ان لوگوں کے نام بتادیں جن کو آپ نے زبانی فرمایا تھا۔ ہم ان لوگوں کو دیکھیں گے کہ کیا وہ لوگ وہی ہیں جو آپ کے لنگر سے ٹکڑا کھاتے ہیں، یا آپ سے نقد وظیفہ پاتے ہیں، یا وہ اور لوگ ہیں۔ آپ نے قادیان کے آریوں سے بعض لوگوں کا نام لیا تو ہم ان میں بھی نظر کریں گے کہ وہ لوگ وہی تو نہیں جو ایک مدت آپ سے حلوا پوریاں کھا کر قادیان سے دہلی تک آپ کے ساتھ پھرے۔ اور آپ کے الہامات کی تصدیق کرتے رہے (جیسا کہ ان کے نام و شہادت آپ نے درج براہین کئے ہوئے ہیں) مگر خود ہندو کے ہندو وہی رہے۔ اور آخر اپنی قوم سے شرما کر آپ کے مخالف بھی ہو گئے۔ وہی نکلے تو ہم ان کی شہادت قبول نہ کریں گے جب تک وہ چھپلی کر توت سے تائب ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور اگر اور لوگ نکلے تو پھر آپ سے یہ سوال کریں گے کہ آپ نے اس معنی سے جو گیوں کی طرح (جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ہمسایہ میں یہ کہہ جاتے ہیں کہ لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمسایوں کو یہی کہہ گئے تھے کہ لڑکی پیدا ہوگی۔ اور اس سے اپنی پیش گوئی سچی بناتے ہیں) خاص خاص لوگوں کو صرف زبانی کیوں مطلع کیا؟ اس کا اظہار عام لوگوں میں اشتہار کے ذریعہ سے کیوں نہ کیا جیسے کہ آپ اپنی بیوی کا حمل مشتہر کیا کرتے تھے؟ اس سوال کا جواب آپ سے کچھ نہ بن پڑے گا اور ثابت ہوگا کہ وہ معنی آپ نے اور آپ کے ملہم نے اب گھڑ کر اس شعر میں ڈالے ہیں۔ اس سے پہلے یہ معنی آپ کے اور آپ کے ملہم کے خیال میں نہ آئے تھے۔

آخر خط میں جو آپ نے ایک منامی الہام بیان فرمایا ہے اور تین مرتبہ اس کا خدا کی طرف سے الہام ہونا ظاہر کیا ہے اور اس کے وقوع کا آپ کے خلفاء اور مریدوں نے لاہور سے امر وہہ تک اشتہار کر دیا ہے۔ یہ آپ کی چالاکی اور حکمت عملی سے ترغیب و ترہیب ہے۔ آپ مجھے طمع اور خوف سے اس پیش گوئی کی مخالفت سے روکنا چاہتے ہیں مگر میں خدا کے فضل و توفیق سے، نہ اپنی ذاتی قابلیت و لیاقت سے (کیونکہ میں ذاتی لیاقت کوئی

بھی نہیں رکھتا، محض ناکارہ اور نالائق ہوں) آپ کے اس دام میں نہیں پھنستا۔ اور جب تک زندہ ہوں، اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں، اور دین اسلام کا معتقد اور پابند ہوں آپ کی موجودہ حالت عقائد اور اعمال و اخلاق کے ساتھ اتفاق نہ کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اور طرفہ یہ کہ اس الہام کی منامی کے نودن کے بعد آپ نے اس کا خلاف کیا اور ۱۱۔ اپریل کو ایک اشتہار قتل لیکھ رام کے متعلق چھاپ کر آج ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۷ء کو میرے پاس ارسال کیا ہے۔ جس کے متن صفحہ ۲ کی سطر ۴ میں آپ نے لکھا ہے: میں نے سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی اس کھلی کھلی پیشگوئی کی نسبت بھی جو دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے معیار کی طرح ٹھہرائی گئی تھی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح لوگ اس پر اعتقاد نہ لائیں... ہم مسلمانوں کو صلاح دیتے ہیں کہ اگر اسلام سے محبت ہے تو ایسے مولویوں سے پرہیز کریں۔

اور پھر اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیش گوئی لیکھ رام والی جھوٹی نکلی تو انہیں تحریر مخالفانہ کی تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اور نی الواقع پوری ہوگئی تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارہ میں ہوں گی جلا دیں گے خاکسار محمد حسین اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اگر آپ کا الہام منامی جو تین بار آپ کو ہوا ہے سچا اور خدا کی طرف سے تھا اور آپ اس کے بیان میں سچے تھے تو پھر آپ کو میری مخالفانہ تحریر کی فکر کیوں پڑی۔ جب میں آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونے والا ہوں تو چاہوں ہزار مخالفت کروں آخر میدان تو آپ کے ہاتھ آئیوا ہے۔ پھر اس مخالفت سے آپ کا کیا نقصان ہے، بلکہ سوچو تو فائدہ ہے۔ جس قدر مخالفت کے بعد موافقت ہوتی ہے اسی قدر وہ زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور لوگوں کی نظر میں وقعت پیدا کرتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ

ایسا سخت مخالف اور اس زور شور سے مخالفت کرنے والا آخر آپ کا تابع ہو گیا ہے چلو ہم بھی تابع ہو جائیں۔ اور چھوٹے بڑے مخالف سب تابع ہو جاتے ہیں۔ آپ کا میری مخالفت سے خوف کرنا اور مجھے اس پیش گوئی پر نکتہ چینی سے روکنا اور بجائے نکتہ چینی قسم و مبالغہ کی طرف بلانا اور عذاب شدید سے ڈرانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ الہام منامی آپ کا محض دھکوسلا اور خدا تعالیٰ پر افتراء ہے اور آپ کا ایک فعل دوسرے کا مذہب ہے۔ آپ کا یہ الہام چاہتا ہے کہ آپ کے مخالف (محمد حسین) کا انجام نجات ہوگا اور آپ کی دعوت قسم و مبالغہ چاہتی ہے کہ خاکسار آپ کا مخالف رہے گا تو عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور چونکہ مخالف رہنا خاکسار کا دم نقد موجود ہے اور مبالغہ کو بھی خاکسار حاضر ہے لہذا اس یقین کرنے کی کافی وجہ موجود ہے کہ وہ الہام آپ کا محض افتراء ہے جس سے آپ کی غرض یہ ہے کہ یہ خاکسار آپ کی پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے اور اس سے آپ کی پردہ دری نہ ہو، اس غرض سے آپ نے دعوت قسم و مبالغہ کی ہے تاکہ اس عذاب سے ڈر کر خاکسار اس پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے۔

پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے جبکہ مبالغہ سے آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ مبالغہ آپ کر چکے۔ آپ کی شروط مبالغہ ہی طے ہونے میں نہیں آتے۔ اس لئے مبالغہ کی موہوم امید اور خیالی پلاؤ پر ہم دم نقد فائر کو ہاتھ سے کیوں جانے دیں، اور مسلمانوں کو آپ کے فریبوں سے کیوں آگاہ نہ کریں؟

یہ آپ کے منامی الہام کے کذب ہونے کے متعلق گفتگو تھی۔ اب آپ کی دعوت قسم و مبالغہ کا جواب

(ماہنامہ اشاعت الہیہ جلد ۱۸۔ ص ۲۳ تا ۵۱)

دیا جاتا ہے۔

جواب قسم و مبالغہ: شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں کہ یہ عاجز خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے، اور خدا تعالیٰ کے ناصر و معاون حق ہونے کی امید و بھروسہ پر آپ کی دعوت قسم قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے۔ اور مسلمانوں کی مجلس عام میں (لاہور میں یا بنالہ میں جہاں آپ آسکیں) اس مضمون کی جو آپ کے مضمون قسم سے زیادہ زور رکھتا ہے، قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کو مستعد ہے کہ مجھے اس خدا تعالیٰ کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری اور سب کی جان ہے میرے اعتقاد میں یہ پیشگوئی متعلق لیکھ رام خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اور نہ سچی نکلی۔ اور نہ یہ شخص پیشگوئی کرنے والا اس اعتقاد اور اخلاق

کے ساتھ خدا کا ملہم و مخاطب اور الہامی پیشگوئیوں کا محل و مصدر ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ پیشگوئی الہامی اور خدا کی طرف سے تھی، اور فی الواقعہ پوری ہو گئی ہے اور یہ شخص واقعہ میں خدا کا ملہم و مخاطب ہے اور میں نے اس پیشگوئی کے وقوع سے اور اس شخص کے الہامی ہونے سے جحوداً و عناداً انکار کیا ہے، تو اے خدائے قادر مطلق تو مجھے فوراً اس عذاب میں مبتلا کر کہ جو آج تک کسی معذب کو نہ ہوا ہو۔

مگر اس مضمون کی قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کیلئے میری ایک شرط ہے کہ آپ اس کے مقابلہ میں کچھ نہ بولیں۔ اور میرے قسم کھالینے کے بعد نہ کسی قسم کی میرے حق میں پیشگوئی کریں اور نہ میرے متعلق کسی امر کے وقوع کے بعد اپنی کرامت کا اظہار کریں کہ فلاں امر جو واقعہ ہوا ہے وہ ہماری بددعا کا اثر ہے۔

ہاں اپنے گھر میں بیٹھ کر اور اپنی جماعت کو ساتھ ملا کر جس قدر چاہیں بددعا میں کرتے رہیں۔ اگر آپ کی بددعا سے مجھ پر فوراً کسی قدر وقفہ سے عذاب نازل ہو جائے گا، تو اسلامی دنیا خود دیکھ لے گی اور یقین کر لے گی، اور آپ کو سچا کہے گی۔ اور اگر میں اپنے صدق و نیک نیتی کی برکت سے اور خدا کے فضل سے ایسے عذاب سے بچ گیا تو اسلامی دنیا پر واضح و منکشف ہو جائے گا کہ آپ مفتری و کذاب ہیں، اور اس پیش گوئی لیکھ رام کے اور ہر ایک پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے کے دعویٰ میں خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں۔

میں مدعی کرامت و نبوت کا نہیں کہ آپ کیلئے جلد عذاب کی دعا کروں۔ ہاں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ قرآنیہ کے مطابق آپ کو یا تو ہدایت کرے گا اور توبہ کی توفیق دے گا، یا جب چاہے گا آپ کو ہلاک کرے گا، یا تمام دنیا کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرے گا جیسا کہ اکثر کی نظروں میں اب بھی ذلیل ہیں۔ جب آپ میری اس شرط کو بذریعہ تحریر مطبوع منظور کریں گے تب میں اس مضمون کی قسم مسلمانوں کی مجلس میں کھا کر اس کو اپنے رسالہ میں چھاپ دوں گا۔ اور اگر آپ میرے اس مضمون کو کافی نہ سمجھیں اور اپنی نینٹی شرطیں پیش کریں کہ ۱۔ میں قادیان میں آؤں اور آپ کے سامنے اس مضمون کی قسم کھاؤں۔ ۲۔ میری قسم کھانے کے بعد آپ بھی کچھ بولیں اور میرے حق میں بددعا کریں اور اس بددعا کے بعد میرے حق میں کسی قسم کے عذاب کی پیش گوئی کریں۔ ۳۔ پھر سال گذر جانے کے بعد اس عذاب کے معنی بتاویں اور جس قسم کے

معمولی امر کو آپ چاہیں اس بددعا کا اثر قرار دے کر اشتہار دیدیں کہ یہ عذاب ہماری دعا کا اثر ہے۔ اور اس ذریعہ سے اپنی کرامت و نبوت کا اظہار و اثبات کریں۔

تو اس صورت میں میری طرف سے اول شرط یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے اشتہار ۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں لنگا بشن آریہ کیلئے دس ہزار روپہ پیشگی گورنمنٹ کے پاس جمع کر دینا منظور کیا ہے میری قسم کے عوض جمع کرادیں اور باضابطہ یہ معاہدہ کر لیں کہ در صورت ظاہر نہ ہونے اثر بددعا آپ کے وہ روپہ آپ سے بطور شرعی جرمانہ لیا جائے گا جو کسی اسلامی کارخیر میں خاکسار کی رائے سے صرف کیا جائے گا۔

نیز اس صورت عدم ظہور اثر بددعا جو آپ نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنا اور کتابیں جلا دینا قبول کیا ہے، اس کی یہ تشریح و تعیم کر دیں کہ میں اپنے جدید عقائد کو کفر اور گمراہی قرار دے کر ان سے توبہ کرونگا۔ اور عقائد قدیمہ اسلامیہ قبول کر کے از سر نو مسلمان بنوں گا اور اپنی جملہ کتابوں کو براہین سے لے کر آخری رسالہ یا اشتہار تک جن میں وہ عقائد کفریہ مجملًا یا مفصلًا یا اشارۃً درج ہیں جلا دوں گا۔

در صورت پوری نہ کرنے اس شرط کے سزا قتل کو جو آپ نے منظور کیا ہے اس کو گورنمنٹ سے منظور کرا دینا آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ ہی اس کے مجوز ہیں۔

دوسری شرط یہ کہ جس عذاب شدید سے آپ ڈراتے ہیں اس کی شرح و تعین کر دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ اگر مجھے ریش یا کھانسی وغیرہ سے آپ بیمار دیکھیں، یا میرے کبھی کپڑے میلے یا پرانے آپ کو نظر آویں، یا میرے متعلقین میں سے کسی پر کوئی بیماری یا ابتلاء آوے تو آپ یہ کہہ دیں کہ یہی عذاب شدید ہے جس کی ہم نے پیشگوئی کی تھی۔ جیسا کہ پہلے آپ سے وقوع میں آچکا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں آپ نے خاکسار کیلئے عذاب کی دعا کی تو آپ کو چالیس روز کی میعاد کے عذاب کی خبر ملی۔ چنانچہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۶۰۴ میں آپ نے کہا ہے:

چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بائیں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا اذ عو نسی

استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کیلئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کیلئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کیلئے دعا کی۔ اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی اور میں جانتا ہوں کہ الہام جو مجھ کو میاں بٹا لوی کی نسبت ہوا تھا کہ انسی مہین من اراد اھا ننتک وہ اسی موقع کیلئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا، یا میدان سے بھاگ گیا، یا کچھ بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ میں بے شک کذاب اور دجال ہوں۔ تب میں ہر ایک سزا کے لائق ٹھہرونگا۔ کیونکہ اس موقع پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا۔ اور دعا کا نام منظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویا ہو جائے گا۔

پھر جب چالیس روز کے عرصہ میں کوئی عذاب اس خاکسار پر نہ آیا تو آپ نے یہ بات بنائی کہ اس عذاب سے وہ اہانت مراد ہے جو بمقام امرت سرہم سے مباہلہ کرنے سے انکار کرنے کے سبب اس کو حاصل ہوئی تھی۔ (حالانکہ یہ بات بھی محض خلاف واقعہ ہے۔ مباہلہ سے فرار قادیانی نے کیا تھا، نہ کہ خاکسار محمد حسین نے) اور اب ۱۸۹۷ء میں رسالہ انجام آتھم شائع کیا تو اس کے صفحہ ۹۲ و ۹۵ و ۱۰۰ میں اس اہانت کی تفسیر و مراد یہ بیان کی ہے کہ یہ شخص اب مفلس ہو گیا ہے، اور کپڑے پرانے پہنتا ہے۔ کابل گیا تھا تو وہاں اس کا اکرام نہیں ہوا اور وہاں سے محروم و بیمار ہو کر واپس آیا۔ (حالانکہ یہ ساری باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ ہاں کابل میں بیمار ہوا تھا۔ سو یہ بیماری ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی بشر خالی نہیں رہتا۔ اور قادیانی کا ہر وقت مریض رہنا تو خود ان کی تحریرات میں بھی مرقوم ہے) ایسی ہی تاویلات عذاب شدید اس وقت کریں گے جب میعاد گزر گئی اور خدا کے فضل و کرم سے خاکسار پر کوئی آفت نہ آئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اب ابھی سے عذاب شدید کی تعیین مراد کر دیں۔

تیسری شرط۔ یہ کہ آپ سال کی میعاد کو موقوف کریں اور اگر اپنی بددعا کی تاثیر اور کرامت دکھانے کا دعویٰ ہو تو اسی قسم کھانے کے وقت دکھائیں جیسے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں نجران کے عیسائیوں کے مباہلہ پر فوراً عذاب نازل ہونے کی بابت آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی۔

اور اگر فوری عذاب اور کراہت دکھانے کی آپ کے ملہم (جو ہمارے اعتقاد کے مطابق معلم المکوت ہے) میں قدرت و طاقت نہیں، یا کسی دورانِ اندیشی و احتیاط کی نظر سے وہ کسی قدر مہلت کا محتاج ہے تو آپ کے اس اعتراف کے بعد ہم میعاد بھی منظور کر لیں گے۔ مگر وہ میعاد تین دن سے زیادہ منظور نہ ہوگی کیونکہ آہٹم کے عذاب کیلئے آپ تین دن منظور کر چکے ہیں۔ اور اشتہارِ انعامی تین ہزار کے صفحہ ۷۵ میں لکھ چکے ہیں کہ ہم تین دن ہی منظور کر لیں گے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کے وقفہ میں آپ اور آپ کے ملہم اپنے منکروں پر عذاب لاسکتے ہیں۔

اور اگر آپ یہ اقرار کریں گے کہ ہمارا ملہم اب تین دن کی مہلت میں بھی اثر دکھانے سے عاجز ہو گیا ہے اور وہ سال بھر کی مہلت لینے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تو ہم اس میعاد کو بھی منظور کر لیں گے۔ اور اگر آپ اس میعاد کے مسنون ہونے کا دعویٰ ہے (چنانچہ ایک اشتہارِ مبادلہ میں آپ نے تحریر کیا ہے)۔ تو اب اس کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت کریں۔ اس میعاد کے مسنون ثابت ہونے کے بعد ہم اس کو تسلیم کریں گے۔

جو دلیل مسنون ہونے کی آپ نے اس اشتہار میں بیان کی ہے، اس دلیل سے اس شرط کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کوئی اور دلیل آپ بیان کریں گے تو ہم اس شرط کو مان لیں گے۔ آپ ایک دفعہ میدان میں تو نکلیں۔

ہماری ان تینوں شرطوں کو آپ قبول کر کے عدالت کے ذریعہ سے اس معاہدہ کی تکمیل کرا دیں گے تو ہم قادیان میں پہنچ کر آپ کے سامنے قسم کھانے کو حاضر ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، مرزا صاحب قادیانی کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ یوم العید والے شعر پر کلام کے بعد ہم چھکر یوں (چھ تارخ، چھ گھنٹے، روز یک شنبہ) والی پیشگوئی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کا جھوٹ ہونا ثابت کرتے ہیں۔

چھکر یوں والا الہام نہ قادیانی کو ہوا۔ نہ ان قیود کے ساتھ انہوں نے یہ پیش گوئی متعلق لیکھ رام کبھی مشتہر کی لیکن نا واقفوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان سے تسلیم کرا لیا ہے کہ ان قیود کے ساتھ لیکھ رام کے قتل سے ۷۱ سال پہلے پیشگوئی کی گئی تھی جو سچی نکلی۔

ہم نے قادیانی صاحب بذریعہ خط اس پیش گوئی کا پتہ پوچھا تو آپ نے اس کا پتہ نہ بتلایا۔ صرف الہامیوم العید کا پتہ بتایا۔ چنانچہ آپ کا خط منقولہ بالا شاہد ہے۔

پھر ہم نے اپنے خط نمبری ۱۱ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۸۹۷ء میں مضمون زیر قلم کا خلاصہ لکھ کر آپ کے پاس بھیجا تو اس میں بھی یہ لکھ دیا کہ بجز پیش گوئی میعاد شش سالہ جس قدر پیشگوئیاں کرنے کا آپ کے اشتہارات میں دعویٰ ہے وہ محض غلط ہے (یعنی وہ پیشگوئیاں واقعہ قتل سے پہلے لیکھ رام کے متعلق آپ نے مشہر نہیں کیں)۔ اس خط کے جواب میں بھی آپ نے سکوت اختیار کیا اور اس پیش گوئی کا پتہ نہ بتلایا۔ اس خط کے حامل اور آپ کے قاصد و وکیل مہرنبی بخش نمبر دار بٹالہ و بابو علی محمد ٹھیکیدار بٹالہ مظہر اور مدعی ہوئے کہ ہم نے یہ پیش گوئی دیکھی ہوئی ہے اور اول الذکر نے وعدہ کیا ہم اس کو کل لا کر پیش کریں گے۔ وہ بھی نہ لائے اور کئی کل گذر گئے۔ آخر ان دونوں صاحبوں کے نام ایک خط لکھا گیا جس کی نقل ذیل میں درج ہے۔ انہوں نے یہ خط وصول نہ کیا۔ اول الذکر تو وصولی خط سے صاف انکاری ہوئے۔ اور ثانی الذکر جموں چلے گئے۔ تو اس خط کی نقل قادیانی کے پاس قادیان بھیجی گئی۔ اور اس پر لکھا گیا کہ اگر آپ نے اس الہام کا پتہ نہ بتلایا تو یک طرفہ کاروائی کی جائے۔ اس نقل کے پہنچنے پر بھی آج تک (۸ مئی ۱۸۹۷ء) پتہ نہیں بتلایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کو انہوں نے کسی اشتہار یا کتاب میں مشہر نہ کیا تھا۔ (یہ مراسلت درج ذیل ہے)

بٹالہ۔ ۱۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء مہرنبی بخش صاحب و بابو علی محمد صاحب و کیلان مرزا غلام احمد صاحب۔ سلام۔ ۱۲ اپریل ۱۸۹۷ء کو آپ دونوں صاحب کہہ گئے تھے کہ ہم نے مرزاجی کا وہ الہام دیکھا ہوا ہے جس میں چھ تاریخ چھٹے گھنٹے روز یک شنبہ میں قتل واقعہ ہونے کی پیش گوئی ہے۔ اور مہر صاحب وعدہ کر گئے تھے کہ وہ الہام ہم کل ارسال کریں گے مگر ابھی تک ارسال نہیں کیا۔ مرزاجی سے ہم نے اس الہام کا پتہ پوچھا تو انہوں نے بھی نہیں بتلایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کا کوئی الہام مرزاجی نے واقعہ قتل سے پہلے شائع نہیں کیا اور آپ لوگوں نے بھی اس مضمون کا کوئی الہام ان کا نہیں دیکھا اب آپ لوگ اپنے موکل کی بات کی پیچ کرتے ہیں اور انکے جھوٹ پر پردہ ڈالتے ہیں۔

اگر یہ امر (جو آپ کے اس نفل سے مفہوم ہوتا ہے) واقعی ہے تو کمال افسوس کی بات ہے۔ آئندہ اگر آپ

نے یا مرزا صاحب نے کل شام تک وہ الہام نہ بھیجا تو میں یقین کر لوں گا کہ اس مضمون کا کوئی الہام آپ کے اور ان کے پاس نہیں ہے۔ میں ہفتہ کے دن ۱۷-۱ اپریل کو لاہور کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کل شام تک الہام یا جواب خط آنا چاہیے۔ ابوسعید محمد حسین۔

اس خط پر جو کچھ مرزا جی کے نام لکھا گیا تھا، اس کی نقل یوں ہے: مرزا صاحب و حکیم صاحب! آپ صاحبوں نے میرے خط نمبری ۱۷ کا جس سے میری نیک نیتی عیاں ہے، جواب نہ دیا۔ اور نہ حکیم صاحب خود تشریف لائے۔ اس سے آپ کی نیت معلوم ہوگی۔

یہ اس خط کی نقل ہے جو آپ کے وکیلوں نے نہیں لیا۔ باوجودی محمد تو جموں چلے گئے۔ مہرنبی بخش صاحب اسکے لینے سے انکاری ہوئے۔ لہذا آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ اگر الہام چھ دن، چھ گھنٹے والہ جلد نہ بھیجا تو یک طرفہ کاروائی پر ہم کو ترک نیک نیتی کا الزام نہ دیں، اپنی رائے اور نفس کو مہتم کریں۔

ابوسعید محمد حسین

اس خط کے پہنچنے پر بھی آپ کچھ نہ بولے اور اب تک ساکت ہیں۔ لاہور کے تابعین قادیانی، حکیم فضل الہی اور حافظ فضل احمد سے اس امر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ رسالہ برکات الدعاء کے حاشیے والے الہام میں یک شنبہ کا لفظ موجود ہے۔ اسی وقت ان کے سامنے رسالہ برکات الدعاء پیش کیا تو اس میں یہ نہ نکلا کہ یک شنبہ کو لیکھ رام کا قتل ہوگا۔

یہ لفظ یک شنبہ تو اس میں ہے، مگر اس کو قتل کا دن نہیں بتایا گیا۔ بلکہ قتل کے متعلق جو مرزا جی کو ایک خواب دکھایا گیا تھا، اس خواب کی رویت کا دن یک شنبہ اور وقت چار بجے صبح کا بتایا گیا ہے۔ اس مقام میں اصل عبارت حاشیہ صفحہ اخیر رسالہ برکات الدعاء نقل کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ بات کیا ہوتی ہے اور مرزا قادیانی اور اس کے مرید اس کو کیا بنا لیتے ہیں۔ لکھا ہے:

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر۔ آج جو ۲-۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۲-۱۲ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہجری ہے، صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں، میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل گویا اس کے چہرہ سے خون

ٹپکتا ہے، میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمال کی شخص ہے۔ گویا انسان نہیں، ملائکہ شداد غلاظ میں سے ہے۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھ رام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھ رام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کیلئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے یاد نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں ہوں۔ اور ایک شنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ فالحمد لله علی ذالک۔

اس آخری جملے کی نسبت کوئی صاحب فہم و انصاف نہیں کہہ سکتا کہ اس میں یک شنبہ کو وقوع قتل و ظہور پیش گوئی کا وقت بتایا گیا ہے۔ بلکہ ہر کوئی یقین رکھتا ہے کہ وہ اس خواب کے دیکھنے کا وقت ہے۔ وقوع پیشگوئی کا وقت وہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ اس میں چار بجے صبح کا وقت بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ظہور پیش گوئی اور وقوع قتل لیکھ رام کا وقت یہ حضرات چھ بجے شام کے بتاتے ہیں۔ یہ عقل کے اندھے اور سیاہ دل اپنے الفاظ کو غور سے نہیں پڑھتے۔ انا لله وانا اليه راجعون

الغرض چھکریوں والی پیشگوئی کا کہیں وجود معلوم نہیں ہوتا۔ اور یوم العید والے الہام میں قتل لیکھ رام کا کہیں ذکر و اشارہ تک نہیں۔ اس باب میں جو کچھ قادیانیوں نے کہا ہے جھوٹ ہے۔ ہاں اس قدر مسلم ہے کہ چھ سال کی میعاد قتل لیکھ رام کیلئے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۲ء میں ضرور مقرر کی گئی تھی۔ مگر اس میعاد کے مطابق یہ قتل وقوع میں نہیں آیا، بلکہ اس میعاد سے دو سال پہلے قتل وقوع میں آ گیا ہے۔ جو لوگ چار اور چھ میں فرق کر سکتے ہیں وہ اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں شک نہ کریں گے۔ اس کے جواب میں اگر قادیانی یہ کہیں کہ چار کا عدد چھ کے عدد میں داخل ہے لہذا چار سال میں پیش گوئی کے پورے ہونے سے چھ سال میں اس کا پورا ہونا صادق آ سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ چار کا عدد چھ میں داخل ہے، دس بیس اور سو میں بھی داخل ہے۔ پھر کیا اس نظر سے جو بات چار سال میں واقعہ ہونے والی ہو، اس کا دس، بیس، سو برس کی میعاد میں وقوع بیان کرنا، اور اس کو تحدی اور کرامت کے طور پر مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرنا جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس سے تو تحدی اور کرامت باطل ہوتی ہے۔ اور تحدی اور کرامت اور اخبار غیب تو اسی صورت میں

متصور ہے کہ جو اس واقعہ کے وقوع کی اصلی حد ہو، وہ بتادی جائے۔ کسی میعاد قریب کو بعید کر کے بتانا نہ صرف مبطل تحدی و خلاف کرامت ہے بلکہ وہ حکمت کے برخلاف ہے اور سر اسر حماقت و سفاہت ہے جو خدا حکیم و علیم کی شان کے مخالف ہے۔ اور اس کا عکس (کہ ایک امر بعید الوقوع کو ایسے سچے اور صحیح الفاظ سے بیان کرنا جن سے اس کا قریب ہونا مفہوم ہو) عین حکمت ہے۔ اسی اصول پر قیامت کو قریب بتایا گیا ہے باوجودیکہ ہزار ہا برس گزر چکے ہیں۔ اور اسی وجہ سے خبر فتح روم کو جو سات برس میں واقعہ ہونے والی تھی لفظ بضع سے (جس کا اطلاق عرب میں تین سے نو تک ہوتا تھا۔ اور اس لفظ سے بولنے سے تیسرے ہی سال کے بعد فتح کی امید شروع ہو گئی تھی اور اس سے دوستوں کو خوشی اور دشمنوں کو خوف پیدا ہو گیا تھا) بتایا گیا ہے جس کی تفصیل ہمارے مضمون خطبہ میں صفحہ ۳۴۶ نمبر ۱۱ جلد ۱، اشاعت السنہ ہے۔ قادیانی صاحب نے موت لیکھ رام کے متعلق پیشگوئی میں اس اصول حکمت کا خلاف کیا اور اس سے یہ ثابت کیا کہ وہ پیش گوئی الہامی اور رحمانی نہ تھی بلکہ ایک وسوسہ شیطانی تھا جو جھوٹا نکلا۔

ایک وجہ اس پیش گوئی شش سالہ کے جھوٹی نکلنے (اور سچی نہ ہونے کی) یہ بھی ہے کہ اس عذاب کی (جس کی اس پیش گوئی میں خبر دی گئی تھی) قادیانی نے آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ اخیر:ہ غیر معمولی اور خارق عادت ہو گئی۔ کے الفاظ سے تفسیر کی ہے۔ چنانچہ کہا ہے: اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اپنے اندر ہیبت الہی رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں،

اور یہ قتل جس کیفیت سے وقوع میں آئی ہے وہ معمولی کیفیت ہے، نہ نرالی، نہ غیر معمولی، نہ خارق عادت۔ ایسے واقعات صد ہا وقوع میں آتے ہیں۔ ہسپتالوں میں جا کر ایسی زخمی لاشیں دیکھ لو۔ پولیس اور عدالت میں ایسے صد ہا کیس ملاحظہ کر لو۔ تھوڑے دن ہوئے کہ لاہور کے بازار انارکلی میں ایک میم کو ایک فقیر نے چھری سے مار ڈالا۔ اس سے پہلے چھاؤنی پشاور اسٹیشن پر ایک فوجی افسر کو ایک سرحدی افغان نے چھری سے قتل کیا۔ ایسے واقعات آنکھ سے دیکھنا ہو تو پشاور کے قریب چلے جاؤ اور مشاہدہ کر لو۔

ایسے واقعات کو کوئی ذی عقل نرالے اور خارق عادت نہیں کہہ سکتا۔ معمول سے نرالے، اور خارق عادت عذاب وہ تھے جو پہلی امتوں کے منکروں پر آئے۔ کوئی زمین میں دہنسا گیا، کوئی آسمانی سخت آواز سے

ہلاک ہوا، کسی پر آسمان سے پتھر برسے، اور کئی غیر معمولی طور پر بہیت مجموعی غرق آب ہوئے جن کا ذکر قرآن کی سورۃ عنکبوت کے رکوع ۲ میں ہوا ہے۔ آج کل کا طاعون جو بمبئی اور کرچی پر مسلط ہے کاش اسی کا ایک حصہ لیکھ رام کو پہنچتا، تو بھی تسلیم کیا جاتا کہ اس شہر میں جو عذاب سے مامون ہے صرف لیکھ رام کیلئے وہ غیر معمولی اور خارق عادت عذاب ہے۔ چھری مارنے کو جو رات دن لوگوں کو لگتی ہیں، غیر معمولی اور خارق عادت قرار دینا آپ ہی کا کام ہے۔

اس بیان سے سوال اول کا حل و جواب پورا ہوا۔ اور یہ ثابت ہوا کہ یہ پیش گوئی اور اس کے متعلق جس قدر الہامات قادیانی نے بیان کئے ہیں وہ سچے نہیں نکلے بلکہ سراسر کذب و فریب ظاہر ہوئے۔

دوسرے سوال کا حل و جواب: اگر ہم فرض کریں اور بطور محال مان لیں کہ قادیانی نے اس پیشگوئی کے متعلق جو دعویٰ کئے ہیں کہ ہم نے اس واقعہ قتل کو ۷۰ یا بیس سال پہلے بتا دیا تھا، اور اس کی تاریخ دن گھنٹہ) بلکہ آٹھ دن و لباس قاتل و رنگ قاتل و عمر قاتل وغیرہ جن امور کا قادیانی نے دعویٰ بھی نہیں کیا) سے بھی سترہ برس پہلے آگاہ کر دیا تھا اور جو کچھ کہا وہ صادق و مطابق نکلا۔ تو اس صورت میں بھی وہ پیشگوئی اسلام اور مسلمانوں میں الہامی تسلیم کئے جانے کے لائق نہ ہوتی اور کوئی مسلمان (بجز ان چند لوگوں کے جو اسلام سے مرتد ہو کر قادیانی کے پیرو ہو گئے ہیں) اس کو الہام نہ سمجھتا، بلکہ یہ خیال کرتا کہ وہ ایک نجومی یا جوتشی یا مال یا جفری وغیرہ کی پیشگوئی ہے جو حسب اتفاق قواعد علم کے موافق ہونے کی وجہ سے صادق ہو گئی ہے۔

اس انکار کی وجہ مسلمانوں کے نزدیک دو ہیں۔ ایک وجہ (جس میں قادیانی اور ان کے موافقین اور بے غرض اتباع کوم مارنے کی جگہ نہیں ہے) یہ ہے کہ پیش گوئی اس شخص کی بالیقین الہامی مانی جاتی ہے جس کی لاکھ پیشگوئیوں میں سے ایک بھی خطا اور غلط نہ نکلی ہو۔ اور یہی امر نبیوں کی پیشگوئیوں اور نجومیوں جو تیشیوں جفریوں کا ہنوں وغیرہ کی پیشگوئیوں میں فارق ہے۔ جب کہ مرزا جی کی بہت سی پیشگوئیاں ایسی خطا نکلی ہیں جن کے خطا ہونے میں کسی مسلمان کو شک نہیں، اگرچہ مرزا جی کے مریدان کو صادق مان رہے ہیں۔ اور بعض پیشگوئیاں ایسی خطا نکلی ہیں جن کے خطا ہونے پر مرزا جی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

منجملہ قسم اول، آپ کی پیشگوئی متعلق موت آتھم میعاد پندرہ ماہ ہے جو جھوٹی نکلی۔ وازا منجملہ آپ

کی پیشگوئی متعلق موت شوہر ثانی منکووحہ آسمانی خود بدولت ہے کہ وہ بھی جھوٹی ہو چکی ہے۔ اور سلطان احمد اب بھی (۱۸۹۷ء میں) مرزا صاحب کی منکووحہ آسمانی سے شادی شدہ زندگی گزار رہا ہے۔

منجملہ قسم دوم آپ کی پیشگوئی متعلق تولد فرزند بشیر عثمانو ایل جو تین دفعہ جھوٹی ہو چکی ہے۔ اول اس وقت جب پہلے حمل سے دختر پیدا ہوئی۔ پھر جب مرزا جی نے تاویل کر کے اسے دوسرے پر چسپاں کر دیا اور بشیر صاحب آسمان سے نازل ہو کر کمان اللہ نزل من السماء کے مصداق بنے تو بار دوم وہ پیش گوئی اس کی وفات سے جھوٹی ہوئی۔ ان دونوں دفعہ میں اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں قادیانی اور ان کے مرید نزاع کرتے ہیں لہذا ہم تیسری دفعہ اس پیشگوئی کے خطا ہونے کو پیش کرتے ہیں جس میں مرزا جی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے یہ مثال قسم دوم کی مثال ہو سکتی ہے۔

تیسری بار اس کا خطا ہونا یوں ہوا ہے کہ مدت نو سال جس کے اندر اس فرزند کے تولد کی خبر دی گئی ہے، پوری ہو گئی ہے کیونکہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس کے تولد کی خبر دی تھی، اور ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو لڑکے کے تولد کی میعاد نو برس مقرر کی تھی۔ اور اس وقت یعنی مئی ۱۸۹۷ء میں اس وعدہ سے بارہواں سال گزر رہا ہے۔ اور وہ لڑکا ہنوز ماں کے پیٹ یا باپ کی پشت میں یا آسمان پر ہے، وہیں سے نہیں اتر ا۔ کیا اب بھی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ باقی رہا؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب شائد موجودہ لڑکوں (محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد) میں سے کسی کو بشیر عثمانو ایل قرار دیں۔ چنانچہ اس کے بعض مرید کہہ رہے ہیں کہ کیا تعجب ہے کہ ان ہی تین میں سے کوئی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہو جاوے۔

اس ممکنہ دعویٰ پر تین سوال وارد ہوں گے جن کا کوئی جواب مرزا صاحب اور ان کے مریدوں سے بن نہ پڑے گا۔ اول یہ کہ اگر وہ لڑکا ان تین میں سے کوئی ایک ہے تو پھر آپ نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۴-۱۵ میں کیوں لکھا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کے لڑکے کا انتظار ہے جو تین کو چار کر نیوال ہوگا۔ اس مقام میں اصلی عبارت نقل جاتی ہے۔

پھر ایک اور الہام ہے جو فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔

اس وقت تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں، نام و نشان نہ تھا۔ اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے اور پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کر دے گا۔ سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا۔ یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے، جو تینوں موجود ہیں۔ صرف ایک کی انتظار ہے۔ جو تین کو چار کرنے والہ ہوگا۔ دیکھو کہ یہ کیسا بزرگ نشان ہے۔ کیا انسان کے اختیار میں ہے کہ اول انشاء کے طور پر تین یا چار لڑکوں کی خبر دے اور پھر وہ پیدا بھی ہو جائیں۔

پھر ایک اور نشان یہ ہے کہ جو یہ تین لڑکے موجود ہیں، ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبزا شتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام سے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے درقوں پر ہے۔ اور بشیر جو درمیانی لڑکا ہے اس کی خبر ایک سفید اشتہار میں موجود ہے جو سبز اشتہار کے تین سال بعد شائع کیا گیا تھا۔ اور شریف جو سب سے چھوٹا لڑکا ہے اس کے تولد کی نسبت پیشگوئی ضیاء الحق اور انوار الاسلام میں موجود ہے۔ اب دیکھو کہ کیا خدائے عالم الغیب کا نشان نہیں ہے کہ ہر ایک بشارت کے وقت میں قبل از وقت وہ بشارت دیتا رہا،

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت صاف پکار رہی ہے کہ موجودہ تین لڑکے (محمود، بشیر، شریف) اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ ان کے بعد ایک چوتھا لڑکا آنے والا ہے جو ان تین کو چار کرے گا اور اس پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق ہوگا۔

حضرات کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ دعویٰ آپ نے کس بنیاد پر کیا تھا؟ اور آنے والے لڑکے کی صرف اسے ایک صفت و علامت (کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا) کیوں اس اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے نقل کیا اور اس کی باقی ۲۱ صفات کو (جن کا بیان عنقریب آتا ہے) کیوں چھوڑ دیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بیوی کو اس وقت (ضمیمہ انجام آتھم کی اشاعت کے وقت) حمل تھا۔ اور اس حمل کی نسبت آپ نے اپنے مریدوں کو یہ کہہ رکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ چین و چنار ہوگا۔ اور وہی تین کو چار کرنے والا ہوگا جس کا ذکر اس پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ہے۔

اس خیال و امید پر آپ نے وہ دعویٰ کیا اور اس لڑکے کی صرف ایک علامت (تین کو چار کرنے) کو ذکر کیا۔ باقی اکیس علامات و صفات کا ذکر چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اس امر کا یقین تھا کہ میرے احمق مرید صرف اس وصف و علامت کو اس لڑکے پر صادق ہوتے دیکھ کر اسے اس پیشگوئی کا مصداق مان لیں گے۔ اور اشتهار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی طرف رجوع کر کے باقی علامات کو اس پر منطبق کر کے میری اس پیشگوئی کے امتحان کرنے کا کبھی قصد نہ کریں گے۔ اور یہ بات بھی خیال میں نہ لائیں گے کہ میعاد پیشگوئی ۱۸۸۶ء تو مدت ہوئی ختم ہو چکی ہے۔

اس حمل سے اگر لڑکا پیدا ہو کر تین اولاد کو چار کر بھی دیتا تو مشتبہ بعد از جنگ یاد آید... الخ ہی کا مصداق ہوتا کیونکہ ۹ سال کی مدت تو گذر چکی تھی۔ تاہم خدا نے اس حمل سے بھی قادیانی کو لڑکی دی جس سے اس کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء چوتھی بار جھوٹی ہوئی۔

الغرض یہ دعویٰ صفحہ ۱۵۔ ضمیمہ انجام آتھم جھوٹا ہو چکا ہے۔ نیز یہ بات قادیانی ہی کی تحریر سے ثابت ہو چکی ہے کہ موجودہ تین لڑکوں میں سے کوئی لڑکا آپ کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق نہیں ہے۔ پھر اب وہ کیونکر کسی لڑکے کو اس کا مصداق بنا سکتے ہیں۔

سوال دوم یہ کہ اگر ان تین میں سے کوئی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہے تو جب انہوں نے اس کے حمل میں ہونے کا اشتهار دیا تھا (چنانچہ عبارت صفحہ ۱۵ ضمیمہ انجام آتھم میں ذکر ہے) تو اس کے اشتهار میں کیوں نہ کہا کہ وہی لڑکا آتا ہے جس کا پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ تھا۔ اور جب وہ لڑکا ہوا تھا تو کیوں آپ نے اشتهار نہ دیا کہ وہ الہامی لڑکا پیدا ہو گیا جیسا کہ اس سے پہلے الہامی لڑکے بشیر کا (جنون ہو گیا ہے) اشتهار دیا تھا۔

تیسرا سوال یہ کہ آپ اس لڑکے میں وہ علامات و صفات جو اس الہامی لڑکے کی ہیں، ثابت کر دیں۔ ہم اسکی صفات جو آپ کے اشتهار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بیان ہوئی ہیں (اور صفحہ ۱۲۔ ۱۵ ضمیمہ انجام آتھم میں وہ صفات اڑادی گئی ہیں) بیان کرتے ہیں اور منتظر ہیں کہ قادیانی ہمارے پہلے دو سوالوں کا جواب کافی دے کر ان صفات کو موجودہ لڑکوں میں سے کس پر منطبق کرتے ہیں اور اس کی کیا دلیل بیان کرتے ہیں۔ وہ صفات آپ کے الفاظ میں یہ ہیں۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ، اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی ختم سے تیری ہی ذریت و نسل کا ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنونائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رحس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک ہے وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ، اور عظمت، اور دولت والا ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے، کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا، اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)۔ دو شنبہ ہے، مبارک دو شنبہ فرزند گرامی ارجمند مظهر الاول و الآخر مظهر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے۔ نور جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے مسح کیا۔ ہم اس میں روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور تو میں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امر أمقضیاً (اشتبہ مرزا قادیانی۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، قادیانی کی بات کہ: اس کے معنی سمجھ نہیں آئے۔ پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الہام آپ خود تصنیف کریں، اس کے معنی گھڑ کر اس میں آپ ڈالیں۔ پھر اس کے معنی سمجھ میں نہ آنے کے کیا معنی؟ آپ نے سوچ رکھا تھا کہ جیسا موقع پائیں گے ویسے معنی بنا کر اس میں ڈال دیں گے۔ جب لڑکا بشیر عمو نائیل پیدا ہوا تو اس کے معنی آپ نے یہ بتائے کہ پہلے تین اولاد (دوڑکے فضل احمد اور سلطان احمد اور ایک لڑکی جو غلطی سے الہامی لڑکے کی جگہ آگئی تھی) موجود ہیں۔ اب یہ چوتھا لڑکا آیا ہے جو تین کو چار کرنے والا ہے (یہ تشریح آپ کی اس خط میں ہے جو اصل مولوی محمد احسن امر وہی کے پاس ہے اور اس کی نقل دستخطی مولوی احسن و صدقہ مولوی محمد بشیر میرے پاس موجود ہے۔ محمد حسین) اور جب وہ لڑکا فوت ہوا، اور اس معنی کے کرنے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

موجودہ تین لڑکوں کے بعد بی بی کو حمل ہوا تو اس کے معنی یہ گھڑ لئے کہ جو پہلے تین لڑکے محمود بشیر اور شریف موجود ہیں (پہلی بیوی کے لڑکوں سلطان احمد اور فضل احمد کو تو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ ان کو آپ نے عاق کر کے اولاد سے خارج کیا تھا، لڑکی جو اسی محبوبہ بیوی سے پیدا ہوئی ہے اور موجود ہے، کیوں شمار نہ ہوئی، جیسے پہلے لڑکے کی باری میں وہ شمار کی گئی تھی۔ اس سوال کا جواب آپ دیں گے تو ہم آپ کے ممنون ہو گے۔ محمد حسین)۔ اب یہ چوتھا لڑکا آئیگا، وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اب جو لڑکی پیدا ہوگئی ہے تو یہ معنی بھی خطا گئے۔

دیکھئے آئندہ کون سے معنی گھڑے جاتے ہیں۔ تاہم ایک معنی اس کلام کے ہم کو بھی الہام ہوئے ہیں، پسند ہوں تو وہ بھی قبول کر لئے جائیں۔ وہ یہ ہیں کہ پہلے آپ رسالہ توضیح المرام میں تثلیث کے قائل ہو چکے ہیں۔ یعنی باپ (خدا) بیٹا (مرزا غلام احمد) روح القدس۔ پھر جب وہ الہامی لڑکا آئے گا جو کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا، تو وہ تثلیث کی ترویج کر دے گا۔ یعنی باپ، بیٹے، روح القدس کے بعد چوتھا ایسا شخص آئے گا جو ان تین کو چار کر دے گا۔ وہ خدا بھی ہوگا، اور وہ آپ کا بیٹا، اور بڑے خدا کا پوتا بھی کہلائے گا۔ دیکھئے ہم نے کیسے عجیب معنی بتائے ہیں؟ گر قبول افتدز ہے عز و شرف۔

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ ان تینوں پیشگوئیوں کے جھوٹے ہونے، خصوصاً پیشگوئی سوم کے بار سوم چہارم کے جھوٹے سے کس و ناکس کو یقین ہے کہ اگر پیشگوئی متعلق قتل لیکھ رام سچی اور مطابق بیان ثابت ہوتی تو بھی وہ شہادت و جہ اول (جس کی تسلیم میں مرزا صاحب کو بھی کلام نہیں) الہام متصور نہ ہوتی۔ اس صورت میں وہ ایک نجومی وغیرہ کی پیش گوئی تسلیم کی جاتی۔

دوسری وجہ (جو خاص کر مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے اور ان ہی کی فہمائش اس مقام میں ہم کو منظور ہے) یہ ہے کہ اہل اسلام میں صاحب الہام وہی شخص ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو۔ اور مسلمانوں میں اکمل اور اعلیٰ درجہ کا متقی ہو۔ یعنی عقائد صحیحہ کا ملہ رکھتا ہو۔ اور مرزا صاحب مسلمانوں کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور عقائد کفریہ رکھتے ہیں اور اخلاق سید سے مجسم ہیں۔ ذرا سی بات سے جو شہمیں آ کر مسلمانوں کو گالیاں دینے اور فحش کہنے میں وہ بازار یوں کو مات کر رہے ہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کے نزدیک الہام اور الہامی پیشگوئی کے محل و مصدر کیونکر ہو سکتے ہیں؟ ان اعتقادات اور اخلاق کے ساتھ وہ مسلمانوں کو ہزار پیشگوئی سچی کر دکھائیں، لاکھ کرامات ظاہر

کریں، دریا کو الٹا بہا دیں، ہوا میں اڑنے لگ جائیں، پانی پر سوکھے پاؤں چلیں۔ وہ ان کو ایسے افعال سے ولی اور الہامی نہ مانیں گے۔ اور ان کی ایسی پیشگوئیوں کو نجومی یا کاہن یا جفریوں کی پیشگوئی سمجھیں گے۔ اور ان کے ایسے افعال خارق عادت کو استدراج یا مسمریزم یا ہپناٹک خیال کریں گے۔

سوال سوم کا حل و جواب: شیخ الاسلام فرماتے ہیں یہ پیشگوئی صادق اور اپنے بیان کے مطابق نکلتی، اور الہامی تسلیم کی جاتی تو اس سے اسلام و مسلمانوں کو سخت مضرت پہنچتی اور اسلامی دنیا میں گمراہی پھیلتی۔ خدا نے اسلام پر رحم اور مسلمانوں پر کرم کیا کہ اس کو جھوٹا کر کے مسلمانوں کو اس کی مضرت سے بچالیا۔ قادیانی نے تو اسی پیشگوئی کو ہندوؤں پر اسلام کی فتح قرار دیا ہے۔ اور اشتہار ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء وغیرہ میں کہا ہے کہ یہ پیشگوئی اسلام اور آریہ مذہب کی ایک کشتی (ڈگ) ہے۔ اور فریقین نے سچی نیت سے اپنے خدا پر توکل کر کے دونوں مذہبوں کے پرکھنے کیلئے آسمانی فیصلہ کی درخواست کی تھی (یعنی جو اس پیشگوئی نے کر دیا ہے) مگر مسلمان خوب سمجھتے ہیں کہ یہ قادیانی کا مکر و محض فریب اور ٹکے کمانے کا ایک وسیلہ ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں ناظرین! قادیانی نے عام اہل اسلام کے پھنسانے کیلئے یہ دام پھیلا رکھا ہے، کہ اپنے ہر ایک امر میں تائید اسلام کا دعویٰ اور اپنی ہر ایک چیز میں اسلام یا ہادی اسلام یا ان کی کتاب قرآن وغیرہ کا نام داخل کر رکھا ہے۔

سب سے پہلا آپ کا دام کتاب براہین ہے۔ اس میں بھی اسلام اور قرآن کا نام داخل ہے۔ ایسا ہی اکثر تصانیف و رسائل اشتہارات میں اسلام کا نام شامل ہے۔ فتح اسلام، انوار الاسلام، وغیرہ۔ حتیٰ کہ مطب کا نام بھی ضیاء الاسلام ہے۔ اور جو مضامین آپ ان کتابوں اور رسائل و اشتہارات میں شائع کرتے ہیں، ان میں بھی لفظ اسلام اور قرآن اور دین کی حمایت کا دعویٰ ہے۔ کسی مخالف اسلام سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہ بھی اسلام کی طرف سے اور اس کے وکیل بن کر ہوتا ہے۔ جس سے آپ کا مقصود اصلی اور مطلب دلی زرطلبی ہے،

جو کسی قدر حاصل بھی ہو گیا ہے۔ کئی لوگ آپ کے دام میں آچھنے ہیں اور وہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ مرزا صاحب اسلام پر فدا ہیں۔ مخالفین اسلام سے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان پر فدا ہو جاؤ اور اپنے مال اور جان کو ان کے ملک (ملکیت) کر دو۔ جس سے ان کا کام چل رہا ہے اور ہزار ہا روپے آتا ہے جس کا اظہار وہ اپنی اکثر

تحریرات میں کرتے ہیں۔ اس خیال اور اعتقاد والے لوگ تو آپ کی اس پیشگوئی کو اور ہر ایک پیشگوئی کو اسلام کی نصرت سمجھتے ہیں مگر آپ کی اصلی حقیقت سے واقف یقیناً جانتے ہیں کہ آپ اسلام کے مقابلہ میں ایک نیا دین کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ درپردہ نہیں بلکہ علانیہ مدعی نبوت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بلکہ رسول اور وہ رسول احمد جن کی حضرت عیسیٰ خردے گئے ہیں، بن بیٹھے ہیں۔ انبیاء کے معجزات سے انکاری ہیں اور اپنے معجزات کے اشتہاری۔ حضرات انبیاء پر ملائکہ کے نازل ہونے اور آسمان سے وحی لانے سے منکر ہیں۔ اور اپنے لئے آسمانی وحی کے مقرر و مثبت۔

قرآن اور حدیث کے ان معانی اور حقائق کو جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب و تابعین و تابعین و تابعین سمجھے تھے، خلاف نیچر و قانون قدرت سمجھ کر ان میں ایسی تاویلات کرتے ہیں، جو آنحضرت و اصحاب و تابعین و تابعین کے قرارداد کے مخالف ہیں۔ اور مذاہب فلاسفہ و ملاحدہ اور زندیقوں کے مطابق ہیں۔ آپ کے دام میں جو پھنستا ہے وہ اسلامی کاموں اور فرائض کے ادائیگی سے سبک دوش ہو جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا گویا ان کے مذہب کا جزء ہے (اتباع و میدان الہامی صاحب میں سے جس شخص کو ہم نے دیکھا اور اس سے ہم کو سابقہ پڑا، اس کو ہم نے ایسا ہی پایا ہے۔ جس شخص کو ہمارے اس دعویٰ کے صدق میں تامل ہو، وہ لاہور، امرتسر، بنالہ، سیالکوٹ، جموں، بھیرہ وغیرہ کے مرزائیوں میں سے جس شخص کا نام لے، ہم سے اس کے کاذب کی فہرست سن لے) اور مسلمانوں کو برا کہنا اس کا شعار ہو جاتا ہے، اور تکذیب اصول مسائل قدیمہ اسلامیہ اس کا وٹار۔ اس سے ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہوتی تو ہزاروں ناواقف مسلمان ان کو ولی پیغمبر مان کر ان کا اتباع اختیار کر لیتے۔ اور پہلے مریدوں کی طرح احکام اسلام کو سلام کر کے تکذیب اصول و مسائل اسلام میں مرزائیوں کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں پر کرم کیا کہ اس پیشگوئی کو جھوٹا کیا۔ اور مسلمانوں کو قادیانی کے دام میں پھنسنے سے بچالیا ہمارا جواب سوال سوم سن کر قادیانی صاحب ہم کو خوب کوسیں گے۔ کہیں گے کہ یہ سب جھوٹ و افتراء ہے۔ ہم کو کوئی نیادین قائم کرنا منظور نہیں اور نہ کسی اصول مسلمہ قدیمہ سے انکار ہے بلکہ ہم ہر ایک حکم اسلام کو مانتے ہیں جس کو تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ پھر آپ کسی مجلس میں مباحثہ کر کے اس امر کا کیوں تصفیہ نہیں

کر لیتے۔ جب سے آپ نے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، آئینہ کمالات وغیرہ رسائل نکالے ہیں تب سے آپ کو مباحثہ کیلئے بلایا جاتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ شروط کی پناہ لے کر اس سے انکار کیا۔ جب اقرار کیا تو صرف اس مسئلہ میں بحث کرنے کا اقرار کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی آپ کے مریدوں سے وقوع میں آیا۔ آپ لوگوں سے یہ کبھی نہ ہو سکا کہ آپ اپنے عقائد کفریہ میں بحث کرتے اور ان کا اسلام ہونا ثابت کر دکھاتے۔ بعض تحریرات و رسائل میں آپ مذکورہ بالا باتوں سے انکار ظاہر کرتے ہیں مگر وہ تحریرات آپ کی پہلی تحریرات متضمن کفریات کے حال کو ظاہر نہیں کرتیں اور نہ ان متناقض تحریرات کو سبھی لوگ پڑھتے اور اپنی لیاقت سے ان کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں تحریرات فریق ثانی کو تو آپ کے اتباع ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ پھر ان باتوں کا تصفیہ ہو تو کیونکر ہو۔

مدت سے آپ نے مباحثہ کو قطعی موقوف کر دیا اور اس کی سند میں ایک یہ الہام گھڑ لیا ہے یا علی دھم و انصار ہم و زراعتہم۔ یعنی اے علی (اپنے نفس نفس کو مراد بتاتے ہیں) تو ان مولویوں اور ان کے پیروؤں کو چھوڑ دے (یعنی ان سے بحث و خطاب نہ کر) اور بجائے مباحثہ تصفیہ مسائل کیلئے مباہلہ کو وسیلہ بنایا۔ مگر جب مباہلہ کا جو صوفی عبدالحق غزنوی سے بمقام امرتسر کیا، کوئی اثر عوام پر ظاہر نہ ہوا (جس سے آپ کا مسلمان ہونا آپ کے مخالفوں کو معلوم ہو جاتا) تو آئندہ مباہلہ کو سخت شروط و قیود کے ساتھ مشروط و مقید کر دیا تاکہ وہ شرطیں وقوع میں آویں اور نہ مباہلہ واقعہ ہو۔ پھر فرمادیں ان مسائل کا تصفیہ ہو تو کیونکر ہو؟ اور عام لوگوں کو کیونکر معلوم ہو کہ آپ دعویٰ اسلام میں سچے ہیں یا آپ کے مکفر و مخالف (جو یہ کہتے ہیں کہ آپ مسلمان نہیں ہیں، اور آپ کے فلاں فلاں عقائد کفریہ و لدانہ ہیں)۔ اس سوال کا جواب آپ ہی انصاف سے دیں۔ ہم کچھ نہیں کہتے۔

خلق خدا پر رحم کریں، رو باہ بازیاں چھوڑ دیں یا عقائد کفریہ لحدانہ سے تائب ہو کر تجدید ایمان کریں، یا ان عقائد کفریہ کا کفر نہ ہونا مباحثہ سے یا مباہلہ سے آپ ثابت کر دیں۔

حصہ دوم: قادیانی نے جو ان اشتہارات میں قتل لیکھ رام پر انسانی ہم دردی کی راہ سے رنج و افسوس ظاہر کیا ہے۔ اور اس امر کا دعویٰ کیا ہے اگر وہ ہماری ہم دردی سے بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے، اور اس کے قاتل کی نسبت لکھا ہے کہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ نابکار خون کو پکڑے اس کو چھانی دے۔ بدتر سزا کے ساتھ اس

کو تنبیہ کرے۔

اس میں آپ نے حکومت اور عوام کو دہوکہ دیا ہے اور یہ جتایا ہے کہ اس کے قتل میں میری سازش ناممکن امر ہے۔ میرے خیال میں تو لیکھ رام ہم دردی کے لائق تھا اور اس کا قاتل نابکار لائق سزا تھا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس قتل میں میری سازش ہو۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ سازش قتل کی بابت ہم کچھ نہیں کہتے۔ مرزا قادیانی کے اظہار ہمدردی اور قاتل کو برا کہنے کی بابت ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں آپ نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے ان الہامات کا خلاف کیا جن میں یہ بیان ہے کہ: اس کو قتل کرنے کیلئے خدا نے کسی انسان کے دل کو ابھارا۔ اور خدا نے اس کے دل پر آسمان سے وحی نازل کی۔

اور ایک منامی الہام میں جس کو رسالہ برکات الدعا کے آخری صفحہ کے حاشیہ میں بیان کیا ہے، اس قاتل کو فرشتہ قرار دیا ہے۔

ان الہامات میں صاف تصریح ہے کہ قاتل کوئی صاحب وحی الہی انسان تھا یا کوئی فرشتہ آسمانی۔ اب قادیانی صاحب اگر دل سے قاتل کو نابکار خونخوار اور سخت سزا کے لائق سمجھتے ہیں، اور اس قاتل سے لیکھ رام کو بچانے کیلئے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، تو ان کے الہام جھوٹے ہیں۔ اور اگر وہ الہام سچے ہیں تو ان کا وہ کلام جھوٹا ہے جس میں انہوں نے ہمدردی کا اظہار کیا اور قاتل کو برا کہا۔

نیز، اگر واقعاً آپ کو مقتول سے انسانی ہم دردی ہے (جو آپ کے بغیر کسی مسلمان کو نہیں ہے، اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان کو اس کے قتل سے رنج و افسوس نہیں بلکہ باوجودیکہ قتل کے فعل اقدام قتل سے ان کو اتفاق نہیں۔ اس فعل کے نتیجہ سے وہ خوش ہیں کہ خوب ہوا۔ ایک ایذا رسان مسلمانان جوان کے پیغمبر کو گالیاں دیتا تھا، مارا گیا۔ محمد حسین) تو اب وہ اس قاتل نابکار کا اپنے الہام سے پتہ بتادیں۔ اور اس کو بدتر سے بدتر سزا دلوانے سے اس کے وراثوں سے پوری ہمدردی کریں۔ یہ امر آپ سے نہ ہو سکے تو حکومت اور عوام یہ جان لیں گے کہ اس اظہار ہمدردی، اور ان الہامات میں آپ انہیں دھوکہ دے رہے ہیں۔ رہا یہ کہ اس دھوکہ دہی کے ساتھ وہ الزام سازش قتل سے بری ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ سو ہم نہیں جانتے کیونکہ ہم قانون نہیں پڑھے۔

حصہ سوم۔ محافظ سلطنت: شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے عریضہ اسی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو لکھا ہے کہ:

میں ۱۷ برس سے گورنمنٹ کی اس پولیٹیکل خدمت میں مصروف ہوں کہ میں نے گورنمنٹ سے جہاد جائز نہ ہونے کی بابت بیسیوں کتابیں عربی فارسی اردو میں لکھی ہیں اور میں نے گورنمنٹ کی رعایت و حمایت کیلئے ایک جماعت تیار کی ہے جو گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلہ میں کام آئیوالی ہے، اور مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ جب تک تو اس گورنمنٹ کی عملداری میں ہے تب تک گورنمنٹ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے گا۔

اور اس سے پہلے اشتهار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء (جو مجموعہ اشتارات قادیانی۔ ج ۲ ص ۳۲۲ تا ۳۶۳ پر موجود ہے) میں لکھا ہے کہ: گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہیے کہ اس کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں خدا اپنے بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے جو قصوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اور اس ملک پر یہ رحمت ہے کہ آسمان زمین کے نزدیک ہو گیا ہے۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں اس کی نظیر نہیں۔

یہ سب زور و فریب و افتراء ہے، جس سے آپ گورنمنٹ کو دہوکہ دینا چاہتے ہیں اور اس افتراء سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آپ کو خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور آپ خدا تعالیٰ کے مخاطب و ملام نہیں ہو سکتے۔ آپ کا پولیٹیکل خدمت کرنے اور ممانعت جہاد کے رسالے شائع کرنے کا دعویٰ اس لئے زور و فریب اور دہوکہ ہے کہ آپ کی کتاب آئینہ کمالات اسلام (جس کا دوسرا نام دافع الوسوس ہے)، کے صفحہ ۶۰۱ میں یہ عبارت موجود ہے: نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک (ملکیت) سے خارج ہو کر خدا کے ملک ہو جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسولوں کے ان نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچادے، یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی تہری نازل کرے۔ ایک ہی بات ہے۔

یہ تحریر ان تمام رسائل کو ملیا میٹ کرتی ہے بتا رہی ہے کہ جس وقت آپ کی جماعت کامل قوت پکڑ لے گی اس وقت آپ گورنمنٹ کے مال و جان پر ہاتھ صاف کریں گے۔ آپ تو بلا واسطہ رسولوں کے ان کی ہلاکت کو تجویز کر رہے ہیں، اور جس حالت میں آپ خود مدعی رسالت بھی ہیں تو پھر انکے ہلاک کرنے میں بجز تکمیل جمیعت کیا توقف ہے؟

پیشگوئی میعادِ ہشت سال (سلطنتِ برطانیہ تا ہشت سال) کو ہم نے آئینہ کمالاتِ اسلام سے اپنے رسالہ میں کئی دفعہ نقل کیا ہے۔ قادیانی نے اس کا جواب تو کچھ نہیں دیا تاہم ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہینِ احمدیہ کی عبارت سے نقل کر کے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ یہ محمد حسین اپنے ریویو مذکورہ میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن و بے فکر کر چکا ہے اب اسکے برخلاف اس کے قول و خیال کا کیا اعتبار ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے اس وقت (۱۸۸۵ء میں) ایسا اسلئے لکھا تھا کہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور چونکہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلم ہے، لہذا میرے خیال میں یہ ممکن بھی نہیں تھا کہ آپ مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونے کا دعویٰ کر لیا تو آپ میرے خیال کے محل کیونکر رہ سکتے ہیں؟

آپ کا یہ الہامی دعویٰ کہ گورنمنٹ کی حفاظت کا باعث آپ کا وجود، ودعا و برکت ہے، محض دروغ و مغالطہ ہے۔ آپ ایسے ہوتے اور یہ الہامِ خدا کی طرف سے ہوتا (جو گورنمنٹ کو آپ نے سنایا ہے) تو آپ حکومت کو یہ کہتے کہ موجودہ فوج جو سرحد اور ملک کی حفاظت کیلئے موجود ہے، حکومت اسے موقوف کر دے کیونکہ میرے ہوتے کسی فوج کی حاجت نہیں۔ لیکن آپ نے اس کے برعکس گورنمنٹ کے آگے ہاتھ جوڑ کہا کہ میری حفاظت کیلئے قادیان میں پولیس بھیج دے۔ ورنہ میری جان نہ بچے گی۔

اور اگر خدا کی طرف سے آپ کو وہ الہام ہوتا تو آپ حکومت کے آگے ہاتھ نہ جوڑتے جیسا کہ آپ نے آئٹھم پر الزامِ خلاف واقعہ کی علت سے نالش نہ کرنے کی وجہ انجام آئٹھم کے صفحہ ۲۰-۲۱ میں یہ بیان کی ہے جس حالت میں آسمانی عدالت سے ہمیں یقین دلایا گیا تھا کہ عبداللہ آئٹھم عنقریب آسمانی وارنٹ سے گرفتار کیا جائے گا۔ تو پھر ہمیں کون سی ضرورت پیش آئی تھی کہ انگریزوں کی عدالت کے دروازہ پر اپنے تئیں سرگرداں کرتے۔

آپ کے اس قول کی رو سے آپ کی درخواستِ حفاظت پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جس حالت میں خدا نے الہامات مذکورہ بالا میں آپ کو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا (بلکہ آپ کے وجود کے طفیل حکومت کو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا) تو پھر آپ حکومت کے دروازہ پر کیوں سرگرداں ہوئے اور کیوں ہاتھ جوڑے؟

آیت حفاظت و اللہ يعصمك من الناس (جسکے اپنے حق میں نزول کا مرزا صاحب کو دعویٰ ہے)، جب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اس باڈی گارڈ کو جو آپ ﷺ پیشتر رکھوایا کرتے تھے، اٹھوا دیا۔ اور فرمادیا کہ تم سب اٹھ جاؤ، خدا نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ مگر قادیانی صاحب نے اسکے برعکس اس آیت کے نزول اور دیگر بشارات والہامات حفاظت کے نزول کے بعد حکومت سے اپنی حفاظت کیلئے پہرہ کا سوال کیا۔ اور جب حکومت نے اس سوال کو لغو اور فضول سمجھ کر قبول نہ کیا تو آپ نے اپنے وظیفہ خواروں سے پہرہ مقرر کر دیا جو رات دن آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ امر صاف اور قطعی دلیل اس امر پر ہے کہ وہ الہامات نہیں محض ڈھکوسلہ اور من گھڑت ہیں۔

الہام عریضہ میں یہ بھی قادیانی نے یہ بھی جتایا ہے کہ حکومت کو جس قدر کوفتوحتا ہوئی ہیں، میرے ہی طفیل سے نصیب ہوئی ہیں اور میں سلطنت برطانیہ کیلئے بمنزلہ حرز ہوں اور جب تک میں اس سلطنت میں ہوں، سلطنت کو تکالیف سے امن رہے گا۔

بنا بریں ہم حکومت کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ قادیانی کی ایسی حفاظت کرے جیسی اپنی جان کی کر رہی ہے۔ کسی مفسدہ کے خوف سے ان کو رنگوں میں یا اپنی حدود سلطنت سے خارج کرنے کا کبھی اور ہرگز قصد نہ کرے کیونکہ جب یہ ہندوستان یا برٹش سلطنت سے نکالے جائیں گے تو پھر حکومت کی بھی خیر نہ ہوگی۔ حکومت اپنی خیر چاہتی ہے تو اس ناقتہ اللہ کو حفاظت سے رکھے۔

یہ بشارت قادیانی کی طرف سے حکومت کو ایک قسم کی دھمکی بھی ہے (جیسے کہ لیکھ رام، آہتم وغیرہ کو آپ نے دھمکیاں دی ہیں۔ وہ اور رنگ میں ہیں، یہ اور پیرا یہ ہیں) حکومت کو مناسب ہے کہ اس کی دھمکی سے ڈر جائے اور قادیانی کی ضرور حفاظت کرے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ان کو گورنمنٹ ہاؤس لاہور یا شملہ یا کلکتہ کے ایک کمرہ میں مقفل رکھے۔ یہ نہ ہو سکے تو خاص آپ کے مسکن قادیان میں آپ کی حفاظت و نگرانی کیلئے پولیس مقرر کر دے۔ اور جب کسی ملک کے الحاق یا اس پر چڑھائی کرنے کا قصد کرے تو بجائے لشکر کے صرف آپ سے دعا کر لیا کرے۔ حکومت قادیانی کو ایسے الہامات کے ارزاں کرنے اور عام لوگوں کی نسبت الہام بازی کرنے سے روک دے، اور موہبت عظمیٰ کو اپنے ہی لئے مخصوص رہنے دے، کیونکہ اور لوگوں کی نسبت تو وہ الہام موت اور قتل ہی کے

ہوتے ہیں (جس سے بدامنی و ہلاکت کا اندیشہ ہے) جبکہ حکومت کی نسبت فتوحات کے ہوتے ہیں۔

(ماہنامہ اشاعت السنۃ جلد ۱۸ ص ۵۲ تا ۵۳)

متفرقات

اشتہار صداقت آثار

بسم الله الرحمن الرحيم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
 واضح ہو کہ اس خاکسار (مرزا) کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے، یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لنبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سواول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لنبی میعاد سے، گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی، اوس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا، بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے اعلیٰ درجہ کی خبر، جو ایسے نامی اور انحص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے، نہ یہ کہ صرف پیش گوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الہی میں توجہ کی گئی، تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا (عربی الہام کے یہ دفعہ ہیں نازل من السماء و نزل من السماء جوزول یا قریب النزول پر دلالت کرتے ہیں) اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں، لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے، یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ نکلیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جل شانہ کا ہے اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو من جانب اللہ ظاہر کیا

گیا۔ آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جائے گا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

المشترخا کسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء مطابق دوم رجب ۱۳۰۳ھ
(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۱۱۶-۱۱۷)

محمد یوں کے مقابلہ سے عیسائیوں کی گریز

۱۸۹۳ء میں جب مسلمانوں اور عیسائیوں کی مباحثے کی بات شروع ہوئی تو مباحثے کے منتظمین اہل جنڈیالہ کو مولانا محمد حسین بٹالوی نے مشورہ دیا تھا کہ اس مباحثے میں مسلمانوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی بجائے کسی مسلمان اہل علم کو پیش کیا جائے۔ اہل جنڈیالہ قادیانی کے جھانسنے میں آئے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے مولانا کی تجویز کو رد و خوار و اعتنائہ سمجھا اور مرزا قادیانی کو پیش کرنے پر اصرار کیا۔ دوسری طرف عیسائیوں نے بھی یہی کہا کہ چونکہ مرزا صاحب کو اہل اسلام کی اکثریت دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے اس لئے وہ ہمارے صحیح مخاطب نہیں ہو سکتے۔ تاہم اہل جنڈیالہ اور مرزا قادیانی کے اصرار پر انہوں نے یہ مباحثہ قبول کر لیا جو بعد ازاں امرتسر میں منعقد ہوا۔ اور جس پر محاکمہ سابقاً نقل ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے مباحثے سے قبل اور مابعد عیسائیوں پر واضح کیا کہ چونکہ ہم مرزا قادیانی کو مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے اس کی شکست اسلام اور مسلمانوں کی شکست نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کو الزام دینا مقصود ہو تو عیسائی حضرات کسی مسلمان اہل علم سے مباحثہ کریں، اور عیسائی مناسب سمجھیں تو وہ خود بھی ایسے مباحثے کے لئے تیار ہیں۔

مباحثہ امرتسر کے بعد شیخ الاسلام بٹالوی نے عیسائیوں سے اس معاملے پر خط و کتابت بھی فرمائی۔ چونکہ اس خط و کتابت کا منشاء قادیانی ہی کے دعویٰ اسلام کی تردید تھا اس لئے اس مراسلت کو ہم تحریک ختم نبوت کی تاریخ کے صفحات ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

جون ۱۸۹۴ء میں خاکسار کو فتح گڈھ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں خاکسار کی مجلس وعظ میں پادری فتح مسیح مشنری آئے اور بعض شکوک پیش کر کے ان کے جوابات شافیہ پا کر ساکت و منفعل ہوئے۔ اس انفعال کو دور کرنے کی غرض سے وہ اپنے بڑوں سے مباحثہ کرانے کے خواستگار ہوئے۔ ان سے مراسلت ہوئی تو وہ بھی آخر ساکت ہوئے۔ اس باب میں جو مراسلت ہوئی ہے وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ پادری فتح مسیح لکھتے ہیں

جناب مولوی محمد حسین ابوسعید صاحب!

آپ جب فتح گڈھ تشریف لائے تھے تو مسجد میں وعظ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ اسلام ہر طرح سے غالب ہے۔ وغیرہ۔

میری عرض یہ ہے کہ مسجدوں اور گھروں میں بیٹھ کر اس طرح کے نعرے مارنا بہت آسان ہے۔ اگر آپ کو اظہار حق کا کچھ پاس ہے اور سمجھتے ہیں کہ قرآن حقیقتاً کلام الہی ہے، تو ذرا باہر میدان میں نکل کر اس کا ثبوت دیجئے۔

امر تسری مباحثہ کی بابت تو آپ خود ہی گواہی دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کے مقابل اچھے جواب نہیں دیئے اور شکست کھا گیا ہے۔ علاوہ بریں آپ لوگ اس کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے۔ پس اب اگر آپ چاہیں تو عیسائی آپ لوگوں سے مباحثہ کرنے کو تیار ہیں۔ آپ خود مقابل آویں یا اپنے میں سے کسی کو انتخاب کر کے میسوں کے پیش کریں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ مسیحی لوگ اپنے میں سے کسی کو منتخب کر کے آپ لوگوں کے پیش کر دیں گے۔

پس آپ کو اگر مباحثہ کرنا ہے یا کرنا منظور ہو تو جلدی اطلاع فرمادیں۔ بعدہ شرائط اور مکان مباحثہ برضا مندی طرفین تجویز ہو جائے گا۔ امید ہے آپ مرزا قادیان کی طرح ادھر ادھر کی باتیں بنا کر مباحثہ کو ٹال نہ دیں گے اور یونہی لایعنی باتیں پیش نہ کر دیں گے (جیسے اکثر مرزا کرتا ہے) جن کا فیصلہ امر محال ہو اور مباحثہ ملتوی ہو جائے۔ زیادہ سلام۔ آپ کا نیاز مند فتح مسیح از فتح گڈھ تحصیل بٹالہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۴ء

بٹالہ دفتر اشاعت السنہ ۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء (نمبر ۱۴)۔ مشفق پادری فتح مسیح صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۴ء متضمن درخواست مباحثہ میں نے مسرت سے پڑھا۔ میں نے آپ کی درخواست سے پہلے ہی پادریوں سے مباحثہ کی درخواست اپنے رسالہ میں درج کر کے چھاپ دی ہے (دیکھو اشاعت السنہ صفحہ ۲۳ نمبر ۷ ج ۱۶) جس کا پروف ملاحظہ کے لئے مرسل ہے۔ اور اس درخواست کے ساتھ مباحثہ تحریری کی بنا بھی قائم کر دی ہے۔ یعنی الوہیت مسیح اور تثلیث پر اپنے رسالہ میں بحث شروع کر دی ہے۔ اس رسالہ کو دیکھ کر اور اس بحث کو پڑھ کر پادری صاحبوں کی تسلی نہ ہوئی، اور پھر بھی ان کی خواہش تقریری بحث کے لئے ہوئی تو وہ جس وقت بحث کی درخواست کریں گے میں اس کو منظور کرونگا اور شرائط سے ان کو اطلاع دوں گا۔ چونکہ آپ حال ہی میں نئے پادری ہوئے ہیں اور آپ کی معلومات مذہبی اور تجارب انتظامی ہنوز کم ہیں، اور اپنی سوسائٹی میں آپ کا ہنوز وہ اعتبار نہیں ہے جو پرانے پادریوں کا ہے لہذا مناسب ہے کہ وہ درخواست مباحثہ صرف آپ کی طرف سے نہ ہو بلکہ کسی مشہور اور پرانے اور تجربہ کار پادری کی طرف سے ہو، گو آپ کا نام بھی اس میں شامل رہے۔ آپ کا خیر خواہ۔ ابو سعید محمد حسین۔

جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۲۵ جولائی ملا۔ مشکور ہوں۔ آپ نے خوب کیا کہ مباحثہ کی درخواست پادری صاحبان سے پہلے کر دی ہوئی ہے۔ جزاک اللہ۔ خدائق کی مدد فرمائے۔ آمین۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مسیحی لوگ آپ کی تحریری بحث کو پہلے پڑھیں، اگر تسلی نہ ہو تو پھر تقریری مباحثہ ہو۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ تحریریں تو بہتیری دونوں طرف سے دھری پڑی ہیں۔ وہی پرانے سوال دوسرے الفاظ میں افراط و تفریط کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں۔ اب زمانہ آ گیا ہے کہ خدائق کو غالب کرے، سو تقریری مباحثہ کی منظوری فرمائیں۔ اور واضح ہو کہ مباحثہ کی درخواست میری ہی طرف سے آپ خیال نہ فرمائیں۔ بلکہ جناب ڈاکٹر کلارک صاحب اور جناب ڈاکٹر پادری وائٹ برنٹ صاحب وغیرہ بزرگوں کی طرف سے سمجھیں۔ ہم سب مسیحی مدت سے دیکھ رہے ہیں کہ کوئی شخص محمدیوں میں سے اٹھے تاکہ محمدی مذہب کی حقیقت زیادہ کھل جاوے

شکر ہے کہ آپ نے مباحثہ کی درخواست پہلے ہی کر دی ہوئی ہے

اب مناسب ہے کہ اہل اسلام کی طرف سے دو چار معتبر شخص چنے جاویں اور اسی طرح سے عیسائی صاحبان اپنے میں سے دو چار شخص چن لیں اور باتفاق رائے طرز مباحثہ اور مکان اور تاریخ وغیرہ مقرر کئے جاویں۔ مسیحی دین کے بزرگوں کی طرف سے دو چار شخص شرائط وغیرہ قائم کرنے کے لئے اور ایک مباحثہ کرنے کے لئے منتخب کیا جاوے گا۔

باقی جو آپ نے میری نسبت لکھا ہے کہ تم نئے پادری ہو اور اپنی سوسائٹی میں بھی تمہارا وہ اعتبار نہیں جو پرانے پادری کا ہے۔ ایسی باتوں کا جواب دینے سے اس وقت میں انماض کرتا ہوں اس لئے کہ مبادا گفتگو کا رخ اور طرف پلٹ جاوے۔ صرف اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ آئندہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں تو بہتر ہوگا۔
آپ کا نیاز مند۔ فتح مسیح ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء۔

نیز آپ اگر اجازت دیں تو جو خطوط فیما بین مباحثہ کی بابت لکھے جاویں وہ چھپوائے جاویں، خواہ اخبار میں، یا الگ۔ بندہ۔ فتح مسیح۔

بٹالہ ۳۱ جولائی ۱۸۹۴ء۔ (نمبر ۵۳۲) مشفق پادری فتح مسیح صاحب!

آپ کا دوسرا خط مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء میں نے آج وصول کیا۔ اس پہلے خط کی نسبت مجھے زیادہ مسرت حاصل ہوئی ہے کیونکہ اس میں آپ نے یہ تحریر کیا ہے کہ مباحثہ کی درخواست میری ہی طرف سے آپ خیال نہ فرمادیں بلکہ جناب ڈاکٹر کلارک اور جناب ڈاکٹر پادری وائیٹ بریخت وغیرہ بزرگوں کی طرف سے سمجھیں۔ میں بھی اسی کا خواہاں تھا کہ مباحثہ ہو تو کسی ایسے شخص سے ہو جو نامی و مشہور تجربہ کار ہو۔ کسی نو آموز یا نئے پادری سے نہ ہو۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ نامی و تجربہ کار پادری کا انفلوئنس (Influence) قوم میں زیادہ ہوتا ہے اور اس کا ساختہ پر داختم قوم میں منظور کیا جاتا ہے، لہذا اس مباحثہ کا اثر تمام قوم پر پڑتا ہے۔ اور کسی نئے شخص اور نو آموز سے مباحثہ ہو تو اس کا اثر قوم پر نہیں پڑتا۔ قوم یہ کہہ دیتی ہے کہ وہ شخص بچہ تھا، نو آموز تھا، ناتجربہ کار تھا، لہذا اس کا الزام یا سکوت یا تسلیم، قوم کا الزام یا سکوت یا تسلیم نہیں ہو سکتی۔ اب آپ نے جو یہ لکھا

ہے کہ یہ درخواست مباحثہ پادری کلا راک و پادری وائٹ برنٹ کی جانب سے سمجھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضروران صاحبوں نے اس درخواست میں آپ کو اپنا نائب یا وکیل بنایا ہوگا اور یہ ہی میرا مدعا تھا، پھر میں اس سے کیوں خوش نہ ہوتا۔ پس میں بڑی مسرت کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے ان دونوں صاحبوں سے مباحثہ منظور ہے۔

اگر پادری وائٹ برنٹ خواستگار و شائق مباحثہ ہیں تو یہ مباحثہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ میں اور وہ دونوں ایک شہر میں رہتے ہیں۔ لہذا وہ جیسے باوصف مشنری ہونے کے ایک دنیاوی میونسپل کمیٹی کے کام میں اپنی اوقات صرف کرتے ہیں، ویسے ہی اس مذہبی کام میں جو ان کا اصل فرض منصبی ہے وہ ہر روز یا تیسرے دن یا ہفتہ میں ایک دن کا کوئی وقت مباحثہ مقرر کر دیں اور اس وقت ایک دن وہ خاکسار کے مکان پر آویں اور ایک دن میں ان کے مکان پر جاؤنگا۔ اس طور پر مہینوں تک بلا تکلیف و بلا حرج مباحثہ جاری رہے گا اور اس کا انجام اچھی طرح خوش اسلوبی اور سیری سے ہوگا۔

اور اگر ڈاکٹر کلا راک خواستگار و شائق مباحثہ ہیں تو بجائے ہر روز، ہر ہفتہ یا ہر مہینے میں چار یا آٹھ دن وہ مقرر کر سکتے ہیں جن میں نصف ایام میں امرتسر میں ان کی جگہ میں پہنچوں گا اور نصف ایام ان کو ٹالہ میں آنا ہوگا۔ اور ہر جلسہ کے انتظام کا ذمہ دار وہ شخص ہوگا جس کے مکان پر جلسہ ہوگا۔ اور تعداد اشخاص طرفین مساوی ہوگی۔ سوال و جواب کی پہلے زبانی تقریر ہوگی۔ پھر جب باتفاق میجائٹی جواب مطابق سوال سمجھا جاوے گا، تب اس کو دو کاتبوں کے ذریعے سے قلم بند کیا جائے۔ سابق جنگ مقدس امرتسر (مباحثہ قادیانی و آتھم) کی طرح یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو کچھ کسی کے دل میں آوے لکھاتا جاوے اور خارج از محث و فضول باتوں میں مصروف ہو کر بحث کو کہیں سے کہیں لے جاوے۔ اور فریقین کی اوقات کا خون ہوتا رہے۔

یہ شرط مباحثہ ہیں۔ اب مجھوٹ عنہ کی تعیین کی جاتی ہے۔

بحث توحید و تثلیث یا الوہیت مسیح اور کفارہ میں ہوگی اسی سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اس وقت خالص کتاب آسانی اور حقانی قرآن مجید ہے جو توحید سکھاتا ہے اور اس کفارہ کی نفی کرتا ہے۔ یا توریت و انجیل ہے جن سے عیسائی تثلیث یا الوہیت مسیح نکالتے ہیں۔

اس بحث سے پہلے فریقین کو یہ اختیار ہوگا کہ چند اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ کی تمہید کر لیں تاکہ انہی اصول و علوم سے امور متنازعہ فیہ کا تصفیہ کریں۔

لیجئے ہم نے شرائط بھی لکھ دیئے اور امور بحث بھی متعین کر دیئے۔ اب آپ ان دونوں صاحبوں میں سے کسی صاحب سے منظوری بحث و شرائط تحریر کر کے براہ راست ارسال کرائیں اور کاروائی شروع کرادیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ بجائے ان صاحبوں کے آپ بذات خود جواب خط و منظوری بحث کی تکلیف نہ اٹھائیں اور اگر اب بھی آپ ہی وکیل بن کر جواب خط منظوری بحث و تقرر شروط کے مصدق ہوئے تو اس طرف سے آپ کی تحریر کا کوئی جواب نہ دیا جائے گا، جس کی وجہ وہی ہے جو شروع خط میں بیان ہوئی ہے۔

آخر خط میں جو آپ نے خطوط چھپوانے کی اجازت چاہی ہے، میری طرف سے آپ کو ان چاروں خطوط کی اشاعت کی اجازت ہے مگر اس شرط سے کہ ان پر اور کچھ نہ بڑھائیں اور نہ ان پر حاشیہ لگائیں۔ اور اگر پادری صاحبان موصوف الصدور نے بحث کو منظور کر لیا تو پھر ان خطوں میں خود بخود مباحثہ کارنگ آ جاوے گا اور ضرور ان کو شائع کرنا پڑے گا۔

اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان چار خطوں کے ساتھ پانچواں اپنا جواب الجواب لکھ کر ان کو چھپوادیں اور اپنے آپ کو میرا مقابل مباحث بناویں اور خاص اپنی ذات سے مباحثہ کی بنا قائم کریں تو میں اس اشاعت کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ میں آپ کو مقابل مباحث بنا نا نہیں چاہتا جس کی وجہ شروع خط میں بیان ہو چکی ہے، اور اس وجہ سے آپ ناراض نہ ہوں کیونکہ وہ کمال نیک نیتی سے لکھی گئی تھی۔ ابو سعید محمد حسین

مشفق جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۳۱ جولائی ۱۸۹۴ء جو آپ نے بنام پادری فتح مسیح صاحب بھیجا ہے مجھے ملا اور اس کے مطالعہ سے طبیعت شاد ہوئی۔ خصوصاً اس بات سے کہ آپ جیسے بزرگ نامور عالم صرف تحقیق حق کے لئے انجیل اور قرآن مقابل رکھ کر تصفیہ چاہتے ہیں۔ میں نہایت خوشی سے آپ کے اس مبارک پیام مناظرہ کو قبول کرتا ہوں۔ لیکن میرے خیال میں بحث کو اتنا طول دینا کہ ہفتوں اور مہینوں تک ہوتی رہے فضول ہے، اس

لئے کہ اول تو کوئی معزز شخص ایسا عدم الفرصت نہ ہوگا جو اتنی لمبی بحث میں ہمیشہ شامل ہو سکے۔ اور دوسرے یہ کہ... کیا ضرورت ہے کہ فریقین کبھی ادھر، کبھی ادھر آویں جاویں۔ بہتر ہو کہ مختصر سوال دو چار مقرر کئے جاویں اور ان کے جواب بھی عام فہم قطعی فیصلہ کرنے والے تحریر ہوں، جن کو دیکھ کر علاوہ حاضرین اور لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

مقام مباحثہ کے لئے آپ خود دانا ہیں۔ بٹالہ اور امرتسر میں سے جو مقام آپ مفید عام جانیں اور پسند کریں اس سے اطلاع دیں۔ میرے خیال میں تو امرتسر مناسب ہے کیونکہ بڑی جگہ ہے۔ آئندہ جو آپ کی رائے مبارک میں آئے اس سے بندہ کو مطلع فرماویں۔ اور نیز یہ کہ شرائط کی تکمیل ہو جاوے۔ فقط والسلام۔
۷۔ اگست ۱۸۹۴ء۔ دستخط بحروف انگریزی۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک۔

بٹالہ اشاعت السنۃ آفس۔ ۸۔ اگست ۱۸۹۴ء۔ (نمبر ۵۵۵)۔ ڈیر ڈاکٹر صاحب۔

آپ کا خط مورخہ ۷۔ اگست ۱۸۹۴ء میں نے مسرت سے پڑھا اگر آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ مباحثہ ایک دور میں طے ہو سکے گا تو بسم اللہ کیجئے بندہ حاضر ہے۔

۲۔ مقام کی بابت آپ مجھے اختیار دے چکے ہیں، بٹالہ کو منتخب کروں خواہ امرتسر کو، لہذا میں بٹالہ کو ترجیح دیتا ہوں۔ آپ جب چاہیں غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر مباحثہ شروع کر دیں اور اگر زیادہ دن لگ گئے تو پھر میں حسب وعدہ خط سابق جہاں آپ جائیں گے آپ کے مکان پر حاضر ہوں گا۔ انشاء اللہ
آپ جب قصد بٹالہ کریں اس سے تین چار روز پیشتر اطلاع دیں تاکہ میرے احباب اہل لاہور و امرتسر بھی اس مجلس میں شریک ہو سکیں۔ اور اگر میرے امرتسری دوستوں نے مجھے امرتسر آنے پر مجبور کیا تو میں آپ کو اس تبدیلی سے اطلاع دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۳۔ شرائط کی تو میں خط سابق میں تکمیل کر چکا ہوں آپ اس میں کچھ بڑھانا چاہتے ہیں تو اس سے اطلاع دیں۔

۴۔ آپ کے خط سے یہ معلوم نہ ہوا کہ مباحثہ کے لئے آپ منتخب ہونگے یا پادری وائٹ برنٹ

صاحب؟ جو صاحب ہوں ان کا ساختہ و پرداختہ دوسرے صاحب کو منظور کرنا ہوگا۔

۵۔ چونکہ پادری فتح مسیح صاحب نے آپ دونوں صاحبوں کی طرف سے شوق مباحثہ ظاہر کیا تھا، اور میں نے بھی آپ ہی دونوں صاحبوں سے مباحثہ منظور کیا ہے لہذا امید ہے کہ اب اس کا خلاف نہ ہوگا، اور کوئی اور صاحب اس مباحثہ کے لئے منتخب نہ ہوں گے۔ ہاں جن کو آپ دونوں صاحب اپنے سے بڑھ کر اہل علم و تجربہ کار اور قوم میں ذی اعتبار سمجھ کر اس کا ساختہ پرداختہ منظور کر لیں وہ صاحب بھی آپ کی جگہ منتخب ہو سکتے ہیں۔ آپ کا خیر خواہ۔ ابو سعید محمد حسین۔ اڈیٹر سالہ اشاعت السنہ

مشفق جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سلامت۔

بعد سلام کے واضح رائے روشن ہو کہ آپ کا خط مورخہ ۸۔ اگست ملا۔ چونکہ ان دنوں میں بخار کا سخت غلبہ ہے، بباعث کثرت کار کم فرصتی میں خط مذکورہ کے جواب دینے سے قاصر رہا۔ امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

کمال خوشی کی بات ہے کہ آپ مناظرہ کے لئے بالکل تیار ہیں۔ مکان مناظرہ کی بابت ہم نے شریفانہ طور پر آپ کو تحریر کیا تھا کہ امرتسر ہر صورت سے بہتر ہے۔ آپ کو اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ آپ قطعی جو چاہتے ہیں سو کریں۔ آپ میرے خط کو ملاحظہ فرماویں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ امرتسر بہتر ہے۔ یہاں زیادہ مفید عام ہوگا۔

مناظرہ کی بابت واضح ہو کہ آپ کو محمدیت کی صداقت ظاہر کرنی منظور ہے اور برعکس اس کے ہمیں مسیحیت کی صداقت۔ لہذا کوئی ہمارا ذاتی جھگڑایا کام نہیں۔ اظہار حق سے تعلق ہے نہ کسی خاص شخص سے۔ چونکہ اہل اسلام کی طرف سے آپ موجود ہیں یا جس کو آپ چاہیں آپ پیش کر سکتے ہیں۔ نیز از جانب مسیحیان میں جس کو مناسب سمجھوں پیش کرونگا، یا خود پیش ہو جاؤں گا۔ اور اگر کسی کو پیش کروں خاطر جمع رکھنے کوئی لائق ہی ہوگا۔ امید ہے کہ اس بات کو آپ قبول فرماویں گے کہ ایسے مبارک موقع پر اپنی شان کے خواہاں نہیں، مگر راستی اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی صداقتوں کا اظہار چاہتے ہیں۔

دیگر عرض یہ ہے کہ اب خط و کتابت کو طول دینے سے چنداں فائدہ نہیں ہے۔ میں اپنی طرف سے ڈاکٹر فخر الدین صاحب میڈیکل مشن امرتسر اور نیز پادری فتح محمد صاحب فتح گڈھ کو اپیلٹی مقرر کرتا ہوں اور اسی طرح آپ بھی جس کسی کو چاہتے ہیں مقرر کیجئے تاکہ باہمہ اتفاق سے شرائط مباحثہ قرار پائیں۔ اور جو شرائط تجویز کی جاتی ہیں وہ آپ کی اور میری منظوری کے لئے پیش ہوں تاکہ اگر ہم کسی قسم کی ترمیم کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ اور بعد از نظر ثانی اور ہمارے دستخط منظوری کے شرائط مذکورہ پختہ جانی جائیں گی اور ان کے بموجب مناظرہ ہوگا۔ اور جب شرائط تجویز کئے جاتے ہیں تو جس کسی نے ہماری طرف سے پیش ہونا ہے خواہ میں خواہ کوئی دیگر ان کا نام لکھا دیا جائے گا۔ اب شرائطوں کی آپ جلد تدارک فرمائیں۔ فقط زیادہ سلام۔

دستخط انگریزی۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک۔

اشانۃ السنۃ آفس۔ بٹالہ ۲۹۔ اگست ۱۸۹۴ء۔ (نمبر ۶۰۶)

عنایت فرمائے من ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۲۸۔ اگست ۱۸۹۴ء میں نے تعجب اور مایوسی کے ساتھ پڑھا۔

۲۔ تعجب کی ایک وجہ یہ کہ آپ اپنے خط مورخہ ۷۔ اگست ۱۸۹۴ء میں صاف تحریر کر چکے ہیں: مقام مباحثہ کیلئے آپ خود دانا ہیں بٹالہ اور امرتسر میں سے جو مقام مفید عام جائیں اور پسند کریں اس سے مطلع فرماویں۔ میرے خیال میں تو امرتسر مناسب ہے کیونکہ بڑی جگہ ہے آئندہ جو آپ کی رائے مبارک میں آوے اس سے بندہ کو مطلع فرماویں۔

اب آپ خط ۲۸۔ اگست میں لکھتے ہیں: مکان کی بابت میں نے شریفانہ طور پر آپ کو تحریر کیا تھا کہ امرتسر بہر صورت بہتر ہے آپ کو اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ آپ قطعی جو چاہتے ہیں، سو کریں۔ میرے نزدیک آپ کی یہ تحریر، تحریر سابق کے برخلاف ہے۔ سابق تحریر میں آپ نے تعین مکان کی نسبت اپنی رائے ظاہر کر کے آئندہ شریفانہ طور پر اختیار انتخاب دے دیا تھا۔ جب کسی کو اپنی رائے کے برخلاف کسی کی بات مان لینے منظور ہوتی ہے تو اس وقت شریفانہ محاورہ ہے وہ یوں کہتا ہے کہ فلاں امر میں میری

رائے تو ایسی ہے مگر آئندہ جو رائے آپ کی ہو اس سے اطلاع دیں، جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس رائے کو تسلیم کرنے کو میں حاضر ہوں، صرف آپ کی اطلاع دہی کا منتظر ہوں۔ اب آپ اس اختیار دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اگر آپ کو اس معاہدہ کے معنی تسلیم کرنے میں تامل ہو تو آپ اصل مباحثہ سے پہلے اسی امر کو طے کر لیں، اور اہل لسان سے اس کا تصفیہ کرائیں۔ خاص کسی شخص یا اشخاص کو منصف بنائیں، یا اس سوال کو اخبار میں چھپوا کر اس پر پبلک کی رائے حاصل کریں۔

ہر چند یہ امر اصل بحث سے چنداں تعلق نہیں رکھتا مگر جب ہمارے فہم ایسے موٹے الفاظ کے معانی سمجھنے میں اس قدر اختلاف کریں اور ایک فریق دھوکا کھا جاوے تو ہمارے لئے ضرور ہے کہ ہم اپنے فہموں کا ایگزامینیشن کرائیں تاکہ ہم آئندہ مباحث مقصودہ میں غلطی نہ کھاویں۔

۳۔ دوسری وجہ تعجب یہ ہے کہ میں اپنے خط نمبری ۵۳۲ میں اپنی شرائط کی تفصیل کر کے خط نمبری ۵۵۵ کے فقرہ نمبر ۳ میں صاف لکھ چکا ہوں کہ شرائط کی میں تو خط سابق میں تکمیل کر چکا ہوں آپ ان میں کچھ بڑھانا چاہتے ہیں تو اس سے اطلاع دیں۔

اس کے جواب میں آپ نے نہ تو ہماری شرائط پر کوئی نکتہ چینی کی نہ اپنی شرائط کی اطلاع دی، اور تصفیہ شرائط کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرنی چاہی۔

اے صاحب! اگر آپ کو ہماری شرائط کے قبول کرنے میں کوئی عذر تھا تو پہلے اس کو پیش کرتے اور اگر اپنی طرف سے شرائط بڑھانا منظور تھا تو پہلے ان شرائط سے اطلاع دیتے۔ پھر جب میں اس عذر کو نہ مانتا، یا ان شرائط کے تسلیم سے انکار کرتا، تو آپ تصفیہ کے لئے کمیٹی مقرر کرتے۔ بلا بیان عذر و شرائط آپ نے یہ سوال پیش کیا ہے تو میری طرف سے اس کا یہی جواب ہے کہ یہ سوال قبل از وقت ہے

۴۔ تیسری وجہ تعجب یہ ہے کہ میں نے اپنے خط نمبر ۵۵۵ کے فقرہ نمبر ۵ میں حسب منشاء خط پادری فتح مسیح مورخہ ۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء صاف لکھ دیا تھا کہ: مباحثہ میں آپ خود پیش ہو سکتے ہیں یا پادری وائٹ برینٹ صاحب اور اگر تیسرے صاحب پیش ہونگے تو وہ اس شرط سے پیش ہو سکیں گے کہ آپ دونوں صاحب ان کو علم و تجربہ و اعتبار میں اپنے سے بڑھ کر سمجھیں اور ان کا ساختہ پر داختم منظور کر لیں۔

آپ نے میری اس شرط کو نام آوری اور شان خواہی و عزت طلبی پر مبنی سمجھا۔ اور اسکے جواب میں یہ لکھ دیا کہ جس کو ہم مناسب سمجھیں گے ہم پیش کریں گے، جسکو آپ چاہیں آپ پیش کریں

اے صاحب! نام آوری و جاہ طلبی کے خیال کو اسلام نے ریا قرار دے کر شرک ٹھہرایا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کا قول ہے ان یسیروا لریا بشرک (ترجمہ: تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے) ہمارا مقصود اس شرط سے صرف یہ ہے (چنانچہ خط نمبر ۵۳۲ میں ہم ظاہر کر چکے ہیں) کہ لائق شخص کا قوم پر اثر پڑتا ہے، اور ان کا ساختہ پر داختہ تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ کام ہر ایک کا نہیں ہے۔ لہذا اب بھی میں وہی شرط پیش کرتا ہوں اور آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر آپ خاص مجھ سے مباحثہ چاہیں تو آپ اس شرط کو مان لیں۔ اور اگر آپ بلا پابندی شرط مذکور کسی کو پیش کریں گے تو ادھر سے بھی کوئی ایسا ہی پیش کیا جائے گا۔ آپ قبل از مباحثہ، مباحثہ کرنے والے کا نام لیں تاکہ اس طرف سے بھی ویسا ہی مباحثہ مقرر کیا جاوے۔

۵۔ چوتھی وجہ تعجب یہ ہے۔ میں نے اپنے خط نمبر ۵۳۲ میں بحث کی تعیین کر دی ہے کہ بحث تو حید تثلیث یا الوہیت مسیح و کفارہ میں ہوگی اور اسی سے یہ بات ثابت ہو جاوے گی کہ اس وقت خالص کتاب آسمانی اور حقانی قرآن مجید ہے جو تو حید سکھاتا ہے یا توریت و انجیل جن سے عیسائی تثلیث و الوہیت مسیح و کفارہ نکالتے ہیں۔ اس کے مقابلہ آپ مجمل صداقت محمدیت و عیسائیت کو محل بحث ٹھہراتے ہیں اور بحث کو عام کرنا چاہتے ہیں۔

اے صاحب! بحث خاص ان ہی مسائل میں ہوگی۔ جب تک ان کا تصفیہ نہ ہوگا کوئی اور بحث شروع نہ ہوگی۔

۶۔ مایوسی کی وجوہات بھی یہ ہی وجوہات ہیں۔ جب ان مبادی میں آپ کی طرف سے ایسے عذرات پیش ہو رہے ہیں جو اصل بحث مقصود کے مانع و مزاحم ہیں اور وہ ہماری جائز شرط کو پورا نہیں ہونے دیتے، تو پھر آپ کی طرف سے اصل بحث کے وقوع کی کب امید ہو سکتی ہے۔ ہماری طرف سے مستعدی اور تیاری کو تو آپ اپنے خطوں میں مان چکے ہیں اور اس پر خوشی ظاہر کر چکے ہیں لہذا اب آپ نہیں کہہ سکتے کہ التوائے بحث آپ (یعنی محمد حسین) کی طرف سے ہے۔ آپ کا خیر خواہ۔ ابوسعید محمد حسین۔

کرم فرمائے بندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب۔ بعد سلام کے واضح رائے شریف ہو کہ آپ کا خط مورخہ ۲۹۔ اگست ۱۸۹۴ء تجب اور مایوسی سے بھرا ہوا مجھے ملا۔ آپ کا تجب اور مایوسی دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ آپ لفظ شریفانہ سے ایسے پریشان ہوئے کہ قبل از مباحثہ اس کا تصفیہ ہونا ضروری سمجھا اور وہ بھی بذریعہ اخبارات، تو پھر مجھے حیرت ہے کہ شہرت و نام آوری (جس کا آپ نے اپنے خط میں انکار کیا ہے) کس کو کہتے ہیں۔

خیر جب آپ خود مقرر ہیں کہ یہ امر بحث سے چنداں تعلق نہیں رکھتا تو میرے خیال میں بہتر ہے کہ اس لفظی نزاع کی طرف آئندہ توجہ نہ کی جائے جو میری نیت و مراد ان لفظوں سے تھی میں نے صاف باطنی سے آپ پر ظاہر کر دی۔ خیال رکھئے کہ یہ مباحثہ ہے، نہ آپ نے میرا کوئی احسان ماننا ہے اور نہ میں نے آپ کا ممکن نہیں کہ میں آپ کو یک طرف اختیار دیتا کہ آپ جو چاہیں سو کریں۔ سب سے پہلے مرضی آپ کی یہ ہے کہ مناظرہ میں آپ کے بالمقابل میں پیش ہوں یا پادری وائٹ برنٹ صاحب۔ سو جناب من میں خود حاضر ہوں، آپ مطلع رہیں۔ آپ کی جانب سے سوال توحید و تثلیث والوہیت مسیح و کفارہ میں ہو گئے لیکن یہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ اور کسی بارہ میں بحث نہ ہوگی۔ کیا میں قرآن و محمدیت پر سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا؟ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ مباحثہ میں فریقین کو اختیار سوال و جواب ہوتا ہے۔ آپ قصداً یا سہواً اس کو فراموش نہ فرمائیں پادری فتح محمد صاحب سے جو آپ کی خط و کتابت ہوئی ہے اس سے اب کچھ واسطہ نہیں اب آپ مجھ سے غرض و واسطہ رکھیں۔ کمیٹی تصفیہ شرائط کیلئے اس واسطے مناسب سمجھی گئی ہے کہ ان کاغذی گھوڑوں سے فیصلہ ہونا دشوار ہے۔ کمیٹی سے سہولت و آسانی ہے۔ اپنے سفیروں کی معرفت جس قسم کا آپ انتظام چاہیں ظاہر کر سکتے ہیں۔ نیز ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ جو قواعد وہ ٹھہرائیں، بعد نظر ثانی اور آپ کے اور میرے دستخط ہونے پر وہ پختہ سمجھے جائیں گے اور انہیں قواعد کے بموجب مناظرہ ہوگا۔ اب انہیں کی دیری ہے کیونکہ جب تک شرائط مقرر نہ ہوں مباحثہ بھی بے فائدہ ہے۔ ہر امر کے لئے پابندی قواعد ضروری ہے۔

مقام مباحثہ اگر آپ امرتسر پسند نہیں کرتے تو اتنا تو ضرور کرنا ہوگا کہ جودن میرے سوال کرنے کے ہیں وہ آپ امرتسر میں تشریف لا کر گذاریں اور جودن میرے جواب دینے کے مقرر ہوں وہ میں آپ کے شہر

بٹالہ میں بسر کروں۔ لیکن اس میں خلق اللہ کو ناحق تکلیف ہوگی۔ بہتر تو یہ ہے بالکل مناظرہ امرتسر ہی میں ہو۔ نہ معلوم کہ ایک صدر اور عالی شان مقام کو چھوڑ کر ایک گوشہ اختیار کرنے سے آپ کی کیا غرض ہے۔ غالباً مناظرہ کے شائق محمدی و عیسائی جماعت امرتسر ہی کو ترجیح دے۔ ۳۱۔ اگست ۱۸۹۴ء۔
دستخط انگریزی ہنری مارٹن کلارک۔

اشاعت السنہ آفس بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء (نمبر ۶۱۲)۔

آپ کا خط مورخہ ۳۱۔ اگست ۱۸۹۴ء میں نے دوسری ستمبر ۴ بجے کے قریب ایسے وقت میں پایا جو میرا ہوا خوری کا وقت تھا۔ تیسری ستمبر کو میں بیمار ہا اسلئے جواب میں ایک روز کا توقف ہوا۔

۲۔ آپ کے اس خط نے میرے تعجب کو بڑھایا اور مایوسی کو زیادہ کیا۔

۳۔ میں اس خط کے ایسے فقرات کہ: آپ لفظ شریفانہ سے ایسے پریشان ہوئے، شہرت و نام آوری کس کو کہتے ہیں، وغیرہ سے چشم پوشی کرتا ہوں تاکہ اصل مطلب سے دور نہ پڑ جاؤں۔ مگر اس قدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آئندہ آپ ایسی باتوں سے قلم کو روکیں۔ آپ یورپین ہیں، ایشیائی محاورے میں یہ الفاظ موہم رنج ہیں۔ ایشیائی مخاطبوں سے ان کے محاورہ کے موافق خطاب مناسب ہے۔

۴۔ آپ کہتے ہیں کہ کیا میں قرآن و محمدیت پر سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

اے صاحب! کون کہتا ہے کہ آپ سوال کا حق نہیں رکھتے۔ بے شک رکھتے ہیں مگر انہیں تین مسائل

مندرجہ خطوط سابق میں، بلکہ از انجملہ صرف اس ایک مسئلہ کے دائرہ کے اندر کہ مسیح خدا یا ثالث ثلاثہ

(One in equal three Gods) ون ان تھری ایکوئل گاڈز) ہے یا نہیں۔ اسی ایک مسئلہ میں محمدی عیسائی پر یہ سوال کر سکتا ہے کہ تمہاری انجیل میں مسیح کو خدا، یا ثالث ثلاثہ کہا گیا ہے اس لئے وہ انجیل بتامہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتی۔ اور عیسائی مسلمان پر یہ سوال کر سکتا ہے کہ تمہارے قرآن میں اس مسئلہ کی نفی کی گئی ہے اس لئے عیسائیوں کو اس کے کلام خدا ہونے میں تامل ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ خود مسائل نہیں اور مجھ سے اس جواب لیں، اور اس امر کا ثبوت طلب کریں کہ قرآن اس مسئلہ کی نفی کرتا ہے، پھر وہ کلام خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ یا مجھے مسائل بننے کی

اجازت دیں اور خود مجیب بنیں اور یہ ثابت کریں کہ جو انجیل یہ مسئلہ سکھاتی ہے وہ کلام الہی کیونکر ہو سکتی ہے۔
 واز آنجا کہ یہ مسئلہ اپنی ایک ایک شق نفی یا اثبات کے ساتھ دونوں مذہب محمدیت و عیسائیت میں
 اصل اصول مانا جاتا ہے، محمدیت نفی کو اصل اصول تسلیم کرتی ہے عیسائیت اثبات کو۔ لہذا اسی ایک مسئلہ تحقیق
 سے کس و ناکس کو جو فہم و انصاف رکھتا ہوگا، واضح ہو جائے گا کہ مذہب حق کون سا ہے، محمدیت یا عیسائیت؟ اور
 خالص کتاب آسمانی کون سی ہے، قرآن یا انجیل؟ پھر معلوم نہیں کہ آپ قصداً یا خطاء اس امر پر کیوں اصرار
 فرماتے ہیں کہ فریقین کو سوال و جواب کا عام اختیار ہوگا۔ اے صاحب! آپ اس اصرار کو واپس لیں۔ یہ اختیار
 کسی کو نہ ہوگا اور ہرگز نہ ہوگا صرف ایک ہی مسئلہ میں مباحثہ ہوگا۔ ہاں یہ مسئلہ طے ہو جائے گا، تو اس کی تکمیل و
 توضیح کے لئے اس کی فروعات میں بھی مباحثہ ہو سکے گا۔

۵۔ آپ فرماتے ہیں پادری فتح محمد (فتح مسیح مراد ہے) سے جو آپ کی خط و کتابت ہوئی ہے اس سے
 اب کچھ واسطہ نہیں، اب آپ مجھ سے غرض و واسطہ رکھیں۔ اس سے آپ کی شاید مراد یہ ہے کہ خاکسار کے خط
 نمبری ۵۳۲ میں جو تعین بحث ہو چکی ہے وہ منسوخ ہو جائے۔

اے صاحب! اس خط کو آپ نے ریسیو (receive) کیا اور اسکے مندرجہ مضمون و پیغام کو قبول کر
 کے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہ تعین بحث آپ کو منظور نہ ہوتے تو اس خط کے جواب میں آپ صاف فرماتے
 ہم کو یہ تعین منظور نہیں۔ آپ نے ایسا نہیں فرمایا اور اس کو بلا تفصیل منظور کیا تو اب اس خط سے آپ واسطہ قطع
 نہیں کر سکتے اور اسکے مضمون تعین بحث کو منسوخ نہیں فرما سکتے۔

قطع نظر ان وجوہات سے بحکم عقل بھی مباحثہ میں تنازع فیہ و موجوٹ عنہ ایک ہی کو سچن (question
 سوال) ہونا چاہیے۔ اس کی ایک شخص نفی کرے، دوسرا اثبات۔ نہ یہ کہ ایک تو کسی چیز مثلاً کونین کی
 خوبی پر بحث کرے، دوسرا دوسری چیز مثلاً کسٹر آئل کی خوبی پر۔

یہ قاعدہ مباحثہ کہ پہلے چند روز عیسائی، مذہب محمدی پر سوالات کریں۔ پھر محمدی، عیسائی مذہب پر
 چند اور قسم کے سوالات کریں (جیسا کہ امرتسر کی جنگ مقدس میں ہوا ہے) صرف جاہل و جاہل قادیانی کا ایجاد و احداث
 ہے۔ میرے علم و خیال میں یہ طریق مباحثہ کسی کتاب فن مناظرہ میں پایا نہیں جاتا۔ لہذا ہمارے لئے لازم

بلکہ جائز بھی نہیں کہ ہم اس جاہل و جال کی تقلید کریں اور جہان کے عقلاء کا خلاف۔

۶۔ تقرری کمیٹی تصفیہ کیلئے آپ نے پھر اصرار فرمایا ہے۔ اے صاحب میرے خط نمبری ۶۰۶ پر نظر ثانی کریں اور اس کو توجہ سے پڑھیں۔ میں اپنی شرائط اپنے خط نمبر ۵۳۲ میں بیان کر چکا ہوں جس پر آپ نے اپنے خط مورخہ ۷۔ اگست میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔ گویا ان کو تسلیم کر لیا۔

اور آپ نے اپنے شرط کو ہنوز پیش نہیں کیا تا کہ دوسری جانب سے ان کے تسلیم میں عذر واقع ہوتا، اور تصفیہ کے لئے کمیٹی کی ضرورت پیش آتی۔ پھر آپ کمیٹی تصفیہ کس ضرورت کے لئے مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسی باتوں کے بیان و رد و قبول کیلئے کیوں کاغذی (گھوڑے) دوڑاتے ہیں۔ آپ پہلے اپنی شرائط کو تو بیان کریں۔ ممکن ہے میں ان کو مناسب سمجھوں اور قبول کر لوں اور کسی کمیٹی کی ضرورت نہ ہو۔ اور اگر مجھے ان کے قبول کرنے سے عذر ہو تب آپ کو تقرری کمیٹی کا اختیار ہے۔ اس وقت بھی میں کسی کو اپنا وکیل نہ بناؤنگا، بلکہ بذات خود کمیٹی میں شامل ہوؤنگا میں یہ نہیں چاہتا اور نہ اس امر کو جائز سمجھتا ہوں کہ اپنی رائے کا مالک دوسرے کو بنا دوں۔ اور اس کا مملوک ہو کر خود بے اختیار ہو جاؤں۔ آپ کو اختیار ہے جس کو چاہیں اپنا وکیل مقرر کریں۔ آپ کے وکیلوں کی رائے اور میری رائے کا اختلاف ہوا، تو اس کا تصفیہ کسی ثالث سے کرایا جاوے گا۔ بالجملہ آپ پہلے شرطیں تحریر کریں پھر تقرری کمیٹی کا نام لیں۔

میں آپ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بٹالہ میں تشریف لانا منظور کیا ہے جس کے عوض میں بحسب نوبت میں بھی اتنے دن، جتنے دن آپ بٹالہ میں بسر کریں گے، امرتسر میں بسر کرونگا۔ میں نے اسی نظر سے آپ کے فقرات مذکورہ شروع خط سے انماض کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ میرا مدعا حاصل ہو گیا ہے۔ اب ان فقرات کے متعلق ایسی بحث کرنا جو اصل مقصود سے اجنبی ہے فضول ہے۔ ابو سعید محمد حسین۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں کہ اس خط کا ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جواب نہیں دیا، یہ مباحثہ سے بجز و گریز نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم الہامی نہیں اور قادیانی کی سی الہام بازی اپنا شعار نہیں۔ صرف عقل سے کہتے ہیں کہ کوئی تشلیش عیسائی ہم سے کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔ کرے گا، تو الزام کھائے گا اور زک اٹھائے گا۔

امرتسر اور لدھیانہ میں آتھم کے جلوس

مرزا قادیانی نے جون ۱۸۹۳ء میں ایک پیش گوئی کی تھی کہ ڈپٹی آتھم عیسائی ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا۔ گذشتہ صفحات میں پیش گوئی کے مالہ و ماعلیہ پر بحث ہو چکی ہے۔ جب مذکورہ مدت میں آتھم نہ مرا تو عیسائیوں نے خوب خوشیاں منائیں۔ جلوس نکالے اور جلسے منعقد کئے۔ یہ روداد چودھویں صدی کا مسیح نامی کتاب میں بڑے دل چسپ انداز میں بیان ہوئی ہے جسے قارئین کے تفریح طبع کے لئے ہم یہاں ملخصاً نقل کئے دیتے ہیں۔ لکھا ہے:

آج صبح سے امرتسر کے ریلوے سٹیشن پر میلہ جم رہا ہے۔ نازنینان پری چہرہ حوروش یورپیٹن اور کرچین بننا و سنگار کئے ہوئے، کوئی تنہا کوئی کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے، ادھر کورخ کئے چھتری کو پکڑے ایک ہاتھ سے سایہ کو اٹھائے، رف رف کرتی آرہی ہیں۔ سایہ کے ساتھ ہزاروں دل پامال ہو رہے ہیں۔ کوئی کھڑکھڑ کرتی ٹمٹم پاس سے نکل جاتی ہے، کوئی پیادہ پا خرام ناز سے قدم اٹھائے چلی جاتی ہے۔ اسٹیشن پر کیا ریوں کا اکھاڑہ ہے۔ راجہ اندر کا دربار کہانیوں سنتے تھے آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پلیٹ فارم پر عجب جم گھٹا ہے قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔

اوہو یہ تو انگریزی باجا بھی آرہا ہے اور شہر کے بے فکرے تماشاخی پر اجمائے اڑے آرہے ہیں۔ نہیں صاحب ان میں تو عمائد شہر اور رئیس و امراء بھی ہیں۔ مسلمانوں سکھوں آریوں سب فرقہ و مذاہب معزز اور واعظان میں شامل ہیں۔ آج کوئی تیوہار نہ عیسائیوں کا ہے نہ اور کسی مذہب و ملت کا۔ ۶ ستمبر ہے، آج کے دن تو عیسائیوں کا کوئی تیوہار نہیں ہوتا۔

یہ ہاتھی پر کون کون آیا؟ یہ تو پادری صاحب ہیں۔ خوب! ہاتھی پر پھولو کا ہار پڑا ہے۔ بھائی یہ کیا بات ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتی جو بات ہے، ہے ہی۔

ریل کے آنے میں ابھی تو عرصہ ہے، کوئی نوبتے ہوں گے، چلو تو پلیٹ فارم دیکھیں۔ اللہ اللہ! یہاں تو نظر کو بھی دخل نہیں ملتا۔ لوگ لین کی طرف جھکے ہوئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گاڑی کو دیکھ رہے ہیں ابھی گاڑی کہاں۔

۱۔ کیا آج لیٹ ہوگئی جواب تک گاڑی نہیں آئی؟

۲۔ بھائی اپنے ٹائم پر آئے گی۔

۳۔ کیا ابھی وقت نہیں ہوا؟ (گھڑی دیکھ کر) اوہو! ابھی تو ۱۰ منٹ باقی ہیں۔

۴۔ انتظار کیا بری بلا ہے؟ حالانکہ ابھی ٹیم میں دس منٹ باقی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی لیٹ ہوگئی

۵۔ انتظار کیا، شوق کہو۔ بہتر تھا کہ تار دیا جاتا کہ سپیشل ٹرین میں آئیں۔

۶۔ بھائی کہا تو درست۔ لو وہ گاڑی آئی۔

(دیکھا اب تمام خلقت جھک رہی ہے اسٹیشن ماسٹر گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا ہے پیچھے ہٹ جاؤ پولیس ہے کہ ہٹا رہی ہے مگر آدمی پر آدمی گرا پڑتا ہے)۔

پولیس مین: اے بھائی کوئی گر کر کٹ جائے گا۔

اسٹیشن ماسٹر: گھبرانے کی کیا بات ہے، اب گاڑی تم لوگوں کے سامنے آئی جاتی ہے۔

(انجن نے سیٹی دی۔ اوہو! انجن کے اوپر بھی پھولوں کے ہار پڑے ہیں۔ گاڑی اسٹیشن کے روبرو

کھڑی ہوئی۔ ایک صاحب اترے۔ آہا! یہ پادری ہنری کلارک ہیں، اور ان کے بعد ایک اور صاحب اسی

گاڑی سے اترے۔ یہ تو ڈپٹی صاحب مسٹر عبداللہ آتھم ہیں۔

آدمی ہیں کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا ہے وہ اس سے آگے، یہ اس سے آگے دوڑتے ہیں، مسٹر عبداللہ آتھم

صاحب نے سر سے ٹوپی اتار کر سلام کیا۔ لیکنٹ ٹوپی اچھالی گئی اور ہرے کے شور نے اسٹیشن کو گونجا دیا)۔

مرزائی اس (مسٹر عبداللہ آتھم) کی نسبت تو حضرت اقدس نے پیش گوئی کی تھی۔ وہ تو مر بھی گیا۔

دوسرا مرزائی: ربڑ کا آدمی بالکل عبداللہ آتھم کا ہم شکل بنا کر اس میں کل لگا دی، چلتا پھرتا ہے۔ دیکھو وہ بولا

، وہی سفید بھوس، وہی چہرہ، وہی چتون، وہی پیشانی، کمر جھکی ہوئی، منہ پر جھریاں پڑی ہوئیں۔ ہاتھوں کی نیسیں

کھڑی۔ واللہ کمال ہے: جھوٹ کو بیچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیسرا مرزائی: انگریزوں نے صنعت میں تو کمال ہی پیدا کیا ہے اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اصلی انسان نہیں ہے،

ربڑ کا بنایا ہوا پتلا ہے۔

چوتھا مرزائی: یہ اگر اصل عبداللہ آتھم ہو تو ہمارے حضرت اقدس کی پیش گوئی غلط ہو جائے۔ زمین ٹل جائے

آسمان ٹل جائے، مگر یہ بات کبھی ٹل سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

اسٹیشن سے باہر جو باجے بجانے والے منتظر کھڑے تھے انہوں نے باجا بجانا شروع کیا مسٹر عبداللہ آہتم کو ہاتھی پر سوار کرایا گیا۔ باجے بجاتے ناچتے گاتے عیسائی مرد اور عورت آگے غزل خوانان ہر کوچہ اور گلی بازاروں میں گشت لگانے لگے

پنجہ آہتم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
 توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
 آہتم اب زندہ ہیں آکر دیکھ لو آنکھوں سے خود
 بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائے آپ کی
 کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا
 بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
 جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح
 کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپ کی
 جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
 بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
 حق ہے صادق اور صادق حق کا سب الہام ہے
 ہو گئی شیطان سے ثابت آشنائی آپ کی
 ہو گیا ثابت ہے سب اقوال بد سے آپ کے
 کر رہا ہے بے شک شیطان رہنمائی آپ کی
 ہے کہاں اب وہ خدا جس کا تمہیں الہام تھا
 کس لئے کرتا نہیں مشکل کشائی آپ کی
 اپنے پنجہ سے نہیں شیطان تمہیں دیتا نجات

اس کو کب منظور ہے اک دم جدائی آپ کی
تم ہو اس کے اور اب وہ ہے تمہارا یار غار
رات دن کرتا وہی ہے پیشوائی آپ کی
ہم نہ کہتے تھے کہ شیطان کا کہا مانو نہ یار
کس بلا میں اس نے دیکھو جاں پھنسائی آپ کی
ہر طرف سے لعنت اور پھنکار اور دھتکار ہے
دیکھو کیسی ناک میں اب جان آئی آپ کی
خوب ہے جبریل اور الہام والا وہ خدا
آبرو سب خاک میں کیسی ملائی آپ کی
اب بتاؤ ہیں کہاں وہ آپ کے پیرو مرید
جو گلی کوچوں میں کرتے تھے بڑائی آپ کی
کرتے ہیں تعظیم جھک جھک کر تو حاصل اس سے کیا
ڈوم کنجر دہریئے کنجرے قصائی آپ کی
آپ نے خلقت کے ٹھگنے کا نکالا ہے یہ ڈھنگ
جانتے ہیں ہم یہ ساری پارسائی آپ کی
کچھ کرو خوف خدا کیا حشر کو دو گے جواب
کام کس آئے گی یہ دولت کمائی آپ کی
ٹھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار
فیصلے کی شرط ہے مانی منائی آپ کی

داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے
 کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی
 آپ کے دعووں کو باطل کر دیا حق نے تمام
 اب بھی تا نب ہو اسی میں ہے بھلائی آپ کی
 اب بھی فرصت ہے اگر کچھ عاقبت کی فکر ہے
 ہاتھ کب آئے گی یہ مہلت گنوائی آپ کی
 سخت گمراہ ہو ، نہیں سمجھے مسیح کی شان کو
 راہ حق اور زندگی سے ہے لڑائی آپ کی
 خاتمہ بالخیر ہوگا اور ہوگے سرخرو
 ہو گئی اب بھی مسیح سے گر صفائی آپ کی
 اب دام مکر اور کسی جا بچھائیے
 بس ہو چکی نماز مصلے اٹھائیے

لودہانہ کے گلی کوچے میں ہر ایک کی زبان پر یہ نظم ہے



ارے او خود غرض خود کام مرزا ارے منحوس نافر جام مرزا
 غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق باستحکام مرزا
 مسیح و مہدی موعود بن کر بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
 ہوا بحث نصاریٰ میں باآخر مسیحائی کا یہ انجام مرزا
 مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے ہے آہتم زندہ اے ظلام مرزا
 تری تکذیب کی شمس و قمر نے ہوا مدت کا خوب اتمام مرزا
 کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی جو تھا شیطان کا الہام مرزا
 اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو بظاہر اس میں ہے آرام مرزا

بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا ترا اعزاز اور اکرام مرزا
 کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ درگور دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا
 لیکن تو نہ آیا باز پھر بھی یہ اس شوخی کا ہے انعام مرزا
 نہ کہتا کچھ اگر منہ پھاڑ کر تو ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
 گلے میں اب ترے رسہ پڑے گا سیہ رو ہو گا پیش عام مرزا
 سزا بھی کم سے کم اتنی تو ہوگی کہ ہو جاوے تجھے سرسام مرزا
 ہے سولی اور پھانسی کار سرکار رعایا کا نہیں یہ کام مرزا
 تو ہے اک انبیاءِ بعل میں سے سلف کو دے رہا دشنام مرزا
 زمین و آسمان قائم ہیں اب تک ترے وہ ٹل گئے اعلام مرزا
 براہیں سے ٹھگے تو نے مسلمان کبھی ایسے بھی تھے ایام مرزا
 بھلا اللہ کہ چھپ کر فتح و توضح کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
 در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

قادیانی تاویلات بابت پیش گوئی آہٹم

چودھویں صدی کا مسیح نامی کتاب میں عنوان بالا پر بھی دل چسپ انداز میں خامہ فرسائی کی گئی ہے،

اسے بھی ہم نذر قارئین کئے دیتے ہیں۔ لکھا ہے

پنجاب کے شہروں میں پادریوں میں عموماً ایک شورش اور آوازہ شادمانی بلند ہے اور مرزائیوں میں
 خصوصاً ایک سناٹا ہے، اور سکوت کے عالم میں دم بند ہے، چلیں قادیان کا سین بھی دیکھیں وہاں کیا کیفیت ہے
 - مرزا صاحب کے دربار میں حوالی موالی حواریان عقیدت کیش و مشیران خیر اندیش چاند کے گرد ہالہ کی طرح
 گرد و پیش بیٹھے ہیں، مگر سب ادب سے سر جھکائے خاموش صم کم کا عالم ہر ایک: یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں
 زبان منہ میں۔ چٹھی رسان نے ایک خط دیا

مرزا صاحب: (خط کا لگانا پڑھا اور ایک آہ سرد کھینچ کر کہا افسوس ہے)

وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی جسکی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء تھی وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہو گئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اسکے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جوان واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں جانتا جو پیش گوئی کے بعد فریق مخالف ظہور میں آئی اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لا علاج ہے (مولوی ثناء اللہ کہتے ہیں: اس پیش گوئی نے مرزا جی کو ایسا حیران کر رکھا ہے کہ بلا مبالغہ انہیں کہتے یہ خبر بھی نہیں رہتی کہ میری آواز کدھر سے نکل رہی ہے۔ آج تک باوجود کامل نوسال گذر جانے کے وہ سخت حیرانی میں ہیں۔ الہامات مرزا کی طبع اول سے بعد کی تحریریں پہلی تحریروں سے بھی مزید آریں آپ کشتی نوح کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ پیش گوئی میں یہ بیان کیا تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، سو آتھم مجھ سے پہلے مر گیا۔ کیا یہی احمقوں کی آنکھوں میں مٹی کا سرمہ ڈالا ہے۔ مرزا جی اس بات کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ اودوں کی جیب کترنے میں آپ کا کمال ہے۔ الہامات مرزا ص ۳۹) اور اگر وہ ٹھوکر کھائے تو اس کی پست فطرتی اور حقیقی اور سادہ لوحی اس کا موجب ہوگی، ورنہ کچھ شک نہیں کہ فتح اسلام ہوئی، اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہو گیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے، کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سجا کھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

اب یاد رہے کہ پیش گوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ سے مراد ہے۔ جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہو کر ۱۵ دن جھگڑتا رہا مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک اور ان کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام

گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کا کام معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو اور پیش گوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔

ہاں میں نے جہاں تک الہام کے معنی سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں ہنس خود بحث کرنے والا ہے اس کیلئے ہاویہ سے مراد سزائے موت ہے لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ حق کی طرف رجوع کرنے والا نہ ہو۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قید ایک الہامی شرط ہے جیسا کہ میں نے الہامی عبارت میں صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھا تھا اور یہ بات بالکل سچ اور یقینی اور الہام کے مطابق ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ کا دل جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی توہین اور تحقیر اسلام پر قائم رہتا اور اسلامی عظمت کو قبول کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حصہ نہ لیتا تو اسی میعاد کے اندر اندر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا لیکن خدا کے الہام نے مجھے بتلادیا کہ عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصہ نے اسکے وعدہ موت اور کامل طور پر ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اس بڑے ہاویہ سے تھوڑے دنوں کیلئے بچ گیا جس کا نام موت ہے۔

(ایک لمبی چوڑی تقریر میں الہام کا ترجمہ اور تفسیر فرما کر مرزا فرماتے ہیں) اس (پیش گوئی) کے الفاظ یہ ہیں کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ لیکن عبداللہ آتھم نے مضطربانہ حرکات سے ثابت کر دیا کہ اس نے پیش گوئی کی تعظیم کی (پھر اس کی خوفناک حالت کی تقریر فرما کر مرزا لکھتے ہیں) توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا ہے، یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود ہی نہیں (پھر کچھ کو طول دے کر مرزا صاحب فرماتے ہیں) پس اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری ہو گئی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی (پھر درج کر) یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔۔۔

یہ تو عبداللہ آتھم کا حال تھا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے لفظ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا، یا بانی کار ہونے کا، یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا، یا سرگروہ

ہونے کا، ان میں سے کوئی بھی اثر ہادیہ سے خالی نہ رہا، اور ان سب نے میعاد کے اندر اپنی اپنی حالت کے موافق ہادیہ کا مزہ چکھ لیا۔ چنانچہ اول خدا تعالیٰ نے پادری رائٹ کو لیا جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان فانی سے گذر گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ (صفحہ ۸۲۱-۸۲۰ انوار الاسلام)

مرزا قادیانی: (پھر میاں محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ کا خط پڑھ کر سنایا)

محمد علی خان: (کا خط بنام مرزا قادیانی یوں ہے)

السلام علیکم۔ آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں، لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی تھی وہ یہ ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہادیہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہو۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے۔ زمین و آسمان ٹل جاویں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

کیا اب آپ کی پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبد اللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے، اور اس کو بہ سزائے موت ہادیہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر یہ سمجھو کہ پیش گوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی جیسا کہ مرزا خدا بخش نے لکھا ہے۔ اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے۔ اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبد اللہ آتھم پر پڑا ہو، دوسری پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے، اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہادیہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو

مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سو جا کھے کئے جاویں گے بعض لنگڑے چلے لگیں گے بعض بہرے سنیں گے۔

پس اس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی۔ عیسائی مذہب اسی حالت میں سچا سمجھا جاوے۔ اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں۔ شرمندگی اور بڑی شرمندگی ہوئی۔ پس اگر پیشگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہو سکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لڑکے کی پیش گوئی میں تباہی کے طور سے ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مر گیا، تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی۔ اور اس میں لوگوں سے غلطی ہو گئی تھی۔ اور آخر جب مجتمع ہو گئے تو فتح ہوئی۔ کیا ایسی کوئی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہ پڑنے شروع ہو گئے۔ لیکن الحمد للہ! کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعویٰ کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہو گیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں جس سے تشفی کلی ہو باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہ ہیکہ دیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرمادیں۔ ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔ راقم محمد علی خان۔ (الہامات مرزا)

مرزا قادیانی: یہ جو کہا جائے کہ وہ (آہٹم) میعاد کے اندر فوت نہیں ہوئے تو یہ صاف صاف ہے کیونکہ پیش

گوئی نے یہ قطعی فیصلہ نہیں دیا تھا کہ ضرور وہ میعاد کے اندر ہی فوت ہوں گے بلکہ پیش گوئی میں یہ صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ عیسائیت پر مستقیم رہیں گے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیش گوئی کے اندر فوت ہوں گے، ورنہ ان کی موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ ہاں کسی قدر ہاویہ کا بھی مزہ چکھ لیں گے۔ سو بلاشبہ پیش گوئی نے میعاد کے اندر اس ہاویہ کا مزہ ان کو چکھا دیا، جس ہاویہ کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوگئی۔ اور ضرور تھا کہ وہ پیش گوئی کی میعاد میں ہاویہ کے پورے اثر سے بچے رہتے کیونکہ انہوں نے اسلامی پیش گوئی کا ڈراپنے اوپر ایسا غالب کر لیا کہ ایک قسم کی موت ان پر آگئی اور وہ مردوں کی طرح چپ ہو گئے اور عیسائیت کے پلید عقائد کی حمایت میں جو پہلے تالیفات کرتے رہتے تھے دستکش ہو گئے، اور خوف کے صدمات نے ان کو سراسیمہ کر دیا۔ پس کیا ضرور نہ تھا کہ خداوند تعالیٰ اپنے الہام کی شرط کے موافق موت کو دوسرے وقت پر ٹال دیتا۔ ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں کہ ہر ایک شریف عیسائی کو اس بات کے سننے سے نہایت رنج ہوگا کہ آتھم باطل اندیش نے پیش گوئی کے چھپانے کے لئے کیا کیا، مگر وہ اور نالائق افتراؤں سے کام لیا، اور کس طرح دلیری کے ساتھ بے بنیاد جھوٹ کو پیش کیا۔ نالائق آتھم نے سراسر بے وجہ مجھے زہر خورانی کے اقدام کی تہمت دی، میرے پرافتراء باندھا کہ گویا میں نے اس کے قتل کرنے کیلئے اس کی کوٹھی میں سانپ چھوڑے تھے، اور گویا میں ایسا پرانا خونخوئی تھا کہ تین مرتبہ میں نے مختلف شہروں میں اس کے مارنے کیلئے اپنی جماعت کے جوانوں سے حملہ کرائے (ص ۱۳۳-۱۳۴۔ انجام آتھم)

یہ بھی یاد رہے کہ اگر کوئی ناسمجھ ہمارا پیر و مرید اس پیش گوئی کی غلط فہمی سے منحرف ہو گیا تو یسوع صاحب پر سب سے پہلے یہ الزام ہے کیونکہ یہود اسکر یوٹی یسوع صاحب سے بڑے زور شور کے ساتھ منحرف ہوا تھا۔



و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین

و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صدی۔ محمد بہاء الدین ۲۶۔ جولائی ۲۰۱۲ء